قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں

تفسیرِ بغوی اُردو

المعروف مَعَالِمُ التَّنْزِيل

ازامام الکبیر ابو محمد حسین بن مسعود الفرأ بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد پنجم سُوْرَةُ الرُّوم تا سُوْرَةُ الْجَاثِيه

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- ترجمہ از حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح وتفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن وترجمہ اپنی جگہ پر

بشمول قرآنی فضائل وخواص

از ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)

وحضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

اِدَارَۂ تَالِیفَاتِ اَشْرَفِیَہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(0322-6180738, 061-4519240

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں

تفسیرِ بغوی اُردو

المعروف مَعَالِمُ التَّنْزِيل

از امام الکبیر محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد پنجم سُوْرَۃُ الرُّوم تا سُوْرَۃُ الْجَاثِیہ

بشمول قرآنی فضائل وخواص

از امام ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)

وحضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

کے قلم سے

ترجمہ از

اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- آسان ترجمہ از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- عام تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح وتفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن وترجمہ اپنی جگہ پر
- منتخب قرآنی آیات کے فضائل وخواص

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(0322-6180738, 061-4519240

تفسیرِ بغوی اُردو

تاریخ اشاعت..........رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

ناشر..........ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.......... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان

مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار......لاہور — دارالاشاعت......اُردو بازار..........کراچی

مکتبہ علمیہ..........اکوڑہ خٹک......پشاور — مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ.....کوئٹہ

اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید.....راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

کلماتِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

امابعد! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قدیم مستند عربی تفسیر جو کہ تفسیر بغوی جو کہ معالم التنزیل کے نام سے مشہور ہے۔ پہلی مرتبہ اُردو زبان میں ترجمہ کے بعد پیش کی جارہی ہے۔

قرآن کریم کی خدمت جس شکل اور جس انداز میں بھی نصیب ہو جائے جہاں خوش بختی اور خوش نصیبی کی بات ہے وہاں ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ چونکہ یہ عظیم و مستند تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں آرہی ہے اس لیے خوشی بھی دوچند ہے تو ذمہ داری کا احساس بھی دامن گیر ہے۔ تفسیر بغوی کا مفسرین اور تفاسیر میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا اندازہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے تعارف وتبصرہ سے کیا جاسکتا ہے۔ آج سے تقریباً 20 سال قبل ادارہ نے اس عظیم تفسیر کا عکس لے کر پاکستان میں پہلی مرتبہ شائع کیا تو حضرت شیخ الاسلام مدظلہ نے اس کی اشاعت پر ایک گراں قدر تبصرہ ''البلاغ'' میں قلمبند فرمایا تھا۔ حضرت کا یہ تبصرہ چونکہ اس تفسیر کے تعارف اور مقام ومرتبہ کے متعلق جامع ہے اس لیے اسے شروع کتاب میں دیدیا گیا ہے جو گویا کتاب ہذا کے لیے بطور مقدمہ کے ہے۔

تفسیر ہذا میں قرآنی متن کے نیچے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا بامحاورہ سلیس ترجمہ اور تفسیر میں جگہ جگہ عنوانات و پیراگرافی کا کام بھی کیا گیا۔

تفسیر بغوی پہلی مرتبہ اُردو لباس سے آراستہ ہو کر شائع کی جارہی ہے جس سے اہل علم کے علاوہ عوام الناس بھی استفادہ کریں گے۔ ان کی ضرورت اور ذوق کے پیش نظر ہر جلد کے آخر میں قرآنی آیات کے متعلق تیر بہدف فضائل وخواص دیدیئے ہیں جو کہ آٹھویں صدی کے معروف عالم امام ابومحمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمہ اللہ کی معروف کتاب الدر النظیم فی فضائل القرآن ''والآیات والذکر الحکیم'' اور حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ کی نایاب تفسیر ''تفسیر میرٹھی'' سے ماخوذ ہیں۔ یہ فضائل وخواص بتاتے ہیں کہ قرآن کریم جس طرح روحانی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح جسمانی امراض سے شفا کے لیے بھی اپنی مثال آپ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قرآنی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان حضرات اہل علم کو بھی دین دُنیا کی فلاح وترقی سے نوازے کہ جن کی شبانہ روز کاوش کے بعد یہ علمی کام پایۂ تکمیل تک پہنچ سکا۔ ''فجزاھم اللہ احسن الجزاء''

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

فہرست عنوانات

سُورَةُ الرُّوْم

اس میں ۶۰ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③

ترجمہ الٓمّٓ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آ جاویں گے۔

فارس اور رومیوں کے درمیان جنگ کا واقعہ

تفسیر فارس اور روم میں جنگ تھی۔ مشرک دل سے چاہتے تھے کہ اہل فارس رومیوں پر غالب آ جائیں کیونکہ فارس والے مجوسی تھے، ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی اور مسلمان چاہتے تھے کہ رومی فتح یاب ہو جائیں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے۔ کسریٰ پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں نے ایک لشکر روم کی طرف بھیجا جس کی قیادت شہرزاد کے سپرد کی اور قیصر نے ایک لشکر تحسیس کی زیر سرکردگی روانہ کیا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ اذرعات علاقہ شام وبصریٰ کے مقام پر ہوا۔ (یہ شامی علاقہ ارض عرب کے بہت قریب تھا اور عجم سے بھی قریب تھا) آخر میں فارس والے رومیوں پر غالب آ گئے۔ مسلمانوں کو مکہ میں اس کی اطلاع پہنچی تو ان کو بڑا رنج ہوا اور کفار مکہ اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور عیسائی بھی اہل کتاب ہیں اور ہم اُمی (یعنی بے کتاب) ہیں، ہمارے فارسی بھائی تمہارے رومی بھائیوں پر غالب آ جائیں گے۔ اگر تم ہم سے لڑو گے تو ہم بھی تم پر غالب آ گئے۔ اس وقت اس آیت کا نزول ہوا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ابی بن خلف کے ساتھ شرط لگانا

نزول آیت کے بعد حضرت ابوبکر کفار کے پاس گئے اور فرمایا: اب تو تم اپنے بھائیوں کے غالب آ جانے سے بہت خوش ہو لیکن واللہ! عنقریب رومی فارسیوں پر غالب آ جائیں گے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کی اطلاع دے دی

ہے۔ اُبی بن خلف جمحی بولا: تم جھوٹے ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دشمن خدا تو بڑا جھوٹا ہے۔ اُبی نے کہا: ہمارے درمیان ایک معین مدت کی شرط کرلو، میں دس اونٹنیوں کی شرط باندھتا ہوں۔ اگر رومی فارس والوں پر غالب آ گئے تو میں تاوان (یعنی دس اونٹنیاں) تم کو دوں گا اور اگر فارس والے رومیوں پر غالب رہے تو تم کو تاوان ادا کرنا ہوگا۔ شرط طے ہوگئی اور تین سال کی میعاد مقرر کردی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خدمت گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہوکر یہ واقعہ عرض کردیا۔ (یہ واقعہ قمار کی حرمت سے پہلے کا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو یہ نہیں بیان کیا تھا: "بضع" تو تین سے نوتک ہوتا ہے۔ اب تم مال کی مقدار میں اضافہ کردو اور میعاد بڑھادو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خدمت گرامی سے واپس آئے، اُبی سامنے دکھائی دیا۔ اُبی نے کہا: اب تو شاید تم کو پشیمانی ہوئی ہوگی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پشیمانی نہیں بلکہ میں تو مال کی مقدار بڑھانا اور میعاد مقررہ میں توسیع کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ سوسو اونٹنیوں کی شرط ہوگئی اور نو سال کی مدت مقرر ہوئی۔ بعض روایات میں سات سال کی میعاد آئی ہے۔ اُبی نے کہا: میں نے مان لیا۔ کچھ مدت کے بعد اُبی بن خلف کو جب یہ اندیشہ ہوا کہ ابوبکر مکہ سے چلے جائیں گے تو آکر آپ سے چمٹ گیا اور بولا: مجھے اندیشہ ہے کہ تم مکہ سے چلے جاؤ گے اس لیے اپنا کوئی ضامن دو (کہ جب میں شرط جیت جاؤں تو اس سے مال شرط وصول کرلوں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ضامن بنادیا۔ حضرت عبداللہ ضامن ہوگئے۔

اس کے بعد اُبی بن خلف (مسلمانوں کے مقابل) اُحد کی جنگ میں گیا اور مقابلہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخمی ہوکر مکہ میں آکر مرگیا۔ اُدھر حدیبیہ کے دن رومی فارس پر غالب آگئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ بدر کے دن رومیوں کا فارسیوں پر غلبہ ہوا۔ یہ واقعہ یوم شرط سے ساتویں سال کے سرے پر پیش آیا۔ شعبی نے لکھا ہے کہ یہ مقررہ مدت گزرنے نہیں پائی تھی کہ رومی فارس والوں پر غالب آگئے اور اپنے گھوڑے مدائن (ایرانیوں کی عراقی راجدھانی) میں لے جاکر باندھ دیئے۔ (حرمت قمار سے پہلے کا یہ قصہ ہے) حضرت ابوبکر بھی اُبی بن خلف سے جیت گئے اور اُبی بن خلف کے وارثوں سے آپ نے شرط کا مال وصول کرلیا اور خدمت گرامی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو خیرات کردو۔ ترمذی نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

رومیوں کا فارس والوں پر غالب آنے کا واقعہ

حسب بیان عکرمہ رومیوں کی فارس والوں پر غالب آنے کی صورت یہ ہوئی کہ شہرزاد رومیوں پر غالب آیا اور ان کے شہروں کو روندتا اُجاڑتا ہوا خلیج تک پہنچ گیا۔ ایک روز شہرزاد کا بھائی فرخان شہرزاد کے تخت پر بیٹھا شراب پی رہا تھا کہ (مستی کی حالت میں) اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں کسریٰ کے تخت پر بیٹھنے والا ہوں۔ یہ بات کسریٰ تک پہنچ گئی۔ کسریٰ نے شہرزاد کو لکھا کہ جس وقت میری یہ تحریر تم کو پہنچے، فوراً فرخان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔ شہرزاد نے

جواب میں لکھا: بادشاہ سلامت! فرخان کے بڑے کارنامے ہیں اور دشمنوں پر اس کی دھاک ہے، آپ کو ایسا شخص نہیں ملے گا۔ کسریٰ نے دوبارہ لکھا: فارس میں اور بہت سے لوگ ہیں جو اس سے بہتر ہیں، فوراً میرے پاس اس کا سر بھیج دو۔ شہرزاد نے اس کا بھی ایسا ہی جواب لکھ دیا جس سے کسریٰ غضب ناک ہوگیا اور پھر کچھ نہیں لکھا بلکہ فوج کے پاس ڈاک سے یہ حکم بھیج دیا کہ میں نے شہرزاد کو ہٹا کر اس کی جگہ تمہارا آفیسر فرخان کو بنا دیا، پھر ایک چھوٹا سا پرچہ ڈاک لے جانے والے کو الگ سے دے دیا جس میں شہرزاد کو قتل کر دینے کا حکم لکھا ہوا تھا اور ڈاک والے سے کہا کہ جب فرخان حکومت کا چارج لے لے اور اس کا بھائی اس کی اطاعت کرلے تو اس وقت یہ پرچہ فرخان کو دے دینا۔ غرض شاہی حکم ملنے کے بعد شہرزاد نے بسر وچشم اس کو قبول کیا اور تخت سے اُتر آیا، اس کی جگہ فرخان بیٹھ گیا۔ اس وقت ڈاک والے نے یہ پرچہ فرخان کو دیا، فرخان نے فوراً شہرزاد کو بلوانے کا حکم دیا اور گردن مار دینے کے لیے پیشی میں طلب کیا۔

شہرزاد نے کہا: جلدی سے کام نہ لیجئے، مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں۔ فرخان نے کہا: اچھا۔ شہرزاد نے بستہ منگوایا اور اس میں سے تین تحریریں نکال کر دکھائیں اور فرخان سے کہا: میں نے آپ کے سلسلے میں کسریٰ سے یہ ساری مراسلت کی تھی اور آپ صرف ایک تحریر ملنے پر مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ فرخان نے فوراً اقتدار حکومت شہرزاد کو واپس کردیا۔

اس کے بعد شہرزاد نے قیصر روم کو لکھا: مجھے آپ سے کام ہے لیکن وہ نہ پیام رساں کی معرفت زبانی کہلوایا جاسکتا ہے نہ تحریراً اس کو پہنچایا جاسکتا ہے، ملاقات ہی ضروری ہے۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ پچاس رومیوں کو ساتھ لے کر مجھ سے ملئے، میرے ساتھ بھی اس وقت صرف پچاس ایرانی ہوں گے۔ قیصر نے بات مان لی اور پچاس رومیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوگیا لیکن اس کو اندیشہ لگا ہوا تھا کہ شاید شہرزاد نے کوئی فریب کیا ہو، اس لیے اپنے آگے آگے اس نے کچھ جاسوس بھیج دیئے تاکہ صحیح اطلاع بہم پہنچائیں۔ جاسوسوں نے آکر کہا کہ شہرزاد کے ساتھ بھی صرف پچاس آدمی ہیں۔ قیصر روم شہرزاد کی جانب چل دیا۔ پھر دونوں کے لیے ایک ریشمی خیمہ لگوایا گیا اور دونوں کی ملاقات اس طرح ہوئی کہ ہر ایک کے پاس خنجر تھا اور دونوں کے درمیان ترجمان تھا۔ شہرزاد نے کہا: آپ کے شہر جن لوگوں نے ویران کیے وہ میں اور میرا بھائی ہیں۔ ہم نے ہی اپنی تدبیر اور بہادری سے آپ کا ملک اُجاڑا، اس سے کسریٰ کو ہم پر حسد ہوگیا اور اس نے میرے بھائی کو میرے ہاتھ سے قتل کرا دینا چاہا، میں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا تو کسریٰ نے میرے بھائی کو حکم دیا کہ وہ مجھے قتل کردے۔ ہم دونوں ساتھ پیدا ہوئے ہیں (اس لیے ایک کے قتل ہوجانے سے دوسرا مر ہی جائے گا) اب ہم آپ کے ساتھ مل کر کسریٰ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ قیصر نے کہا: تم نے ٹھیک کہا۔ پھر ایک نے دوسرے سے (اشارۃً) کہا کہ راز دو آدمیوں کے درمیان رہتا ہے، جب دو سے آگے بڑھتا ہے تو پھیل جاتا ہے۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے خنجروں سے ترجمانوں کو قتل کردیا، اس وقت سے رومیوں کا فارسیوں پر غلبہ ہوگیا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر رومیوں نے ایرانیوں کو قتل کردیا۔ کسریٰ بھی مر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی اطلاع صلح حدیبیہ کے روز پہنچی جس کو سن کر مسلمان اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ اسی قصہ کی طرف "غلبت الروم فی ادنی الارض الایة" میں اشارہ کیا گیا ہے۔

"الم غلبت الروم فی ادنی الارض" یعنی ارض شام جوارض فارس کے قریب ہے۔ عکرمہ نے کہا "ادنی الارض" سے اذرعات اور کسکر مراد ہے۔ (یہ دونوں علاقے شام کے تھے) مجاہد کا قول ہے کہ ارض جزیرہ مراد ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ یہ اُردن اور فلسطین کا علاقہ مراد ہے۔ "وھم من بعد غلبھم" روم فارس کے غلبہ پانے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ "والغلب و الغلبۃ" دونوں لغات ہیں۔ "سیغلبون" فارس مراد ہیں۔

فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ. لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ م بَعْدُ.وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ. یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ. وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑤ وَعْدَاللّٰهِ. لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ⑥ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

ترجمہ: پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے رحیم ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو خلاف نہیں فرماتا و لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔

تفسیر ④ ......"فی بضع سنین" بضع کا اطلاق تین سے سات تک ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے۔ عبداللہ بن عمرو ابوسعید خدری، حسن بصری، عیسیٰ بن عمرو نے "غلبت" غین کے فتحہ کے ساتھ اور لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "سیغلبون" یاء کے ضمہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم اور فارس کے غلبہ کی خبر دی۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ روم فارس پر غالب آ گئے قریب ترین زمین میں اور ان کے غلبہ کے بعد عنقریب ہم مسلمانوں کو چند سالوں میں ان پر غالب کر دیں گے۔ اس مدت کے پورا ہونے پر مسلمانوں نے رومیوں کے ساتھ جہاد کیا۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ "للّٰہ الامر من قبل و من بعد" رومیوں کے غالب آنے سے پہلے اور ان کے غالب آنے کے بعد بہر حال اللہ ہی کا حکم چلتا ہے، کوئی بات اس کے فیصلے اور اندازے کے بغیر نہیں ہوتی۔ "و یومئذ یفرح المؤمنون"

⑤ "بنصر اللّٰہ" روم کو فارس پر غلبہ دے دیا۔ سدی کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خوشی ہوئی کہ بدر کی لڑائی میں مسلمان مشرکوں پر غالب آئے اور اہل کتاب کو ان لوگوں پر غلبہ حاصل ہوا جو کتابی نہیں ہیں۔ "ینصر من یشاء وھو العزیز" اور وہ غالب ہے۔ "الرحیم" اور مؤمنوں پر رحم کرنے والا ہے۔

⑥ "وعد اللّٰہ" مصدر کی بناء پر منصوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیا کہ مغلوب ہونے کے بعد رومی غالب آ جائیں گے۔ "لایخلف اللّٰہ وعدہ ولکن اکثر الناس لایعلمون"

⑦ "یعلمون ظاھرًا من الحیوۃ الدنیا" وہ اُمور معاشی سے واقف ہیں کہ کیسے کمائی کریں، کیسے تجارت کریں، کیسے کھیتی باڑی

کریں اور کیسے اس کو کاٹیں اور کیسے عمارتیں تعمیر کریں اور کیسے زندگی بسر کریں؟ حسن کا قول ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے ناخن کے کنارے سے درہم کو کھرچتا ہے پھر اس کا وزن بیان کرتا ہے اور وہ اس میں غلطی نہیں کھاتا حالانکہ یہ احسن نہیں سمجھتے کہ نماز پڑھیں۔

"وھم عن الاٰخرۃ ھم غافلون" وہ اس سے بھولے ہوئے ہیں وہ اس پر غور وفکر نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ⑨ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑫ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑬ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭

ترجمہ: کیا انہوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت ہی سے اور ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے اور بہت سے آدمی اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا وہ ان سے قوت میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بھی بویا جوتا تھا اور جتنا انہوں نے اس کو آباد کر رکھا ہے اس سے زیادہ انہوں نے اس کو آباد کیا تھا اور ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے لے کر آئے تھے سو خدا ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا ولیکن وہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے پھر ایسے لوگوں کا انجام جنہوں نے برا کام کیا تھا برا ہی ہوا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے اللہ تعالیٰ خلق کو اول بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی اس کو پیدا کرے گا پھر اس کے پاس لائے جاؤ گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز مجرم لوگ حیرت زدہ رہ جاویں گے اور ان شریکوں میں سے ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا اور یہ لوگ اپنے شریکوں سے منکر ہو جاویں گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب آدمی جدا جدا ہو جاویں گے۔

تفسیر: ⑧ "اولم یتفکروا فی انفسھم ما خلق اللّٰہ السموات والارض وما بینھما الا بالحق" یعنی برحق، بعض نے کہا حق کے قیام کے لیے۔ "واجل مسمّی" معلوم وقت میں ان کی بقاء ہے پھر جب

قیامت برپا ہو جائے گی۔ "وانّ کثیرًا من الناس بلقاء ربھم لکافرون"

⑨ "اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلھم" کیا وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھ سکتے کہ ان سے پہلے والی قوموں کا انجام کیا ہوا اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ "کانوا اشد منھم قوة و آثاروا الارض" وہ لوگ قوت کے اعتبار سے بہت زیادہ مضبوط تھے۔ انہوں نے زمین کو اُلٹ کر کے رکھ دیا اور ان سے زیادہ زمین کو آباد کیا تھا۔ زمین کو اُلٹنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی نکالنے، معاون برآمد کرنے اور کھیتی باڑی کرنے کے لیے انہوں نے زمین کو کھودا تھا۔ "وعمروھا اکثر مما عمروھا" اور تعمیرات کے حوالے سے اہل مکہ نے کثرت سے تعمیریں کی ہیں۔ بعض نے کہا کہ اہل مکہ کو خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اہل مکہ کھیتی باڑی نہیں کرتے تھے۔ "وجاء تھم رسلھم بالبینات" انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کو جھوٹا قرار دیا۔ آخر اللہ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ "فما کان اللّٰہ لیظلمھم" ان کے حقوق کے توڑنے کے باعث "ولکن کانوا أنفسھم یظلمون" لیکن انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اپنے حقوق کو ضائع کرنے کے ساتھ۔

⑩ "ثم کان عاقبة الذین أساء وا" انہوں نے برے عمل کیے۔ "السوٰای" اس سے مراد آگ ہے۔ بعض نے کہا کہ سوء جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسے جنت کے ناموں میں سے حسنیٰ ایک نام ہے۔ "أن کذبوا" اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا۔ بعض نے کہا کہ سوء کی تفسیر اگلے جملہ میں آ رہی ہے۔ "أن کذبوا" سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان بدکاروں کا انجام برا ہوا۔ انہوں نے اللہ کے احکام کی تکذیب کی یعنی بدکاریوں نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اللہ کے احکام کے منکر ہو گئے۔

"بایات اللّٰہ و کانوا بھا یستھزؤن" اہل حجاز اور بصرہ نے یہی پڑھا ہے۔ "عاقبة" رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ کان کی خبر ہوگی۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی "ثم کان السوء عاقبة الذین أساء وا"

⑪ "اللّٰہ یبدأ الخلق ثم یعیدہ" ان کو ابتداءً پیدا کیا۔ پھر بعد الموت ان کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا صرف "یعیدھم" نہیں فرمایا۔ اس صورت میں یہ مخلوق کی طرف لوٹے گی۔ "ثم الیہ ترجعون" پھر ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ ابوعمرو، ابوبکر نے "یرجعون" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ۔

⑫ "ویوم تقوم الساعة یبلس المجرمون" قتادہ اور کلبی کا بیان ہے کہ وہ ہر بھلائی سے ناامید ہوں گے۔ فراء کا قول ہے کہ ان کا کلام اور عذر منقطع ہو جائے گا۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ رسوا ہوں گے۔

⑬ "ولم یکن لھم من شرکائھم شفعاء و کانوا بشرکائھم کافرین" وہ منکر ہو جائیں گے اور اپنے اعمال سے برأت اختیار کر لیں گے۔

⑭ "ویوم تقوم الساعة یومئذٍ یتفرقون" یعنی اہل جنت کو اہل نار سے ممتاز کر دیں گے۔ مقاتل کا بیان ہے وہ حساب و کتاب کے بعد جنت و جہنم کی طرف جدا کیے جائیں گے۔ پھر وہ کبھی بھی آپس میں جمع نہیں ہوں گے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ⑮ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ⑯ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ⑰ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ⑱

ترجمہ یعنی جولوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے وہ تو باغ میں مسرور رہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے سوتم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمان وزمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے اور بعد زوال اور ظہر کے وقت۔

تفسیر ⑮ "**فاما الذین آمنوا و عملوا الصالحات فھم فی روضة**" یعنی جنت کے چمن میں جہاں نہریں بہتی ہوں گی اور پھول کھلے ہوں گے۔ "**یحبرون**" کا ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیا ہے کہ ان کی عزت کی جائے گی۔ مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ وہ عیش میں ہوں گے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ وہ خوش ہوں گے، حبرہ کا معنی ہے خوشی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حبرہ ہر اچھی نعمت کو کہتے ہیں اور تحبیر کا معنی یہ ہے کہ خوبصورت بنا دینا۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے یحیٰی بن کثیر کا قول نقل کیا ہے کہ **یحبرون** جنت کے آسمان کا نام ہے۔ اوزاعی کا بیان ہے کہ اسرافیل نہایت خوش آواز تھے۔ جب وہ گانا شروع کرتا ہے تو ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں کی نماز اور تسبیح ختم ہو جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے تو جنت کا کوئی درخت بغیر سرسبز ہوئے نہیں رہتا۔

⑯ "**واما الذین کفروا و کذبوا بایاتنا ولقاء الاخرة**" آخرت سے مراد قبروں سے زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہونا۔ "**فاولئک فی العذاب محضرون**"

⑰ "**فسبحان اللّٰہ**" اللہ کی پاکی بیان کرو معنی اس کا یہ ہے کہ اللہ کے لیے نماز ادا کرو۔ "**حین تمسون**" جب تم شام کے وقت میں داخل ہو اور اس سے مراد نماز مغرب اور نماز عشاء ہے۔ "**وحین تصبحون**" یعنی تم داخل ہو جاؤ صبح کے وقت اس سے مراد صبح کی نماز ہے۔

⑱ "**وله الحمد فی السموات والارض**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ تمام باشندگان ارض وسماء اللہ کی حمد کرتے اور اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ "**وعشیا**" اور پچھلے پہر، آخر نہار اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ "**وحین تظھرون**" اور جب وہ دوپہر کے وقت میں داخل ہوتے ہوں یعنی سورج کی گرمی کا غلبہ ہوتا ہے، یہ ظہر کا وقت ہے۔ نافع بن ازرق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، کیا پانچوں نمازوں کا ذکر قرآن مجید میں کہیں ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر یہی دونوں آیتیں پڑھ دیں اور فرمایا یہ آیت پانچوں نمازیں اور ان کے اوقات کو حاوی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس

نے سبحان اللہ وبحمدہ دن کے اوّل حصے میں اور آخر حصے میں سو بار پڑھا اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے صبح اور شام کے وقت سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا تو قیامت کے دن ان سے بڑھ کر کوئی عمل اور کوئی نہ لائے گا سوائے اس شخص کے جس شخص نے اسی کی طرح پڑھا ہو یا اس سے زائد پڑھا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہوں گے، رحمٰن کو پیارے ہیں۔ **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم**۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ جویریہ بنت الحارث بن ابی الضرار سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت جویریہ بنت الحارث جن کا نام برۃ تھا مسجد میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے ایک صبح کو اُٹھ کر مسجد سے باہر چلے گئے۔ پھر دن چڑھے واپس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جب سے میں یہاں سے گیا ہوں اس وقت سے اب تک تم یہیں بیٹھی وظیفہ پڑھ رہی ہو۔ حضرت جویریہ نے کہا جی ہاں! فرمایا میں نے تو تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین بار پڑھے تھے، اگر تمہارے (وظیفہ) کے الفاظ سے ان کا موازنہ کیا جائے تو وہ بھاری پڑیں گے، چار کلمے یہ ہیں **"سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضاء نفسه وزنة عرشه ومداد کلماته"**

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے اور زمین کو اس کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ نکالے جاؤ گے اور اسی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تھوڑے روزوں بعد تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی ان میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو فکر سے کام لیتے ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب ولہجہ اور رنگتوں کا الگ الگ ہونا ہے اس میں دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

تفسیر ⑲"یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا وکذلک تخرجون" حمزہ اور کسائی نے تخرجون پڑھا ہے تاء کے فتحہ اور راء کے ضمہ کے ساتھ اور باقی قراء نے تاء کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑳"ومن آیاتہ أن خلقکم من تراب" یعنی تمہاری اصل (حضرت آدم علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا۔ "ثم اذا انتم بشر تنتشرون" پھر ان سب مخلوق کو زمین پر پھیلا دیا۔

㉑"ومن آیاتہ أن خلق لکم من انفسکم أزواجًا" بعض نے کہا کہ تمہاری جنس سے یعنی بنی آدم سے۔ بعض نے کہا کہ حضرت حواء علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔ "لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ" پھر ان جوڑے جوڑے کے اندر آپس میں محبت پیدا کر دی تاکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت اور شفقت سے پیش آئیں۔ کوئی بھی چیز دوسری سے زیادہ محبوب اور انس اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک آپس میں محبت (رحم) پیدا نہ ہو جائے۔ "انّ فی ذلک لایات لقوم یتفکرون" اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت پر۔

㉒"ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف ألسنتکم" اس سے مراد بولیاں، زبان، عربی و عجمی اور دوسری لغات میں اختلاف مراد ہے۔ "والوانکم" اور تمہارے رنگوں میں اختلاف ہے۔ کوئی سفید ہے تو کوئی کالا اور کوئی سرخ۔ "انّ فی ذلک لایات للعالمین" حفص نے "للعالمین" لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهٖ. اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ㉓ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ㉔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ. ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ㉕ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ㉖ وَهُوَ الَّذِیْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ. وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ㉗

ترجمہ اور اسی کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا لیٹنا ہے رات میں اور دن میں اور اس کی روزی کو تمہارا تلاش کرنا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ

آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب تم کو پکار کر زمین میں سے بلا دے گا تو یکبارگی نکل پڑو گے اور جتنے آسمان اور زمین میں موجود ہیں سب اسی کے تابع ہیں اور وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے اور آسمان اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ ہے اور زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ㉓ "**ومن آیاته منامکم باللیل والنهار وابتغاء کم من فضله**" یعنی تم رات کو سوتے ہو اور دن کو ذریعہ معاش تلاش کرتے ہو، یعنی وہ تمہیں پھیر دیتا ہے۔ معیشت کے طلب کرنے میں۔ "**انّ فی ذلک لاٰیات لقوم یسمعون**" غور وفکر اور اعتبار والا سماع۔

㉔ "**ومن آیاته یریکم البرق خوفاً**" بجلی گرنے کا ڈر ہوتا ہے جب کہ سفر کی حالت میں ہو۔ "**وطمعاً**" اور بارش کی اُمید ہوتی ہے جب کہ اپنے اپنے گھروں میں ہو۔ "**وینزّل من السماء ماءً فیحی به**" آسمان سے بارش برستی ہے۔ "**الارض بعد موتها**" اس زمین کے خشک ہونے کے بعد بارش کا پانی اس میں جذب ہو جاتا ہے۔ "**انّ فی ذلک لاٰیات لقوم یعقلون**"

㉕ "**ومن آیاته أن تقوم السماء والارض بامره**" ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستون کے کھڑا کیا۔ بعض نے کہا کہ وہ اللہ کے حکم سے چکر لگاتا ہے۔ "**ثم اذا دعاکم دعوة من الارض**" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے قبروں سے۔ "**اذا انتم تخرجون**" پھر تمہیں پکارا جائے گا جب تم اپنی اپنی قبروں سے برآمد ہو جاؤ گے۔

㉖ "**وله من فی السموات والارض کل له قانتون**" اس سے مراد فرمانبردار مطیع ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ آیت میں صرف وہ (اہل عقل) مراد ہیں جو اللہ کے اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہر ایک پیدا ہونے، جینے مرنے اور قیامت کے دن اُٹھنے میں حکم کا بندہ ہے خواہ حکم عبادت سے سرکشی کرتا ہو۔

㉗ "**وهو الذی یبدؤا الخلق ثم یعیده**" پہلے ان کو پیدا کیا، پھر ان کو دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔ "**وهو اهون علیه**" ربیع بن خثیم، حسن، قتادہ اور کلبی نے کہا کہ اهون سے اس جگہ معین مراد ہے کیونکہ اللہ کے لیے کوئی امر دُشوار ہی نہیں ہے۔ عوفی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول آیا ہے۔ مجاہد اور عکرمہ نے کہا کہ اس جگہ اهون کا استعمال بطور ضرب المثل بیان کیا ہے یعنی دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہوتا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ یہ بات تمہاری عقل کے بھی مطابق ہے۔

بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تمہارے نزدیک اعادہ ابتداء سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ مخلوق کے لیے دوبارہ پیدا ہو جانا پہلی مرتبہ پیدا ہو جانے سے سہل ہوگا کیونکہ وہ صرف ایک آواز سے اُٹھ کر نکل آئیں گے۔ پہلی پیدائش دُشوار تھی، نطفہ بنا، پھر جما ہوا خون ہوا، پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر مرد یا عورت بنی، پھر پیدا ہوا۔ "**وله المثل الاعلیٰ**" اور اس کی اعلیٰ شان ہے۔ "**فی السموات والارض**" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کا کوئی مثل نہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ "**مثل الاعلیٰ لا اله الا اللّٰه**" کی شہادت ہے۔ "**وهو العزیز**" ملکیت اور خلاقیت میں "**الحکیم**" وہ حکمت والا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ. هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَارَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَالَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا. فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا. لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ. ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ اللہ تعالیٰ تم سے ایک مضمون عجیب تمہارے ہی حالات میں سے بیان فرماتے ہیں کیا تمہارے غلاموں میں کوئی تمہارا اس مال میں جو ہم نے تم کو دیا ہے شریک ہے کہ تم اور وہ اس میں برابر ہوں جن کا تم ایسا خیال کرتے ہو جیسا اپنے آپس کا خیال کرتے ہو ہم اسی طرح سمجھ داروں کے لئے دلائل صاف صاف بیان کرتے رہتے ہیں بلکہ ان ظالموں نے بلا دلیل اپنے خیالات کا اتباع کر رکھا ہے سو جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کون راہ پر لاوے گا اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا سو تم یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام رومیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہئے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تفسیر ﴿۲۸﴾ "**ضرب لكم مثلاً من انفسكم**" یہ تمہارے ہی حالات بیان کرتا ہے اور یہ حالات تمہارے ہی حالات سے اخذ کیے گئے ہیں۔ پھر آگے یہ مثال قائم کی ہے۔ "**هل لكم من ما ملكت ايمانكم**" تمہارے غلام ہوں یا باندیاں۔ "**من شركاء فيما رزقناكم**" یعنی تمہارے دیئے ہوئے مال میں "**فانتم**" اور وہ "**فيه سواء**" کہ تم سب ملکیت اور تصرف میں برابر ہو، وہ بھی تمہاری طرح تصرف کرتے ہوں۔

"**تخافونهم كخيفتكم أنفسكم**" جیسے تم کو اپنے لوگوں کا اندیشہ رہتا ہے اور وہ تمہاری طرح آزاد ہیں استفہام انکاری ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہوتا، اس کو تم عار سمجھتے ہو۔ باوجود یہ کہ تم سب آدمی ہو۔ پھر بھی غلاموں کے ساتھ مالی شرکت اور مساویانہ تصرف گوارہ نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ تم ان کے اس طرح وارث بن جاؤ گے جیسے وہ ایک دوسرے کے وارث بنے رہے۔ جب تم ان کے مالک بننے سے ڈرتے ہو اور تم اپنے لیے راضی نہیں ہوتے ہو تو پھر تم کیسے راضی ہو گے کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، ان کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے۔ "**انفسكم**" یعنی تمہارے مثل آزاد لوگوں میں سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرًا**" ...... "**كذلك نفصل الايات لقوم يعقلون**" وہ ان دلائل کو اپنے عقول کے ساتھ کیوں نہیں دیکھتے۔

﴿۲۹﴾ "**بل اتبع الذين ظلموا**" انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک کیا۔ "**اهواء هم**" شرک کرنے پر۔ "**بغير علم**" جہالت

کی وجہ سے ان کاموں کو جوان پر واجب تھے۔ "فمن یھدی من اضل اللّٰہ" یعنی اللہ اس کو گمراہ کرے گا۔ "ومالھم من نصرین" اور کوئی ان سے عذاب کو روکنے والا نہیں ہے۔

㉚ "فاقم وجھک للدین" جب وہ اپنا سیدھا رُخ اللہ کے دین کی طرف کرلیں۔ سعید بن جبیر کا قول ہے یعنی اپنے چہرے کو خالص اللہ کے دین کی طرف پھیر لینا۔ وجہ کہتے ہیں جس کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے دین کے اعتبار سے اور عمل کے اعتبار سے۔ "حنیفًا" وہ سیدھا اسی کی طرف مائل ہو۔ "فطرۃ اللّٰہ" اس سے مراد اللہ کا دین ہے۔ منصوب ہے اغراء کی وجہ سے یعنی لازم پکڑ اللہ کی فطرت کو۔ "التی فطر الناس علیھا" جس فطرت پر انہوں نے لوگوں کو پیدا کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مفسرین کی ایک جماعت نے اس کا مطلب "فطرۃ الدین" یعنی اسلام لیا ہے اور بعض لوگ اس کی طرف گئے ہیں کہ اس سے خاص مؤمنین مراد ہیں جو فطرت اسلام پر ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں جیسے چوپائے سے چوپایہ سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تم کو پیدائشی نکٹا پوجا پاتے ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللّٰہ" تلاوت فرمائی۔

لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ کی تفسیر

جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس سے مراد بعض نے وہ عہد لیا ہے جو عہد الست میں لیا گیا تھا۔ "الست بربکم قالوا بلٰی" جو بچہ بھی اس عالم میں پیدا ہوتا ہے وہ اس اقرار پر پیدا ہوتا ہے اور یہ اقرار دین حنیف پر متدل ہے۔ اگرچہ وہ کسی اور کی عبادت کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ولئن سالتھم من خلقھم لیقولنّ اللّٰہ" پھر وہ یہ کہتے ہیں "ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفٰی"

لیکن احکام دُنیاوی میں فطری ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ اعتبار ایمان شرعی کا ہے جو کسب اور ارادہ سے وجود میں آتا ہے۔ اس حدیث میں کہا گیا کہ اس بچے کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنالیتے ہیں۔ دیکھئے یہاں پر ایمان فطری موجود ہے محکوم لہ میں۔ کافرین کے ماں باپ کے حکم میں۔ اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا لیکن شیطان نے اس کو دین سے ہٹالیا۔ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ انہوں نے کہا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والے بچے کو اس کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جس جبلت پر پیدا کیا اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے خواہ وہ سعادت ہو یا شقاوت۔

لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا آخرت میں محاسبہ ہوگا کہ یہ دُنیا میں جس فطرت پر رہا۔ اگر اس نے دُنیا میں اس پر اس کے والدین نے بدبختی ڈال کہ اس بچہ کو یہودی یا نصرانی بنادیا گیا تو اس کی بدبختی کا بوجھ اس کے والدین اُٹھائیں گے۔ بعض نے کہا

کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر مولود خلقتاً فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے یعنی سالم سرشت اور اس کی طبیعت قبول حق کے لیے تیار ہوتی ہے لیکن اس پر بیرونی اثر نہ ڈالا جائے تو وہ اپنی سلامتی پر قائم رہتی ہے کیونکہ سادہ عقل اور سالم فہم کے اندر دین اسلام مرکوز ہے۔ اب کسی بیرونی وجہ سے مثلاً والدین کی پیروی یا کسی دوسرے سبب سے تبدیلی آتی ہے تو اس کی سلامتی زائل ہو جاتی ہے۔ **"لاتبدیل لخلق اللہ"** جن حضرات نے ان کو فطرت دین پر محمول کیا ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے دین کو تبدیل نہ کرو۔ یہ خبر بمعنی نہی کے ہے۔ یعنی اللہ کے دین کو تبدیل نہ کرو۔ مجاہد اور ابراہیم کا قول ہے کہ آیت کا معنی ہے کہ اللہ کی فطرت کو لازم پکڑو۔ یعنی اللہ کے دین کو اور اس کی پیروی کرو اور توحید کو شرک کے ساتھ نہ بدلو۔ **"ذلک الدین القیم"** اس سے مراد سیدھا راستہ ہے۔ **"ولکن اکثر الناس لایعلمون"** بعض نے کہا کہ **لاتبدیل لخلق اللہ** کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جبلت میں جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو بدل نہیں سکتا۔ اگر وہ بدبخت ہے تو وہ سعید نہیں ہو سکتا اور اگر وہ سعید ہے تو شقی نہیں ہو سکتا۔ عکرمہ اور مجاہد نے پوری آیت کا مطلب یہ لکھا ہے کہ تخلیق خداوندی کو مت بدلو، یعنی جانوروں کو خصی نہ کرو۔

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿31﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿32﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿33﴾

ترجمہ: تم خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرت الٰہی کا اتباع کرو اور اسی سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور بہت سے گروہ ہو گئے ہر گروہ اپنے اس طریقہ پر نازاں ہے جو ان کے پاس ہے اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو بس ان میں سے بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔

تفسیر: ﴿31﴾ **"منیبین"** کہ آپ اپنا چہرہ اس دین حنیف کی طرف متوجہ کریں اور آپ کی اُمت بھی اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے یا سب کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہوئے۔ یہ خطاب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن آپ کے ساتھ اس میں اُمت بھی شامل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **"یا یھا النّبی اذا طلقتم النساء"**...... **"الیہ"** یعنی لوٹنے والے توبہ کی طرف اور طاعت کو قبول کرنے والے۔ **"واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین"**

﴿32﴾ **"من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا"** وہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے یعنی کوئی یہودی بن گئے اور کوئی نصرانی۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد اس اُمت کے بدعتی لوگ ہیں۔ **"کل حزب بما لدیھم فرحون"** جو ان کے پاس موجود ہے وہ اس پر راضی ہیں۔

33 "واذا مس الناس ضر" تنگی اور قحط مراد ہے۔ "دعوا ربھم منیبین الیہ" ان کی طرف سے ان کی دعاؤں کو قبول کردیا جائے گا۔ "ثم اذا اذاقھم منہ رحمة" رحمت سے مراد نعمت ہے۔ "اذا فریق منھم بربھم یشرکون"

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا. فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿34﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿35﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿36﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿37﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ. ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿38﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿39﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ. سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿40﴾

ترجمہ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو ان کو دیا ہے اس کی ناشکری کریں سو چند روزہ اور حظ حاصل کرلو پھر جلدی تم معلوم کرلو گے کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے کہ وہ ان کو شرک کرنے کو کہہ رہی ہے اور ہم جب لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھادیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے اعمال کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو بس وہ لوگ ناامید ہوجاتے ہیں کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے کم کردیتا ہے اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں پھر قرابتدار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہوجاوے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو جلائے گا کیا تمہارے شرکاء میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کرسکے وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

تفسیر 34 "لیکفروا بما اٰتیناھم" پھر یہاں سے ان لوگوں کی طرف خطاب فرمایا جنہوں نے یہ فعل کیا۔ یہ خطاب بطور تہدید کے بھی ہے۔ "فتمتعوا فسوف تعلمون" آخرت میں ان کا حال جانتے ہیں۔

35 "ام انزلنا علیھم سلطانًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "سلطانًا" کا ترجمہ کیا ہے دلیل اور عذر۔ قتادہ کا

قول ہے کہ اس سے مراد کتاب ہے۔ "فھو یتکلم" وہ زبان سے کہہ رہے ہوں یا دلالت حال سے۔ "بما کانوا بہ یشرکون" یعنی شرکت اور صحت شرک کی شہادت دے رہی ہے۔

㊱ "واذا اذقنا الناس رحمۃ" جب ان پر تیز ہوا اور تیز بارش پہنچتی ہے۔ "فرحوا بھا" وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔ "وان تصبھم سیئۃ" ان پر تنگی آ جائے، خشکی، قحط اور خوف وغیرہ۔ "بما قدمت ایدیھم" برائیوں میں سے۔ "اذاھم یقنطون" وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ مؤمنین کے اوصاف کے برخلاف ہے کیونکہ مؤمن کی خصلت تو یہ ہے کہ نعمت کے وقت اللہ کا شکر ادا کرے اور شدۃ اور سختی کے وقت اللہ سے اُمید رکھے۔

㊲ "اولم یروا انّ اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انّ فی ذالک لایات لقوم یؤمنون"......

㊳ "فات ذا القربٰی حقہ" نیکی اور صلہ رحمی۔ "والمسکین" اس کا حق یہ ہے کہ اس پر صدقہ کرے۔ "وابن السبیل" اس سے مراد مسافر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد بوڑھا ہے۔ "ذٰلک خیر للذین یریدون وجہ اللّٰہ" وہ اللہ کے ثواب کے طلبگار ہیں جو وہ عمل کرتے ہیں۔ "واولٰئک ھم المفلحون"

㊴ "وما اٰتیتم من ربًا" ابن کثیر نے "اتیتم" مقصور پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے مد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تم عطا کرو اور جو اس کو قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں جو تم لاؤ گے زیادتی اور یہ لانا بطور عطا کے ہوگا۔ "لیربوا فی اموال النّاس" اہل مدینہ اور یعقوب نے "لتربوا" تاء کے ساتھ پڑھا ہے ضمہ کے ساتھ اور واؤ کے سکون کے ساتھ۔ اس صورت میں یہ خطاب ہوگا تاکہ تم اس میں زیادتی کرو اور یہ لوگوں کے مال کی زیادتی کا سبب بنے۔

دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ اور فتحہ سے پڑھا ہے اور واؤ منصوب ہے۔ "فلا یربوا عند اللّٰہ" لوگوں کے اموال میں اللہ کے نزدیک اس طرح برکت نہیں ہوتی، اللہ کے نزدیک وہ بڑھتا نہیں۔ اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے۔

سعید بن جبیر، مجاہد، طاؤس، قتادہ اور اکثر اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو شخص کسی کو کچھ عطیہ اس لالچ میں دیتا ہے کہ وہ لوٹا کر اس سے زیادہ دے دے تو گو یہ فعل شرعاً جائز ہے لیکن ایسا دینے والے کو قیامت کے دن کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "لا یربوا عند اللّٰہ" کا یہی معنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ عمل بھی جائز نہیں تھا کیونکہ خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا تھا۔ "ولا تمنن تستکثر" کہ آپ کسی کو عطا کر کے اس سے زیادہ کے طلبگار نہ ہوں۔

امام نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے دوست اور قریبی ساتھی کو کوئی چیز عطا کر دے تاکہ وہ اس کے مال سے زیادہ وصول کرے اور اس سے اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ شعبی نے کہا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے آدمی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے۔ اس کی خدمت کرتا ہے اور سفر میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ آدمی اپنی تجارت کے نفع میں اس کا کوئی حصہ مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ کام میں مالک کا ہاتھ بٹاتا رہے، ایسے دینے کا آخرت میں کوئی حاصل نہیں کیونکہ اس میں رب کی رضا مطلوب نہیں ہے۔ "وما اٰتیتم من زکٰوۃ" یعنی زکوٰۃ دو گے یا خیرات اللہ کی رضا کے لیے۔ "تریدون وجہ اللّٰہ فاولٰئک

هم المضعفون "اس کوثواب ڈبل دیا جائے گا،اس کودس گنا نیکیاں عطا کی جائیں گی۔مضعف چند گنا ثواب والے۔

㊵ "الله الذى خلقكم ثم رزقكم ثم يميتكم ثم يحييكم هل من شركائكم من يفعل من ذلكم من شىءٍ سبحانه و تعالىٰ عما يشركون"

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㊶ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ㊷

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعضے اعمال کا مزہ ان کو چکھادے تا کہ وہ باز آجاویں آپ فرمادیجئے کہ ملک میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان کا اخیر کیسا ہوا ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔

برو بحر میں فساد کی تفسیر

تفسیر: ㊶ "ظهر الفساد فى البر و البحر" بارش کا قحط سبزہ وغیرہ کا نہ اُگنا، بر سے مراد صحرا، بیابان اور بحر سے مراد ہیں وہ شہر اور بستیاں جو نہروں اور دریاؤں کے کنارے پر آباد ہیں۔عکرمہ کا قول ہے کہ عرب لوگ شہر کو بحر کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے "اجدب البر "قحط پڑ گیا اور سمندر کا پانی بھی منقطع ہو گیا۔

"بما كسبت أيدى الناس "ان کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے۔عطیہ نے کہا کہ روئے زمین پر جو شہر وغیرہ ہیں وہ بَر ہیں اور بحر تو معروف ہی ہے۔یعنی بارش کی کمی کا اثر جس طرح خشکی پر پڑتا ہے اسی طرح سمندر پر بھی پڑتا ہے۔جب بارش ہوتی ہے تو سمندر کی تہہ سے سیپ اوپر سطح پر آجاتی ہے اور منہ کھول دیتی ہے اس کے منہ میں بارش کا جو قطرہ پڑ جاتا ہے وہ موتی ہو جاتا ہے۔اگر بارش نہیں ہوتی تو سیپ اوپر نہیں آتی اور موتی نہیں بنتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ اور مجاہد کا قول ہے کہ بَر میں فساد سے مراد ہے آدم کے بیٹے (قابیل) کا اپنے بھائی (ہابیل) کو قتل کر دینا اور بحر میں فساد سے مراد ہے ظالم بادشاہ کا کشتیوں کو چھین لینا۔جیسا کہ فرمایا "يأخذ كل سفينة غصبًا" ......ضحاک کا قول ہے کہ زمین پہلے سرسبز اور شاداب تھی جس درخت کے پاس آدمی جاتا تھا اس کو بارآور پاتا تھا اور سمندر کا پانی پہلے میٹھا تھا اور شیر، گائے، بکری کو قتل کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا تھا لیکن قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو زمین خشک ہو گئی، درخت پر خار ہو گئے اور سمندر کا پانی کڑوا ہو گیا اور جانور ایک دوسرے کو پھاڑنے لگے۔

قتادہ کا بیان ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے تھا کہ پوری دُنیا ظلم اور گمراہی میں بھری

ہوئی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے تو اس وقت یہ لوگ اپنی سرشت سے باز نہ آئے اور اپنے گناہوں میں لگے رہے یعنی کفار مکہ "لیذیقھم بعض الذی عملوا" ان کے لیے سزا جو انہوں نے گناہ کیے تھے۔ "لعلھم یرجعون" شاید کہ وہ کفر اور اعمال خبیثہ سے لوٹ جائیں۔

42 "قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل" تا کہ دیکھ لو ان کے گھر کیسے ویران اور کھنڈر پڑے ہوئے ہیں۔ "کان اکثرھم مشرکین" کہ ان مشرکین کو ان کے کفر کے باعث ہلاک کر دیا گیا۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ 43 مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ 44 لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ 45 وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ 46 وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۚ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ 47 اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ 48

ترجمہ: سو تم اپنا رخ اس دین راست کی طرف رکھو قبل اس کے کہ ایسا دن آ جاوے جس کے واسطے پھر خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جاویں گے جو شخص کفر کر رہا ہے اس پر تو اس کا کفر پڑے گا اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے گا جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے واقعی اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہیں اور تا کہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبران کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ ان کے پاس دلائل لے کر آئے سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا اللہ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔

تفسیر 43 "فاقم وجهک للدين القيم" سیدھا راستہ اور وہ اسلام ہے۔ "من قبل أن یاتی یوم لامرد له من الله" قیامت کے دن کوئی بھی اس بات پر قادر نہیں کہ اسے اللہ سے لوٹا دیا جائے۔ "یومئذٍ یصدعون" یعنی وہ جدا جدا ہوتے ہیں، فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں۔

44 "من کفر فعليه کفره" ان کے کفر کا وبال۔ "ومن عمل صالحًا فلانفسهم يمهدون" وہ اپنی خواب گاہوں کو روندرہے ہوں گے اور قبروں میں اپنے لیے سامان تیار کررہے ہوں گے۔

45 "ليجزى الذين امنوا وعملوا الصالحات من فضله" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے تاکہ اعمال صالحہ سے زیادہ ان کو ثواب عنایت کرے، صرف ثواب اعمال کا آیت میں ذکر کیا گیا۔ "انه لا يحب الكافرين"

46 "ومن آياته أن يرسل الرياح مبشرات" بارش کی خوشخبری دینے والیاں۔ "وليذيقكم من رحمته" بارش کی نعمتیں وہ پھل وغیرہ ہیں۔ "ولتجرى الفلک" ان ہواؤں سے "بامره ولتبتغوا من فضله" تاکہ تم اس کے رزق کو طلب کرو سمندر میں تجارت کے ذریعے سے "ولعلکم تشكرون" اپنے رب کا ان نعمتوں کے بدلے میں۔

47 "ولقد ارسلنا من قبلک رسلاً الى قومهم فجاء وهم بالبينات" واضح دلالت کے ساتھ اس کے سچائی پر۔ "فانتقمنا من الذين أجرموا" ہمارا عذاب جنہوں نے اس کو جھٹلایا۔ "وكان حقًا علينا نصر المؤمنين" ان کو عذاب سے نجات دی۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عاقبت میں کامیابی کی خوشخبری دی اور دشمنوں کے مقابلے میں مدد و نصرت کی بشارت سنائی۔ حسن کا قول ہے کہ ہمیں اور اس اُمت کو عذاب سے نجات دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے کی وجہ سے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے جو مسلم اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرتا ہے اللہ پر اس کا حق ہو جاتا ہے کہ وہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس کی طرف سے لوٹا دے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "وكان حقًا علينا نصر المؤمنين"

48 "الله الذى يرسل الرياح فتثير سحابًا" ان کو پھیلا دیتا ہے۔ "فيبسطه فى السماء كيف يشاء" ایک دن یا دو دن کی مسافت یا اس سے زیادہ۔ "ويجعله كسفًا" متفرق ٹکڑے۔ "فترى الودق" اس سے مراد بارش ہے۔ "يخرج من خلاله" اس کے درمیان سے۔

"فاذا اصاب به من يشاء" جہاں وہ چاہتا ہے وہاں پہنچا دیتا ہے۔ "من عباده اذا هم يستبشرون" وہ بارش کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿49﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى. وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿50﴾

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ ۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿51﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿52﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿53﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ ۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ ۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿54﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کے خوش ہونے سے پہلے ان پر برسے ناامید تھے سو رحمت الٰہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور اگر ہم ان پر اور ہوا چلادیں پھر یہ لوگ کھیتی کو زرد ہوا دیکھیں تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے جبکہ پیٹھ پھیر کر چل دیں اور آپ اندھوں کو ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لا سکتے آپ تو بس ان کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں پھر وہ مانتے ہیں اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا کیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔

تفسیر: ﴿49﴾"وان کانوا" اور تحقیق تھے وہ پہلے۔"من قبل أن ینزل علیھم من قبلہ لمبلسین" مایوس ہیں بعض نے کہا کہ وہ نہیں تھے مگر ناامید۔ اس قول کا دوبارہ ذکر کرنا تاکید کے لیے ہے۔ بعض نے کہا کہ پہلی آیت راجع ہے بارش کے اُترنے کے ساتھ اور دوسری آیت انشاء سحاب کے متعلق ہے۔

﴿50﴾"فانظر الی آثار رحمة اللہ" یہ قرأۃ اہل حجاز بصرہ اور ابوبکر اور دوسرے قراء نے "الی آثار رحمة اللہ" جمع ذکر کیا، مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بارش ہے۔ اللہ رب العزت کی رحمت کی تاثیر زمین پر کیسے ہوئی۔ مقاتل کا بیان ہے کہ "اثر رحمة اللہ" اس کی نعمت سبزہ وغیرہ کا اُگنا۔"کیف یحیی الارض بعد موتھا انّ ذلک لمحی الموتی" جس طرح زمین کو زندہ کیا اسی طرح مُردوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔"وھو علی کل شیءٍ قدیر"

﴿51﴾"ولئن ارسلنا ریحا" یعنی ایسی ٹھنڈی ہوا جو کھیتی وغیرہ کو نقصان پہنچادے۔"فرأوہ مصفرًا" سبزہ اور کھیتی کو زرد دیکھیں سبزہ ہونے کے بعد۔"لظلّوا" تو وہ ہو جائیں گے۔"من بعدہ" کھیتی کے زرد ہو جانے کے بعد۔"یکفرون" تو وہ اللہ کی نعمت سے انکاری ہو جاتے جب ان پر بارش نہ برستی۔ اگر اللہ اپنی رحمت سے ان پر مینہ برساتا تو وہ طاعات خداوندی میں اور سرگرم ہو جاتے اور حد سے بڑھ کر خوشیاں نہ مناتے کہ خدا سے غافل ہو جاتے اور اگر انکی کھیتی پر کوئی آفت آجاتی تو مصیبت پر صبر کرتے، ناشکری نہ کرتے۔

﴿52﴾"فانک لاتسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولّوا مدبرین"

﴿53﴾"وما أنت بھادی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الامن یؤمن بایاتنا فھم مسلمون"......

54 "اللّٰہ الذی خلقکم من ضعف" ضاد کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ۔ ضمہ کی صورت میں قریش کی لغت ہے اور فتحہ کی صورت میں بنوتمیم کی لغت ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم کو ضعیف اصل یعنی نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ یعنی ایسے پانی کے ساتھ جو بہت کمزور تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان...... "ثم جعل من بعد ضعف قوۃ" ضعف طفولیت کے بعد جوانی دی۔ "ثم جعل من بعد قوۃ ضعفاوشیبۃ یخلق ما یشاء" ضعف، قوت، جوانی اور بڑھاپا۔ "وھو العلیم" اس کی مخلوق کی تدبیر۔ "القدیر" جس پر وہ چاہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ. مَالَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿55﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿56﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّايَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿57﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ. وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿58﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿59﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿60﴾

ترجمہ اور جس روز قیامت قائم ہوگی مجرم تو قسم کھا بیٹھیں گے کہ وہ لوگ (یعنی ہم عالَم برزخ میں) ایک ساعت سے زیادہ نہیں رہے اسی طرح یہ لوگ الٹے چلا کرتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا ہوا ہے وہ کہیں گے کہ تم تو نوشتہ خداوندی کے موافق قیامت کے دن تک رہے ہو سو قیامت کا دن یہی ہے لیکن تم یقین نہ کرتے تھے غرض اس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا نفع نہ دے گا اور نہ ان سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جاوے گا اور ہم نے لوگوں کے واسطے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے آویں تب بھی یہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم سب نرے اہل باطل ہو جو لوگ یقین نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر یونہی مہر کر دیتا ہے سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بدیقین لوگ آپ کو بے قیمت نہ کرنے پاویں۔

تفسیر 55 "ویوم تقوم الساعۃ یقسم المجرمون" مشرک لوگ قسمیں کھائیں گے۔ "مالبثوا" وہ دُنیا میں نہیں رہے مگر "غیر ساعۃ" ایک گھڑی۔ جب وہ آخرت کے دن کا معائنہ کرلیں گے تو وہ اس دُنیاوی زندگی کو بھول جائیں گے۔ مقاتل اور کلبی کا بیان ہے کہ وہ یہ کہیں گے کہ قبروں میں ہم تھوڑی دیر ٹھہرے ہیں۔ جیسا کہ ان کے لیے کہا جاتا ہے "کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار"...... "کذلک کانوا یؤفکون" دُنیا میں وہ حق سے اسی طرح بہرہ ور ہوتے تھے۔

کلبی اور مقاتل کا بیان ہے کہ انہوں نے قیامت کے دن صداقت اور تحقیقی مدت سے جس طرح وہ روگرداں ہوں گے اسی طرح دُنیا میں حق کی طرف سے وہ روگرداں تھے۔ معنی اس کا یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوگا کہ ان کو رسوا کریں۔ لہٰذا یہ

مشرکین اس چیز پر قسم کھائیں گے تاکہ اس وقت موجود لوگوں کو ان کے جھوٹ کا پتہ لگ جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی قدرت سے ہے۔ اس دلیل "یؤفکون" سے۔ پھر مؤمنین کے انکار کا ذکر کریں گے کہ یہ مشرکین جھوٹ بول رہے ہیں۔

㊻ "وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللّٰہ" یعنی جتنا تمہارے لیے اللہ نے لکھ دیا تھا اتنی مدت تم قبروں میں رہے۔ بعض نے کہا فی کتاب اللہ سے مراد اللہ کا حکم مراد ہے۔ قتادہ اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں جتنی تمہاری مدت قیام لکھی ہوئی تھی اتنی مدت تک رہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون" متکبرین سے سوال کیا جائے گا کہ تم کتنے دن وہاں ٹھہرے۔ "الی یوم البعث فھذا یوم البعث" یعنی یہ وہی دن ہے جس دن کا تم انکار کرتے تھے۔ "ولکنکم کنتم لاتعلمون" دُنیا میں وقوع پذیر ہونے سے ان کو کوئی علم و عمل نفع نہیں دے گا، اس وقت کسی دلیل کی وجہ سے۔

㊼ "فیومئذٍ لاینفع الذین ظلموا معذرتھم" ان کا عذر۔ "ولا ھم یستعتبون" یعنی ان سے اللہ کو راضی کرنے والی باتیں، توبہ استغفار، اطاعت طلب نہیں کی جائے گی اور نہ دُنیا کی طرف ان کو دوبارہ لوٹایا جائے گا۔ "لاینفع" یہاں پر یاء کے ساتھ ہے اور حم اور مؤمن میں بھی اسی طرح ہے اور باقی قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

㊽ "ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل ولئن جئتھم بایۃ لیقولن الذین کفروا ان انتم الا مبطلون" کہ تم محض غلط کہتے ہو۔

㊾ "کذلک یطبع اللّٰہ علی قلوب الذین لایعلمون" اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں جانتے۔......

㊿ "فاصبر انّ وعداللّٰہ حق" تمہاری مدد اور تمہارے دشمن پر اظہار حق کرنے میں۔ "ولا یستخفنک" اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بے یقین لوگ آپ کی نادانی اور گمراہی کی پیروی پر آمادہ نہ کر پائیں۔ "الذین لایوقنون" دوبارہ زندہ ہونے اور حساب پر یقین نہیں رکھتے۔

سُوْرَةُ لُقْمان

اس سورۃ میں ۳۴ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ①تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ②هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ③الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑥

ترجمہ الٓمّٓ یہ آیتیں ہیں اس پرحکمت کتاب کی جو کہ ہدایت اور رحمت ہے نیکوکاروں کے لئے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں یہ لوگ اپنے رب کے سیدھے راستہ پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور بعضا آدمی ایسا (بھی) ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں۔ تا کہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے اور اس کی ہنسی اڑاوے ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

تفسیر (①۔②۔③)......"الم تلک آیات الکتاب الحکیم هدًی ورحمةً" حمزہ نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے۔ عبارت یوں ہوگی "هو هدًی ورحمة" دوسرے قراء نے اس کو منصوب پڑھا ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ "للمحسنین"

(④۔⑤)......"الذین یقیمون الصلٰوة ویؤتون الزکاة وهم بالاخرة هم یوقنون. اولئک علی هدًی من ربهم واولئک هم المفلحون"

لَهْوَ الْحَدِيْثِ کا مصداق

⑥"ومن الناس من یشتری لهو الحدیث" مقاتل اور کلبی کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول نضر بن حارث کلدہ کے

حق میں ہوا۔ نضر تجارت کرتا تھا، حیرہ کو جاتا اور وہاں سے عجمیوں کے افسانے خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے عاد و ثمود کے قصے بیان کرتے ہیں، میں رستم اور اسفندیار کے قصے اور شاہان ایران کے قصے بیان کرتا ہوں۔ لوگ اس کی باتیں مزے لے لے کر سنتے تھے اور قرآن سننا چھوڑ دیتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مجاہد کا قول ہے کہ "لھو الحدیث" سے مراد ہیں گانے والی عورتیں اور مرد اس صورت میں لھو سے پہلے مضاف محذوف ہوگا۔ یعنی کچھ لوگ لھو والیاں اور لھو والے خریدتے ہیں۔

گانے والی عورت اور کتے کی قیمت حرام ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گانے والی عورتوں کو (گانے کی) تعلیم دینی جائز نہیں اور ان کی قیمت حرام ہے اور ایسے ہی شخص کے بارے میں آیت "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث" نازل ہوئی۔ جو آدمی بھی گانے کے لیے آواز اُٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ دو شیطان اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ ایک اس مونڈھے پر اور دوسرا اس مونڈھے پر بیٹھے اپنی لاتیں اس وقت تک اس پر مارتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ خود ہی خاموش نہ ہو جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور بانسری اور بین کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

مکحول کا قول ہے کہ جس نے گانے بجانے کی غرض سے کسی گانے بجانے والی باندی کو خریدا اور اس پر مرتے دم تک قائم رہا اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھوں گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ومن النّاس من یشتری لھو الحدیث"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، عکرمہ اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ کے نزدیک "لھو الحدیث" سے گانا سننا مراد ہے اور غناہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

ابوالصہباء بکری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین بار فرمایا قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ "لھو الحدیث" غناء ہے۔ ابن جریج کے نزدیک "لھو الحدیث" سے طبل (ڈھول، طبلہ) مراد ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ غنا شرک ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ ہر لھو اور لعب غناء ہے۔

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ غناء دل میں نفاق کو پیدا کرتا ہے اور ہمارے اصحاب گلیوں میں گانے والوں کے منہ سے مزامیر چھین کر ان کو آگ لگا دیتے تھے۔ "لیضل عن سبیل اللّٰہ بغیر علم" یہ کام وہ محض جہالت کی بناء پر کرتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ یہ آدمی کی بڑی گمراہی ہے کہ حدیث حق کو چھوڑ کر وہ کلام باطل کو پسند کرے۔ "ویتخذھا ھزوا" حمزہ، کسائی اور یعقوب نے "ویتخذھا" ذال کے نصب کیساتھ پڑھا ہے اس صورت میں اس کا عطف "لیضل" پر ہوگا۔

دوسرے حضرات نے ذال کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں اس کا عطف "یشتری" پر ہوگا (اولئک لھم عذاب مھین)

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑦ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ⑧ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑩ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑪ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑫

ترجمہ اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے سو اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لئے عیش کی جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ نے سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلا ستون بنایا تم ان کو دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈانوا ڈول نہ ہونے لگے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس زمین میں ہر طرح کے عمدہ اقسام اگائے یہ تو اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں اب تم لوگ مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا جو ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں بلکہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔

تفسیر ⑦ "واذا تتلی علیه ایاتنا ولی مستکبرًا کان لم یسمعها کان فی اذنیه وقرًا فبشره بعذابِ الیم"

⑧ "ان الذین امنوا وعملوا الصالحات لهم جنّات النعیم"

⑨ "خالدین فیها وعداللّٰه حقًا وهو العزیز الحکیم۔

⑩ خلق السموات بغیر عمد ترونها والقی فی الارض رواسی أن تمیدبکم"......"وبث فیها من کل دابة وأنزلنا من السماء ماءً فانبتنا فیها من کل زوج کریم" اس سے مراد ہر طرح کے عمدہ اقسام اُگائے۔

⑪ "هذا" یعنی جو کچھ تم کو دکھائی دے رہا ہے وہ تو خدا کا پیدا کردہ ہے۔ "خلق اللّٰه فارونی ماذا خلق الذین من دونه" پھر بتاؤ کہ دوسرے معبودوں نے پیدا کیا کہ وہ مستحق عبادت قرار پائے۔ "بل الظالمون فی ضلال مبین"

حضرت لقمان نبی تھے یا حکیم تھے حکمت سے کیا مراد ہے

⑫ **"ولقد اٰتینا لقمان الحکمۃ"** حکمت سے مراد عقل، علم، عمل ہے اور تمام اُمور میں اصابت رائے ہے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ لقمان بن باعور بن ناخور بن تارخ، تارخ ہی کو آزر کہا جاتا ہے۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ لقمان حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ خالہ کے بیٹے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ لقمان بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ حکیم تھے نبی نہیں تھے مگر عکرمہ کا قول ہے فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان نبی تھے لیکن یہ اس قول میں متفرد ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کو نبوت اور حکمت کے درمیان اختیار دیا گیا تھا تو انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔

روایت میں آتا ہے کہ لقمان دوپہر کو سورہے تھے خواب میں ہاتف نے ندادی۔ لقمان! کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنادے اور لوگوں پر تم صحیح حکومت کرتے رہو، خواب ہی میں لقمان نے ہاتف کو جواب دیا اگر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے تو مجھے عافیت پسند ہے اور اگر یہ اللہ کا حکم قطعی ہے تو بسر وچشم کیوں کہ میں خوب جانتا ہوں کہ جب اللہ کا یہ قطعی حکم میرے لیے ہوگا تو وہی میرا فیصلہ کرنے میں میری مدد بھی کرے گا اور غلطی سے مجھے محفوظ رکھے گا۔ ہاتف نے پردہ غیب سے آواز دی لقمان ایسا تم نے کیوں اختیار کیا؟ لقمان نے کہا کہ سخت ترین اور اُلجھے ہوئے غیر واضح مقامات میں فیصلہ پر ہر طرف سے تاریکی چھائی ہوئی ہے ایسے مقام پر اگر لقمان کا فیصلہ صحیح پڑ گیا تو وہ نجات کا مستحق ہے اور اگر اس سے فیصلہ میں غلطی ہوگئی تو جنت کا راستہ کھوگیا۔ دُنیا میں نیچا رہنا سردار ہونے سے بہتر ہے جو شخص آخرت پر دُنیا کو ترجیح دیتا ہے اس کے ہاتھ سے دُنیا بھی جاتی ہے اور آخرت بھی ہاتھ نہیں آتی۔ ملائکہ کو لقمان کی خوش گفتاری پر تعجب ہوا۔ اس کے بعد لقمان کو کسی روز سوتے میں اللہ نے حکمت عطا فرمادی اور بیدار ہونے کے بعد آپ ہر بات پُر حکمت کرنے لگے۔

حضرت داؤد کو اس کے بعد (عطاء حکمت یا اختیار حکمت کی) غیبی ہاتف نے ندادی تو حضرت داؤد نے بلاشرط اس کو قبول کرلیا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ آپ کئی مرتبہ غلطی میں پڑ گئے مگر ہر مرتبہ اللہ نے معاف فرمادیا۔ حضرت لقمان اپنی حکمت سے حضرت داؤد کی مدد کرتے تھے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں حکمت سے مراد عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا نہیں ہے۔

خالد ربعی کا قول ہے کہ حضرت لقمان حبشی غلام تھے جو بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ سعید بن المسیب کا قول ہے کہ یہ درزی تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ ان کو ایک شخص ملا جو حکمت کی باتیں کیا کرتا تھا تو فرمایا کیا تو فلاں بکریاں چرانے والے کو جانتا ہے کہ وہ کیسے کیسے ہے۔ اس کو یہ مقام کیسے ملا؟ جواب دیا سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی اور لایعنی کو ترک کرنے کی وجہ سے۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ کالے غلام بڑے ہونٹوں والے تھے۔ **"أن اشکر للّٰہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللّٰہ غنی حمید"**

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿13﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿14﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿15﴾

ترجمہ اور جب لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو جو کچھ تم کرتے تھے۔

تفسیر ﴿13﴾ "واذ قال لقمان لابنه" اس کا نام أنعم تھا بعض نے کہا مشکم ہے۔ "وهو يعظه يا بني لاتشرک بالله ان الشرک لظلم عظيم" ابن کثیر نے پڑھا "یابنی لاتشرک باللّٰہ" یاء کے سکون کے ساتھ اور اس کے فتحہ کے ساتھ اور باقیوں نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "یابنی انها" یاء کے فتحہ کے ساتھ حفص نے پڑھا ہے اور باقی قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "یابنی اقم الصلٰوة" یاء کے فتحہ کے ساتھ، ابن کثیر اور حفص نے یہی پڑھا ہے اور باقی قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

﴿14﴾ "ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنًا على وهن" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے ایک سختی کے بعد دوسری سختی۔ ضحاک نے اس کا ترجمہ ضعف پر ضعف سے کیا ہے۔ مجاہد نے اس کا ترجمہ مشقت پر مشقت سے کیا ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو اس پر ضعف اور مشقت لاحق ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے حمل ضعف ہے اس کو اُٹھانا بھی ضعف ہے اور وضع حمل بھی ضعف ہے۔ "وفصاله" اس کا پرورش پانا۔ "فی عامين أن اشكرلى ولوالديک الیّ المصير" اس کی طرف لوٹنے والی۔ اس کی تفسیر میں سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جس نے پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس نے اللہ کا شکر ادا کر دیا اور جس نے نمازوں کے بعد ماں باپ کے لیے دُعائے خیر کی، اس نے ماں باپ کا شکر ادا کیا۔

﴿15﴾ "وان جاهداک علی أن تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنيا معروفًا" اس سے مراد نیکی ہے صلہ رحمی اچھی معاشرت کا اختیار کرنا ہے۔ "واتبع سبيل من أناب الیّ" یعنی ایسا دین جو اس کی اطاعت و فرماں برداری میں ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اطاعت کرنا ہے۔

عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ جب یہ اسلام لائے تو حضرت عثمان، حضرت طلحہ و زبیر، سعید بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ جب ان سب نے کہا کہ اس شخص نے سچ کہا اور تم اس پر ایمان لاتے ہو؟ فرمایا: جی ہاں کہ یہ صادق ہیں تم بھی اس پر ایمان لے آؤ۔ پھر وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے سب اسلام لے آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "واتبع سبيل من اناب الیّ" اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ "ثم الی مرجعكم فانبئكم بما كنتم تعملون" بعض نے کہا کہ یہ دونوں آیتیں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ان کا قصہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس آیت کا تعلق تمام مخلوق سے ہے۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ⑯ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ⑰ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ⑱

ترجمہ: بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کر دے گا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین باخبر ہے بیٹا نماز پڑھا کرو اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

تفسیر: ⑯ "یابنی انها ان تک مثقال حبة من خردلٍ" انها کی ضمیر راجع ہے "خطيئة" کی طرف کیونکہ حضرت لقمان کے بیٹے نے حضرت لقمان سے کہا تھا اے میرے باپ! اگر میں چھپ کر کوئی گناہ کروں کہ کسی کو اطلاع نہ ہو تو اس کو خدا کیسے جان لے گا؟ اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا (فتكن في صخرة) قتادہ نے اس کا معنی کیا ہے اگرچہ تو پہاڑ میں بھی کیوں نہ ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ صخرۃ سے مراد وہ پتھر ہے جو ساتوں زمینوں کے نیچے ہے جس میں کافروں اور بدکاروں کے اعمال کا اندراج ہوتا ہے اور آسمان کی نیل گوئی اسی کے عکس کی وجہ سے ہے۔ سدی کا قول ہے کہ اللہ نے زمین کو مچھلی کے اوپر پیدا کیا۔ مچھلی وہی نون ہے جو آیت "والقلم وما يسطرون" میں مذکور ہے۔ یہ مچھلی پانی کے اندر پتھر کی ایک چٹان کے اوپر ہے اور چٹان فرشتے کی پشت پر رکھی ہوئی ہے اور فرشتہ ایک پتھر پر قائم ہے یہ وہی پتھر ہے جس کا ذکر حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کے ذیل میں کیا ہے۔ یہ پتھر نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں بلکہ ہوا پر ہے۔ "او في السموات او في

الارض یات بھا اللہ ان اللہ لطیف" ان کے نکالنے میں "خبیر" ان کی جگہ سے باخبر ہے۔ حسن کا قول ہے کہ آیت میں ہر چھوٹی بڑی چیز کا کامل احاطہ مراد ہے۔ کتابوں میں ذکر آیا ہے کہ حضرت لقمان کے یہ آخری الفاظ تھے۔ اس جملہ کے زبان سے نکلتے ہی ان پر ایسی دہشت اور ہیبت طاری ہوئی کہ پتہ پھٹ گیا اور وفات پا گئے، اللہ ان پر رحمت فرمائے۔

⑰ "یابنی اقم الصلوٰۃ وأمر بالمعروف وانّہ عن المنکر واصبر علی ما أصابک" اذیت اور تکلیف سے۔ "انّ ذلک من عزم الامور" اس سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور ان اوامر کو بجالانے میں جو مشقت اور تکلیف پہنچے اس پر صبر کریا وہ اُمور جن کا تم نے کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہوان کو بجالانے میں کوئی مشقت آئے تو اس پر صبر کرو۔

⑱ "ولا تصعر خدّک للنّاس" ابن کثیر، ابن عامر، عاصم، ابوجعفر اور یعقوب نے عین کی تشدید کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے "تصاعر" پڑھا ہے الف کے ساتھ۔ جیسے کہا جاتا ہے "صعر وجھه و صاعر" جب وہ اپنے چہرے کو دوسری جانب پھیر لے اور تکبر سے اعراض کرے جیسے کہا جاتا ہے "رجل اصعر" اپنی گردن کو مائل کرنے والا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے غرور نہ کر۔ دوسروں کو حقیر نہ سمجھ کہ وہ تجھ سے بات کریں اور تو ان کی طرف سے منہ پھیر لے۔

مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے درمیان کوئی رنجش ہو جب وہ اس کو ملے تو اپنا چہرہ پھیر لے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کو کوئی سلام کرے تو وہ تکبر کی وجہ سے منہ پھیر لے۔ ربیع بن انس اور قتادہ کا قول ہے کہ فقراء کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو کیونکہ فقر اور غنی اس کے نزدیک برابر ہے۔ "ولا تمش فی الارض مرحًا" تکبر اور اترا کر نہ چل۔ "ان اللہ لایحب کل مختال فخور" شیخی باز کو اللہ پسند نہیں کرتے۔ "فخور" جو لوگوں پر اپنی شیخی کرے۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ⑲ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ⑳

ترجمہ اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر بیشک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت اور بدوں دلیل اور بدوں کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں

تفسیر ⑲ "واقصد فی مشیک" چاہیے کہ تو اپنی چال درمیانی رکھے نہ تو تکبر ہو اور نہ ہی بہت تیز بھاگنا۔ عطاء کا قول ہے کہ وقار اور سکینہ کے ساتھ چل۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "یمشون علی الارض ھونًا" ...... "واغضض من صوتک" مقاتل نے "واغضض" کا ترجمہ کیا ہے پست رکھ۔ "ان انکر الاصوات" بری آوازوں میں ایک آواز۔

"لصوت الحمیر" گدھے کی آواز ہے۔ اس کی ابتداءً آواز زفیر اور اختتامی آواز شہیق ہوتی ہے اور یہ دونوں طرح کی آوازیں دوزخیوں کی ہوں گی۔ موسیٰ بن اعین فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری سے سنا وہ اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں: "ان انکر الاصوات لصوت الحمیر" ہر چیز کی چیخ میں اللہ کی تسبیح ہے مگر گدھے کی چیخ تسبیح نہیں۔ جعفر صادق کا قول ہے کہ اس آیت سے مراد چھینک کی دہشت ناک قبیح آواز ہے۔ وہب کا بیان ہے کہ لقمان نے اپنے کلام میں حکمت کے بارہ ہزار دروازے کھول دیئے جن کو لوگوں نے اپنے کلام اور معاملات میں شامل کرلیا ہے۔

خالد ربعی کا قول ہے کہ لقمان حبشی غلام تھے، بڑھئی کا کام کرتے تھے، ایک بار آقا نے ان کو حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کر کے اس کی بہترین دو بوٹیاں لے آ۔ حضرت لقمان نے زبان اور دل لیجا کر حاضر کر دیا، کچھ دنوں کے بعد آقا نے دوبارہ حکم دیا کہ ایک بکری کو ذبح کر کے اس کے دو بدترین پارچے لے آ۔ حضرت لقمان نے پھر زبان اور دل لا کر حاضر کر دیئے۔ آقا نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضرت لقمان نے فرمایا، اگر یہ دونوں پاکیزہ رہیں تو سارے اعضاء سے بہتر ہیں اور اگر گندے ہوں تو سب سے زیادہ بُرے بھی یہی ہیں۔

⑳ "الم تروا انّ اللّٰہ سخّرلکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم" اس نے اپنی نعمتیں تمہیں پوری دے رکھی ہیں۔ "نعمہ" قراء اہل مدینہ، ابو عمرو، حفص نے "نعمہ" عین کے فتحہ اور ھاء کے ضمہ کے ساتھ جمع پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے اس کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورتحال میں یہ واحد ہوگا لیکن معنی جمع والا ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ "وان تعدوا نعمت اللّٰہ لاتحصوھا"

نعمت ظاہرہ اور باطنہ کی تفسیر

"ظاھرۃً وباطنۃً" عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ نعمت ظاہرہ سے مراد اسلام، قرآن اور باطنہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے عیوب پر پردہ ڈالا ہے اور اس پر جلدی پکڑ نہیں کرتا۔ ضحاک کا قول ہے کہ ظاہرہ سے مراد حسن الصورت ہے اور اعضاء کا برابر برابر ہونا اور باطنہ سے مراد معرفت حقیقی ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ ظاہرہ سے مراد مخلوق کے ساتھ برابری رزق اور اسلام ہے اور باطنہ سے مراد ایمان ہے۔ ربیع کا قول ہے کہ ظاہرہ سے مراد جوارح اور باطنہ سے مراد قلب ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہرہ سے مراد اقرار باللسان اور باطنہ سے مراد اعتقاد بالقلب ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہرہ سے مراد تمام الرزق ہے اور باطنہ سے مراد حسن خلق ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ ظاہرہ سے مراد تخفیف الشرائع اور باطنہ سے مراد شفاعت ہے۔

مجاہد کا قول ہے کہ ظاہرہ سے مراد ہے ظہور اسلام اور دشمنوں پر مدد اور باطنہ سے مراد فرشتوں کا مدد کرنا ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہرہ سے مراد، ملائکہ کی مدد اور باطنہ سے مراد کفار کے دلوں میں رعب ڈالنا۔ سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظاہرہ سے مراد اتباع الرسول اور باطنہ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ "ومن النّاس من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم" اس

آیت کا نزول نضر بن حارث اُبی بن خلف اُمیہ بن خلف اوران جیسے لوگوں کے متعلق ہوا کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق بغیر علم کے جھگڑتے تھے۔"ولا ھدًی ولا کتاب منیر"

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ㉑ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ㉒ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ㉓ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ㉔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۵) لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ㉖ وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ㉗

ترجمہ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی اور جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا اور جو شخص کفر کرے سو آپ کے لئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہئے ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم ان کو جتلا دیں گے جو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں ہم ان کو چندروزہ عیش دیئے ہوئے ہیں پھر ان کو کشاں کشاں ایک سخت عذاب کی طرف لے آویں گے اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے آپ کہیئے کہ الحمدللہ بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے جو کچھ آسمان اور زمین میں موجود ہے سب اللہ ہی کا ہے بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز سب خوبیوں والا ہے اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جاویں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جاویں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں بیشک خدا تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ㉑ "واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ آباء نا اولو کان الشیطان یدعوھم الی عذاب السعیر" جواب لو محذوف ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تم اس کو پکارو اور اس کی اتباع کرو، یعنی شیطان کی پیروی کرو۔ اگرچہ شیطان تمہیں دعوت دیتا ہے بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف۔

㉒"ومن یسلم وجهه الی اللّٰه" یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرے اور اپنے تمام امور کو اسی کے سپرد کردے۔ "وهو محسن" اور وہ اپنے عمل میں محسن رہے۔ محسن (احسان) کی خوبی یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو یعنی کامل حضور قلب کے ساتھ۔ "فقد استمسک بالعروة الوثقی" یعنی اس نے مضبوط ترین قبضہ پکڑلیا اور ایسا محکم ذریعہ اپنی گرفت میں لے لیا جس کے ٹوٹنے کا احتمال نہ ہو۔ "و الی اللّٰه عاقبة الامور"

㉓"ومن کفر فلا یحزنک کفرہ الینا مرجعهم فننبئهم بما عملوا انّ اللّٰه علیم بذات الصدور"

㉔"نمتعهم قلیلاً" ہم ان کو مہلت دیں گے تاکہ ان سے دُنیا کی زندگی میں نعمت حاصل کریں، تھوڑی سی اپنی مدت مقررہ پوری ہونے تک۔ "ثم نضطرهم" پھر ان سے ملیں گے اور آخرت کی طرف ان کو لوٹا دیں گے۔ "الی عذاب غلیظ" اس سے مراد آگ کا عذاب ہے۔

㉕"ولئن سألتهم من خلق السموات والارض لیقولن اللّٰه قل الحمد للّٰه بل اکثرهم لایعلمون"

㉖"للّٰه ما فی السموات والارض انّ اللّٰه هو الغنی الحمید"

آیت ولو أن مافی الارض کا شان نزول

㉗"ولو أن ما فی الارض من شجرة أقلام" مفسرین کا قول ہے کہ اس کا نزول مکہ میں ہوا کہ جب اہل کتاب (یہودیوں) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق دریافت کیا تو آیت "ویسئلونک عن الروح" سے آخر آیت "وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً" تک نازل ہوئی۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی ، یہود کے بڑے بڑے سردار آئے اور کہنے لگے اے محمد! کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ایسا ایسا کہتے ہیں کہ "وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً" کہ کیا اس سے مراد آپ کی قوم ہے یا ہماری؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب لوگ مراد ہیں۔ تو وہ کہنے لگے کیا وہ کلام جو تمہارے پاس آیا ہے اس میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم کو توریت دی گئی؟ اور ہم وہ تلاوت نہیں کرتے جو ہم پر اُتاری گئی اور اس میں ہر چیز کا علم موجود ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کے علم کے مقابلے میں بہت قلیل ہے اور اللہ نے توریت میں تم کو اتنا ہی دیا ہے کہ جس پر تم عمل کر کے فائدہ اُٹھا سکو۔ وہ کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیا گمان کرتے ہو حالانکہ آپ یہ کہتے ہو "ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرًا کثیرًا" اور جس کو حکمت عطا کردی گئی اس کو خیر کثیر عطا کردی گئی تو یہ علم قلیل اور خیر کثیر کیسے جمع ہوسکتا ہے اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قتادہ کا قول ہے کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن اور جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں قریب ہے کہ وہ ختم ہو جائے یا منقطع ہوجائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"ولو أن ما فی الارض من شجرة أقلام" وہ سب قلمیں بن جائیں۔ "والبحر یمدہ" ابوعمرو اور یعقوب نے

"والبحر" نصب کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں عطف ما پر ہوگا اور باقی قراء نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے، اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہوگا، یمدہ کا معنی ہے اور زیادہ کردے۔ "من بعدہ" اس کے پیچھے "سبعة ابحر ما نفدت کلمات اللّٰہ" اس آیت میں اختصار ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہوگی۔ "ولو انّ ما فی الارض من شجرة أقلام والبحر یمدہ من بعد سبعة ابحر یکتب بها کلام اللّٰہ ما نفدت کلمات اللّٰہ"

"انّ اللّٰہ عزیز حکیم" عطاء بن یسار کے قول کے مطابق یہ آیت مدنی ہے اور دوسرے قول کے مطابق یہ مکی ہے۔ یہودیوں نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق دریافت کریں، اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ نہیں چھوڑا تھا۔

مَاخَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

ترجمہ تم سب کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا بیشک خدا تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ دیکھتا ہے اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالیشان اور بڑا ہے اے مخاطب کیا تجھ کو یہ (دلیل توحید کی) معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی دریا میں چلتی ہے اکہ تم کو اپنی نشانیاں دکھلائے اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک ایسے شخص کے لئے جو صابر شاکر ہو اور جب ان لوگوں کو موجیں سائبان کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے سو بعضے تو ان میں اعتدال پر رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکر ہیں۔

تفسیر ﴿۲۸﴾ "ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدةٍ" یعنی تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی

سے پیدا کیا اس پر کوئی چیز متعذر نہیں۔ ''انّ اللّٰہ سمیع بصیر''

㉙ ''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ''

㉚ ''ذلک بانّ اللّٰہ ھو الحق'' یہ جو کچھ ذکر کیا گیا یہ حق ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برحق ہے۔ ''وانّ ما یدعون من دونہ الباطل وانّ اللّٰہ ھو العلی الکبیر''

㉛ ''ألم تر ان الفلک تجری فی البحر بنعمة اللّٰہ'' بے شک تمہارے اوپر اللہ کی نعمت ہے۔ ''لیریکم من آیاته'' اس کے عجائب میں سے۔ ''انّ فی ذلک لایات لکل صبّار'' اللہ کے حکم پر ''شکور'' اپنی نعمتوں پر شکر کرنے والے ہیں۔

㉜ ''واذا غشیھم موج کالظلل'' مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد جبال ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد بادل ہیں۔ ظل جمع ہے ''ظلة'' کی اس کو موج کے ساتھ تشبیہ دی، کثرت اور بلندی کی وجہ سے۔ موج کو واحد بنایا جیسے ظل کو جمع بنایا کیونکہ موج ایک کے بعد دوسری آتی ہے۔ ''دعوا اللّٰہ مخلصین له الدین فلما نجاھم الی البر فمنھم مقتصد'' جب اللہ ان کو بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو انہوں نے سمندر میں اللہ سے جو وعدہ کیا ہوتا ہے توحید کا کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں گے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے وقت حضرت عکرمہ بن ابو جہل مکہ سے بھاگ کر سمندر کے کنارے پہنچ گئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ راستے میں طوفان آ گیا۔ حضرت عکرمہ نے کہا کہ اگر اللہ مجھے اس طوفان سے محفوظ رکھ کر کنارے پر پہنچا دے گا تو میں اپنا ہاتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جا کر دے دوں گا۔ حضرت عکرمہ کے اس قول سے طوفان تھم گیا اور عکرمہ مکہ واپس آ کر مسلمان ہو گئے۔ مجاہد کا قول ہے کہ مقتصد قول میں ہو، کلبی کا بیان ہے کہ مقتصد کا بیان یہ ہے کہ متوسط درجہ کا کافر کیونکہ بعض اپنے کفر میں بہت شدت اور غلو اختیار کرتے تھے اور بعض دوسروں پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ''وما یجحد بایاتنا الا کل ختار کفور'' ختار عہد شکن کو کہتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ㉝ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ㉞

(ترجمہ) اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کر دے یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیوی زندگانی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈالے بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر

ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔

تفسیر 33 "یا یھا النّاس اتقوا ربّکم واخشوا یومًا لایجزی" نہ وہ فیصلہ کرے گا اور نہ ہی وہ اس سے بے پرواہ ہے۔ "والدعن ولدہ ولا مولود ھو جازٍ" اس سے بھی وہ غنی ہوگا۔ "عن والدہ شیئًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"انّ وعد اللّٰہ حق فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللّٰہ الغرور" اس سے مراد شیطان ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان گناہ کا کام کرواتا ہے، مغفرت کرنے کی تمنا کرواتا ہے۔ (یعنی گناہ کرلے پھر بعد میں توبہ کرلینا لیکن گناہ کرنے والے کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی)۔

34 "ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ" اس آیت کا نزول حارث بن عمرو بن حارثہ بن محارب بن حفصہ کے بارے میں ہوئی۔ یہ دیہات میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا اور یہ بھی کہا کہ ہماری زمین خشک ہوچکی ہے، بارش کب آئے گی؟ اور اس شخص نے یہ بھی کہا کہ میری بیوی حاملہ ہے بتائیے کیا پیدا ہوگا اور جس زمین پر میں پیدا ہوا تھا وہ تو مجھے معلوم ہے لیکن کس جگہ مروں گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "انّ اللّٰہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدًا وما تدری نفسی بای ارض تموت" ابی بن کعب نے "بآیہ ارض" پڑھا ہے۔ مشہور "بای ارض" ہے کیوں کہ زمین کی تانیث کی کوئی علامت نہیں۔ بعض نے کہا کہ ارض سے مراد مکان ہے۔

حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ غیب کے خزانے پانچ ہیں جن سے سوائے خدا کے کوئی واقف نہیں، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحم کے اندر کیا ہے اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی؟ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس کی موت کس سرزمین پر آئے گی؟ دوسری روایت میں ہے کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت "ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ" سے "بای ارض تموت" تک تلاوت فرمائی۔ "انّ اللّٰہ علیم خبیر"

سُوْرَۃُ السَّجْدَہ

اس میں ۳۰ آیات ہیں۔ عطاء کا قول ہے سوائے تین آیات "افمن کان مؤمنًا" سے تین آیات تک مدنی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ① تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ② اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰہُ بَلْ ھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ لَعَلَّھُمْ یَھْتَدُوْنَ ③ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط مَالَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ط اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ ④ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤

ترجمہ الٓمّٓ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں یہ رب العالمین کی طرف سے ہے کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ اپنے دل سے بنالیا ہے بلکہ یہ سچی کتاب ہے آپ کے رب کی طرف سے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ راہ پر آ جاویں اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہے چھ روز میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا بدوں اس کے نہ تمہارا کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے پھر ہر امر اسی کے حضور پہنچ جاوے گا ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی۔

تفسیر (①۔②)......"الم تنزیل الکتاب لاریب فیه من رب العالمین" مقاتل کا بیان ہے کہ اس پر کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

③ "ام یقولون" بلکہ وہ کہتے ہیں "افتراہ" بعض نے کہا میم صلہ کے لیے ہے، کیا یہ جھوٹ گھڑتے ہیں، استفہام توبیخ ہے۔ بعض نے کہا ام بمعنی واؤ ہے وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس میں اضمار ہے کیا وہ ایمان لائے ہیں یا وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر فرمایا "بل ھو" اس سے مراد قرآن ہے۔ "الحق من ربک لتنذر قومًا ما اتاھم" یہ رب کی طرف سے اُتری

ہوئی کتاب ہے یہ خود اس کتاب کو نہیں لائے۔ "من نذیر من قبلک" قتادہ کا قول ہے کہ وہ اُمت اُمی ہے ان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل کا بیان ہے یہ فترت کے زمانے کی بات ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ ہے۔ "لعلھم یھتدون"

۴ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط مَالَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ط اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ

۵ "یدبر الامر" وہ امر کی تدبیر کرتا ہے اور اپنا فیصلہ اور قدر اُتارتا ہے۔ "من السماء الی الارض" وحی کو آسمان سے زمین کی طرف جبرئیل کے ہاتھ بھیجتا ہے۔ "ثم یعرج" پھر واپس چڑھتے ہیں۔ "الیہ" اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل۔ "فی یوم کان مقدارہ الف سنة مما تعدون" دُنیا کے ایام میں سے ایک دن کی مقدار اور اس کی مقدار مسافت پانچ سو برس کے برابر ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ بنی آدم میں سے کوئی آسمان سے زمین کی طرف گر جائے تو وہ ہزار سال کے بعد زمین تک پہنچے گا۔ اتنی مدت مسافت فرشتے ایک دن میں طے کرتے ہیں۔ یہ وصف فرشتوں کا زمین سے آسمان کی طرف چڑھنے کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "تعرج الملائکة والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة" اس میں مدت مسافت زمین سے سدرۃ المنتہیٰ مراد ہے۔ یہی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے تو اس تفسیر پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جبرئیل علیہ السلام اپنے مقامی ساتھی ملائکہ کو ہمراہ لے کر سدرۃ المنتہیٰ کی مسافت تک کے بقدر بہت ہی تھوڑے وقت میں طے کر لیتے ہیں جو تمہاری رفتار کی گنتی کے پچاس ہزار برس کے برابر ہوتا ہے لیکن اتنی بڑی مسافت جبرئیل علیہ السلام مع ملائکہ آن کی آن میں طے کر لیتے ہیں۔ میرے نزدیک دونوں آیتوں میں زمین سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی مراد ہو سکتی ہے۔

بعض اہل علم نے اس کا یہ مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ دُنیاوی امور کا انتظام سماوی اسباب یعنی ملائکہ وغیرہ کے ذریعے سے کرتا ہے جن کے آثار زمین تک آتے ہیں پھر جب دُنیا فنا ہو جائے گی حاکموں کا حکم اور اقتدار والوں کا اقتدار ختم ہو جائے گا تو ہر حکم و انتظام کا رجوع اللہ کی طرف ہو جائے گا اور یہ اس روز ہوگا جس کی مقدار ہزار برس کے برابر ہوگی۔ دونوں حدیثوں کے درمیان تعارض کو ختم کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ مدت کا اختلاف اشخاص کے تاثر کی وجہ سے ہے۔ بعض لوگوں کے لیے وہ پچاس ہزار سال کا دن ہوگا اور بعض کے لیے ایک ہزار برس کا اور بعض لوگوں کے لیے دُنیا کے اس دن سے بھی کم مدت محسوس ہوگی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ مؤمن کے لیے اس دن کی مقدار اتنی ہوگی جتنی اس نے دُنیا میں فرض نماز پڑھی ہوگی۔ ابراہیم تیمی کا قول ہے کہ مؤمنوں کے لیے قیامت کے دن کا طول اتنا ہوگا جتنی مدت ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی ہے۔

ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا ہے کہ میں اور حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن فیروز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس آیت اور "خمسین الف سنة" والی آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جن ایام کا ذکر اللہ نے کیا ہے مجھے اس کی بابت کچھ معلوم نہیں اور بغیر جانے اللہ کے کلام کے متعلق کچھ کہنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔

ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑥ الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ⑧ ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ⑨

ترجمہ: وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست رحمت والا جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا پھر اس کے اعضاء درست کئے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (یعنی نہیں کرتے)

تفسیر: ⑥ "ذلک عالم الغیب والشهادة" اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور اس کے درمیان جو کچھ پیدا کیا ان سب کو جانتا ہے جو پوشیدہ ہیں ان کو بھی اور جو سامنے حاضر ہیں ان کو بھی جاننے والا ہے۔ "العزیز الرحیم"

⑦ "الذی احسن کلّ شیءٍ خلقهٗ" نافع اور اہل کوفہ نے "خلقهٗ" لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے سکون کے ساتھ پڑھا ہے کہ اس نے جو چیز پیدا کی وہ خوب بنائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ احسن کا ترجمہ احکم و اتقن سے کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو محکم بنایا ہے۔ مقاتل نے احسن کا ترجمہ علم سے کیا ہے یعنی اللہ جانتا ہے کہ ہر چیز کو وہ کیسے پیدا کرتا ہے۔ عرب والے کہتے ہیں "فلان یحسن کذا" کہ فلاں شخص خوب جانتا ہے کہ ایسا کام کس طرح کرے گا۔ بعض نے کہا کہ حیوان کو اس کی صورت پر پیدا کیا اور بعض کو دوسرے کے ہم شکل نہیں بنایا، ہر حیوان کو اس کے کامل حسن کے ساتھ پیدا کیا اور اس کے اعضاء میں سے ہر ہر عضو کو اس کی مقدار کے بقدر پیدا کیا جس کی معاش میں صلاحیت میں اس کو ضرورت ہو۔ "وبدأ خلق الانسان من طین" اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔

⑧ "ثم جعل نسله" پھر ان کی ذریت کو بنایا۔ "من سلالة" نطفہ سے اس کو سلالۃ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نطفہ انسان کے جسم سے کھینچ کر آتا ہے۔ "من ماءٍ مهین" اور وہ کمزور ہے اس سے مراد مرد کا نطفہ ہے۔

⑨ "ثم سوّاه" پھر اس کی خلقت کو برابر کیا۔ "ونفخ فیه من روحه" پھر وہ ذریت کی طرف لوٹے گا اور کہا "وجعل لکم" اس نطفے کے بعد تمہیں بنایا۔ "السمع والابصار والافئدة قلیلاً ما تشکرون" وہ اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اس کی توحید کا اقرار کم کرتے ہو اور اس کی عبادت کم کرتے ہو۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ط بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ کٰفِرُوْنَ ⑩ قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ

الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ⑬ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑭

(ترجمہ) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے تو کیا ہم پھر نئے جنم میں آویں گے بلکہ وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر یہ ہیں آپ فرما دیجئے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور اگر آپ دیکھیں (تو عجب حال دیکھیں) جبکہ یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور ہمارے کان کھل گئے سو ہم کو پھر بھیج دیجئے ہم نیک کام کیا کریں گے ہم کو پورا یقین آ گیا اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کا راستہ عطا فرماتے و لیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں سے ضرور بھروں گا تو اب اس کا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے ہم نے تم کو بھلا دیا اور اپنے اعمال کی بدولت ابدی عذاب کا مزہ چکھو۔

(تفسیر) ⑩ "وقالوا" منکرین بعثت کہنے لگے "ء اذاضللنا" کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ "فی الارض" جب ہم مٹی مٹی ہو جائیں گے تو از سر نو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ "ضل الماء فی اللبن" یہ عرب کا محاورہ ہے یعنی دودھ میں پانی اس طرح مل کر کھو گیا کہ کوئی امتیاز باقی نہیں رہا۔ "ء انا لفی خلق جدید" استفہام انکاری ہے۔ "بل هم بلقاء ربهم كافرون" بعث بعد الموت کے منکر ہیں۔

⑪ "قل یتوفاکم" "تمہاری روحوں کو قبض کر لے گا۔ "ملک الموت الذی و کل بکم" موت کے فرشتے سے مراد حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں۔ توفی، استیفا عدد مضروب کو کہا جاتا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ موت کا فرشتہ تمہاری جانوں کو پورا پورا لے لیگا، جان کا کوئی حصہ نہیں چھوڑے گا یا کسی کو نہیں چھوڑے گا۔

روایت میں آتا ہے کہ ملک الموت کے لیے دُنیا ایک ہتھیلی میں رکھ دی گئی ہے، اس دُنیا سے جس کو چاہتے ہیں با آسانی روح قبض کر لیتے ہیں۔ مخلوق میں سے کسی کو مشرق میں ہو یا مغرب میں وہ قبض کر لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ مددگار فرشتے بھی ہیں، کچھ فرشتے رحمت والے اور کچھ فرشتے عذاب والے۔ رحمت والے فرشتے مؤمنین کے لیے متعین ہیں اور عذاب کے فرشتے کافروں کے لیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ عزرائیل علیہ السلام کا ایک قدم مشرق اور مغرب کے درمیان میں ہوتا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے لیے زمین کو ایک طشت کی مانند کر دیا، وہ جہاں سے چاہیں کسی نفس کی روح قبض کر لیں۔ بعض اخبار میں آیا ہے کہ ملک الموت آسمان و زمین کے درمیان موجود ہیں وہاں جس کی چاہیں روح کو قبض کر لیں۔ جب ان کی روح اس کے گلے تک پہنچ جاتی ہے تو ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔

خالد بن معدان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ملک الموت کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے وہ مشرق و مغرب تک پہنچ جاتا ہے وہ گھر والوں کے ہر ایک کے چہرے کو مسح کرتا ہے اور یہ ہر دن دو مرتبہ ہوتا ہے۔ جب کسی

انسان کی زندگی پوری ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس کے سر پر وہ گرز مارتا ہے اور وہ اس وقت کہتا ہے کہ یہ اس کی موت کی حالت ہے۔ "ثم الی ربکم ترجعون" پھر ہم تمہیں دوبارہ زندہ کریں گے اور تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

⑫ "ولو تری اذ المجرمون" اس سے مراد مشرکین ہیں۔ "ناکسوا رؤسهم" وہ اپنے سروں کو جھکائیں گے۔ "عند ربهم" ندامت اور غم کے مارے۔ "ربنا" وہ یہ کہیں گے اے ہمارے رب! "ابصرنا" جو وعید ہمیں سنائی تھی ہم نے اس کی تکذیب کی تھی۔ "وسمعنا" اور تم نے اپنے پیغمبروں کی تصدیق کر دی جن کو ہم جھوٹا کہتے تھے ہم نے آج تیری طرف سے تصدیق سن لی تھی۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا کہ ہم نے اپنے گناہ دیکھ لیے اور ہمارے متعلق جو کہا گیا ہم نے سن لیا۔ "فارجعنا" ہمیں دُنیا کی طرف دوبارہ لوٹا دے۔ "نعمل صالحا انا موقنون" جواب لو مضمر ہے اس کی مجازی (تقدیری) عبارت یہ ہوگی جب وہ اس کو بطور تعجب کے دیکھ لیں گے۔

⑬ "ولو شئنا لآتینا کل نفس هداها" اگر ہم چاہتے تو ہم اپنی توفیق سے اس کے ایمان کے بقدر ہدایت دے دیتے۔ "ولکن حق" لیکن یہ بات طے ہو چکی ہے۔ "القول منی لاملئن جهنم من الجنة والناس أجمعین" یہ قول ابلیس کے لیے ہے کہ "لاملئن جهنم منک وممن تبعک منهم اجمعین" پھر یہی دوزخیوں کو خطاب کیا جائے گا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو ان کو دوزخ کے فرشتے کہیں گے۔

⑭ "فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم هذا" تم نے ایمان کو دُنیا میں چھوڑ دیا۔ "انا نسیناکم" ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ "وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون" بسبب تمہارے کفر اور حق کو جھٹلانے کے۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (آیت سجدہ) ⑮ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯

ترجمہ: بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اسطور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔

تفسیر: ⑮ "انما یؤمن بایاتنا الذین اذا ذکروا بها" جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔ "خرّوا سجدًا" منہ کے بل گر پڑتے ہیں اللہ کے عذاب کے خوف سے۔ "وسبحوا بحمد ربهم" بعض کا قول ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم سے نماز پڑھتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ سبحان الله وبحمده کہیں گے۔ "وهم لایستکبرون" اور وہ ایمان و اطاعت سے غرور نہیں کرتے۔

⑯ "تتجافی" دور رہتے ہیں۔ "جنوبهم عن المضاجع" مضاجع، مضجع کی جمع ہے وہ جگہ جہاں پر سوتے ہیں پھر وہ رات کے آخری پہر میں عبادت کرتے ہیں اور نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ سے کون سے لوگ مراد ہیں

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی، ہم مغرب کی نماز پڑھ کر گھروں کو نہیں لوٹتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ اس آیت کا نزول کچھ صحابہ کے متعلق ہوا تھا جو مغرب کی نماز پڑھ کر عشاء کی نماز تک مسجد میں رہتے تھے۔ ابن ابی حازم اور منکدر کی روایت ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا قول ہے کہ اس سے مراد صلوٰۃ اوّابین ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ فرشتے ان لوگوں کی جماعت کو ڈھانپ لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء پڑھ کر گھروں کو جاتے ہیں۔ (یعنی مغرب کی نماز کے بعد گھروں کو نہیں جاتے بلکہ صلوٰۃ اوّابین پڑھتے رہتے ہیں، پھر عشاء کی نماز کا وقت جب آتا تو وہ عشاء پڑھ کر جاتے۔ عطاء کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مغرب کے بعد سوتے نہیں۔ یہاں تک کہ عشاء نہ پڑھ لیتے۔

حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوذر اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشاء اور فجر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت سے پڑھتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی، اس نے آدھی رات نماز پڑھی اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے گویا پوری رات نماز میں گزاری۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ اذان دینے اور پہلی صف میں شریک ہونے کا ثواب جانتے اور پھر بغیر قرعہ اندازی اذان دینا اور پہلی صف میں شریک ہونا ان کو میسر نہ آتا تو وہ ضرور قرعہ اندازی کرتے اور اگر ظہر کی (باجماعت) نماز کا ثواب ان کو معلوم ہو جائے تو دوڑتے ہوئے پہلے پہنچنے کی کوشش کریں اور اگر باجماعت عشاء اور فجر کی نمازوں کے ثواب سے وہ واقف ہو جائیں تو سرینوں کے بل گھسیٹ کر بھی پہنچیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے، دوزخ سے دور رکھے۔ فرمایا: تو نے بڑی بات دریافت کی اور اللہ جس کو توفیق دے اس کے لیے دُشوار بھی نہیں تو اللہ (ہی) کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار نہ دے، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ اور کعبہ کا حج کر۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے خیر کے دروازے نہ بتادوں؟ (سن!) روزہ ڈھال ہے (گناہوں سے اور دوزخ سے بچانے والا، مترجم) خیرات گناہوں کو اس طرح بجھا دیتی ہے جیسے پانی آگ کو اور وسط رات میں نماز پڑھنا بھی خیر (کا دروازہ) ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "تتجافی جنوبھم ...... یعملون" تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے امر (دین، مترجم) کا سر اور ستون اور کوہان کی چوٹی نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ فرمایا: امر (دین) کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ اس کے بعد فرمایا: کیا میں تجھے اس سب کی جڑ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کو روکے رکھ۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا زبان

سے بات کرنے پر بھی ہماری پکڑ ہوگی۔ فرمایا: معاذ! تجھے تیری ماں روئے! منہ کے بل یا ناک کے بل لوگوں کو دوزخ میں ڈالے جانے کی وجہ سے زبانوں کے نتائج (یعنی الفاظ) ہی تو ہوں گے۔

حضرت ابی امامہ الباہلی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم رات کے قیام کو لازم پکڑو کیونکہ یہ صالحین کا طریقہ رہا ہے اور تمہارا اقرب ہے، تمہارے رب کے ساتھ اور تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ ان میں سے ایک گناہ بھی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ دو آدمیوں کو بہت پسند فرماتا ہے ایک تو وہ جو اپنے بستر ولحاف میں سے نکل کر، محبوب بیوی بچوں کو چھوڑ کر نماز کو اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اللہ ملائکہ سے فرماتا ہے، میرے بندے کو دیکھو جو اپنے بستر ولحاف کے اندر سے نکل کر، محبوب بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر میرے ثواب کا اُمیدوار ہو کر اور میرے عذاب سے ڈر کر اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے، پھر شکست پا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوتا ہے، پھر فرار کی حالت میں اس کو خیال آتا ہے کہ جہاد سے بھاگنا کتنا بڑا جرم ہے اور لوٹ کر جہاد میں شریک ہونا کتنی بڑی نیکی ہے، یہ خیال کرتے ہی وہ لوٹ پڑتا ہے (جہاد میں جا کر شریک ہوتا ہے) آخر اس کا خون بہا دیا جاتا ہے یعنی شہید ہو جاتا ہے۔ اللہ ملائکہ سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ کس طرح وہ میرے ثواب کی طلب میں اور میرے عذاب سے ڈر کر (جہاد کی طرف) لوٹ پڑا۔ یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے خدا کے مہینے یعنی محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (رواہ مسلم شریف)

حضرت ابو مالک اشعری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کچھ بالا خانے ایسے ہیں جن کا اندرون باہر سے اور بیرون اندر سے نظر آتا ہے۔ اللہ نے یہ ان لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو کلام میں نرمی اختیار کرتے ہیں، حاجت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں، بلاناغہ روزے رکھتے ہیں اور رات میں ایسے وقت نمازیں پڑھتے ہیں، جب دوسرے لوگ سوئے ہوتے ہیں۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ ترمذی نے یہ حدیث اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضرت عبداللہ ابن رواحہ (خزرجی انصاری صحابی) کے یہ شعر نقل کیے ہیں:

وفینا رسول اللّٰہ یتلوا کتابہ   اذا انشق معروف من الفجر ساطع

ارانا الھدیٰ بعد العمی فقلوبنا   بہ مؤقنات ان ما قال واقع

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ   اذا استثقلت بالکافرین المضاجع

''ہم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ صبح کو پَو پھٹنے کے وقت وہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں۔ ہمارے اندھے پن کے بعد انہوں نے ہمیں راستہ دکھایا۔ ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا، وہ سچ ہے۔ وہ رات کو اپنا پہلو بستر سے جدا رکھتے ہیں جب کہ کافروں کے بستر کافروں (کے بار) سے بوجھل پڑے ہوتے ہیں۔''

"یدعون ربھم خوفًا و طمعًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا آگ کے خوف سے اور رحمت وثواب وجنت کی اُمید رکھتے ہوئے اس کو پکارتے ہیں۔ "ومما رزقنھم ینفقون" اس سے مراد فرض صدقہ ہے۔ بعض نے کہا کہ واجب اور نوافل میں۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ⑱ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑲ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑳ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㉑

ترجمہ سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے تو جو شخص مومن ہو کیا وہ اس شخص جیسا ہو جاوے گا جو بے حکم ہو وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے سو ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے بدلے میں بطور ان کی مہمانی کے ہیں اور جو لوگ بے حکم تھے سو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ لوگ جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور ان کو کہا جاوے گا کہ دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھادیں گے تا کہ یہ لوگ باز آویں۔

تفسیر ⑰ "فلاتعلم نفس ما اخفی لھم" حمزہ اور یعقوب نے "اخفی لھم" یاء ساکنہ کے ساتھ پڑھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں (نخفی لھم) نون کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "من قرة اعین" اس میں ان کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے۔ "جزاء بما کانوا یعملون" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے صالح بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے اس کا ذکر سنا نہ کسی دل میں ان کا تصور آیا۔ اگر تم چاہتے ہو تو پڑھو۔ "فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرة اعین" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہ نعمت ہے جس کی کوئی تشریح نہیں بیان کی گئی۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ تم اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھو، اللہ بھی اس کے لیے تمہارا ثواب پوشیدہ رکھے گا۔

⑱ "أفمن کان مؤمنا کمن کان فاسقًا لایستوٗن" اس آیت کا نزول علی بن ابی طالب، ولید بن عقبہ بن ابی معیط، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے، ان کے درمیان کوئی جھگڑا تنازع تھا اور کسی چیز کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ اس پر ولید بن عقبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ چپ ہو جاؤ۔ کیونکہ آپ بچے ہو اور خدا کی قسم میں تجھ سے زیادہ تیز زبان اور لشکری پہلوان ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، چپ رہ تو اللہ کا نافرمان ہے اس پر یہ آیت نازل

ہوئی۔"لایستویان" نہیں فرمایا کہ ایک مؤمن ایک فاسق کے برابر نہیں ہوسکتا بلکہ تمام مؤمنین، تمام فاسقین برابر نہیں ہوسکتے۔

⑲"اما الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات فلھم جنات المأوی" جس کی طرف مؤمنین ٹھکانا حاصل کرتے ہیں۔"نزلا بما کانوا یعملون"

⑳"واما الذین فسقوا فمأواھم النار کلما ارادوا أن یخرجوا منھا اعیدوا فیھا وقیل لھم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون"

㉑"ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون عذاب الاکبر"سوائے بڑے عذاب کے۔"لعلھم یرجعون"حضرت ابی بن کعب، ضحاک، حسن اور ابراہیم نے کہا کہ عذاب الادنی سے مراد ہے دُنیاوی مصائب اور بیماریاں۔والبی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول آیا ہے۔عکرمہ نے کہا کہ اس سے حدود مراد ہیں۔مقاتل نے کہا کہ اس سے مراد وہ ہفت سالہ قحط ہے جس میں اہل مکہ مبتلا کیے گئے تھے یہاں تک کہ مُردار اور ہڈیاں اور کتوں تک کو کھا گئے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بدر کے دن کافروں کا مارا جانا مراد ہے۔قتادہ اور سدی کا بھی یہی قول مروی ہے۔"دون العذاب الاکبر"سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔"لعلھم یرجعون"تاکہ وہ ایمان کی طرف لوٹ جائیں یعنی جو بدر کی لڑائی سے قتل ہونے میں بچ گئے اور جو قحط سے بچ گئے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ㉒ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ㉓ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ㉔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ㉕ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ㉖

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اپنے رب کی آیتیں یاد دلائی جاویں پھر وہ ان سے اعراض کرے ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لیں گے اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے موجب ہدایت بنایا تھا اور ہم نے ان میں جبکہ انہوں نے صبر کیا بہت سے پیشوا بنادیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے آپ کا رب قیامت کے روز ان سب کے آپس میں فیصلہ ان امور میں کردے گا جن میں یہ باہم اختلاف کرتے تھے کیا ان کو یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کرچکے ہیں جن کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں ان میں صاف صاف نشانیاں ہیں کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں۔

تفسیر: ㉒"ومن اظلم ممن ذکر بایات ربہ ثم اعرض عنھا انا من المجرمین"اس سے مراد مشرکین ہیں۔"منتقمون"

23 "ولقد اٰتینا موسٰی الکتاب فلا تکن فی مریة من لقائه" کوئی اس بات میں شک نہ کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام سے ملے تھے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں، میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، گندمی رنگ، دراز قامت، گھنگھریالے بال، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ (قبیلہ ازد) شنوء کے ایک مرد ہیں۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی متوسط القامت، سرخی سفیدی مائل رنگ اور سیدھے بالوں والا پایا اور میں نے دوزخ کے داروغہ مالک کو اور دجال کو بھی دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور معراج والی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور نماز کے معاملے میں بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے رہے۔ سدی کا قول ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے توریت اپنی رضامندی سے قبول کی تھی۔ آپ کو اس بات میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ "وجعلناه" اس سے مراد کتاب ہے اور وہ توریت ہے۔ قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ "ھدًی لبنی اسرائیل

24 وجعلنا منهم" اس سے مراد بنی اسرائیل ہے۔ "آئمةً" جن کی ہر بھلائی میں اقتدا کی جاتی ہے۔ (یعنی انبیاء اور انبیاء کرام علیہم السلام کے پیشوا)...... "یھدون" وہ پکارتے ہیں۔ "بامرنا لمّا صبروا" حمزہ، کسائی نے لام کے کسرہ کے ساتھ اور میم کی تخفیف کے ساتھ۔ باقی قراء نے لام کے فتحہ اور میم کی تشدید کے ساتھ، جب انہوں نے اپنے دین پر صبر کیا اور مصر میں دشمن کی اذیتوں پر صبر کیا۔ "وکانوا بآیاتنا یوقنون"

25 "انّ ربک ھو یفصل" فیصلہ کریگا۔ "بینهم یوم القیامة فیما کانوا فیه یختلفون"

26 "اولم یھد" کیا ان کے لیے ہدایت ظاہر نہیں ہوتی۔ "لھم کم اھلکنا من قبلھم من القرون یمشون فی مساکنھم انّ فی ذلک لایات أفلا یسمعون" اللہ کی قدرت کی نشانیاں نصیحت آمیز الفاظ نہیں سنتے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ 27 وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ 28 قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ 29 فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ 30

ترجمہ: کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے مواشی اور وہ خود بھی کھاتے ہیں تو کیا دیکھتے نہیں ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ اس فیصلہ کے بعد ان کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور ان کو مہلت بھی نہ ملے گی سو ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ منتظر رہیے یہ بھی منتظر ہیں۔

تفسیر ㉗"اولم یروا أنا نسوق الماء الی الارض الجرز" وہ زمین جس کی سرسبزی کٹ گئی ہو جاتی رہی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ یمن کی سرزمین ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ ارض ابین ہے۔ "فنخرج به زرعا تأكل منه أنعامهم" گھاس اور تنکے پتے وغیرہ۔ "وانفسهم" غلہ اور پھل وغیرہ خود کھاتے ہیں۔ "افلا یبصرون"

㉘"ویقولون متی هذا الفتح ان کنتم صادقین" بعض نے فتح کے دن سے مراد قیامت کا دن لیا ہے اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ بعض نے کہا کہ کفار مکہ بطور استہزاء کے کہتے ہیں کہ تمہاری یہ فتح کب ہوگی۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ کا دن ہے اور سدی کا قول ہے اس سے مراد بدر کا دن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ فرماتے تھے کہ اللہ ہمارا مددگار ہے اور ہم تم پر غالب آ جائیں گے تو وہ کہتے کہ فتح کا دن کب آئے گا؟

㉙"قل یوم الفتح" قیامت کے دن "لاینفع الذین کفروا ایمانهم" جن حضرات نے اس کو فتح مکہ پر محمول کیا اور بدر کے دن پر ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس وقت ایمان نفع نہیں دے گا جب ان پر عذاب آ جائے گا اور وہ قتل ہو جائیں گے۔ "ولاهم ینظرون" ان کو اس وقت کوئی مہلت نہیں دی جائے گی تا کہ توبہ کر سکیں اور نہ ہی عذر کر سکیں گے۔

㉚"فاعرض عنهم" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ جملہ منسوخ ہے آیت قتال سے اس کا حکم منسوخ کر دیا۔ "وانتظر انهم منتظرون" جس فتح کا ہم نے وعدہ کیا ہے اس کا انتظار کیجئے وہ بھی منتظر ہیں کہ آپ حوادث زمانہ اور مصائب میں مبتلا ہو جائیں۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہمارے عذاب کا آپ انتظار کیجئے وہ بھی عذاب ہی کے منتظر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فجر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "الم تنزیل" اور "هل اتی علی الانسان" پڑھتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے جب تک "الم تنزیل" اور "تبارک الذی بیده الملک" نہ پڑھ لیتے تھے۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ① وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ② وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③ مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ وَمَاجَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ④

ترجمہ اے نبیؐ اللہ سے ڈرتے رہیئے اور کافروں کا اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلئے تم لوگوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے اور آپ اللہ پر بھروسہ رکھئے اور اللہ کافی کارساز ہے اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنادیا اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ کا) بیٹا نہیں بنادیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ کا شان نزول

تفسیر "یا یھا النّبی اتق اللّٰہ" ان آیات کا نزول ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل اور ابوالاعور عمرو بن سفیان سلمی کے حق میں ہوا۔ جنگ اُحد کے بعد یہ تینوں شخص مدینہ میں آ کر سرکردہ منافقین عبداللہ بن ابی سلول کے پاس ٹھہرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی، عبداللہ بن سعد اور طعمہ بن ابیرق خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ لات، عزیٰ اور مناۃ کا تذکرہ چھوڑ دیجئے، ہمارے ان معبودوں کا ذکر برائی کے ساتھ نہ کیجئے اور یہ کہہ دیجئے کہ جو شخص ان کو پوجے گا یہ معبود اس کی شفاعت کریں گے۔ اگر آپ ایسا کرلیں گے تو ہم آپ کے اور آپ کے رب کا ذکر برائی کے ساتھ نہیں کریں گے اور آپ کے کام میں مداخلت نہیں کریں گے۔ اس وقت حضرت

عمر بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی یہ بات بہت شاق گزری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ میں ان کو قتل کردوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کو امن دے چکا ہوں، پھر فرمایا نکل جاؤ تم پر اللہ کی لعنت اور غضب۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ سے نکال دینے کا حکم دے دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "یایها النبی اتق الله" تقویٰ کو دوام سے پکڑے رکھو۔ جیسا کہ کوئی شخص دوسرے کو کہے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہو کہ تو اس جگہ پر کھڑا ہو، اس جگہ پر ثابت قدم رہ۔ بعض نے کہا کہ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اُمت بھی اس میں شامل ہے۔ (یعنی مراد اس خطاب سے اُمت ہے) ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سے ڈر اور عہد کو نہ توڑ جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔

① "ولا تطع الکافرین" اس سے مراد اہل مکہ ہے۔ یعنی ابوسفیان اور عکرمہ اور ابوالاعور مراد ہیں۔ "والمنافقین" میں سے اس سے مراد عبداللہ بن ابی، عبداللہ بن سعد اور "طعمة" ہیں۔ "ان الله کان علیمًا" اپنی مخلوق کو۔ اس کے پیدا کرنے سے پہلے "حکیمًا" اور اپنی حکمت کے مطابق ان کے لیے امور کی تدبیر کرتا ہے۔

② "واتبع ما یوحی الیک من ربک ان الله کان بما تعملون خبیرًا" ابوعمرو کی قرأت میں "یعملون خبیرًا" ہے اور "یعملون بصیرًا" یاء کے ساتھ ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

③ "وتوکل علی الله" اللہ (کے دین) کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ یعنی اللہ پر مکمل بھروسہ کرو۔ "وکفٰی بالله وکیلًا" اور وہی تمہارا محافظ ہے وہی تمہارے رزق کا کفیل ہے۔

آیت مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ کی تفسیر

④ "ماجعل الله لرجل من قلبین فی جوفه" اس آیت کا نزول ابومعمر جمیل بن معمر فہری، اس شخص کی سمجھ بھی تیز تھی اور حافظہ بھی اتنا قوی کہ جو کچھ سنتا تھا، یاد کر لیتا تھا، قریش کہتے تھے کہ ابومعمر کا جو حافظہ اتنا قوی ہے اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کے دو دل ہیں وہ خود بھی کہتا تھا کہ میرے دو دل ہیں محمد جو کچھ سمجھتے ہیں اس سے زیادہ سمجھ تو میرے ہر ایک دل میں ہے میں ایک دل سے بھی ان سے زیادہ جانتا ہوں اور بہتر جانتا ہوں۔

بدر کے دن جب قریش کو شکست ہوگئی، ابومعمر بھی بھاگ کھڑا ہوا، ایک پاؤں میں جوتی تھی اور دوسری جوتی ہاتھ میں تھی۔ اس حالت میں ابوسفیان کا سامنا ہوگیا تو ابوسفیان نے پوچھا ابومعمر لوگوں کا کیا حال ہے۔ ابومعمر نے کہا کہ شکست کھا گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ تیرا یہ کیا حال ہے کہ ایک جوتی پاؤں میں ہے اور ایک ہاتھ میں ہے۔ ابومعمر نے کہا ارے میں تو دونوں جوتیاں پاؤں میں سمجھا تھا، اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس کے دو دل نہیں ہیں اگر دو دل ہوتے تو ہاتھ میں پکڑی ہوئی جوتی کو نہ بھولتا۔

زہری اور مقاتل کا بیان ہے کہ یہ بطور مثال اللہ نے اس شخص کی حالت بیان کی ہے جو اپنی بیوی سے ظہار کرتا ہے اور اس شخص

کی کیفیت بیان کی ہے جودوسرے کی اولاد کواپنا بیٹا بنالیتا ہے۔ایک دل سے وہ بیوی اور دوسرے دل سے اسی کو ماں کہہ دیتا ہے۔ اسی طرح بھی کسی لڑکے کواپنا بیٹا کہتا ہےاور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ اس کا بیٹانہیں۔گویا یہ کہنا مقصود ہے کہ جس طرح ایک آدمی کے دو دل نہیں ہوسکتے۔اسی طرح ظہار کرنے والے کی بیوی اس کی ماں نہیں ہوجاتی اور منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹانہیں بن جاتا، نہ ہی ایک بچے کی دوحقیقی مائیں بن سکتی ہیں اور نہ ہی دوماؤں کا ایک حقیقی بیٹا بن سکتا ہے۔اسی طرح ایک شخص کے دودل نہیں ہوسکتے۔

"وما جعل ازواجکم اللائی تظاهرون منهن أمهاتکم" قراء اہل شام اور قراء اہل کوفہ کی یہ قرأت "اللائی" ہےاور سورۃ طلاق میں ہمزہ کے بعد یاء ہے۔قراء قالون نے نافع اور یعقوب کی روایت میں ہمزہ کے بعد بغیر یاء کے پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ ہمزہ کوذکر کیا ہے۔یہ تمام لغات معروف ہیں۔"تظاهرون"قراء عاصم نے الف کے ساتھ تاء کے ضمہ اور ھاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے، تخفیف کے ساتھ قراء ابن عامر نے فتحہ کے ساتھ اور ظاء کی تشدید کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ان دونوں کے فتحہ کے ساتھ ظاء کی تشدیداور ھاء کے ساتھ بغیران دونوں کے الف کے ساتھ۔

ظہار کی صورت یہ ہے کوئی شخص اپنی بیوی کو کہہ دے کہ تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا"ماجعل نساء کم اللائی تقولون لهن هذا فی التحریم کامهاتکم"اس میں کفارہ ہے جس کوتفصیل کے ساتھ سورہ مجادلہ میں ذکر کریں گے۔"وما جعل ادعیاکم ابناکم"جنھیں بیٹے بنانے والے زمانہ جاہلیت میں اس کوحقیقی بیٹا قرار دیتے تھے اور اس کو میراث سے حصہ دیتے تھے۔نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ بن شرحبیل کلبی کوآزاد کر کے بیٹا بنالیا تھا اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سے ان کا رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا۔

حضرت زید نے اپنی بیوی حضرت زینب بنت جحش کوطلاق دے دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا، منافق کہنے لگے کہ محمد نے خودتو اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا اور دوسروں کومنع کرتے تھے،اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: "ذلکم قولکم بافواهکم"یعنی اس کی کوئی حقیقت نہیں کہ زید بن محمد کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، وہ نسبی بیٹانہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں بلکہ منہ بولا بیٹا ہے۔"واللّٰه یقول الحق"اور اللہ حق بات کہتا ہے جو واقعی اور سچی ہوتی ہے۔"وهو یهدی السبیل"اور وہی راہ حق دکھاتا ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ. فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ. وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ⑤ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا. كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥

ترجمہ تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دین کے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہو جاوے تو اس سے تو تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا لیکن ہاں دل سے ارادہ کر کے کرو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے نبی مؤمنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب اللہ میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مؤمنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو تو وہ جائز ہے یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھی۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کا شان نزول

تفسیر ⑤ "ادعوهم لآبائهم" جنہوں نے اپنے لیے لے پالک لے رکھے ہیں۔ "هو اقسط" یہی بات اللہ کے نزدیک بڑے انصاف کی ہے۔ "عند اللّٰه" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم زید کو زید بن حارثہ نہیں کہتے تھے بلکہ زید بن محمد کہتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت "ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند اللّٰه" نازل ہوئی۔

"ادعوهم لآبائهم هو اقسط عنداللّٰه"......"فان لم تعلموا آباء هم فاخوانكم في الدين و مواليكم" یعنی تم ان کو دینی بھائی سمجھو۔ "في الدين و مواليكم" اگرچہ وہ تمہارے آزاد کردہ ہیں لیکن وہ تمہارے حقیقی بیٹے نہیں، ان کو اپنے لیے دینی بھائی کہہ کر پکار سکتے ہو۔ بعض نے کہا کہ تم ان کو اپنے لیے دینی بھائی کہہ سکتے ہو۔ "وليس عليكم جناح فيما اخطأتم به" نہی سے پہلے وہ منہ بولے بیٹے کو باپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ "ولكن ما تعمدت قلوبكم" نہی کے بعد غیر کے باپ کو اپنی طرف منسوب کرنے سے منع کیا۔ قتادہ کا بیان ہے کہ جو تم نے غلطی کی کہ غیر باپ کو اس کی طرف منسوب کیا اور وہ یہ گمان کرے کہ اسی طرح ہے۔ "ما تعمدت" میں ماقبل "ما اخطأتم" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ "وكان اللّٰه غفورًا رحيمًا" حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوبکر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جانتے ہوئے کسی دوسرے کو اپنا باپ ظاہر کیا، اس پر جنت حرام ہے۔

آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کی تفسیر

⑥ "النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم" یعنی مؤمنوں کا جو تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مؤمنوں پر نافذ ہے اور پیغمبر کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ ابن عباس اور عطاء نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب نبی کسی کو کسی کام کی دعوت دیں اور اس کا نفس کسی دوسری بات کا خواہش مند ہو تو نفس کی اطاعت سے نبی کی اطاعت اولیٰ ہے کیونکہ نبی تمام مسلمانوں کے مصالح اور مفاسد سے بوحی الٰہی خوب واقف ہیں۔ نبی مؤمنوں کے لیے

اس بات کو پسند کرتے ہیں اور اسی کام کا حکم دیتے ہیں جس میں مؤمنوں کی بہبودی اور کامیابی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **"حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم"**

ابن زید کا قول ہے کہ **"النبی اوّلیٰ بالمؤمنین من انفسھم"** سے مراد ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص کسی معاملے میں فیصلہ کرے تو وہ سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے تھے، کچھ لوگ اس کے جواب میں کہتے تھے کہ ہم جہاد پر جانے کے لیے تیار ہیں لیکن اپنے اپنے والدین سے دریافت کرلیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مؤمن سے دُنیا وآخرت میں میرا تعلق سب سے زیادہ ہے۔ اگر اس کا ثبوت چاہتے ہو تو پڑھو **"النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم"** یعنی جو مؤمن مال چھوڑ کر مرے تو اس کے مال کے وارث، اس کے عصبات ہوں گے جو بھی ہوں اور جو مؤمن نادار بیوی بچوں کو چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آجائیں۔ میں ان کا متولی ہوں۔ **"وازواجه امھاتھم"** ابی کی قرأت میں ایک لفظ زائد ہے۔ **"وازواجه وأمھاتھم"** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مؤمنین کی مائیں ہیں۔

ان کا حق ماؤں کی طرح بڑا ہے ان سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح ماؤں کو دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز ہے اسی طرح پیغمبر کی بیویوں کو دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز ہے۔ اُمہات المؤمنین کو دیکھنا اور خلوت میں ان کے ساتھ بیٹھنا تو ایسا ہی ناجائز ہے جیسے اجنبی عورتوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **"واذا سالتموھن متاعًا فسئلوھن من وراء حجاب"** اگر اُمہات المؤمنین سے تم کو کوئی سامان مانگنا ہو تو پردہ کی اوٹ سے مانگو۔

اُمہات المؤمنین کی بیٹیوں کو اُمت کی بہنیں نہیں کہا جاتا نہ ان کے بہن بھائی اُمت کی خالائیں اور ماموں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء سے نکاح کیا اور حضرت اسماء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں لیکن کسی نے نہیں کہا کہ حضرت اسماء مؤمنوں کی خالہ تھیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکیوں کا نکاح حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا یہ مؤمنات کے لیے بھی اُمہات ہیں؟ اس کا جواب دیا گیا کہ مؤمنین اور مؤمنات سب کے لیے وہ مائیں ہیں۔ بعض نے کہا صرف مؤمنین کی مائیں ہیں، عورتوں کی مائیں نہیں۔

امام شعبی نے مسروق کی روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اماں کہا، آپ نے فرمایا میں تمہاری ماں نہیں ہوں، تمہارے مردوں کی ماں ہوں۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ اُمہات المؤمنین سے نکاح کرنا حرام ہے۔

"واولوا الارحام بعضھم أولیٰ ببعض فی کتاب اللّٰہ" اس سے مراد میراث ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ مسلمان ہجرت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ کلبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم رشتہ اخوت قائم کرادیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو دو مسلمانوں کو بھائی بھائی بنادیتے تھے کہ جب ان میں کوئی ایک فوت ہوجاتا تو دوسرا اس کا وارث بن جاتا

نہ کہ عصبات وارث بنتے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔"و اولوا الارحام بعضهم اولٰى ببعض ......الایہ"

"من المؤمنين" وہ مؤمنین جن کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم فرمائی۔"و المهاجرين"قرابت دار جو بعض، بعض کے میراث میں شامل تھے ایمان اور ہجرت کے باعث۔ یہ آیت منسوخ ہے مواخات اور ہجرت کی بناء پر اور صرف قرابت کا اعتبار رہ گیا۔"الا أن تفعلوا الى اوليائكم معروفًا"معروف سے مراد وصیت ہے جس دوست کے متعلق وصیت کی جائے اس کا حق وارثوں سے مقدم ہے۔ جب یہ ہجرت سے منسوخ ہو گیا تو کسی شخص کے لیے اس کو مباح کر دیا گیا ہے کہ وہ کسی شخص کے لیے اپنے تہائی مال سے وصیت کرے۔

مجاہد کا قول ہے کہ معروف سے مراد نصرت ہے اور حرمت کی حفاظت ایمان اور ہجرت کے حق میں۔ بعض نے کہا کہ اس آیت سے مراد میراث کا ثبوت ہے ایمان اور ہجرت کی بناء۔ بعض علماء نے کہا کہ "من المؤمنين والمهاجرين"میں لفظ من کو بیانیہ کہا ہے یعنی جو مؤمن اور مہاجر رشتہ دار ہوں وہ میراث کے زیادہ مستحق ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کافر اور مسلمان اور مہاجر وغیرہ کے درمیان سلسلہ توارث قائم نہیں ہو گا ہاں اگر کافر غیر مہاجر قرابت دار ہوں تو ان کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔ یہ قول قتادہ، عطاء اور عکرمہ کا ہے۔"كان ذلك فى الكتاب مسطورًا" جو ہم نے اولی الارحام کے بارے میں ذکر کیا، وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ قرظی کا قول ہے کہ توریت میں لکھا ہوا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ⑦ لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ⑨

ترجمہ اور جبکہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریم سے بھی اور ہم نے ان سب سے خوب پختہ عہد لیا تا کہ ان سچوں سے ان کے سچ کی تحقیقات کرے اور کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اے ایمان والو اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے۔

تفسیر ⑦"و اذ اخذنا من النبيين ميثاقهم"اس وعدہ کو پورا کرو جو تم نے ہمارے ساتھ کیا ہے اور یہ کہ تم بعض بعض کی تصدیق کرو اور ایک دوسرے کو خوشخبری دو۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ نے تم سے وعدہ لیا تھا کہ تم اسی کی عبادت کرو گے اور اللہ کی طرف عبادت کرنے کی دعوت دو گے اور تم میں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرو گے اور قوم کو نصیحت کرو گے۔"و منک ومن نوح و ابراهيم و موسٰى و عيسٰى ابن مريم"ان پانچ انبیاء کرام علیہم السلام کا خصوصی طور پر تذکرہ اس وجہ سے کیا

کہ یہ پیغمبر اولوالعزم تھے۔ان پر کتابیں اور صحیفے نازل کیے گئے تھے،ان کو الگ الگ مستقل شریعتیں دی گئی تھیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کرنے کے لیے دوسرے پیغمبروں کے ذکر سے پہلے آپ کا ذکر کیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیدائش کے اعتبار سے سب نبیوں سے پہلے ہوں اور زمین پر میری بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔قتادہ کا قول ہے یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان "**واذ اخذنا من النبین میثاقھم ومنک ومن نوح**"......"**واخذنا منھم میثاقھم غلیظا**" پکا وعدہ یا وہ وعدہ جس کو ایمان کے ساتھ پختہ کیا گیا ہو۔

8 "**لیسئال الصادقین عن صدقھم**" ایسا کرنے کی غرض یہ تھی کہ انبیاء صادقین سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے اپنی اپنی اُمتوں سے کیا کہا تھا یا کافروں کو ذلیل کرنے اور لاجواب بنانے کے لیے کافروں سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے انبیاء کی تصدیق کی تھی یا انبیاء کی تصدیق کرنے والوں سے ان کی تصدیق کے متعلق پوچھا جائے گا کیوں کہ سچ کی تصدیق کرنے والا بھی سچا ہوتا ہے یا ان مؤمنوں سے جنہوں نے اپنے وعدوں کو سچ کر دکھایا تھا،ان کے صدق کی باز پرس ہوگی یہاں تک کہ ان کو خود اپنے اوپر گواہ بنایا جائے گا۔بعض نے کہا کہ ان کی سچائی کے متعلق سوال کرے ان کے عمل کے بارے میں۔بعض نے کہا کہ صادقین سے سوال کرے ان کے سامنے ان کے دلوں کی سچائی کے بارے میں۔"**واعد للکافرین عذابًا الیمًا**"

"**یایھا الذین امنوا اذکروا نعمة اللّٰه علیکم**" جب مسلمانوں کو غزوہ خندق کے دن محصور کیا گیا تھا۔"**اذ جاء تکم جنوذ**" جب ان پر آئے کفار کے بڑے بڑے لشکر اس سے مراد بنی غطفان،قبیلہ بنی قریظہ کے یہودی اور قبیلہ بنونضیر کے یہودی۔"**فارسلنا علیھم ریحًا**" پُروا ہوا مراد ہے۔عکرمہ کا بیان ہے کہ جنوب نے شمال کی جانب ہوا کو کہا کہ پلٹ جا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے شمال کی ہوا نے کہا کہ رات کے وقت تو گرم ہوا نہیں بھیجتی اور جو ہوا ان پر آئی وہ پُروا ہوا تھی،موسم بھی سردی کا تھا،رات بھی بہت سرد تھی،پُروا ہوا کا ایک طوفان آیا جو انتہائی سرد تھا جس کی وجہ سے ڈیروں اور خیموں کی میخیں اکھڑ گئیں،رسیاں ٹوٹ گئیں۔

مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہماری ٹھنڈی ہوا سے مدد کی گئی اور عاد کو دبور والی ہوا سے ہلاک کیا گیا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "**وجنوذا لم تروھا**" اس دن فرشتوں نے جنگ نہیں کی۔اللہ تعالیٰ نے اس رات ٹھنڈی ہوا بھیجی جس کی وجہ سے وہ سب بھاگ گئے،ہر قبیلہ کے سردار نے اپنے قبیلہ کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا،جب سب آگئے تو کہا،جلد بھاگو،جلد بھاگو،نتیجہ میں بغیر لڑائی کے سب بھاگ کھڑے ہوئے،اس روز فرشتوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا،صرف کفاروں کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے آئے تھے۔"**وکان اللّٰه بما تعملون بصیرًا**"

غزوہ احزاب کا واقعہ

محمد بن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر کی روایت سے بیان کیا اور عبداللہ بن کعب بن مالک اور

زہری اور عاصم بن عمرو بن قتادہ نیز عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور محمد بن قرظی کا بیان ہے اور یہ تمام روایات باہم ملتی جلتی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قبائل عرب کو مدینہ پر چڑھا کر لانے والے سلام بن ابی الحقیق اور حیی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق اور ہودہ بن قیس اور ابو عامر لوائی شامل تھے اور بنی نضیر اور بنی وائل کے لوگوں کی کچھ تعداد بھی ساتھ تھی، مدینہ سے نکل کر مکہ میں قریش کے پاس پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی ان کو دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیخ کنی کرنے میں ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔

قریش نے جواب دیا اے گروہ یہود! تم اہل علم ہو تمہاری کتاب سابق ہے، ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی اختلاف ہے تم یہ بتاؤ کہ ہمارا مذہب بہتر ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا؟ یہودیوں نے جواب دیا: تمہارا مذہب بہتر ہے تم حق پر ہو۔ انہی کے متعلق اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "**الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتب یؤمنون بالجبت والطاغوت ...... وکفٰی بجهنم سعیرًا**" یہودیوں کا یہ فیصلہ سن کر قریش خوش ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کی یہودیوں کی دعوت ماننے پر تیار ہو گئے اور سب اس فیصلہ پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد یہ یہودی قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے۔ قبیلہ غطفان، قیس بن غیلان کی ایک شاخ تھی، ان کو بھی وہی دعوت دی جو قریش کو دی تھی اور ان سے بھی کہا: ہم تمہارے ساتھ شریک رہیں گے اور یہ بھی بتا دیا کہ قریش سے ہمارا اس پر معاہدہ ہو چکا ہے، قریش نے مان لیا ہے۔ یہ سن کر قبیلہ غطفان نے بھی ان کی دعوت قبول کر لی۔

قریش سے معاہدہ کرنے کے بعد یہودی قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر اُبھارا اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر تم ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرو گے تو خیبر کے درختوں پر جتنے چھوہارے ایک سال یا چھ ماہ تک آئیں گے وہ سب ہم تم کو دے دیں گے (یعنی نخلستان خیبر کی پوری فصل یا آدھی فصل تمہاری ہوگی) قبیلہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصین فزاری نے شرط مذکور پر یہودیوں کی بات مان لی اور بنی اسد میں جو عیینہ کے حلیف (معاہد) تھے ان کو بھی بلوا لیا۔ اس کے بعد قریش کو لے کر ان کا کمانڈر ابو سفیان بن حرب اور بنی غطفان کو مع بنی فزارہ کے لیکر ان کا قائد عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر اور بنی مرہ کو لے کر حارث بن عوف بن ابی حارثہ اور بنی اشجع میں سے اپنے ساتھیوں کو لے کر مسعر بن رحیلہ بن نویرہ بن طریف نکل کھڑے ہوئے۔

ابو سفیان نے چار ہزار کا لشکر جمع کیا اور اس لشکر کا جھنڈا عثمان بن ابی طلحہ کو دیا۔ مکہ سے برآمد ہونے کے وقت اس لشکر میں تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ یہ لشکر مکہ سے چل کر مرالظہران پہنچ کر اُتر پڑا۔ اسی جگہ بنی اسلم، بنی اشجع، بنی مرہ، بنی کنانہ، بنی فزارہ اور بنی غطفان کے لشکر آ پہنچے، یہ ساری فوج 10 ہزار ہو گئی۔ مرالظہران سے روانہ ہو کر سب مدینہ کو چل دیئے (چونکہ مختلف جماعتیں اور گروہ اس لشکر میں شامل تھے) اسی لیے اس جگہ کا نام غزوۂ احزاب ہو گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے جمع ہونے اور معاہدہ کر کے چلنے کی خبر سنی تو مدینہ کے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خندق کھدوائی، خندق کھدوانے کا مشورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلمان فارسی نے دیا تھا۔

حضرت سلمان اس زمانہ میں آزاد تھے (غلام نہیں تھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہ کر شریک معرکہ ہونے کا آپ کے لیے پہلا موقع تھا۔ حضرت سلمان نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ! ہم جب فارس میں تھے اور دشمن ہمارا محاصرہ کر لیتا تھا تو ہم اپنے گرداگرد خندق کھود لیا کرتے تھے (دشمن کی پیش قدمی روکنے کی یہ تدبیر تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو مان لیا اور خندق کو مضبوط کر دیا کہ عبداللہ بن عمرو بن عوف کے والد نے بیان کیا کہ جنگ احزاب کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لائنیں ڈالی تھیں اور ہر دس آدمیوں کے لیے چالیس گز (شرعی یعنی چالیس ہاتھ) زمین (کھودنے کے لیے) کاٹ دی تھی۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلمان قوی آدمی تھے، مہاجرین و انصار کے درمیان حضرت سلمان کے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا۔ مہاجرین نے کہا: سلمان ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا: سلمان ہمارے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان ہم میں سے یعنی ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ عمرو بن عوف نے فرمایا: میں اور سلمان اور حذیفہ اور نعمان بن مقرن مزنی اور چھ انصاری چالیس گز زمین کھودنے میں شریک تھے۔

سخت چٹان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب سے ریزہ ریزہ ہو جانا

چنانچہ ہم نے کھودنا شروع کر دیا۔ اچانک بحکم خدا خندق کے اندر ایک سخت ترین چٹان آ گئی جس کو توڑنا ہمارے لیے سخت دُشوار ہو گیا۔ ایسی سخت چٹان تھی کہ اس نے ہمارے لوہے کے اوزاروں کو توڑ دیا۔ میں نے کہا: سلمان! ذرا اوپر چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چٹان کی کیفیت بتاؤ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مناسب سمجھیں گے تو ہم اس پتھر کی طرف سے کھدائی کا رُخ موڑ دیں گے۔ موڑنے کا مقام قریب ہی ہے یا جو بھی حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈالے ہوئے خط سے ہٹنا ہم نہیں چاہتے۔ سلمان اوپر چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، آپ اس وقت ترکی خیمہ کے نیچے فروکش تھے۔ سلمان نے کہا: یا رسول اللہ! خندق کے اندر ایک سخت سفید چٹان نکل آئی جس نے ہمارے آہنی اوزار کو توڑ ڈالا۔ ہمارے لیے سخت دُشواری ہو گئی۔ کچھ بھی تو اس پر اثر نہیں ہوا، نہ زیادہ نہ کم۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈالے ہوئے خط سے ہٹنا پسند نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور جا کر خندق کے اندر اُتر گئے، سلمان بھی ساتھ تھے اور خندق کے اندر نو آدمی اور تھے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کے ہاتھ سے کدال لے کر چٹان پر ایک سخت ضرب لگائی، فوراً پتھر میں شگاف ہو گیا اور پتھر سے ایک ایسی چمک نکلی جس سے مدینہ کے دونوں کنارے روشن ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی تاریک ترین کوٹھڑی میں چراغ روشن کر دیا گیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر فتح کہی، مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

اس کے بعد آپ نے دوسری ضرب لگائی، پتھر ٹوٹ گیا اور ایک بجلی چمکی جس سے مدینہ کے دونوں کنارے چمک اُٹھے۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی تاریک کوٹھڑی میں چراغ روشن کر دیا گیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر فتح کہی اور

مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پتھر پر ایک ضرب لگائی، پھر سلمان کا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑھ آئے۔ سلمان نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے (آج) ایک بات دیکھی جو کبھی نہیں دیکھی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا: تم نے دیکھا سلمان کیا کہہ رہے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں (صحیح کہہ رہے ہیں) فرمایا: میں نے پہلی ضرب جو ماری تھی اور تم نے اس سے بجلی پیدا ہوتی دیکھی تھی، اس کی روشنی میں حیرہ (یعنی شاہان عراق جن کا تخت گاہ حیرہ تھی) کے محلات اور (کسریٰ کی تخت گاہ) مدائن میرے سامنے آ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کتوں کے نوکیلے دانت ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری اُمت وہاں (یعنی حیرہ اور مدائن) تک غالب آئے گی۔ پھر میں نے دوسری ضرب لگائی جس سے بجلی کوندتی تم نے دیکھی، اس کی چمک میں میں نے روی سرخوں کے محلات دیکھ لیے جیسے کتوں کے نوکیلے دانت اور جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری اُمت ان محلات پر قابض ہو جائے گی۔ تم کو اس کی خوشخبری ہو۔ یہ کلام سن کر مسلمانوں کے چہرے کھل گئے اور سب نے کہا ہر ستائش اسی اللہ کے لیے ہے جس کا وعدہ سچا ہے۔ اس نے محصور ہونے کے بعد ہم سے فتح کا وعدہ فرمایا۔

منافق کہنے لگے کیا تمہارے لیے یہ بات اچنبھے کی نہیں ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو آرزومند کر رہے ہیں، تم سے جھوٹے وعدے کر رہے ہیں اور تم کو خبر دے رہے ہیں کہ یثرب سے حیرہ کے محلات اور کسریٰ کا مدائن ان کو دکھائی دے رہے ہیں اور ان سب پر تمہارا قبضہ ہوگا۔ تمہارے اندر اتنی طاقت تو ہے نہیں کہ میدان میں نکلو، ڈر کے مارے خندق کھود رہے ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس پر آیت "واذ یقول المنفقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ الا غرورًا" نازل ہوئی اور اسی واقعہ کے سلسلہ میں اللہ نے فرمایا: "قل اللّٰھم مالک الملک الخ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ صبح سردی تھی، مہاجرین اور انصار خود خندق کھود رہے تھے۔ غلام، خادم ان کے پاس یہ کام کرنے کے لیے نہیں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بھوک اور تھکن کو ملاحظہ کیا تو فرمایا:

ان العیش عیش الأخرة فاغفر الانصار والمھاجرة

(درحقیقت زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، اے اللہ! انصار اور مہاجرین کو بخش دے)۔

صحابہ نے اس شعر کے جواب میں کہا:

نحن الذین بایعوا محمّدًا علی الجھاد ما بقینا ابدًا

(ہم تو وہی ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہمیشہ کے لیے جب تک زندہ ہیں جہاد کرنے کی بیعت کی ہے)

حضرت براء بن عازب نے فرمایا: جنگ احزاب کا زمانہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھدوائی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود خندق کی مٹی نکال رہے ہیں اور غبار کی وجہ سے شکم مبارک کی جلد گرد آلود ہو کر

چھپ گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر بہت بال تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی ڈھونے میں ابن رواحہ کے یہ شعر بطور رجز کے پڑھ رہے تھے اور شعر کے قافیہ پر آواز کو کھینچتے تھے (یعنی کھینچ کر ادا کرتے تھے):

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدّقنا ولا صلّینا

(اے اللہ! اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت یاب نہ ہوتے، نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے)۔

فانزلن سکینۃً علینا وثبّت الاقدام ان لاقینا

(ہم پر طمانیت خاطر نازل فرما اور مقابلہ کے وقت ہمارے قدم جمائے رکھے)۔

ان الاوُلٰی قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃً اَبینا

(انہی لوگوں نے ہم پر زیادتی کی ہے جب انہوں نے فساد برپا کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا)۔

اب ہم پھر ابن اسحاق کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق (کی تکمیل) سے فارغ ہو چکے تھے کہ قریش اپنے احابیش اور دوسرے اہل تہامہ کو ساتھ لے کر دس ہزار کی تعداد میں آ کر مجتمع الاسیال میں فروکش ہو گئے اور بنی غطفان اپنے نجدی ساتھیوں کے ساتھ کوہ اُحد کے ایک جانب نقمی کے پیچھے حصہ میں اُترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ برآمد ہوئے اور کوہ سلع کو اپنی پشت پر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لشکر گاہ بنائی، خندق آپ کے اور دشمنوں کے درمیان حائل تھی۔ مسلمانوں نے حسب الحکم بچوں اور عورتوں کو پہاڑ کے اوپر پہنچا دیا۔

دشمن خدا حیی بن اخطب نضیری اپنے مقام سے اُٹھا اور کعب بن اسد قرظی کی طرف چل دیا۔ کعب نے بنی قریظہ کی طرف سے اپنی قوم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (امن کا) معاہدہ کر لیا تھا اور مصالحت کر لی تھی۔ اس لیے حیی کے لیے اس نے اپنی گڑھی کا دروازہ نہیں کھولا، کھولنے سے صاف انکار کر دیا۔ حیی نے ہر چند دروازہ کھلوانے کی استدعا کی لیکن کعب ہرگز نہ مانا اور کہنے لگا: حیی! یہ بڑی بدبختی ہے۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معاہدہ کر چکا ہوں اور اپنا معاہدہ ہرگز نہیں توڑوں گا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے میں نے ہمیشہ عہد کی پابندی اور سچائی ہی پائی ہے، اس لیے میں بھی نقض عہد کرنے والا نہیں۔ حیی نے کہا: دروازہ تو کھولو، میں تم سے بات کروں گا۔ کعب نے کہا: میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ حیی نے کہا: کعب! تم مجھے باہر چھوڑ کر دروازہ بند کیے بیٹھے ہو، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم کو اندیشہ ہے کہ اگر میں اندر آ جاؤں گا تو تمہارے ساتھ حصہ بانٹ کر لوں گا۔ کعب کو یہ بات سن کر غصہ آ گیا اور (جوش میں آ کر) دروازہ کھول دیا۔ حیی اندر آ گیا اور کہا: کعب! میں زمانہ بھر کی عزت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں، لہریں مارتا ہوا ایک سمندر چڑھا لایا ہوں۔ میں نے قریش کو ان کے کمانڈروں اور سرداروں کے ساتھ لا کر دومۃ الجندل کے مقام مجتمع الاسیال میں اُتار دیا ہے اور بنی غطفان کو ان کے سرداروں اور سپہ سالاروں کے ساتھ لا کر کوہ اُحد کے ایک پہلو پر نقمی کے پچھلے حصہ میں شام کو پڑاؤ ڈلوا دیا ہے۔ ان سب نے مجھ سے معاہدہ اور پختہ وعدہ کر لیا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر نہ پھینک دیں گے یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔ کعب بن

اسد نے کہا: خدا کی قسم! تم ابدی ذلت لے کر آئے۔ یہ ایک ایسا بادل ہے جس کا پانی برس چکا ہے، اب اس میں سوائے گرج اور چمک کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سلسلہ میں مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے سوائے سچ اور پابندی عہد کے کبھی غداری نہیں دیکھی۔ حیی بن اخطب کعب کو برابر اُتار چڑھاؤ اور فریب دیتا رہا یہاں تک کہ حیی نے کعب کے سامنے اللہ کی پختہ قسم کھائی کہ اگر قریش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کامیابی حاصل کیے بغیر واپس چلے گئے تو تمہاری اس گڑھی کے اندر میں بھی آ بسوں گا تا کہ جو دُکھ تم کو پہنچے اس میں تمہارا شریک رہوں۔

قبیلہ بنی قریظہ کا معاہدہ توڑ دینا

آخر کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور پابندی عہد جو اس پر لازم تھی، اس سے الگ ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جب یہ اطلاع ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ اشہلی سردار اوس اور سعد بن عبادہ ساعدی سردار خزرج اور عبداللہ بن رواحہ خزرجی اور خوات بن جبیر عمری کو تحقیق واقعہ کے لیے بھیجا اور فرمایا: تم لوگ جا کر دیکھو کہ ان لوگوں کے متعلق جو اطلاع مجھے ملی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ اگر خبر صحیح ہو تو آ کر ایسے الفاظ میں مجھے اطلاع دینا کہ میں سمجھ جاؤ (ایسا نہ کرنا کہ عام لوگوں کے سامنے اعلان کر دو جس سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جائے اور) لوگوں کے بازو نہ توڑ دینا اور اگر وہ ہم سے کیے ہوئے سابق معاہدہ پر قائم ہوں تو پھر علی الاعلان لوگوں کے سامنے اس کو بیان کر سکتے ہو۔

مذکورہ بالا حضرات حسب الحکم گئے، یہودیوں کے پاس پہنچے اور جو خبر ان کے متعلق ملی تھی اس سے زیادہ بگڑی ہوئی حالت پر ان کو پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ بالکل ہی برگشتہ ہو گئے تھے اور صاف کہہ دیا تھا کہ اب ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی معاہدہ نہیں۔ حضرت سعد بن عبادہ کے مزاج میں تیزی تھی، آپ نے یہودیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن معاذ نے کہا: سعد بن عبادہ! ان سے گالی گلوچ چھوڑ دو، ہمارا ان کا معاملہ اب اس سے بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اس کے بعد دونوں سعد اور ان کے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا: لا علاج مرض ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ غداری بہت سخت ہے، اللہ اکبر۔ اے گروہ اہل اسلام! تم کو بشارت ہو۔ غرض (صحابہ کے لیے) سخت مصیبت آ پڑی اور سخت خوف کا وقت آ گیا۔ دشمنوں نے اوپر (گڑھی کی طرف) سے اور نیچے (خندق کے پار کفار) کی طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں بھی برے برے خیالات آنے لگے۔ بعض منافقوں کی طرف سے تو اس کا ظہور بھی ہو گیا۔ یہاں تک کہ معتب بن قشیر عمری نے یہ الفاظ کہہ دیئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے تو وعدہ کر رہے ہیں کہ تم کسریٰ اور قیصر کے خزانے کھاؤ گے لیکن ہماری یہ حالت ہو گئی ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص رفع ضرورت کے لیے جنگل کو بھی نہیں جا سکتا۔ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے (**نعوذ باللہ**) وہ محض فریب ہے۔

اوس بن قیظی (منافق) نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے گھروں میں کوئی نگران نہیں اور گھر شہر کے باہر ہیں، آپ ہم کو اجازت دے

دیجئے کہ واپس گھروں کو چلے جائیں (اس شخص نے یہ بات غلط کہی تھی) ان لوگوں کے گھروں کی نگہبان انہیں کے قبیلہ کے مردوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت زبیر جب بنی قریظہ کی طرف سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اطلاع دی کہ وہ لوگ قلعوں کو درست کر رہے ہیں، راستے اور سرحدیں بند کر رہے ہیں، چوپایوں کو گڑھیوں کے اندر جمع کر رہے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری (مخلص دوست) زبیر ہے۔

کچھ اوپر بیس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فرودگاہ میں اور مشرک اپنے پڑاؤ پر قائم رہے، کوئی لڑائی نہیں ہوئی سوائے تیر یا پتھر پھینکنے کے، کسی طرف سے کچھ نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تکلیف زیادہ ہوئی تو آپ نے بنی غطفان کے دو سرداروں یعنی عیینہ بن حصین اور ابوالحارث بن عمرو کو (پیام صلح دے کر) بلوایا اور ان سے فرمایا: تم اپنے (غطفانی) ساتھیوں کو لے کر اس شرط پر واپس چلے جاؤ کہ تم کو مدینہ کے نخلستان کی کل پیداوار (یعنی کھجوروں) کا ایک تہائی حصہ دے دیا جائے گا۔ وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے۔ تحریر لکھ دی گئی لیکن ابھی دستخط ہونا باقی تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے اس کا تذکرہ کیا اور مشورہ طلب کیا۔ دونوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! کیا ایسا کرنے کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے (اگر ایسا ہے) تو اس کی تعمیل ہم پر واجب ہے، یا آپ نے خود یہ تدبیر مناسب سمجھی ہے اور آپ اس کو پسند کرتے ہیں (تب بھی ہمارے لیے مجبوری ہے) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے فائدے کے لیے ایسا کرنا چاہا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور کوئی وجہ نہیں، صرف تمہارے فائدے کے لیے میں نے ایسا ارادہ کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سارے عرب تمہارے خلاف ہو گئے اور ایک کمان سے سب تیر پھینکنا چاہتے ہیں اور ہر طرف سے وہ تم پر بھڑک اُٹھے ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ کیا تمہارے خلاف ان کی اجتماعی طاقت کو توڑ دوں۔ حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک وقت تھا کہ ہم اور یہ لوگ سب بت پرست اور مشرک تھے، نہ ہم اللہ کو جانتے تھے نہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ان لوگوں میں یہ طاقت نہ تھی کہ ہمارا ایک چھوہارا بھی بغیر خریدے یا بدون مہمانی کے کھا سکیں۔ اب جبکہ اللہ نے ہم کو اسلام کی وجہ سے عزت عطا فرما دی اور آپ کی ذات مبارک کے سبب ہماری عزت افزائی کر دی تو کیا ہم ان کو اپنا مال (مفت) دے دیں؟ ہمیں ایسے معاہدے کی ضرورت نہیں۔ بخدا! ہم ان کو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں دیں گے یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان (آخری) فیصلہ فرما دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تقریر سن کر فرمایا: تم کو اختیار ہے (ایسا ہی کرو) حضرت سعد نے کاغذ لے کر تحریر مٹا دی اور کہا: اب یہ ہمارے خلاف جو کوشش کر سکتے ہیں، کریں۔

دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیے پڑے رہے، کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ صرف قریش کے چند شہسوار جن میں عمرو بن عبدود عامری، عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ہبیرہ بن وہب مخزومی، نوفل بن عبداللہ، ضرار بن خطاب اور مرداس بن لوی محاربی شامل تھے، گھوڑوں پر سوار ہو کر بنی کنانہ کی طرف سے گزرے اور ان سے کہا: لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ، آج تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون شہسوار ہے۔ پھر خندق کی طرف رُخ موڑا اور خندق کو دیکھ کر بولے: خدا کی قسم! یہ تدبیر ایسی ہے جس کو عرب (پہلے) نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد خندق میں ایک تنگ جگہ تلاش کر کے اس میں گھوڑوں کو داخل کر دیا۔ گھوڑے ان کو لے کر خندق اور کوہ سلع کے

درمیانی گڑھے میں گردش کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو یہ بات دیکھی تو کچھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر اس سرحدی مقام پر جا پہنچے جہاں سے دشمن نے اپنے سواروں کو داخل کیا تھا۔ وہ سوار بھی تیزی کے ساتھ ان کے سامنے آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقام کو بند کر دیا۔ عمرو بن عبدود بدر کی لڑائی میں شریک اور زخمی ہو گیا تھا، اس لیے جنگ اُحد میں شریک نہ تھا۔ جب خندق کا واقعہ ہوا تو اپنی اہمیت جتلانے کے لیے وہ بھی ساتھیوں کو ٹریننگ دینے کی غرض سے ساتھ آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر جب وہ خود دوسرے سواروں کے ساتھ مل کر آ کھڑا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

عمرو! تو نے اللہ کو گواہ کر کے کہا تھا کہ جب کوئی قریشی تیرے سامنے کوئی سی دو باتیں (ایک مثبت، دوسری منفی) رکھے گا تو دونوں میں سے ایک بات کو تو اختیار کر لے گا۔ عمرو نے کہا: بیشک یہی بات ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو میں تجھے اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو کہنے لگا: اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر میں تجھے میدان میں اُترنے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو بولا: بھتیجے! ایسا کیوں کرتے ہو؟ خدا کی قسم! میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! میں تو تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی عمرو گرما گیا اور گھوڑے سے اُتر کر اس کی ٹانگوں کو زخمی کر دیا یا اس کے منہ پر ایک ضرب رسید کی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف چل پڑا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی پکڑ کی اور کشتی لڑنے لگے۔ آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ دوسرے سوار شکست کھا کر خندق میں گھس کر بھاگ گئے۔ اس روز عمرو کے دو سپاہی بھی مارے گئے منبہ بن عثمان بن عبدالسباق بن عبدالدار کے ایک تیر لگ گیا تھا جس سے مکہ میں پہنچ کر اس کا انتقال ہو گیا اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی خندق کے اندر گھس کر جب درمیان میں پہنچا تو مسلمانوں نے اس پر سنگ باری کی۔ کہنے لگا: اے گروہ عرب! (لڑائی کا یہ کیا طریقہ ہے؟) جنگ کا طریقہ اس سے بہتر ہونا چاہیے (یعنی دو بدو لڑائی ہونی چاہیے) فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اُتر پڑے اور عبداللہ کو قتل کر دیا اور مسلمان غالب آ گئے۔ کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مقتول کی لاش ہم کو بقیمت واپس دے دیجئے۔ فرمایا: ہم کو نہ اس کی لاش درکار ہے نہ قیمت کی ضرورت، لاش کو لے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے لاش لے جانے کی اجازت دے دی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ خندق کی لڑائی کے دن ہم بنی حارثہ کی گڑھی میں تھے، مدینہ کے قلعوں میں یہ سب سے محفوظ قلعہ تھا۔ سعد بن معاذ بھی ہمارے ساتھ گڑھی کے اندر تھے، یہ واقعہ پردہ کا حکم نافذ ہونے سے پہلے کا ہے۔ سعد بن معاذ ایک چھوٹی زرہ پہنے ہوئے قلعہ سے باہر نکلے، بازو کھلی ہوئی تھی، ہاتھ میں چھوٹا برچھا تھا اور یہ شعر پڑھ رہے تھے، کاش! لڑائی کو میرا اونٹ پا لیتا، جب موت کا مقررہ وقت آ جائے تو مرنے میں کوئی باک نہیں۔

سعد کی ماں نے کہا: بیٹے! بہت جلد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تک جا پہنچ۔ بخدا! تو نے بہت دیر کر دی (تو پیچھے رہ گیا) میں نے کہا: سعد کی اماں! سعد جو زرہ پہنے ہیں میں چاہتی ہوں کہ اس سے بڑی زرہ ان کے بدن پر ہو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ان کے (برہنہ حصہ پر) کوئی تیر نہ آ لگے۔ سعد کی ماں نے کہا: اللہ کا جو حکم ہو گا وہ پورا ہو کر رہے گا۔ (آخر) سعد کے ایک تیر لگ

گیا جس سے اکحل رگ کٹ گئی۔ یہ تیر حیان بن قیس غرفہ عامری نے مارا تھا۔ سعد نے (ابن غرفہ کو بددعا دی کہ) اللہ تجھے دوزخ میں دردرسیدہ کرے، پھر کہا، اے اللہ! اگر تو نے قریش سے لڑائی آئندہ باقی رکھی ہو تو مجھے اس میں شریک ہونے کے لیے باقی رکھ کیونکہ کسی قوم سے لڑنے کی مجھے اتنی خواہش نہیں جتنی اس قوم سے لڑنے کی ہے جس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا اور جھٹلایا اور (وطن سے نکالا، اور اگر تو نے ہماری اور قریش کی لڑائی ختم کردی ہو تو اسی (زخم) کو میرے لیے سبب شہادت بنادے) لیکن جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ (کی تباہی) کو دیکھ کر ٹھنڈی نہیں ہوجاتیں مجھے موت سے محفوظ رکھ۔ دور جاہلیت میں حضرت سعد بن معاذ اور بنی قریظہ باہم حلیف اور معاہد تھے۔

مجاہد اور محمد بن اسحاق نے بحوالہ یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، عباد کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے فرمایا: ہم حسان بن ثابت کی گڑھی میں تھیں، حسان بھی عورتوں اور بچوں کے ساتھ موجود تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک یہودی گڑھی کے آس پاس چکر لگا رہا ہے، اس وقت بنی قریظہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ تھی (معاہدہ ٹوٹ چکا تھا) بنی قریظہ کے اور ہمارے درمیان کوئی محافظ موجود نہ تھا کہ یہودیوں کی ہماری طرف سے مدافعت کرسکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کافروں کے مقابلہ میں مشغول جنگ تھے، دشمن کی طرف سے منہ موڑ کر ہماری طرف متوجہ نہیں ہوسکتے تھے۔ ایسی حالت میں وہ یہودی (گھومتا اور ٹوہ لیتا) نظر آیا تھا۔ میں نے حسان سے کہا: حسان! تم دیکھ رہے ہو کہ یہ یہودی گڑھی کے آس پاس چکر لگا رہا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ شخص کسی غیر محفوظ جگہ سے یہودیوں کو اندر لے آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مشغول مقابل ہیں (یہاں پہنچ کر ہماری مدد نہیں کرسکتے) تم گڑھی سے اُتر کر جاؤ اور اس کو قتل کردو۔

حسان نے کہا: اے بنت عبدالمطلب! اللہ آپ کی مغفرت کرے، آپ تو واقف ہی ہیں کہ بخدا میں ایسا کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ جب میں نے حسان کا یہ جواب سن لیا اور سمجھ گئی کہ حسان کے اندر یہودی کو قتل کرنے کی بالکل جرأت نہیں ہے تو میں نے خود تہبند کسی اور خیمہ کی ایک ٹیکی لے کر گڑھی سے نکلی اور اس کی گردن پر ایسی ماری کہ وہ مر گیا۔ قتل کرکے گڑھی میں لوٹی تو میں نے حسان سے کہا: اب تم جا کر اس کے کپڑے اور ہتھیار اُتار لو، یہ اجنبی مرد ہے اس لیے میں خود ایسا نہیں کرسکتی۔ حسان نے کہا: بنت عبدالمطلب! مجھے اس کے سامان کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعود بن عامر بن غطفان نے (پوشیدہ طور پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں مسلمان ہوگیا ہوں، لیکن میری قوم والوں کو میرا مسلمان ہوجانا معلوم نہیں ہے، اب آپ ہم کو جو چاہیں حکم دیں (ہم اس کی تعمیل کریں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہماری جماعت میں تنہا ہو، اگر کرسکتے ہو تو (ان جماعتوں میں پھوٹ ڈال دو اور) ایسا کردو کہ ہماری طرف سے ان کا رُخ مڑ جائے اور ایک جماعت دوسری کی مدد نہ کرے کیوں کہ لڑائی خفیہ تدبیر (کا نام) ہے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ نعیم نے عرض کیا تھا، یارسول اللہ! مجھے یہ اجازت دے دیجئے کہ میں (ان سے) جو کچھ چاہوں،

کہوں (خواہ بات جھوٹی ہو)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اجازت پا کر نعیم بنی قریظہ کے پاس پہنچے (اسلام سے پہلے نعیم بن قریظہ کے ہم نشین تھے) اور کہا: اے بنی قریظہ! تم واقف ہو کہ میں تمہارا خالص دوست ہوں۔ بنی قریظہ نے کہا: تم نے سچ کہا، ہماری نظر میں تم مشکوک نہیں ہو۔ نعیم نے کہا: تو (سنو!) قریش اور غطفان لڑائی کے لیے آئے ہیں اور تم ان کے مددگار ہو لیکن ان کی حالت تمہاری حالت کی طرح نہیں ہے۔ یہ شہر تمہارا ہے، اس میں تمہارا مال ہے، اہل وعیال ہیں، تم اس کو چھوڑ کر دوسرے شہر کو نہیں جا سکتے، رہے قریش وغطفان (وہ یہاں کے باشندے نہیں ہیں) ان کے مال اور اہل وعیال یہاں سے دور ہیں۔ اگر کامیابی کا موقع اور مال غنیمت ان کے ہاتھ آ گیا تو بہتر ورنہ اپنے شہروں کو چلے جائیں گے اور تم کو اس شخص کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ دیں گے اور یہ شخص تمہارے شہر میں رہتا ہے، تنہا اس کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں (مناسب یہ ہے کہ) تم اعتماد حاصل کرنے کے لیے ان لوگوں کے کچھ سرداروں کو اپنی تحویل میں بطور رہن رکھ لو تاکہ وہ تم کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو ان کے ساتھ مل کر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑو اور کھل کر ان کا مقابلہ کرو (اگر وہ ایسا نہ کریں تو سمجھ لو کہ ان کی نیت بری ہے)۔

بنی قریظہ نے کہا: تم نے صحیح مشورہ دیا۔ پھر نعیم کے یہاں سے نکل کر قریش کے پاس پہنچے اور ابوسفیان وسرداران قریش سے کہا: تم لوگ جانتے ہو کہ میں تمہارا دوست ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق جو رائے رکھتا ہوں، اس سے بھی تم واقف ہو۔ مجھے ایک اطلاع ملی ہے اور میں بطور خیر خواہی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ وہ خبر تم تک پہنچا دوں لیکن اس کو پوشیدہ رکھنا۔ قریش نے کہا: ہم ایسا ہی کریں گے۔ نعیم نے کہا: تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ گروہ یہود اب اپنے کیے پر پشیمان ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس انہوں نے پیام بھیجا ہے کہ ہم نے جو کچھ کیا، ہم اس پر نادم ہیں (اس کی تلافی میں) اگر ہم قریش وغطفان کے کچھ سرداروں کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیں تاکہ تم ان کی گردنیں اُڑا دو تو کیا تم ہم سے راضی ہو جاؤ گے؟ پھر ہم اور تم مل کر باقی لوگوں کا مقابلہ کریں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں کہلا بھیجا کہ بہتر ہے (ہم اس شرط پر تم سے مصالحت کے لیے تیار ہیں) لہٰذا یہودی اگر تمہارے پاس پیام بھیجیں اور تمہارے سرداروں کو اپنے پاس بطور رہن رکھنا چاہیں تو تم اپنا ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔ اس کے بعد نعیم غطفان کے پاس پہنچے اور کہا اے گروہ غطفان! تم میرا کنبہ قبیلہ ہو اور میرے پیارے ہو، میرا خیال ہے کہ تم مجھے مشکوک نہیں سمجھتے ہو۔ بنی غطفان نے جواب دیا: تم نے سچ کہا (واقعی تم ہمارے دوست ہو) نعیم نے کہا: تو بات چھپی رکھنا (ظاہر نہ ہونے پائے) بنی غطفان نے کہا: ایسا ہی کریں گے۔ اس کے بعد نعیم نے جو بات قریش سے کہی تھی وہی بنی غطفان سے بھی کہہ دی اور جس بات کا ان کو اندیشہ دلایا تھا، اسی بات کا خوف بنی غطفان کو بھی دلایا۔

شنبہ کی رات ماہ شوال ۵ ہجری کو اللہ نے اپنے رسول کی کارسازی اس طرح کی کہ ابوسفیان نے ورقہ بن غطفان اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ قبیلہ غطفان وقریش کے چند آدمیوں کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا، ان لوگوں نے جا کر بنی قریظہ سے کہا کہ ہم یہاں قیام کرنے کو تو آئے نہیں، ہمارے اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہوئے جا رہے ہیں۔ آپ لوگ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں تاکہ ہم کھل کر باہر نکل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کریں اور اس جھگڑے سے فارغ ہو جائیں جو ہمارا محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے۔ یہودیوں نے پیام بھیجا: آج سنیچر کا دن ہے، سنیچر کے دن ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ ہم میں سے بعض لوگوں نے سنیچر کے دن کچھ بدعت کی تھی، اس کی جو سزا ان کو ملی وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر ایک بات یہ ہے کہ جب تم ہمارے پاس اپنے کچھ آدمی بطور رہن نہ چھوڑ دو گے، ہم تمہارے ساتھ مل کر لڑنے والے نہیں ہیں، اگر ایسا کر دو گے تو ہم کھل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑیں گے۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ اگر لڑائی سے تم کو کچھ نقصان پہنچا اور جنگ کی شدت ہوئی تو تم ہم کو چھوڑ کر اپنے شہروں کو لوٹ جاؤ گے اور یہ لوگ ہمارے اسی شہر کے باشندے ہیں، ہم تنہا ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

قاصد جب بنی قریظہ کا یہ جواب لے کر لوٹے تو قریش وغطفان نے کہا: تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ نعیم بن مسعود نے جو کچھ کہا وہ بالکل صحیح ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے بنی قریظہ کو کہلا بھیجا کہ اپنا ایک آدمی بھی ہم تمہارے قبضہ میں نہیں دیں گے۔ اگر (بلا شرط) تم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے) لڑنا چاہتے ہو تو نکلو اور جنگ کرو۔ قاصد یہ پیام لے کر بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: نعیم بن مسعود نے جو بات کہی تھی وہ بالکل سچ تھی۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر (فتح کا) ان کو موقع مل جائے تو اس کو غنیمت سمجھیں ورنہ سٹ کر اپنے شہروں کو چلے جائیں اور تم کو تمہارے گھروں میں اس شخص کے مقابل تنہا چھوڑ جائیں۔ اس کے جواب میں بنی قریظہ نے قریش اور غطفان کو وہی پیام بھیجا کہ یا تو اطمینان کے لیے تم اپنے کچھ سرداروں کو ہمارے پاس بطور گروی چھوڑ دو لیکن قریش نے نہ مانا۔ اس طرح اللہ نے ایک کو دوسرے کی مدد سے محروم کر دیا۔ شدید سردی کی رات تھی اور بہت ہی سخت ٹھنڈک تھی، اللہ نے ایک طوفانی ہوا بھیج دی جس سے کافروں کی (چڑھائی ہوئی) ہانڈیاں اُلٹ گئیں اور ہوا نے برتنوں کو پھینک دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی پھوٹ کی اطلاع ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو یہ بات معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ رات کو کیا واقعہ ہوا۔ محمد بن اسحاق نے بوساطت زید بن زیاد، محمد بن کعب قرظی کا بیان نقل کیا ہے اور بعض اہل روایت نے ابراہیم تیمی کے والد کا قول بھی بیان کیا ہے۔ دونوں کی روایت ہے کہ ایک کوفی جوان نے حضرت حذیفہ بن یمان سے دریافت کیا: ابوعبداللہ! کیا آپ (حضرات) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے تھے؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا: ہاں بھتیجے (ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تھے) جوان نے کہا: پھر تمہارا سلوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا: ہم تیاری کرتے تھے۔ جوان بولا: اگر ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لیتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر پیدل نہ چلنے دیتے، اپنی گردنوں پر اُٹھائے رہتے اور آپ کی (ہر وقت) خدمت کرتے۔

حضرت حذیفہ نے فرمایا: بھتیجے (تم کو کیا معلوم کہ وہ زمانہ کتنا مصائب کا تھا) خدا کی قسم! وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ احزاب کی ایک رات کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (اور انتہائی سخت سردی تھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایسا ہے کہ اُٹھ کر جائے اور ہم کو ان لوگوں کی خبر لا کر دے جو کوئی ایسا کرے گا، اللہ اس کو جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا۔ یہ بات سن کر (بھی) ہم میں سے کوئی نہیں اُٹھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر تک نماز پڑھی اور نماز کے بعد ہماری طرف رُخ موڑ کر وہی پہلی بات فرمائی۔ لیکن سب خاموش رہے، ہم میں سے کوئی بھی نہیں اُٹھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر دیر تک نماز پڑھتے

رہے اور نماز کے بعد فرمایا: جو شخص اُٹھ کر جائے گا اور دیکھ کر ہم کو آ کر بتائے گا کہ ان لوگوں نے کیا کیا تو وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ یہ سننے کے بعد بھی سخت سردی، سخت بھوک اور شدت خوف کی وجہ سے کوئی شخص بھی نہیں اُٹھا۔ جب کوئی نہیں اُٹھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا اور پکار کہا: اے حذیفہ! اب میرے لیے اُٹھے بغیر چارہ نہ رہا، میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! پھر اُٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اس وقت (سردی کی وجہ سے) میرے دونوں پہلو کپکپا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا، پھر فرمایا: ان لوگوں کے پاس پہنچ کر ان کی خبر لاؤ لیکن میرے پاس پہنچنے تک کچھ (چھیڑ چھاڑ) نہ کر بیٹھنا۔ اس کے بعد فرمایا: اے اللہ! آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے اس کو اپنی حفاظت میں رکھ۔

میں نے اپنے تیر لیے، ہتھیار باندھے اور پیدل ان کی طرف روانہ ہوگیا۔ نکلا ہی ہوں تو ایسا معلوم ہوا کہ حمام میں چل رہا ہوں (ساری سردی غائب ہوگئی) چلتے چلتے ان لوگوں کے اندر داخل ہوگیا۔ اللہ کے حکم سے ان لوگوں پر ایک ہوا کا طوفان اور (غیبی) لشکر آ گیا اور اللہ کے اس لشکر نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ ان کی ایک ہانڈی کو (چولہے پر) اور آگ کو (چولہے میں) اور ڈیرے، چھولداری کو (زمین پر) قائم نہ رہنے دیا۔ اس وقت ابوسفیان آگ کے پاس بیٹھا تاپ رہا تھا۔ میں نے تیر نکالا، کمان کے چلہ پر چڑھایا اور چھوڑنا چاہتا ہی تھا کیونکہ اگر اس وقت میں تیر چھوڑ دیتا تو ٹھیک ابوسفیان کے لگ جاتا۔ لیکن مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی حرکت نہ کر بیٹھنا، جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جائے، اس لیے میں نے تیر واپس نکال کر رکھ دیا۔ ابوسفیان نے جو یہ تباہی دیکھی تو کہا: اے گروہ قریش! تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑ لے اور دیکھ لے کہ وہ کون ہے (تاکہ کوئی جاسوس ہمارے لشکر میں نہ گھس آئے، شناخت ہو جائے) یہ سن کر میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: سبحان اللہ! کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ وہ قبیلہ ہوازن کا آدمی تھا۔

ابوسفیان نے کہا: اے گروہ قریش! تمہارے قیام کی یہ جگہ نہیں ہے (کہ ہمیشہ یہاں رہنا ہو) اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہوگئے، بنی قریظہ نے بھی ہم سے غداری کی اور ان کی طرف سے ہم کو وہ (پیام) ملا جو ہمارے لیے ناگوار تھا۔ ادھر اس طوفان کی وجہ سے جو بپتا ہم پر پڑی وہ تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو، لہٰذا کوچ کر چلو، میں تو روانہ ہو رہا ہوں، اس کے بعد ابوسفیان اُٹھ کھڑا ہوا اور اونٹ کے پاس پہنچا، اونٹ کے پاؤں میں اس وقت دھنگنا بندھا ہوا تھا (اور وہ بیٹھا ہوا تھا) ابوسفیان اس پر سوار ہوگیا اور اس کو مارا۔ اونٹ فوراً تین ٹانگوں پر کھڑا ہوگیا، چوتھی ٹانگ کا دھنگنا کھڑا ہونے کی حالت میں کھولا گیا۔ میں نے سنا ہے کہ جو عمل قریش نے کیا، وہی غطفان نے بھی کیا اور سب اپنے شہروں کو لوٹ پڑے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں حمام میں چل رہا ہوں۔ خدمت گرامی میں پہنچا تو آپ اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو میں نے ان لوگوں کا واقعہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، اتنے کہ رات کی تاریکی میں (سفید چمک دار) کچلیاں نمودار ہوگئیں۔ جب میں اطلاع دے چکا تو وہ سینک (جو اس آمد و رفت اور ٹوہ لگانے کے دوران حمام

کی گرمی جیسی محسوس ہورہی تھی وہ) بھی غائب ہوگئی (اور حسب سابق سردی محسوس ہونے لگی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے قریب اپنے قدموں کے پاس کرلیا اور اپنے کپڑے کا ایک پلہ میرے اوپر ڈال دیا اور میرا سینہ اپنے تلوؤں سے چمٹالیا، اس طرح میں برابر سوتا رہا۔ جب صبح ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سونے والے اب اُٹھ جا!

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ⑩

ترجمہ جبکہ وہ لوگ تم پر آچڑھے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگتے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرر ہے تھے۔

تفسیر ⑩ "**اذ جاء و کم من فوقکم**" یعنی مشرق کی طرف سے وادی کی بالائی جانب سے۔ یہ آنے والے بنی اسد، بنی غطفان اور بنو قریظہ تھے۔ مالک بن عوف نصری اور عیینہ بن حصین فزاری ایک ہزار غطفانیوں کو لے کر مشرق کی طرف سے چڑھ آئے تھے۔ طلیحہ بن خویلد اسدی بھی قبیلہ بنی اسد کو لے کر ان کے ساتھ موجود تھا۔ بنو قریظہ کا لیڈر حیی بن اخطب تھا۔

"**ومن اسفل منکم**" یعنی بطن وادی سے مغرب کی طرف سے، بنی کنانہ اور قریش ان کے ساتھ آئے تھے۔ ابوسفیان ان کا کمانڈر تھا اور ابوالاعور عمرو بن سفیان سلمی خندق کی جانب تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خندق کی طرف آنے پر مجبور کیا، وہ بنی نضیر کا جلاوطن ہونا۔

"**واذ زاغت الابصار**" جب اس کی طرف مائل ہوئے۔ بعض نے کہا کہ وہ ہر چیز کی طرف مائل ہوئے، وہ صبح کے وقت ان کو کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

"**وبلغت القلوب الحناجر**" خوف کی وجہ سے پھیپھڑے حلق کی طرف آنے لگے، کلیجہ کا منہ کو آنا ایک مثل ہے جو شدت خوف کو ظاہر کرتی ہے۔ فراء کا قول ہے کہ جب وہ بزدل ہوئے اور ان پر خوف کا غلبہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے ان کے پھیپھڑے پھولنے لگے اس پھولنے کی وجہ سے دل اوپر کو حلق کی طرف اُٹھنے لگتا ہے۔ کلیجہ کا منہ کو آنا ایک شدت اور خوفنا کی کی وجہ سے ہے۔ "**وتظنون باللّٰہ الظنونا**" ظن کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ منافق گمان کرنے لگے تھے کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی جڑ اُکھڑ جائے گی اور پختہ ایمان والے اللہ کے وعدے کو سچا جانتے تھے اور فتح اور ظفر کا ان کو یقین تھا اور ضعیف الایمان لوگ تذبذب میں مبتلا ہوگئے تھے کہ جانے کیا ہوگا۔ قراء اہل مدینہ اور شام اور ابوبکر نے "**الظنونا**" الف کے اثبات کے ساتھ پڑھا ہے وصلاً بھی پڑھا ہے اور وقفاً بھی پڑھا ہے کیونکہ مصاحف میں الف کے ساتھ ثبت ہے۔ قراء اہل بصرہ اور حمزہ نے بغیر الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے الف کے ساتھ حالت وقف میں پڑھا ہے وصل کی حالت میں نہیں۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ⑪ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَامُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ. اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬

ترجمہ اس موقعہ پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلہ میں ڈالے گئے اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے اور جبکہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے یثرب کے لوگو تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقع نہیں سو لوٹ چلو اور بعض لوگ ان میں نبی سے اجازت مانگتے تھے کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں یہ محض بھاگنا ہی چاہتے ہیں۔

تفسیر ⑪ "**هنالک ابتلى**" اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان لیا گیا اور ان کو سخت جھنجھوڑ دی گئی۔ "**المؤمنون**" امتحان اس لیے لیا گیا تا کہ مخلص مسلمان، ایمان والوں کو چھانٹ لیا جائے اور منافقوں کو اور کمزور ایمان والوں کو الگ کر دیا جائے۔ "**وزلزلوا زلزالاً شدیدًا**" اور ان کو سخت جھنجھوڑ دی گئی۔

⑫ "**واذ یقول المنافقون**" یہ منافق معتب بن قشیر اور عبداللہ بن ابی وغیرہ تھے۔ "**والذین فی قلوبهم مرضٌ**" وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنے اعتقاد کی کمزوری کی وجہ سے "**ما وعدنا الله ورسوله الا غرورًا**" یہ اہل نفاق کا قول ہے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ملک شام اور فارس کے محلات کی فتح کا وعدہ دے رہے ہیں باوجودیکہ ہماری حالت یہ ہے کہ ڈر کے مارے ہم میں سے کوئی بھی اپنے پڑاؤ سے ہٹ نہیں سکتا۔ خدا کی قسم یہ وعدہ محض فریب ہے۔

⑬ "**واذقالت طائفة منهم**" اس سے مراد منافق ہیں۔ اوس بن قبطی اور ان کے دوست ہیں۔ "**یا اهل یثرب**" اس سے مراد مدینہ ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا یثرب ایک قطعہ زمین کا نام ہے جس کے ایک حصہ میں مدینۃ الرسول واقع ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ طابہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنا اس لیے پسند نہیں فرمایا کیونکہ یثرب کا لفظ ثرب، یثربہ سے مشتق ہے ان کا معنی ملامت کرنا، عار دلانا، کسی جرم پر ذلیل کرنا۔ "**لامقام لکم**" کہ تمہارے لیے کوئی مکان نہیں ہے کہ جس میں تم اُترتے ہو اور اس میں قیام کرتے ہو۔ "**فارجعوا**" اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چھوڑ دو یا یہ مطلب ہے کہ اسلام پر تمہارا قیام نہیں ہوسکتا۔ اس لیے شرک کی طرف لوٹ جاؤ۔ بعض نے کہا کہ قتال سے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ۔ "**ویستأذن فریق منهم النبی**" اور وہ بنوحارثہ اور بنوسلمہ ہیں۔ "**یقولون ان بیوتنا عورة**" کہ ہمارے گھر خالی ہیں۔ ان پر دشمن کا حملہ ہوسکتا ہے اور چور بھی آ کر مال لے جاسکتے ہیں۔ ابو رجاء عطاردی نے (عورة) واؤ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہمارے گھروں کی

دیواریں چھوٹی ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے گھروں میں چور آسانی سے داخل ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جھٹلایا اور فرمایا: "وما ھی بعورۃ ان یریدون الا فرارًا" ان کا ارادہ بھاگ جانا ہے۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ⑭ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ⑮ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑯ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ⑰ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑱

(ترجمہ) اور اگر مدینہ میں اس کے اطراف سے ان پر کوئی آ گھسے پھر ان سے فساد کی درخواست کی جاوے تو یہ اس کو منظور کر لیں اور ان گھروں میں بہت ہی کم ٹھہریں حالانکہ یہی لوگ پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوگی آپ فرما دیجئے کہ تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہو سکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہو سکتے یہ بھی فرما دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خدا سے بچا سکے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے یا وہ کون ہے جو خدا کے فضل کو تم سے روک سکے اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے اور خدا کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو مانع ہوتے ہیں اور جو اپنے (نسبی یا وطنی) بھائیوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور لڑائی میں بہت ہی کم آتے ہیں۔

(تفسیر) ⑭ "ولو دخلت علیھم" اور اگر مدینہ میں ان کے اطراف میں سے کوئی ان پر آ گھسے، پھر ان سے فتنہ کی درخواست کی جائے تو وہ ضرور فتنہ کے مرتکب ہو جائیں۔ "من اقطارھا" مدینہ کے جوانب اور آس پاس سے اقطار ھا جمع ہے قطر کی۔ "ثم سئلوا الفتنۃ" فتنہ سے مراد شرک ہے۔ "لاتوھا" تو یہ ضرور کسی فتنہ کے مرتکب ہو جائیں گے۔ قراء اہل حجاز نے اس کی قرأت "لاتوھا" مقصور پڑھی ہے۔ "وما تلبثوا بھا" جب تک ان کو فتنہ سے روک دیا جائے۔ "الا یسیرًا" وہ شرک کی اجابت کی طرف جلدی کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے دل کو اچھی لگتی ہے۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ حسن اور فراء کا قول ہے مدینہ میں صرف تھوڑی مدت ٹھہریں، پھر ان کو جلاوطن کر دیا جائے یا ہلاک کر دیا جائے۔

⑮ "ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل" غزوہ خندق سے پہلے۔ "لا یولون الادبار" دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ یزید بن رومان کا بیان ہے کہ جنگ اُحد کے دن بنی حارثہ نے ارادہ کیا کہ بنی سلمہ کو قتل کر دیں گے لیکن جب ان کے حق میں آیت

کا نزول ہوا تو انہوں نے عہد کیا کہ آئندہ ایسی بات نہیں کریں گے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ غزوہ بدر سے غیر حاضر تھے لیکن جب انہوں نے اہل بدر کی خداداد عزت و برتری دیکھی تو کہنے لگے کہ آئندہ اگر اللہ نے ہم کو کسی لڑائی میں شریک ہونے کی توفیق دی تو ہم ضرور ضرور لڑیں گے، انہی لوگوں کی طرف اللہ نے آیت مذکورہ میں اشارہ کیا ہے۔

لیلۃ العقبہ میں بیعت کرنے والے صحابہ کی تعداد

مقاتل اور کلبی کا بیان ہے کہ وہ ستر افراد تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر لیلۃ العقبہ میں بیعت کی تھی۔ ان ستر آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے لیے اپنے رب کے بارے میں اور اپنے بارے میں کوئی شرط رکھیں جو آپ چاہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب سے تمہارے لیے یہ شرط (عہد) لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہارا عہد میرے لیے یہ ہے کہ جس چیز سے میں تمہیں روکوں اس چیز سے تم اپنے آپ کو بھی روکو اور اپنے گھر والوں کو اور اپنی اولاد کو بھی روکو۔ وہ کہنے لگے جب ہم ایسا کرلیں گے تو پھر ہمارے لیے کیا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دُنیا میں تمہاری مدد اور آخرت میں تمہارے لیے جنت ہوگی۔ وہ کہنے لگے ہم نے ایسا کردیا، ہمارا آپ سے عہد ہے۔ یہ بات ہم اپنی مرضی سے نہیں کہہ رہے کیونکہ لیلۃ العقبۃ میں ستر افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی نہ اس میں کسی قسم کا شک ہے اور نہ کوئی ان کی طرح ایسی بات کرتا ہے۔ پس یہ آیت اسی قوم کے متعلق نازل ہوئی جس نے اللہ کے عہد کی نافرمانی کی اور اپنے وعدہ کو توڑ دیا۔ "وکان عهد الله مسؤلا" اور اس عہد کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا۔

⑯ "قل" ان سے کہہ دیجئے۔ "لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت أو القتل" تم پر جو کچھ لکھا جاچکا ہے کیونکہ جس کی مدت پوری ہوجاتی ہے تو وہ ازخود اپنی موت مرجاتا ہے یا وہ میدان جہاد میں قتل ہوجاتا ہے۔ "واذًا لا تمتعون الا قلیلا" دُنیا میں زندہ رہ کر تم تھوڑی مدت تک یا تھوڑا سا مزہ حاصل کرسکو گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض میدان جنگ سے فرار تمہارے لیے مفید بھی ہو تو یہ فائدہ زیادہ مدت تک باقی نہ رہتا کیونکہ دُنیا بہرحال فناء ہونے والی ہے۔

⑰ "قل من ذاالذی یعصمکم من الله" کون ہے جو تمہیں میرے عذاب سے بچائے۔ "ان ارادبکم سوءً" سوء سے مراد شکست ہے۔ "او ارادبکم رحمة" رحمت سے مراد نصرت ہے۔ "ولایجدون لهم من دون الله ولیًا" قریب جو ان کو نفع دے۔ "ولا نصیرًا" جو ان کو عذاب سے بچانے کے لیے مددگار ہو۔

⑱ "قدیعلم الله المعوقین منکم" وہ منافق جو لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے اور ہمراہ رہنے سے روکتے تھے۔ "والقائلین لاخوانهم هلم الینا" وہ کہتے کہ ہماری طرف آجاؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دو ان کے ساتھ جنگوں میں شریک نہ ہو، ہم کو تمہارے مارے جانے کا اندیشہ ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ یہ لوگ منافق تھے جو انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے روکتے تھے اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے

ساتھی گوشت کی طرح ہیں۔ ابوسفیان اور ان کے ساتھی ان کو لقمہ بنالیں گے۔ یہ شخص تو تباہ ہونے والا ہی ہے اس کو چھوڑ دو۔

مقاتل کا بیان ہے کہ یہودیوں نے منافقین کے پاس پیغام بھیجا اور کہا تم ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں سے اپنے آپ کو کیوں قتل کرانا چاہتے ہو، اس بار اگر ابوسفیان اور اس کے ساتھی قابو پا گئے تو ہم سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے، تم لوگ ہمارے بھائی ہو، ہمارے ہمسائے ہو، ہم کو تمہارے متعلق اندیشہ ہے، ہمارے ساتھ آملو۔ یہ پیغام سن کر عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں کو لے کر مؤمنوں کی طرف متوجہ ہوا، ان کو شرکت جنگ سے روکنے لگا اور ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا خوف مسلمانوں کے دلوں میں بٹھانے لگا، ان منافقوں نے مسلمانوں سے کہا، اگر ابوسفیان وغیرہ نے تم پر قابو پالیا تو تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا لالچ ہے ان کے پاس تو خیر نہیں ہے۔ بس وہ تو تم کو قتل کرانا چاہتے ہیں، ہمارے ساتھ مل کر ہمارے بھائیوں یعنی یہودیوں کے پاس چلے جاؤ، منافقوں کے اس اغواء سے مسلمانوں کے ایمان میں کوئی کمزوری نہیں آئی بلکہ ایمان کی پختگی اور ثواب کی اُمید اور بڑھ گئی۔ اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں "ولا یأتون البأس" بأس سے مراد جنگ ہے۔ "الا قلیلاً" مگر تھوڑے سے وہ بھی ریا اور دکھاوے کیلئے اگر یہ قلیل بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوجاتے تو کثیر ہوجاتے۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِىْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِى الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ. وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ⑳

ترجمہ تمہارے حق میں بخیلی لئے ہوئے سو جب خوف پیش آتا ہے تو ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو پھر جب وہ خوف دور ہوجاتا ہے تو تم کو تیز تیز باتوں سے طعنے دیتے ہیں مال پر حرص لئے ہوئے یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے تو ان کے تمام اعمال نیک بیکار کر رکھے ہیں اور یہ بات اللہ کے نزدیک بالکل آسان ہے ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ (ابھی تک) لشکر گئے نہیں اور اگر (بالفرض) یہ (گئے ہوئے) لشکر (جو لوٹ کر) آجاویں تو (پھر تو) یہ لوگ (اپنے لئے) یہی پسند کریں کہ کاش ہم دیہاتیوں میں باہر جا رہیں کہ تمہاری خبریں پوچھتے رہیں اور اگر تم ہی میں رہیں تب بھی کچھ یونہی سا لڑیں۔

تفسیر ⑲ "أشحة علیکم" اللہ کے راستے میں دینے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں فقر نہ آجائے یا تمہاری فتح اور مال غنیمت حاصل ہوجانے میں بڑی کنجوسی کرتے ہیں۔ "فاذا جاء الخوف رائیتھم ینظرون الیک تدور اعینھم" وہ آپ کو دیکھتے ہیں خوف و بزدلی کے باعث۔ "کالذی یغشی علیه من الموت" گویا کہ ان پر بیہوشی طاری ہے موت کے

باعث۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب موت قریب آ جاتی ہے اور عقل ٹھکانے پر نہیں رہتی اور اس کی آنکھیں ایک جگہ کھڑی ہوتی ہیں وہ دوسری طرف نہیں دیکھتے۔ "فاذا ذهب الخوف سلقوكم" جب ان سے خوف دور ہو جاتا ہے وہ اذیت دینا شروع کر دیتے ہیں۔ "بالسنة حدادٍ" جمع ہے حدید کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے یعنی تمہاری تنقیص کرتے ہیں تمہاری غیبت کرتے ہیں۔ قتادہ کا بیان ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت تم سے زبان درازی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لڑائی میں تمہارے ساتھ تھے، تم ہم سے زیادہ مال غنیمت کے حق دار نہیں ہو۔ گویا وہ مال غنیمت کے وقت کنجوس اور لڑائی کے وقت بزدل ہیں۔ "اشحة على الخير" مال غنیمت کے وقت وہ مؤمنین پر حرص کرتے ہیں۔ "اولئک لم یؤمنوا فاحبط الله أعمالهم" مقاتل نے اس کا معنی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد کو باطل کر دیا۔ "وكان ذلک علی الله یسیرًا"

⑳ "یحسبون" یہ لوگ منافقین ہیں۔ "الاحزاب" اس سے مراد قریش، غطفان کے یہود ہیں۔ "لم یذھبوا" کہ وہ قتال سے نہیں پھرے، بزدلی اور جماعت در جماعت حالانکہ وہ پھر چکے ہیں۔ "وان یأتی الاحزاب" اگر وہ بھاگنے کے بعد دوبارہ قتال کرنے کے لیے آ جائیں۔ "یودوا لو انھم بادون فی الاعراب" اگر وہ گروہ دوبارہ آ جائیں تو پھر یہ پسند کریں کہ کاش ہم دیہاتوں میں باہر صحراء میں جا رہے ہیں۔ "یسالون عن انبائکم" وہ خبریں پوچھتے رہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کیا ہوا۔ یعقوب نے اس کو "یساء لون" پڑھا ہے تشدید اور مد کے ساتھ اور وہ اس کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ "ولو کانوا" اگر یہ منافقین "فیکم ما قاتلوا الا قلیلا" تھوڑا سا بھی قتال کرتے تو ان کا عذر باقی رہتا تو یہ شور اُٹھاتے کہ ہم نے تو قتال کیا۔ کلبی نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ اگر یہ تھوڑے سے بھی پتھر پھینک دیتے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اگر یہ تھوڑا سا بھی قتال کرتے تو دکھاوا اور ریا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ㉑ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَاوَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ㉒ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ㉓

ترجمہ: تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے خبر دی تھی اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہو گئی ان مؤمنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر تبدل نہیں کیا۔

تفسیر: ㉑ "لقد كان لكم فی رسول الله أسوة حسنة" عاصم نے ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ اور باقی قراء نے کسرہ کے ساتھ

پڑھا ہے اور اس میں دو لغتیں ہیں بمعنی قدوۃ یعنی وہ طریقہ جس کی اقتداء کی جائے، اس جگہ مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں تمہارے لیے خصائل حمیدہ موجود ہوں۔ بعض نے کہا کہ قدوۃ اقتداء سے بنا ہے یہ اسم ہے جو مصدر کے قائم مقام ہے۔ یعنی تم لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھی ہمدردی لازم ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی مدد کی تم بھی ویسی دین کی مدد کرتے ہو۔ ان کا دانت مبارک جنگ میں شہید ہوا، ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں مگر انہوں نے ہر دُکھ پر صبر کیا اور تمہاری ہمدردی کی۔ لہٰذا تم بھی ان کی طرح مصائب وشدائد پر صبر کرو اور ان سے ہمدردی کرو اور ان کے طریقے پر چلو۔

"لمن کان یرجو االلہ" لکم کے بدلے میں لمن ذکر کیا تخصیص بعد التعمیم کے لیے' کہ پہلے مؤمنین کے لیے خاص کیا، ان لوگوں کے لیے جو ایام اللہ خصوصاً روز آخرت کی اُمید رکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اللہ کے ثواب اور اس کی ملاقات اور نعمت آخرت کا اُمیدوار ہے۔ مقاتل نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اور روز حشر سے جبکہ اعمال کا بدلہ ملے گا۔ "والیوم الاخر وذکر اللّٰہ کثیرًا" جو قیامت کے دن سے ڈرا جس دن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور تمام مواطن میں اللہ کا ذکر کیا خواہ وہ خوشی میں ہو یا تنگی میں۔ پھر اس کے بعد مؤمنین کے وصف کی حالت کو بیان کیا جب وہ جنگ احزاب میں کافروں سے ملے۔

㉒ "ولما رأی المؤمنون الاحزاب قالوا" اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اور اس کے وعدہ کو سچا جانتے ہوئے۔ "ھذا ما وعدنا اللہ و رسولہ و صدق اللہ و رسولہ" جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے کیا، اس کا تذکرہ سورۃ بقرہ کے اندر بھی گزر چکا ہے۔ "ام حسبتم أن تدخلوا الجنۃ ولمّا یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم" سے لے کر "الا انّ نصر اللہ قریب" آیت میں یہ آتا ہے کہ جب مؤمنین اس مصیبت کو پہنچیں گے جب وہ جنگ احزاب میں پہنچے اور ان کو سختی پہنچی تو کہنے لگے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے سچ کر دکھایا۔ "وما زادھم الا ایمانًا و تسلیما" اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہوئے اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے۔

㉓ "من المؤمنین رجال صدقوا ماعاھدوا اللہ علیہ" یعنی ہم اللہ کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور اللہ کے وعدہ کو سچ کر دکھائیں گے (پورا کریں گے)۔ "فمنھم من قضی نحبہ" جو اپنی نذر سے فارغ ہو گیا اور اپنے وعدے کو پورا کیا اور جہاد پر ثابت قدم رہا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ نحب کا معنی نذر بھی ہے اور موت بھی۔ "قضی نحبہ" اس نے اپنی میعاد زندگی پوری کر لی، یعنی مر گیا۔ نحب اگر بمعنی موت لیا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ اس نے اپنا عہد پورا کر دیا اور اسی حالت میں اس کو موت آ گئی جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان جیسے صحابہ۔

بعض علماء کے نزدیک "قضی نحبہ" کا معنی یہ ہے کہ اس نے ایفائے عہد کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کر دی۔ عرب کا قول ہے "نحب فلان مسیرۃ یومہ ولیلۃ" اس نے شب و روز چلنے میں اپنی پوری کوشش خرچ کر دی۔ محمد بن اسحاق نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ "فمنھم من قضی نحبہ" سے مراد جو جنگ بدر اور اُحد میں شہید ہوئے اور "ومنھم من ینتظر"

سے مراد وہ مؤمنین ہیں جنہیں ان جنگوں میں شہادت نہیں ملی وہ دو اُمور میں سے ایک کا انتظار کرنے لگے۔ شہادت یا نصرت خداوندی۔ "وما بدلوا تبدیلا" اور انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کی کوئی تبدیلی نہیں کی۔

فمنهم من قضى نحبه کا شانِ نزول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر بدر کی لڑائی سے غیر حاضر رہے تھے ان کے لیے یہ بات بڑی تکلیف دہ تھی اس لیے انہوں نے کہا تھا کہ سب سے پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور میں غیر حاضر رہا، آئندہ اگر اللہ نے مشرکوں سے جنگ کرنے میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق دی تو میری کارگزاری اللہ دیکھ لے گا۔ چنانچہ اُحد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو حضرت انس بن نضر نے کہا اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی ساتھیوں نے جو کچھ کیا میں تیرے سامنے اس کا عذر خواہ ہوں اور انہوں نے جو کچھ کیا اس سے تیرے سامنے اظہار بیزاری کرتا ہوں، کچھ انصار و مہاجرین نے اپنے ہتھیار اپنے ہاتھوں سے پھینک دیئے تھے۔ حضرت انس بن نضر ان کے پاس پہنچے اور کہا یہاں آپ لوگ کیوں بیٹھے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے۔ انس بن نضر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جی کر کیا کرو گے اُٹھو اور جس دین کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے، تم بھی اسی پر شہید ہو جاؤ، اس کے بعد مشرکوں کی طرف رُخ کر کے چل دیئے، اُحد سے پرے حضرت سعد سے ملاقات ہوئی، سعد نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔

حضرت سعد کا بیان ہے کہ حضرت انس کافروں کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ کام کیا جو میں نہیں کر سکا، مجھ سے کہا سعد۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کہا اے ابو عمرو! ہاہا یہ جنت کی ہوا ہے۔ قسم ہے اب نضر کی مجھے اُحد کے قریب جنت کی ہوا محسوس ہو رہی ہے۔ پھر آگے بڑھے اور اتنا لڑے کہ شہید ہوگئے۔ آپ کے جسم پر تلوار، تیر اور بھالے کی ضربوں کے کچھ اسی (۸۰) زخم لوگوں نے پائے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کی لاش کو کافروں نے مثلہ کر دیا تھا۔ لوگوں نے لاش کو شناخت بھی نہیں کیا، صرف آپ کی بہن بشامہ نے انگلیوں کے پورے دیکھ کر پہچانا۔ انس فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ آیت "رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه" حضرت انس بن نضر اور ان جیسے لوگوں کے حق میں ہی نازل ہوئی تھی۔

حضرت خباب بن ارت سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، ہم میں سے بعض لوگ تو چلے گئے اور اپنی کوشش کا کوئی پھل (دُنیا میں) نہ کھا پائے جن میں سے ایک مصعب بن عمیر بھی تھے، اُحد کے دن شہید ہوگئے تو سوائے ایک نمدہ کے اتنا کپڑا نہ تھا کہ ہم ان کو کفن دے سکتے۔ نمدہ بھی اتنا تھا کہ سر چھپاتے تھے تو قدم کھلتے تھے اور پاؤں پر ڈالتے تھے تو سر کھلا رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر پر ڈال دو اور پاؤں کو اذخر (گھاس) سے چھپا دو اور کچھ لوگوں کی کوشش کا پھل پختہ ہوگیا جس کو وہ دُنیا میں کھا گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ کر فرمایا جو شخص پسند کرتا ہو کہ روئے زمین پر (زندہ) چلتے پھرتے ایسے آدمی کو دیکھے جس نے اپنی نذر پوری کردی ہے تو وہ اس کو دیکھ لے۔ قیس بن حزام سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا ایک ہاتھ شل دیکھا۔ جنگ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے حملہ سے انہوں نے اس ہاتھ کے ذریعے محفوظ رکھا تھا۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾

ترجمہ: یہ واقعہ اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دیوے اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو توبہ کی توفیق دے بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کی کچھ بھی مراد پوری نہ ہوئی اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہوگیا اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑا زبردست ہے اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھلا دیا بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کرلیا۔

تفسیر: ㉔ "لیجزی اللّٰہ الصادقین بصدقھم" تا کہ اللہ ان کی سچائی کا بدلہ عطا فرمائے یا ان کی سچائی کے سبب ثواب عنایت کرے۔ صدق سے مراد ہے عہد کا پورا کرنا۔ "ویعذب المنافقین ان شاء او یتوب علیھم" ان کو اللہ تعالیٰ ایمان کی طرف ہدایت کردے۔ "انّ اللّٰہ کان غفورًا رحیمًا"

㉕ "ورد اللّٰہ الذین کفروا" اس سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔ "بغیظھم" جو ان لوگوں کا ارادہ تھا وہ پورا نہیں ہوا جس کی وجہ سے وہ اپنے سینوں میں غصے سے بھرے ہوئے واپس لوٹ آئے۔ "لم ینالوا خیرًا" ان میں کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ "وکفی اللّٰہ المؤمنین القتال" فرشتے اور ہوا "وکان اللّٰہ قویًّا عزیزًا" اس کی بادشاہت قوی ہے اور نافرمانوں سے انتقام لینے میں غالب ہے۔

㉖ "وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتاب" یعنی احزاب کی مدد کی کہ قریش وغطفان کی جماعتوں کی پشت پناہی کی تھی، ان کو ان کی گڑھیوں سے نیچے اُتار لایا۔ "من صیاصیھم" گڑھی، قلعہ اس کا واحد صیصیہ ہے۔ اسی سے ہرن کے سینگ، مرغ کا کانٹا اور جولاہے کا تانا ٹھیک کرنے کا اوزار، ان سب کو اسی مناسبت سے صیصیہ کہا جاتا ہے۔

واقعہ بنی قریظہ

یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جب تھکے ہارے خندق سے لوٹے تو ہتھیار کھول دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے اور پانی طلب کر کے سر دھونے لگے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کا سر دھونے لگیں اور ایک طرف کا سر بھی دھو دیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ (باہر) کسی شخص نے ہم کو سلام کیا، ہم گھر کے اندر تھے۔

محمد بن عمرو نے کہا: وہ شخص جنازوں کے رکھنے کے مقام میں کھڑا تھا، اس نے پکار کر کہا: اے جنگ کرنے والے! (ہتھیار کھول دینے کا) تمہارے پاس کیا عذر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آواز سنتے ہی گھبرا کر اُچھل پڑے اور یکدم تیزی سے کود کر باہر نکل گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے کھڑی ہوگئی اور کواڑوں کے سوراخ میں سے دیکھنے لگی۔ مجھے دحیہ کلبی کی صورت نظر آئی جو اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔ ابن اسحاق نے کہا: وہ شخص عمامہ لپیٹے ہوئے تھا، اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے جلد ہتھیار کھول دیئے، اللہ آپ کو معاف کرے، آپ نے ہتھیار کھول کر رکھ دیئے حالانکہ جب سے دشمن اترا ہے ملائکہ نے اس وقت سے اب تک اسلحہ نہیں کھولے۔ دوسری روایت میں ہے چالیس دن سے ملائکہ نے اسلحہ نہیں کھولے۔ ہم نے حمراء الاسد تک ان کا تعاقب کیا۔ اس وقت انہیں کے تعاقب سے لوٹ کر آئے ہیں۔ اللہ نے ان کو بھگا دیا اور آپ کو حکم دیا ہے کہ بنی قریظہ سے جا کر جنگ کرو۔ میں اپنے ساتھ والے ملائکہ کو لے کر انہیں کی طرف جا رہا ہوں تا کہ ان کے قلعوں میں زلزلہ پیدا کر دوں۔ آپ بھی لوگوں کو لے کر نکل کر (میرے بعد) آیئے۔

حمید بن ہلال کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھی تھک چکے ہیں، اگر آپ چند روز کی انہیں مہلت دے دیں تو بہتر ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ اُٹھ کر ان پر چڑھائی تو کریں، میں ان کو اس طرح دے پٹکوں گا جیسے انڈا پتھر کی چٹان پر پٹکا جاتا ہے، پھر ان کو ہلا ڈالوں گا (یعنی قلعوں سے باہر نکل پڑنے پر مجبور کر دوں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا)۔

محمد بن عمرو کی روایت ہے کہ حضرت ابوقتادہ نے فرمایا: جب ہم بنی قریظہ پر پہنچے تو ہم نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کو لڑائی کا یقین ہو چکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جا کر قلعہ کی جڑ میں جھنڈا گاڑ دیا۔ ان لوگوں نے اپنی گڑھیوں کے اندر سے ہی گالیوں سے ہمارا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کو (نعوذ باللہ) برا بھلا کہا مگر ہم خاموش رہے اور ہم نے کہہ دیا کہ ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار سے ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے اور ان کے قلعہ کے قریب بنی قریظہ کے پتھریلے میدان کی نشیبی جانب چاہ اُنا پر نزول فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو مجھے حکم

دیا کہ میں جھنڈا پکڑلوں، میں نے جھنڈا پکڑلیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں ان لوگوں کی گالیاں اور گندے الفاظ پہنچیں، اس لیے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ ان خبیثوں کے قریب نہ پہنچیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے واپس جانے کا مشورہ دے رہے ہو؟ میرا خیال ہے کہ تم نے ان کی طرف سے کچھ گندے الفاظ سن لیے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کچھ بھی اس طرح کی بات نہ کہتے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، آگے آگے اسید بن حضیر تھے، اسید نے کہا: اے اللہ کے دشمنو! جب تک تم بھوکے نہ مرجاؤ گے، ہم تمہارے قلعوں سے نہیں ہٹیں گے (یعنی رسد نہ ملنے کی وجہ سے تم بھوکے مرجاؤ گے، ہم محاصرنہیں اُٹھائیں گے) تم (اس وقت) اس طرح (گڑھیوں میں محصور اور بند) ہو جیسے بھٹ کے اندر لومڑی۔ بنی قریظہ نے کہا: اے ابن حضیر! خزرج کے مقابلہ میں ہم نے تم سے معاہدہ کیا تھا (ہم تمہارے حلیف تھے) حضرت اسید نے کہا: اب میرے تمہارے درمیان نہ کوئی معاہدہ باقی ہے اور نہ رشتہ۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہودیوں کی گڑھی کے) قریب پہنچ گئے اور اتنی اونچی آواز سے یہودیوں کے کچھ سرداروں کو پکارا کہ انہوں نے آواز سن لی اور فرمایا: اے بندروں اور سوروں کے بھائیو! اور اے بتوں (یا شیطانوں) کی پرستش کرنے والو! جواب دو کیا اللہ نے تم کو رسوا کردیا اور تم پر اپنا عذاب نازل فرمادیا؟ کیا تم مجھے گالیاں دیتے ہو؟ (اندرون حصن سے) ان لوگوں نے قسمیں کھا کر کہا: ابوالقاسم! ہم نے ایسا نہیں کیا، آپ تو جاہل نہیں ہیں۔ دوسری روایت میں جاہل کی جگہ فحش گو کا لفظ آیا ہے۔

قتادہ نے ابن عابد کی روایت کے بموجب بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز ایک منادی کو (مسلمانوں کی بستیوں میں) یہ ندا کرنے کے لیے بھیج دیا کہ اے سواران خدا! سوار ہو جاؤ اور حضرت بلال کو اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو سننے والے فرمانبردار ہوں، ان کو عصر کی نماز بنی قریظہ تک پہنچنے سے پہلے نہ پڑھنی چاہیے (یعنی ہر شخص پر لازم ہے کہ عصر کی نماز بنی قریظہ کی بستی میں پہنچ کر ہی پڑھے)۔ شیخین نے حضرت ابن عمر کی روایت سے، بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عقبہ کی روایت سے اور طبرانی نے حضرت کعب بن مالک کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: میں تم کو تاکیدی حکم دیتا ہوں کہ عصر کی نماز (بنی قریظہ کی بستی تک پہنچنے سے پہلے کہیں) نہ پڑھنا۔ مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کے متعلق حکم دیا تھا۔ چنانچہ راستہ میں جب عصر کی نماز یا حسب روایت مسلم ظہر کی نماز کا وقت آ گیا تو بعض لوگوں نے کہا: ہم تو بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھیں گے، اس سے پہلے نہیں پڑھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تاکیدی حکم دیا ہے (اگر نماز میں تاخیر ہوگئی تو) ہم پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ غروب آفتاب کے بعد جب بنی قریظہ پہنچے تو ان لوگوں نے عصر کی نماز پڑھی۔ کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہم نماز نہ پڑھیں (بلکہ جلد پہنچنے کی تاکید مقصود تھی) اس لیے ہم تو راستہ میں ہی نماز پڑھیں گے۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچ گئی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فریق کو تنبیہ نہیں کی۔

شام کو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوہاروں کی کچھ بوریاں بھیج دیں۔ یہی اس روز کا کھانا ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوہارے اچھا طعام ہیں۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سحر سے اُٹھ گئے اور تیر اندازوں کو آگے بھیج دیا۔ تیر اندازوں نے جا کر یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور تیر چلانا اور پتھر پھینکنا شروع کر دیئے۔ قلعوں کے اندر سے یہودی بھی تیر اور پتھر پھینکتے رہے۔ دن اسی طرح گزر گیا، جب شام ہو گئی تو رات بھر مسلمان قلعوں کا محاصرہ کیے رہے اور باری باری سے ڈیوٹی دیتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مسلمانوں کی طرف سے یہ تیر افگنی برابر جاری رہی۔ یہاں تک کہ یہودیوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور انہوں نے تیر افگنی چھوڑ دی اور مسلمانوں سے کہا کہ (لڑائی بند کرو) ہم تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر ہے۔

یہودیوں نے گڑھی کے اوپر سے نباش بن قیس کو اُتار کر بھیجا۔ نباش نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی اور یہ شرط پیش کی کہ جن شرائط پر بنی نضیر نے صلح کی تھی، ہم بھی انہی شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہیں۔ شرائط یہ ہیں کہ اپنا مال (نقد، جنس وغیرہ) اور اسلحہ لے جائیں گے اور عورتوں اور بچوں سمیت تمہاری بستیاں چھوڑ جائیں گے اور سوائے اسلحہ کے باقی مال جتنا اونٹوں پر لادا جائے گا، لاد کر لے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ یہودیوں نے کہا تو خیر ہم کو مال کی ضرورت نہیں، ہم مال نہیں لے جائیں گے۔ البتہ عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ بحفاظت لے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط ماننے سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا: بلا شرط تم کو گڑھیوں سے اُتر کر آنا ہوگا ہم جو فیصلہ کر دیں گے اس کو ماننا پڑے گا۔ نباش یہ جواب لے کر بنی قریظہ کے پاس لوٹ گیا اور قوم سے جا کر جو گفتگو ہوئی وہ نقل کر دی۔ کعب بن اسد نے کہا: اے گروہ بنی قریظہ! جو مصیبت تم پر نازل ہوئی ہے وہ تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ اب میں تین باتیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں، تم ان میں سے جو چاہو اختیار کر لو۔ بنی قریظہ نے کہا: وہ باتیں کون سی ہیں؟ کعب نے کہا: پہلی بات یہ کہ تم اس شخص کی بیعت کر لو اور اس کو سچا مان لو کیونکہ بخدا یہ وہی نبی مرسل ہے جس کا ذکر تمہاری کتاب میں موجود ہے۔ یہ بات تمہارے سامنے واضح طور پر آ چکی ہے۔ اس صورت میں تمہاری جانیں اور مال اور عورتیں محفوظ رہیں گی۔ بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہیں، ہم کو ان کا ساتھی ہونے سے سوائے اس حسد کے اور کوئی امر مانع نہیں تھا کہ یہ عرب میں سے ہیں، بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں مگر اللہ نے یہ مقام (نبوت) ان کو عطا فرما دیا۔ مجھے عہد شکنی اور وعدہ کی خلاف ورزی پہلے ہی پسند نہ تھی لیکن یہ مصیبت اور نحوست اس شخص (یعنی حیی بن اخطب) کی وجہ سے آئی جو بیٹھا ہوا ہے۔

جب قریش اور بنی غطفان واپس چلے گئے تو حیی، کعب بن اسد سے کیے ہوئے وعدہ کے مطابق بنی قریظہ کے پاس قلعہ میں آ گیا تھا (اسی کی طرف کعب نے اشارہ کیا) کیا ابن ؒ اس کی بات تم کو یاد ہے جو اس نے تم سے کہی تھی؟ یہودیوں نے پوچھا: کیا کہا تھا؟ کعب نے جواب دیا: ؒ اس نے کہا تھا کہ اس بستی میں ایک نبی کا خروج ہوگا۔ اگر میری زندگی میں اس کا

خروج ہو گیا تو میں اس کی پیروی اور مدد کروں گا اور اگر میرے بعد وہ پیدا ہوا تو تم اس کا اتباع کرنا۔ خبردار! کسی کے بہکاوے میں نہ آ جانا، اس کے مددگار اور دوست رہنا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو دونوں کتابوں پر تمہارا ایمان ہو جائے گا، اوّل کتاب پر بھی اور آخری کتاب پر بھی۔ ان کو میرا اسلام کہہ دینا اور بتا دینا کہ میں ان کو سچا جانتا ہوں اور ان پر ایمان رکھتا ہوں۔

کعب نے کہا: (اے معشر یہود!) آؤ ہم اس سے بیعت کرلیں اور اس کے سچے ہونے کا اعتراف کرلیں۔ بنی قریظہ نے کہا: ہم توریت کا حکم تو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور شریعت توریت کے بجائے دوسری شریعت کو نہیں اختیار کریں گے۔ کعب نے کہا: جب تم یہ بات نہیں مانتے تو پھر دوسری بات یہ کہ آؤ ہم پہلے اپنے بیوی بچوں کو قتل کر دیں پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں تلواریں سونت کر نکل آئیں۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ کر دے۔ اگر ایسی حالت میں مر جائیں گے تو اپنے پیچھے کسی کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے کہ ہمیں اس کے متعلق اندیشہ ہو اور اگر غالب آ جائیں گے تو یقیناً ہم کو اور بیویاں اور بچے مل جائیں گے۔ یہودیوں نے کہا: ہم ان بیچاروں کو کیسے قتل کر سکتے ہیں، ان کے بغیر جینے میں کیا لذت رہ جائے گی۔ کعب نے کہا: جب یہ بات بھی تم تسلیم نہیں کرتے تو پھر تیسری بات یہ سمجھ لو کہ آج شنبہ کی رات ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی بے فکر ہوں گے (کہ یہودی آج حملہ نہیں کر سکتے) تم نیچے اُترو، ممکن ہے غفلت کی حالت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کرنے میں ہم کو کامیابی مل جائے۔ یہودیوں نے جواب دیا: ہم یوم السبت (کے حکم) کو بگاڑ نہیں سکتے، تم جانتے ہو کہ ہم سے پہلے (ہمارے اسلاف میں سے) جن لوگوں نے یوم السبت میں بدعت (خلاف شرع حرکت کی تھی) ان پر کیسا مسخ شکل کا عذاب آیا تھا، اس لیے ہم ایسی حرکت نہیں کر سکتے کہ ہم پر بھی وہ عذاب آ جائے۔ کعب نے کہا: تم میں سے کوئی بھی جب سے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، اب تک ایک دن کے لیے بھی کبھی سمجھ دار (دانش مند) نہیں ہوا۔

اہل مغازی کا بیان ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیام بھیجا کہ ہم ابولبابہ سے اپنے معاملہ میں مشورہ کرنا چاہتے ہیں، آپ ان کو ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ حضرت ابولبابہ خاندان عمرو بن عوف کے ایک فرد تھے اور یہودی قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ ابولبابہ پہنچے تو یہودی مردان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور عورتوں اور بچوں نے ان کے سامنے رونا شروع کر دیا۔ ابولبابہ کو ان پر رحم آ گیا۔ یہودیوں نے کہا: ابولبابہ آپ کی کیا رائے ہے، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے سے ہم گڑھیوں سے اُتر آئیں؟ ابولبابہ نے (زبان سے تو) کہا ہاں (لیکن) ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا۔ مراد یہ تھی کہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت ابولبابہ کا بیان ہے کہ میں اس جگہ سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا کہ مجھے خیال آ گیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت (بدعہدی) کی۔

حضرت ابولبابہ وہاں سے چل کر سیدھے مسجد میں آئے اور ایک ستون سے اپنے کو بندھوا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اس جگہ سے نہیں ہٹوں گا۔ یہاں تک کہ مر جاؤں یا جو حرکت مجھ سے ہوئی ہے اللہ اس کو معاف فرما دے۔ میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ بنی قریظہ کی سرزمین پر قدم نہیں رکھوں گا اور جس آبادی میں میں نے اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کی ہے اس میں کبھی مجھے کوئی نہیں دیکھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے جانے کی اور اس عمل کی جو مجھ سے سرزد ہو گیا تھا، اطلاع پہنچی تو فرمایا: اس کو اس وقت تک یونہی رہنے دو جب تک اللہ اس کے بارے میں کوئی حکم جدید نازل نہ فرمادے۔ وہ اگر میرے پاس آجاتا تو میں اللہ سے اس کے لیے معافی کی دُعا کرتا لیکن جب وہ میرے پاس نہیں آیا اور خود چلا گیا تو اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ اسی واقعہ کے سلسلہ میں آیت "یایھا الذین امنوا لا تخونوا اللّٰہ والرّسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون" اس کے بعد ابولبابہ کی توبہ قبول ہونے کی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم سلمہ کے مکان میں تھے۔ حضرت اُم سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے سنا تو عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ آپ کو ہنستا رکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اس کو اس کی بشارت دے دوں؟ فرمایا: اگر تم چاہتی ہو (تو ایسا کرلو) میں اُٹھ کر حجرہ کے دروازہ پر پہنچی (یہ واقعہ حکم پردہ نازل ہونے سے پہلے کا ہے) اور کہا: ابولبابہ! تم کو بشارت ہو، اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی۔ یہ سنتے ہی لوگ ابولبابہ کو کھولنے کے لیے دوڑ پڑے۔ لیکن ابولبابہ نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! (مجھے کوئی نہ کھولے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجھے اپنے ہاتھ سے کھولیں تو خیر فجر کی نماز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور ابولبابہ کی طرف سے گزرے اور ان کو آزاد کیا۔

ثعلبہ بن سعید اور اسید بن سعید اور اسد بن عبید نے کہا: (یہ خاندان نہ تو بنی قریظہ میں سے تھے نہ بنی نضیر میں سے بلکہ ہذیل میں سے تھے، اوپر کسی جگہ بنی قریظہ سے ان کا رشتہ ملتا تھا) اے گروہ بنی قریظہ! بخدا تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور ان کا حلیہ اور اوصاف ہمارے پاس (ہماری کتابوں میں) موجود ہیں جو ہمارے علماء اور بنی نضیر کے علماء بیان کرتے رہے ہیں۔ ابن ہیبان ہمارے نزدیک بڑا سچا آدمی تھا۔ یہ حیی بن اخطب جو بنی نضیر کا اوّل شخص ہے، اس کے حالات سے واقف ہے۔ اس نے مرتے وقت اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صفات (حلیہ، اخلاق وغیرہ) بیان کیے تھے۔ بنی قریظہ نے کہا: ہم شریعت) توریت کو نہیں چھوڑیں گے۔ جب ثعلبہ اور اسید وغیرہ نے دیکھا کہ بنی قریظہ نے ان کی بات نہیں مانی تو اسی تاریخ کو صبح ہوتے ہی گڑھی سے اُتر گئے اور جا کر مسلمان ہوگئے اور اپنی جانوں، مالوں اور اہل وعیال کو محفوظ کرلیا۔

عمرو بن مسعود نے کہا: اے گروہ یہود! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جن باتوں پر بقسم معاہدہ کیا تھا، اس سے تم واقف ہو، تم نے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔ میں تمہارا شریک نہ تھا، نہ معاہدہ میں داخل تھا، نہ معاہدہ شکنی میں۔ اب اگر (مسلمان ہونے سے) تم انکار کرتے ہو تو جزیہ قبول کرلو اور یہودیت پر قائم رہو۔ بنی قریظہ نے کہا: ہم عرب کو جزیہ دینے کا بار اپنی گردنوں پر نہیں لیں گے، اس سے تو قتل ہو جانا بہتر ہے۔ عمرو نے کہا: تو میں تم سے الگ ہوں۔ یہ کہہ کر اسی رات سعید کے دونوں بیٹوں کے ساتھ نکل کر چلا گیا۔ اسلامی لشکر کے محافظوں کے کمانڈر محمد بن مسلمہ تھے۔ عمرو بن مسعود جب یہودیوں کے پاس سے نکل کر اسلامی لشکر کے محافظوں تک پہنچا تو محمد بن مسلمہ نے کہا: کون ہے؟ عمرو بن مسعود نے کہا: عمرو بن مسعود۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: اے اللہ! مجھے عزت والوں کی صحبت سے محروم نہ کرنا۔ پھر (عمرو کو داخلہ کی اجازت دے دی) راستہ چھوڑ دیا۔ عمرو آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تک پہنچ گیا اور وہیں

رات گزاری۔ صبح ہوئی تو یہ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ اس وقت تک کہاں رہا۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کو اللہ نے وفائے عہد کی وجہ سے بچالیا، (محفوظ رکھا)۔

بنوقریظہ کا محاصرہ اوران سے حاصل ہونیوالا مال غنیمت

مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ پچیس روز جاری رکھا، یہاں تک کہ محاصرہ کی تکلیف سے وہ تنگ آگئے اور اللہ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق وہ اُتر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشکیں کسنے کا حکم دے دیا اور محمد بن مسلمہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ پھر ان کو ایک طرف لے گئے اور عورتوں، بچوں کو قلعوں سے باہر لایا گیا اور یہ خدمت عبداللہ بن سلام کے سپرد کی گئی۔ پھر ان کا سامان جمع کیا گیا جس میں پندرہ سو تلواریں، تین زرہیں، دو ہزار بھالے، پندرہ سو چمڑے کی چھوٹی بڑی ڈھالیں، بہت سا اثاث البیت، بکثرت ظروف اور شراب اور مشی شربت ملا۔ شراب بہادی گئی، اس میں سے پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا۔ آب کش اونٹوں کی کافی تعداد اور مویشی بکثرت دستیاب ہوئے۔ یہ سب مال جمع کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ پھر قبیلہ اوس والے قریب آئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ہمارے حلیف ہیں، خزرج کے حلیف نہیں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ابن ابی (سردار خزرج) کے حلیفوں یعنی بنی قینقاع کے معاملہ میں آپ نے کیا سلوک کیا۔ خزرج کی وجہ سے تین سو غیر مسلح اور چار سو زرہ پوش لوگوں کو آپ نے معاف کر دیا۔ اب ہمارے حلیف بھی اپنی گزشتہ عہد شکنی پر پشیمان ہیں، ان کو ہماری وجہ سے معاف فرمادیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، کوئی بات نہیں کی۔ اوس والوں نے جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرو گے کہ یہ فیصلہ تمہارے ہی ایک آدمی کے سپرد کر دیا جائے؟ اوس والوں نے کہا: کیوں نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو فیصلہ سعد بن معاذ کے سپرد ہے۔ ابن عقبہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے صحابہ میں سے جس شخص کو چاہو (اس فیصلہ کے لیے) انتخاب کرلو۔ سفارش کرنے والوں نے حضرت سعد بن معاذ کو منتخب کرلیا۔

ایک مسلمان عورت تھی جس کو رفیدہ کہا جاتا تھا۔ وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھی اور جس زخمی کا کوئی دیکھ بھال کرنے والا، تیمار دار نہ ہوتا تھا، بامید ثواب اس کی خدمت خود کرتی تھی۔ اس کا خیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد کے اندر لگا دیا گیا تھا۔ جب حضرت سعد جنگ خندق میں زخمی ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا تھا کہ سعد کو رفیدہ کے خیمہ میں رکھو تاکہ قریب سے میں اس کی عیادت اور خبر گیری کرسکوں۔ چنانچہ اس محاصرہ کے زمانہ میں حضرت سعد مسجد کے اندر رفیدہ کے ڈیرے میں مقیم تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو بنی قریظہ کے معاملہ کا جج بنادیا تو یہیں رفیدہ کے خیمہ میں قبیلہ اوس والے حضرت سعد کے پاس آئے اور آپ کو ایک عربی گدھے پر سوار کیا، گدھے پر ریشوں سے بنا ہوا چار جامہ رکھا گیا تھا اور چار جامہ کے اوپر ایک کمبل ڈال دیا گیا تھا، گدھے کی لگام بھی کھجور کے ریشوں کی تھی۔

حضرت سعد جسم دار آدمی تھے، قبیلہ اوس والے آپ کو اپنے گھیرے میں لے کر چلے اور راستہ میں حضرت سعد سے کہنے لگے: ابوعمرو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بھائیوں (یعنی حلیفوں) کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا تاکہ آپ ان کے معاملہ میں اچھا سلوک کریں، اس لیے آپ بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں۔ (یعنی سخت فیصلہ نہ کریں) آپ دیکھ چکے ہیں کہ ابن ابی نے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا تھا۔ یہ لوگ حضرت سعد سے بہت زیادہ سفارش کرتے رہے مگر آپ خاموش تھے، کوئی بات زبان سے نہیں نکال رہے تھے۔ آخر جب ان لوگوں نے زیادہ دور کر دیا تو آپ نے فرمایا: اب سعد کے لیے وقت آ گیا ہے کہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کے برا کہنے کی اس کو پرواہ نہ ہو۔ یہ سن کر ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ انصاری اور دوسرے لوگ بول اُٹھے: افسوس! قوم والوں کی تباہی آ گئی۔ سعد کے منہ سے نکلی ہوئی بات ابھی اوس والوں کو پہنچی بھی نہ تھی کہ ضحاک نے ان کو جا کر بنی قریظہ کی موت کی (یعنی فیصلہ موت کی) اطلاع دے دی۔

صحیحین میں آیا ہے کہ جب حضرت سعد مسجد کے قریب پہنچے یعنی اس مسجد کے قریب پہنچے جو محاصرہ کے زمانہ میں بنی قریظہ کے احاطہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے تیار کرائی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کے (استقبال) کے لیے اُٹھو۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ اپنے بہترین (سب سے اچھے) آدمی کے لینے کے لیے اُٹھو۔ مہاجرین قریش کے نزدیک یہ خطاب صرف انصار کو تھا اور انصار کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب تمام مسلمانوں کو تھا۔ امام احمد کی روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کو لینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اس کو اُتارو۔ بنی عبدالاشہل کا بیان ہے کہ (اس حکم کی تعمیل میں) ہم نے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر دو قطاریں بنالیں۔

بوساطت حضرت جابر روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد! ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔ حضرت سعد نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنے حلیفوں کے معاملہ کا فیصلہ کرو اور اچھی طرح کرو۔ حضرت سعد نے (انصاریان اوس سے) کہا: کیا بنی قریظہ کے معاملہ میں تم میرے فیصلہ پر راضی ہو؟ سب نے کہا: ہاں، ہم تو اس وقت بھی راضی تھے جب آپ یہاں موجود نہ تھے۔ ہم نے آپ کا انتخاب کیا اور یہ اُمید تھی کہ آپ ہم پر احسان کریں گے جیسے دوسروں نے (یعنی ابن ابی نے) اپنے حلیفوں کے ساتھ یعنی بنی قینقاع کے ساتھ کیا تھا۔ سعد نے کہا: کیا تم اللہ کے عہد و میثاق کے ساتھ کہتے ہو کہ جو کچھ فیصلہ میں کروں گا، تم اس کو واجب النفاذ قرار دو گے۔ سب نے کہا: ہاں۔ سعد نے اس گوشہ کی جانب جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، اشارہ کرتے ہوئے کہا: (یہ فیصلہ) کیا ان پر بھی ہوگا جو یہاں ہیں؟ عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے ہوئے حضرت سعد کا رُخ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مڑا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ سعد نے کہا: تو میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے بالغ مرد قتل کر دیئے جائیں اور عورتوں، بچوں کو باندی، غلام بنالیا جائے اور ان کے مال کو بانٹ لیا جائے اور ان کے گھر مہاجرین و انصار کو دے دیئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تم نے یہ فیصلہ اس حکم خداوندی کے مطابق کیا جو سات ٹکڑوں (یعنی سات آسمانوں) کے اوپر سے اللہ نے نازل فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بروز پنج شنبہ نو یا پانچ ذی الحجہ کو واپس ہوئے اور حسب الحکم رملہ بنت حارث نجاریہ کے گھر میں یہودیوں کو بند کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ بازار وہی تھا جو آج بھی ہے وہاں ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابوالجہم عدوی کے مکان کے پاس سے احجار الزیت تک بازار میں صحابہ گڑھا کھودنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے، پھر آپ نے بنی قریظہ کے مردوں کو بلوایا اور اس گڑھے میں ان کی گردنیں ماری جانے لگیں۔ کعب بن اسد سے جو یہودیوں کو دستہ دستہ (قطار در قطار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جا رہے تھے، یہودیوں نے کہا: کعب! تمہارا کیا خیال ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں؟ کعب نے جواب دیا: کم بختو! تمہارے ساتھ وہ معاملہ کریں گے جو تم کو پسند نہ ہوگا۔ بہر حال تم کو دیت لے کر چھوڑا نہیں جائے گا، تم میں سے جو جائے گا وہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔ خدا کی قسم! (اب تو تمہارے لیے) تلوار ہی ہے۔ میں نے تم کو پہلے جس بات کی دعوت دی تھی (یعنی عہد شکنی نہ کرنے کی) تم نے اس کو نہ مانا۔ وہ کہنے لگے: یہ وقت عتاب (برا بھلا کہنے) کا نہیں ہے اگر ہم تمہاری رائے کو برا سمجھ کر نظر انداز نہ کر دیتے تو جو معاہدہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان تھا اس کو توڑنے میں شریک نہ ہوتے۔ حیی ابن اخطب نے کہا: اب ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا چھوڑو، اس وقت اس سے کچھ فائدہ نہیں، مرنے پر تیار ہو جاؤ۔

حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے بنی قریظہ کو قتل کیا تھا (یعنی قتل کرنے کی خدمت ان ہی دونوں بزرگوں نے انجام دی تھی) پھر حیی بن اخطب کو لایا گیا، اس وقت گردن سے اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے اور فقاحی جوڑا اس نے قتل ہونے کے لیے پہن رکھا تھا لیکن پھر اس کو پھاڑ دیا اور انگل انگل برابر ٹکڑے کر دیئے تاکہ اس کو اُتار کر کوئی پہن نہ سکے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن خدا! کیا اللہ نے تجھے میرے قابو میں نہیں کر دیا؟ کہنے لگا: کیوں نہیں، لیکن آپ سے دشمنی رکھنے پر میں اپنے آپ کو قابل ملامت نہیں قرار دیتا کیونکہ اپنے خیال میں میں آپ پر غالب آجانے کا خواستگار تھا لیکن اللہ کو یہ منظور نہ تھا، اس کو یہی منظور تھا کہ مجھ پر آپ کو قابو عطا کر دے۔ میں نے چند دوڑ لگائی لیکن جس کی مدد اللہ نہ کرے اس کی مدد کوئی نہیں کرتا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: لوگو! اللہ کے حکم میں کوئی خرابی نہیں، بنی اسرائیل پر یہ خدا کی طرف سے لکھا ہوا اور مقدر کیا ہوا امر ہے۔ یہ کہنے کے بعد بیٹھ گیا، پھر اس کی گردن ماردی گئی۔

بنانہ عورت کا قصہ

(اس روز) سوائے بنی نضیر کی ایک عورت کے اور کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔ یہ عورت بنانہ تھی جو بنی قریظہ کے کسی مرد کے نکاح میں تھی اور زوجین میں بڑا پیار تھا۔ جب یہودیوں کا محاصرہ سخت ہو گیا تو بنانہ شوہر کے سامنے روئی اور کہا: تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے۔ شوہر نے کہا: توریت کی قسم! تو اور کسی کام نہیں آسکتی، صرف اس چکی کے پاٹ کو اوپر سے مسلمانوں پر لڑھکا دے، کیونکہ

اب تک ہم ان میں سے کسی کو قتل نہیں کر سکے تو عورت ہے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر غالب آ گئے تو تجھے قتل نہیں کریں گے کیوں کہ وہ عورتوں کو قتل نہیں کرتے ہیں اور یہ مجھے گوارا نہیں کہ تجھے باندی بنالیا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ (میرے بعد) تجھے قتل کر دیا جائے۔ بنانہ اس وقت زبیر بن باطا کے قلعہ میں تھی، اس نے قلعہ کے اوپر سے چکی کا پاٹ لڑھکا دیا۔ مسلمان سایہ لینے کے لیے قلعہ (کی دیوار) کے نیچے بیٹھ جایا کرتے تھے، مسلمانوں نے جب یہ حرکت دیکھی تو منتشر ہو گئے۔ خلاد بن سوید کے اوپر چکی گر پڑی اور ان کا سر پھٹ کر ٹکڑے ہو گیا، اسی سے ان کی وفات ہو گئی۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: واللہ! بنانہ میرے پاس موجود تھی اور خوب ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کو تلواروں سے قتل کر رہے تھے۔ دوسری روایت میں آیا کہ بنانہ (ہنس ہنس کر) کہہ رہی تھی کہ بنی قریظہ کے سردار مارے جا رہے ہیں۔ یک دم کسی پکارنے والے نے بنانہ کا نام لے کر آواز دی: فلاں عورت کہاں ہے؟ بنانہ نے کہا: میں ہوں، خدا کی قسم! میں نے کہا: کم بخت! تجھے اس سے کیا تعلق؟ کہنے لگی: (اب) میں ماری جاؤں گی۔ میں نے کہا: کیوں؟ کہنے لگی: میں نے ایک بات کی ہے۔ چنانچہ وہ چلی گئی اور خلاد بن سوید کے عوض اس کی گردن ماری گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں، میں بنانہ کی خوش طبعی اور ہنسی کی زیادتی نہیں بھولوں گی جب کہ وہ جان چکی تھی کہ اس کو قتل کیا جائے گا (پھر بھی خوب ہنس رہی تھی)۔

محمد بن اسحاق نے بروایت زہری بیان کیا ہے کہ دور جاہلیت میں جنگ بعاث کے دن زبیر بن باطا قرظی جس کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی، ثابت بن قیس بن شماس کو پکڑ کر لے گیا اور (بجائے قتل کرنے یا غلام بنانے کے) اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جب بنی قریظہ کا یہ دن آیا تو زبیر قرظی بہت بوڑھا تھا۔ ثابت نے اس سے کہا: ابو عبدالرحمٰن! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ زبیر نے جواب دیا: مجھ جیسا آدمی آپ جیسے آدمی سے کس طرح انجام رہ سکتا ہے؟ ثابت نے کہا: آپ نے جو احسان مجھ پر کیا تھا، میں آج اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔ زبیر نے کہا: شریف لوگ بھلائی کا اچھا بدلہ دیتے ہی ہیں۔ اس کے بعد ثابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! زبیر کا مجھ پر ایک احسان تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا بدلہ اُتار دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! زبیر کی جان مجھے عطا فرما دیں۔ فرمایا: وہ تم کو بخش دیا گیا۔ ثابت یہ اختیار لے کر زبیر کے پاس آئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تمہاری جان بخشی کر دی۔

زبیر نے کہا: ایک بڑا بوڑھا جس کے نہ بیوی نہ بچے، زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ یہ بات سن کر ثابت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ زبیر کے بال بچوں کو معاف کر دیجئے۔ فرمایا: وہ بھی تمہیں دے دیئے گئے۔ ثابت زبیر کے پاس پہنچے اور کہا: تمہارے اہل و عیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہبہ کر دیئے اور اب میں وہ تم کو دیتا ہوں۔ زبیر نے کہا، وہ گھر والے جو حجاز میں ہوں اور ان کے پاس کچھ مال نہ ہو، کس طرح جی سکتے ہیں؟ ثابت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کیا: یا رسول اللہ اس کا مال بھی عطا فرما دیجئے؟ فرمایا: وہ بھی تم کو دے دیا گیا۔ ثابت نے زبیر سے جا کر کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا مال مجھے بخش دیا، اب وہ تمہارا ہے۔

زبیر نے کہا: ثابت اس شخص کا کیا ہوا جو خوبصورت چینی آئینہ تھا جس کے اندر (پورے) قبیلہ کا چہرہ دکھائی دیتا تھا یعنی کعب بن اسد؟ ثابت نے کہا: اس کو قتل کر دیا۔ زبیر نے کہا: اچھا اس کا کیا ہوا جو شہریوں کا بھی سردار تھا اور صحرا نشین لوگوں کا بھی، دونوں کا سرکردہ تھا، لڑائی کے موقع پر لوگوں کو سواریاں عطا کرتا اور قحط کے زمانے میں کھانا کھلاتا تھا، یعنی حی ابن اخطب کہاں گیا؟ ثابت نے کہا: وہ بھی مارا گیا۔

زبیر نے کہا: غزالہ بن شمول کا کیا ہوا جو حملہ کرنے کے وقت ہمارا ہراول تھا اور حملہ سے مڑنے کے وقت ہمارے لیے حاشیہ ہوتا تھا (یعنی میمنہ اور میسرہ ہو جاتا تھا تاکہ ہماری حفاظت ہو سکے) ثابت نے کہا: وہ بھی قتل ہو گیا۔ زبیر نے کہا: دونوں نشست گاہوں یعنی بنی کعب، بنی قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کی مجلسوں کا کیا ہوا؟ ثابت نے کہا: (دونوں مجلسوں کے) لوگ چلے گئے اور مارے گئے۔ زبیر کہنے لگا: ثابت! میں نے جو بھلائی تیرے ساتھ کی تھی اس کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے بھی انہی لوگوں کے پاس پہنچا دے۔ خدا کی قسم! ان کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں جس گھر میں وہ لوگ فروکش اور مقیم تھے، اس گھر میں جا کر اس کے بعد ہمیشہ رہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں لیکن ثابت میرے بعد میرے اہل وعیال کا لحاظ رکھنا۔ اپنے ساتھی سے درخواست کرنا کہ وہ ان کو آزاد کر دے اور ان کا مال ان کو دے دے۔ چنانچہ ثابت کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کے بیوی بچوں کو اور باستثناء اسلحہ باقی مال کو واپس کر دیا۔ زبیر نے کہا: ثابت! میرا جو حق تجھ پر ہے، تجھے اس کا واسطہ! مجھے (جلد) ان دوستوں سے ملا دے۔ مجھ سے اب اتنی دیر بھی صبر نہیں ہو سکتا جتنی دیر بھرے ہوئے ڈول کو حوض میں اُلٹ کر دوبارہ ڈول کو کنویں میں ڈالنے میں ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ثابت نے لے جا کر زبیر کی گردن ماردی۔

محمد بن عمرو کا بیان ہے کہ ثابت نے کہا: زبیر! مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تجھے قتل کر دوں۔ زبیر نے کہا: مجھے پرواہ نہیں کہ میرا قاتل کون ہو (تیرے ہاتھ سے مارا جاؤں یا کسی اور کے ہاتھ سے، میرے لیے دونوں برابر ہیں) آخر حضرت زبیر بن عوام نے اس کو قتل کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق کو جب زبیر قرظی کے اس قول کی اطلاع ملی کہ میں اپنے دوستوں سے ملوں گا تو آپ نے فرمایا: جہنم کی آگ میں وہ اپنے دوستوں سے ہمیشہ ہمیشہ ملاقات کرتا رہے گا۔

اس کے بعد بنی قریظہ کا مال متاع اور عورتوں کی تقسیم کی گئی۔ یہ سب سے پہلا مال فئی تھا جس میں (بعض لوگوں کو) دوہرا حصہ ملا۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور ان میں ۳۶ گھوڑے (سوار) تھے۔ کل مال کے تین ہزار بہتر (۳۰۷۲) حصے کیے گئے، ہر آدمی کا ایک حصہ اور گھوڑے کا دوہرا حصہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین گھوڑے تھے لیکن حصہ صرف ایک ہی گھوڑے کا مقرر کیا گیا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور اسی واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سوار کے گھوڑے، خواہ ایک سے زائد ہوں لیکن حصہ صرف ایک ہی گھوڑے کا لگایا جائے گا۔ صاحبین کے نزدیک ایک سے زائد اگر کسی سوار کے گھوڑے ہوں تو صرف دو گھوڑوں کا حصہ لگایا جائے گا، دو سے زائد گھوڑوں کے حصے لگانا باتفاق آئمہ ممنوع ہے۔ سورۃ الانفال میں اس کی بحث گزر چکی ہے۔

ریحانہ بنت عمرو کے اسلام لانے کا واقعہ اور آپ کی مملوکہ رہنے پر اصرار

بنی نضیر کے خاندان کی ایک عورت تھی جس کا نام تھا ریحانہ بنت زید بن عمرو بن حذافہ، یہ بنی عمرو بن قریظہ میں بیاہی گئی تھی۔ عورت تھی خوبصورت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھا گئی۔ آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا، لیکن اس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کنارہ کش ہوگئے لیکن دل میں اس کا خیال رہا۔ اس لیے ابن سعیہ کو طلب فرما کر ان سے اس کا تذکرہ کیا۔ ابن سعیہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر میرے ماں باپ قربان، وہ مسلمان ہو جائے گی۔ ابن سعیہ یہاں سے نکل کر ریحانہ کے پاس پہنچے اور اس سے کہنے لگے: اب اپنی قوم کی طلب چھوڑ دو۔ تم نے دیکھ لیا کہ حیی ابن اخطب کیسی مصیبت ان پر لے آیا۔ اب مسلمان ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اپنے لیے پسند فرمائیں گے۔ ریحانہ نے ابن سعیہ کی بات مان لی۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے، اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتوں کی آواز سنائی دی۔ فرمایا: یہ تو ابن سعیہ کے جوتوں کی آواز ہے، مجھے ریحانہ کے مسلمان ہونے کی بشارت دینے آرہا ہے۔ چنانچہ ابن سعیہ آگئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ریحانہ مسلمان ہوگئی۔ یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوگئے۔ ریحانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ کے پاس رہی اور مملوک ہونے کی حالت میں ہی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ریحانہ سے نکاح کر لیں اور اس کو پردہ میں رکھیں، لیکن ریحانہ نے کہا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے یوں ہی اپنی ملکیت میں رہنے دیجئے (آزاد نہ کیجئے) میرے اور آپ کے لیے یہی بات آسان ہے (نہ اس میں آپ کو کوئی تکلیف ہے نہ مجھے) اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باندی (ہی کی صورت میں) رہنے دیا۔

جب بنی قریظہ کا قصہ ختم ہوگیا تو حضرت سعد بن معاذ کا زخم بھی کھل گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سعد کے پاس (ان کو دیکھنے) گئے۔ (عمر رونے لگے) اس وقت میں اپنے حجرہ میں تھی۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! میں نے عمر کے رونے کی آواز، ابوبکر کے رونے کی آواز سے الگ پہچان لی اور یہ لوگ ایسے ہی تھے جیسا اللہ نے فرمایا ہے: "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"

بنو قریظہ کی فتح کا واقعہ ذی قعدہ پانچ ہجری میں ہوا۔ سلیمان بن صرد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب وہ غزوہ احزاب سے فارغ ہوئے۔ اب ہم ان کے ساتھ جنگ کریں گے اور وہ ہمارے ساتھ نہیں لڑیں گے۔ ہم ان کی طرف چلیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اللہ ان کے لشکر کو عزت دے اور اس کے بندے کی مدد فرمائے اور احزاب والوں پر اکیلے غالب آجائے ان پر اکیلے کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے قصہ میں ارشاد فرمایا "وأنزل الذين ظاهروهم من اهل الكتاب من صياصيهم وقذف فى قلوبهم الرعب فريقا تقتلون" وہ لوگ جو تقریباً سات ہزار تھے۔ "وتاسرون

فریقًا" اس سے مراد عورتیں اور بچے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ سات ہزار پانچ سو تھے اور بعض نے سات ہزار ہی کہا ہے۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرًا ㉗ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ㉘ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ㉙

ترجمہ: اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو مالک بنا دیا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اے نبی آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع (دنیوی) دیدوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالَم آخرت کو تو تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

تفسیر: ㉗ "وأورثكم أرضهم وديارهم و أموالهم وأرضالم تطؤها" ابن زید اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد خیبر ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ ہم اس بارے میں باتیں کرتے تھے کہ یہ مکہ ہے۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد فارس و روم ہے۔ عکرمہ کا قول ہے ہر وہ زمین جو قیامت کے دن کھولی جائے گی۔ "و كان الله علٰى كل شىءٍ قديرا"

㉘ "يا يها النّبى قل لازواجك ان كنتن تردن الحيوة الدّنيا وزينتها فتعالين امتعكن" اس سے مراد متعۃ الطلاق (طلاق کے بعد کچھ کپڑے وغیرہ دینا مراد ہے)۔ "واسرحكن سراحًا جميلاً"

㉙ "وان كنتن تردن الله ورسوله والدار الاخرة فان الله أعد للمحسنات منكن اجرًا عظيمًا" اُمہات المؤمنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دنیوی ساز و سامان مانگا اور مصارف میں کچھ وسعت کی طلب گار ہوئیں۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اذیت ہوئی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب بیویوں سے کنارہ کش ہوگئے اور قسم کھالی کہ ایک ماہ تک کسی کے پاس نہیں جائیں گے اور کاشانۂ نبوت سے برآمد بھی نہیں ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو فکر ہوئی کہ جانے کیا بات ہے۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم کو بتاؤں گا کہ اصل بات کیا ہے۔

آیت وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ کا شانِ نزول

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا

آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مسجد میں مسلمان کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی۔ کیا میں اب جا کر ان سے کہہ دوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی؟ فرمایا: ہاں۔ اگر تم چاہو تو۔ میں جا کر مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور انتہائی اونچی آواز سے پکار کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی: ”**واذا جآء هم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردّوه الى الرسول والٰى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه**“ اور اگر ان کے پاس خوف یا امن کی کوئی خبر آتی ہے تو (بلا تحقیق) اس کو پھیلاتے ہیں اور اگر اس خبر کو رسول کی جانب اور اپنے سمجھدار لوگوں کی جانب راجع کر دیتے تو اصل واقعہ کو استنباط کرنے والوں کو اس کا (صحیح) علم ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس خبر کی حقیقت دریافت کی تھی، اُمہات المؤمنین کے اس واقعہ کے متعلق اللہ نے آیات ذیل نازل فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے اسماء گرامی

کہ اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں، پانچ قریشی حضرت عائشہ بنت ابوبکر، حضرت حفصہ بنت عمر فاروق، حضرت اُم حبیبہ بنت ابوسفیان، حضرت اُم سلمہ بنت اُمیہ، حضرت سودہ بنت زمعہ۔ باقی چار قریشی نہیں تھیں حضرت زینب بنت جحش اسدی، حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی، حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب خیبری اسرائیلی، حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

جب آیت تخییر (مندرجہ بالا نازل ہوئی) تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ چہیتی بی بی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے آیت پڑھی اور ان کو (طلاق حاصل کرنے یا ساتھ رہنے) کا اختیار دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا اور اس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر خوشی محسوس ہوئی۔ دوسری بیبیوں نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیروی کی۔

قتادہ کا بیان ہے کہ جب اُمہات المؤمنین نے اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا تو اللہ نے بھی ان کی قدر افزائی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی بیبیوں پر بس کرنے اور آئندہ نکاح نہ کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: ”**لایحل لک النساء من بعد الخ**“ ان کے بعد تمہارے لیے اور عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔

مسلم، احمد اور نسائی نے بوساطت ابوالزبیر حضرت جابر کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں داخلہ کی اجازت طلب کی لیکن آپ کو اجازت نہیں ملی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اجازت طلب کی، ان کو بھی اجازت نہیں ملی۔ کچھ دیر کے بعد دونوں کو اجازت دے دی۔ دونوں حضرات اندر پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غمگین خاموش بیٹھے ہوئے تھے، گرداگرد آپ کی بیبیاں موجود تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دل میں) کہا کہ مجھے کوئی ایسی بات کہنی چاہیے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے (یہ خیال کر کے) میں نے عرض کیا: دیکھیے! اگر خارجہ کی بیٹی (یعنی میری بی بی) مجھ سے (زائد) خرچ مانگتی تو میں اٹھ کر اس کی گردن توڑ دیتا۔ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی اور فرمایا: تم دیکھ رہے ہو کہ میرے گرداگرد یہ عورتیں جمع ہیں اور مجھ سے زیادہ خرچ دینے کی خواستگار ہیں۔ یہ بات سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر ضرب رسید کرنے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت حفصہ کی طرف گردن پر ضرب لگانے کے لیے بڑھے اور دونوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو چیز نہیں ہے اس کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز کبھی نہ کرنا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب عورتوں سے ایک مہینہ یعنی انتیس (۲۹) روز کنارہ کش رہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی اور فرمایا: عائشہ! میں ایک بات تمہارے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ پڑھ کر سنائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ کے بارے میں میں اپنے باپ ماں سے مشورہ کروں؟ (ایسا نہیں ہوسکتا) میں تو اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہوں لیکن آپ سے میری درخواست ہے کہ اپنی بیبیوں میں سے کسی کو میرے اس فیصلہ کی اطلاع آپ نہ دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے تو جو عورت بھی پوچھے گی میں اس کو بتادوں گا۔ اللہ نے مجھے فتنہ انگیز بنا کر نہیں بلکہ بشارت دہندہ اور معلم بنا کر مبعوث کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیویوں سے ایک ماہ ایلاء کرنا

صحیح میں زہری کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی۔ مجھ سے عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ (۲۹ روز کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہیں آئیں گے اور آج تو ۲۹ دن ہوئے ہیں، میں گن رہی ہوں۔ فرمایا: مہینہ ۲۹ دن کا ہے۔

علماء میں اختلاف ہے کہ یہ اختیار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو دیا تھا، کیا تفویض طلاق تھی کہ اگر عورتیں اپنے نفس کو اختیار کر لیتیں تو فوراً طلاق پڑ جاتی (مزید طلاق دینے کی ضرورت نہ ہوتی) یا ایسا نہ تھا (بلکہ اس سے محض عورتوں کی مرضی کا اظہار ہو جاتا اور پھر بھی طلاق کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رہتا) بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ

تفویض طلاق تھی لیکن حسن، قتادہ اور اکثر اہل علم کا قول ہے کہ یہ تفویض طلاق نہ تھی بلکہ طلب طلاق کا اختیار دیا گیا تھا۔ اگر عورتیں دُنیا کو پسند کر لیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ دیتے (یعنی طلاق دے دیتے) کیونکہ آیت میں آیا ہے: "فتعالین امتعکنّ و اسرّحکنّ" (اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر عورتیں دُنیا کو اختیار کر لیتیں تب بھی آزاد کرنے کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ہاتھ میں رہتا)۔

اگر شوہر نے بیوی سے کہا: تجھے اپنا اختیار ہے اور اس جملہ سے اس کا مطلب تفویض طلاق ہو، یعنی یہ مقصد ہو کہ عورت چاہے تو خود اپنے کو طلاق دے لے تو اس مجلس میں عورت جب تک رہے گی، اس کو اختیار رہے گا کہ اگر چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دے لے لیکن اگر اس جگہ سے اُٹھ جائے گی یا کسی کام میں مشغول ہو جائے تو طلاق کا اختیار ہاتھ سے نکل جائے گا کیونکہ یہ تملیک فعل ہے اور تملیک فعل کا تقاضا ہے کہ اسی مجلس میں جواب دیا جائے گا جیسے بیع میں (قبول کا اختیار اسی مجلس عقد میں رہتا ہے) صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ عورت کو اختیار مجلس باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ثابت ہے۔

ابن ہمام کا بیان ہے کہ ابن منذر نے کہا: اگر مرد عورت کو اختیار (یعنی تفویض طلاق) دے دے تو یہ اختیار کب تک رہتا ہے، اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ عورت کو آخر مجلس تک اختیار رہتا ہے، مجلس سے اُٹھ جائے گی تو اختیار ساقط ہو جائے گا۔ مختلف اسنادوں سے ان بزرگوں کا یہ قول مروی ہے لیکن ان سندوں میں کلام کیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ، عطاء، مجاہد، شعبی، نخعی، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، شافعی، ابوثور اور اصحاب زہری کا یہی مسلک ہے لیکن زہری، قتادہ، ابوعبیدہ، ابن نصر اور بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ عورت کا اختیار اس مجلس کے بعد بھی رہتا ہے۔ ابن منذر نے کہا: ہم بھی اسی کے قائل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر (جواب دینے میں) جلدی نہ کرنا۔ صاحب مغنی نے یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روایت کیا ہے۔

ابن ہمام نے ابن المنذر کے جواب میں کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مذکور متفق علیہ نہیں ہے۔ دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی جماعت صحابہ کے قول کے موافق آیا ہے۔ امام محمد نے بلاغات میں اس کی صراحت کی ہے، لکھا ہے ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو اس کے نفس کا اختیار دے دے تو عورت کو اختیار اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اس مجلس میں رہے، جب مجلس سے اُٹھ جائے گی تو اس کو اختیار نفس نہیں رہے گا۔ کسی دوسرے صحابی کا قول بھی اس کے خلاف منقول نہیں۔ لہٰذا اس پر اجماع سکوتی ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ روایات کی اسنادوں میں کلام کیا گیا ہے تو اس سے اصل مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ اُمت اسلامیہ نے اس قول کو بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ عبدالرزاق نے حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول جس سند سے نقل کیا ہے، وہ کھری ہے (اس سند میں کوئی کلام نہیں) رہا ابن منذر کا حدیث کے لفظ "لاتستعجلی" سے استدلال تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کی تفویض نہیں کی تھی۔ (طلب طلاق کا اختیار دیا تھا اور ہماری بحث اس مسئلہ میں ہے کہ شوہر نے تفویض طلاق کر دی اور خود اپنے آپ کو طلاق دے لینے کا اختیار دے دیا ہو) آیت "فتعالین امتعکن و اسرحکنّ سراحًا جمیلا" بھی اس پر دلالت کر رہی ہے۔

مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے رسول نے مجھے اختیار دیا تو میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختیار کو کچھ شمار نہیں کیا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

ترجمہ اے نبی کی بیبیوں جو کوئی تم میں کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کو دوہری سزا دی جاوے گی اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔

تفسیر ۝۳۰ "یا نساء النّبی من یات منکن بفاحشة مبینة" اس سے مراد ظاہری نافرمانی۔ بعض نے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کے مطابق ہے "لئن اشرکت لیحبطن عملک" اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم میں سے جو کوئی فحش گناہ لائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فاحشہ سے مراد ہے نافرمانی، بدخلقی۔

"یضاعف لها العذاب ضعفین" ابن کثیر اور ابن عامر نے پڑھا ہے "نضعف" نون کے ساتھ اور عین کے کسرہ اور تشدید کے ساتھ۔ "العذاب" منصوب ہے۔ دوسرے قراء نے "یضاعف" عین کے فتحہ کے ساتھ اور (العذاب) کو مرفوع پڑھا ہے۔ اس میں دونوں لغتیں ہیں جیسے بعد اور باعد کی ہیں۔ ابوعمرو اور عبیدہ فرماتے ہیں کہ باب تفعیل سے تضعیف کا معنی ہے دوگنا کر دینا اور باب مفاعلت سے مضاعفت کا معنی ہے چند گنا کر دینا۔

"وکان ذلک علی الله یسیرًا" مقاتل کا بیان ہے اللہ تعالیٰ کا عذاب دوگنا مراد ہے، ان کے گناہ کی سزا دُگنی کر دی گئی ہے جیسے کہ آزاد کو غلام کی بنسبت دُگنی سزا دی جاتی ہے اور غلام و لونڈی کو ثواب بھی کم دیا جاتا ہے کیونکہ آزاد کا درجہ ان کی بنسبت بلند ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اُمہات المؤمنین تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ㉛ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ㉜

ترجمہ: اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور اس کے لئے ہم نے ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے اے نبی کی بیبیوں تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو۔

تفسیر: ㉛ "ومن یقنت" جو اطاعت کرے گا۔ "منکن للّٰہ ورسولہ" یعقوب کی قرأت یہ ہے "من تات منکن، وتقنت" ان دونوں میں تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور عام قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ "مَن" وہ عدد ہے جو قائم مقام اسم کے تعبیر کیا جاتا ہے، واحد جمع، مذکر، مؤنث کے ساتھ۔ "وتعمل صالحًا نوتھا أجرھا مرتین" دوسرے کے اجر کے برابر۔ مقاتل کا بیان ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ہوگا۔ حمزہ اور کسائی نے "یعمل یوتھا" دونوں جگہ یاء کے ساتھ ذکر کیا اور دوسرے قراء نے "تعمل" تاء کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ "واعتدنا لھا رزقًا کریمًا" اس سے مراد جنت ہے۔

㉜ "یا نساء النّبی لستن کاحد من النساء" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ مطلب بیان کیا کہ دوسری نیک مؤمن عورتوں کے برابر میرے نزدیک تمہارا مرتبہ نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک تمہاری عزت اور تمہارا ثواب بہت زیادہ ہے۔ احد کی اصل وحد تھی اور وحد بمعنی واحد ہے۔ لفظ احد کی وضع ثانوی عمومی نفی کے لیے ہے۔ مذکر، مؤنث اور واحد جمع سب کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لانفرق بین احد من رسلہ" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "فما منکم من احدٍ عنہ حاجزین"...... "ان اتقیتن" اگر اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی سے بچی رہو گی۔ "فلا تخضعن بالقول" مردوں کے ساتھ بات کرنے میں نرمی اختیار نہ کرو اور نہ ہی بات کو خوبصورت انداز میں پیش کرو۔ "فیطمع الذی فی قلبہ مرض" مرض سے مراد فجور اور شہوت ہے۔ بعض نے کہا کہ نفاق ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ بات ایسی نہ کرو جس کی وجہ سے منافق وفاجر کے دل میں طمع پیدا ہو جائے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی بات میں سختی پیدا کرو جب غیر مرد کے ساتھ مخاطب ہوں تاکہ ان کی طمع ختم ہو جائے۔ "وقلن قولاً معروفًا" دین اور اسلام کے موافق بات کرو۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک وصاف رکھے۔

تفسیر: ﴿۳۳﴾ "وقرن فی بیوتکن" اہل مدینہ اور عاصم نے "وقرن" قاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جن حضرات کے نزدیک قاف پر فتحہ ہے ان کے نزدیک آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "قررت بالمکان أقر قرا" اور اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے "قررت أقر" اس میں دونوں لغات ہیں۔ "ولا تبرجن" مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے تبرج اُٹھلا کر چلنا۔ ابن ابی نجیح کا قول ہے کہ تبرج کا معنی اُٹھلا کر چلنا۔ بعض نے کہا کہ زینت کا اظہار اور اپنے محاسن کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا۔

جاہلیت اولیٰ کی تفسیر

"تبرج الجاھلیة الاولیٰ" جاہلیت اولیٰ کے معنی میں اختلاف ہے۔ شعبی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک جاہلیت اولیٰ کا دور تھا۔ ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ جاہلیت اولیٰ کا زمانہ تھا۔ عورتیں ایسی قمیصیں پہن کر نکلتی تھیں جو دونوں طرف سے بغیر سلے ہوئے ہوتے تھے اور ان کا بدن دونوں طرف سے برہنہ نظر آتا تھا۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا کہ جاہلیت اولیٰ کا وہ زمانہ تھا جو حضرت نوح، حضرت ادریس علیہما السلام کے درمیان تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے دو قبیلے ہوئے ایک پہاڑ پر رہتا تھا، دوسرا میدانی علاقے میں۔ پہاڑی مردوں کے چہرے شگفتہ اور گورے تھے مگر عورتیں بدصورت تھیں اور میدانی باشندوں کی عورتیں حسین تھیں اور مرد بدصورت۔

ایک بار ابلیس انسانی شکل میں ایک میدانی باشندے کے پاس آیا اور اس کے پاس نوکر ہو گیا اور خدمت کرنے لگا، پھر اس نے چرواہوں کی بانسری جیسی ایک چیز بنائی اور ایسی آواز سے بجانے لگا جو لوگوں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ آس پاس کے لوگوں کو آواز پہنچی تو وہ سننے کے لیے جمع ہو گئے اور اس کو ایک تہوار بنا لیا جہاں مقررہ وقت پر جمع ہونے لگے۔ اس طرح بن سنور کر عورتیں مردوں کے سامنے آنے لگیں اور مرد عورتوں کے سامنے۔ ایک روز کوئی پہاڑی اس تہوار میں پہنچ گیا اور اس نے مردوں، عورتوں کو یکجا دیکھا اور عورتوں کا حسن اس کی نظر کے سامنے آیا۔ اس نے جا کر پہاڑی باشندوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد پہاڑی باشندے بھی اپنے مسکن چھوڑ کر میدانی لوگوں کے ساتھ ہی آ بسے اور آپس میں بدکاریاں ہونے لگیں۔ آیت میں تبرج جاہلیت اولیٰ سے یہی مراد ہے لیکن اولیٰ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ جاہلیت دوم بھی کوئی گزری ہے۔ کبھی اولیٰ کا لفظ بغیر اُخریٰ کے بھی استعمال

کیا جاتا ہے جیسے آیت "اھلک عاد ن الاولیٰ" میں اولیٰ کا لفظ ہے۔ "عاد اُخریٰ" کوئی قوم نہیں ہوئی پھر بھی قوم عاد کو "عاد ن الاولیٰ" فرمایا۔ یا جاہلیت سے مراد قبل از اسلام کا دور ہے (جس کی کوئی حد بندی نہیں)۔

"واقمن الصلٰوۃ واٰتین الزّکٰوۃ واطعن اللّٰہ و رسولہ" (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ یعنی تمام اوامر ونواہی کی پابندی کرو، یہی تقویٰ ہے جو تمہارے فضیلت یاب ہونے کی ضروری شرط ہے)۔

"انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرّجس اھل البیت ویطھرکُم تطھیرًا" (اے اہل بیت (نبی)! اللہ تم سے گندگی کو دور کرنا اور کامل طور پر تم کو پاک کرنا چاہتا ہے)۔

رجس کی وضاحت

رجس سے مراد ہے عمل شیطانی یعنی گناہ اور ہر وہ حرکت جس میں کوئی شرعی یا ایسی طبعی برائی ہو جو اللہ کو ناپسندیدہ ہو۔ اہل البیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لوگ ہیں۔ عکرمہ اور مقاتل کے نزدیک اُمہات المؤمنین مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، سعید بن جبیر کی روایت سے بھی یہی آیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (اہل البیت کے مفہوم کے تعیین کے لیے) آیت "واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت اللّٰہ والحکمۃ" تلاوت فرمائی۔ (رواہ ابن ابی حاتم وروی ابن جریر عن عکرمہ نحوہ)

حضرت ابوسعید خدری اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے جن میں مجاہد اور قتادہ بھی شامل ہیں کہ اہل بیت ہیں۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں کی اونی چادر اوڑھے باہر تشریف لے گئے، چادر پر کجاوے کے نقوش تھے، اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چادر میں لے لیا، پھر حسین بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی چادر میں لے لیا، پھر (سیدہ) فاطمہ آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی داخل کر لیا۔ پھر فرمایا: "انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" (رواہ مسلم)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب آیت "انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو طلب کیا اور اپنی چادر مبارک میں داخل کیا، پھر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور کردے اور ان کو کامل طور پر پاک کردے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلوایا، پھر فرمایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی اہل بیت میں سے ہوں، فرمایا کیوں نہیں، ان شاء اللہ۔ حضرت زید بن ارقم نے فرمایا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت وہ سب لوگ تھے جن پر صدقہ کا مال لینا حرام کردیا گیا تھا۔ یعنی اولاد علی، اولاد جعفر، اولاد عقیل، اولاد عباس اور اولاد حارث بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہم)

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ㉞ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ㉟

ترجمہ اور تم آیات الٰہیہ یعنی اس علم (احکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ راز دان ہے پورا خبردار ہے بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر ㉞ "واذ كرن ما يتلى في بيوتكن من ايات الله" اس سے مراد قرآن ہے۔ "والحكمة" قتادہ نے اس کا معنی سنت سے کیا ہے۔ مقاتل کے نزدیک آیات اللہ سے مراد ہے قرآن کے احکام و مواعظ۔ "انّ الله كان لطيفًا خبيرًا" وہ لطیف ہے ان کے اولیاء پر اور تمام مخلوقات پر خبیر ہے۔

آیت کا شان نزول

㉟ "ان المسلمين والمسلمات" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (بعض) بیبیوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ نے قرآن میں مردوں کا ذکر تو اچھائی کے ساتھ کیا ہے، عورتوں کا ذکر اچھائی کے ساتھ نہیں کیا تو کیا ہمارے اندر کوئی قابل ذکر بھلائی نہیں؟ ہم کو اندیشہ ہے کہ اللہ ہماری طاعت کو بھی قبول نہیں کرتا۔ اس پر آیت "ان المسلمين والمسلمات" الخ نازل ہوئی۔

مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اُم سلمہ بنت ابی اُمیہ اور حضرت آسیہ بنت کعب انصاریہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا، یا رسول اللہ! ہمارا رب (قرآن میں) مردوں کا تو ذکر کرتا ہے اور عورتوں کا کہیں ذکر نہیں کرتا، اس

سے ہم کو اندیشہ ہے کہ عورتوں میں کوئی بھلائی ہی نہیں ہے۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس جب اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابوطالب کے ہمراہ حبشہ سے واپس آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے پاس گئیں تو ان سے دریافت کیا: کیا ہمارے معاملہ میں قرآن کی کوئی آیت اُتری ہے؟ اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنھن نے جواب دیا: نہیں۔ اسماء فوراً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچیں اور عرض کیا، یارسول اللہ! عورتیں بڑے گھاٹے میں ہیں، بڑی نامراد ہیں۔ فرمایا: کس وجہ سے یہ بات کہہ رہی ہو؟ عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! مردوں کا جس طرح قرآن میں ذکر کیا جاتا ہے، عورتوں کا اچھائی کے ساتھ (قرآن میں) کہیں ذکر ہی نہیں ہوتا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔

"والمؤمنین والمؤمنات والقانتین" یعنی طاعات کے پابند لوگ مرد ہوں یا عورتیں۔ **"والقانتات والصادقین"** وہ اپنے قول و عمل کے سچے اور ایسے عمل کرنے والے جن کو سچا مانا جائے۔ **"والصادقات والصابرین"** جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے۔ **"والصابرات والخاشعین"** تواضع کرنے والے غرور نہ کرنے والے مرد و عورتیں۔ **"والخاشعات"** نماز میں خشوع اختیار کرنے والے اور نماز میں خشوع سے مراد ہے کہ وہ ادھر ادھر نہ دیکھنے والے۔ **"والمتصدقین"** اللہ تعالیٰ نے ان کو جو رزق دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ **"والمتصدقات، والصائمین والصائمات، والحافظین فروجھم"** جو ان کے لیے حلال نہیں۔

"والحافظات والذاکرین اللّٰہ کثیرًا والذاکرات" مجاہد کا قول ہے کہ بندہ اس وقت اللہ کی بکثرت یاد کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے جب کھڑے بیٹھے، لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد کرتا ہو، کسی وقت اللہ کی یاد میں سستی نہ کرتا ہو، اس کے بغیر کثیر الذکر بندوں میں سے نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مفردون آگے بڑھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ مفردون کون لوگ ہیں؟ فرمایا: اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ جو اپنے کام کو اللہ کے سپرد کردے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہے۔ **"ان المسلمین والمسلمات"** اور جس نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ اللہ اس کا رب ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں اس نے دل و زبان سے اس کی مخالفت نہیں کی۔ وہ **"والمؤمنین والمؤمنات"** میں شامل ہے اور جس نے اللہ کی اطاعت کی غرض میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی سنت میں وہ اللہ کے اس فرمان میں داخل ہے **"والقانتین والقانتات"** اور جو شخص صبر علی الطاعات کرے اور معصیت سے ڈرتا رہا اور دُکھ پر صبر کیا، وہ اس فرمان **"والصابرین والصابرات"** میں داخل ہے اور جس شخص نے نماز پڑھی کہ اس کو دائیں بائیں کی بھی شناخت نہیں ہوئی وہ **"والخاشعین والخاشعات"** میں داخل ہوگیا اور جو ہر ہفتے میں ایک درہم صدقہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان **"والمتصدقین والمتصدقات"** میں داخل ہوگیا اور جس نے ہر ماہ چاندنی راتوں (یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کے) روزے رکھے وہ **"والصائمین والصائمات"** میں داخل ہوگیا اور جس نے حرام سے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا وہ **"والحافظین فروجھم والحافظات"** میں شامل ہوگیا اور جس نے پانچوں نمازیں ادا کیں ان کے حقوق کی وجہ سے وہ اللہ کے اس فرمان

"والذاکرین اللہ کثیرًا والذاکرات" میں داخل ہوگیا۔ "اعداللہ لھم مغفرۃ واجرًا عظیمًا"

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

ترجمہ اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) ان کو ان (مومنین) کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا اور جب آپ اس شخص سے فرمار ہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈرو آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ (آخر میں) ظاہر کرنے والا ہے اور آپ لوگوں (کے طعن) سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے زیادہ سزاوار تھا پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تا کہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ (منہ بولے بیٹے) ان سے اپنا جی بھر چکیں اور خدا کا حکم تو ہونے والا تھا ہی۔

تفسیر ㊱ "وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم" اس آیت کا نزول زینب بنت جحش اسدیہ اور اس کے بھائی کے متعلق ہوا۔ ان کے بھائی کا نام عبداللہ بن جحش تھا اور ان کی ماں اُمیہ بنت عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجا اور وہ اس پر راضی ہوگئی۔ انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے مجھے نکاح کا پیغام بھجوایا ہے۔ اس لیے راضی ہوگئیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ زید کی طرف سے پیغام بھیجا ہے تو آپ کو ناگوار ہوا اور انکار کر دیا اور زینب کے بھائی عبداللہ بن جحش نے بھی یہ رشتہ پسند نہیں کیا۔ حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ کی ماں اُمیہ بنت عبدالمطلب تھی، اُمیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں کما مر۔ اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ "وما کان لمؤمن" اس سے مراد عبداللہ بن جحش اور "ولا مؤمنۃ" اس سے ان کی بہن زینب ہیں۔ "اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا" جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا ارادہ کریں وہ نکاح کرنا ہے زینب کا زید کے ساتھ۔ "ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم" خیرۃ اختیار کو کہتے ہیں معنی اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ہے اس کے ارادے تک نہیں پہنچ سکتا یا کوئی بھی اس کے کام سے نہیں روک سکتا جس کا

حکم اللہ اوراس کے رسول نے دیا ہے۔"ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا"صحیح راستے سے کھلم کھلا ہٹا ہوا ہونا، پھر جب انہوں نے یہ بات مان لی اوراس پر راضی ہوگئے تو اس وقت یہ بھی تسلیم ہوگئی۔
اوراس نکاح کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اوراپنے بھائی کے ہاتھ میں کردیا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کے ساتھ کردیا۔اس نکاح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دس دینار اور ساٹھ درہم ایک دوپٹہ اوراوڑھنی اورایک ازار اور پچاس مد کھانے کے اورتیس صاع کھجور کے عطا کردیئے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ کا شان نزول

㊲"واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ أمسک علیک زوجک"ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف) گئے۔زینب گوری اور قریش کی حسین ترین عورت تھیں۔اس وقت صرف کرتہ اوردوپٹہ پہنے کھڑی تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جونظران پر پڑی تو اچھی معلوم ہوئیں اوردل کو بھاگئیں۔زبان سے نکلا:سبحان اللہ!اللہ دل کو پلٹنے والا ہے۔اس کے بعد لوٹ آئے۔جب حضرت زید آئے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا تذکرہ کردیا۔زید سمجھ گئے اوراسی وقت سے ان کے دل میں زینب کی طرف سے کراہت پیدا ہوگئی۔کچھ مدت بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:یارسول اللہ!(صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی بیوی کو الگ کرنا چاہتا ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ایسا کیوں؟کیا زینب کی تم نے کوئی ناشائستہ حرکت دیکھی؟زید نے کہا نہیں،خدا کی قسم!میں نے ان کی طرف سے نیکی کے سوااور کچھ نہیں دیکھا مگر وہ اپنی شرافت نسب کی وجہ سے مجھ پر اپنی بڑائی جتلاتی ہیں اورزبان سے مجھے دکھ دیتی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھواوراس کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ابن جریر نے ابوزید کی روایت سے یہ واقعہ یوں ہی بیان کیا ہے۔اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔
(فائدہ) یہ روایت جس کو امام بغوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ جوذکر کیا جاتا ہے کہ زید کی شادی کروانے کے بعد آپ کا دل ان کی طرف مائل ہوگیا تھا یہ دعویٰ باطل ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی بیٹی حضرت زینب کے حسن سے بے خبر نہیں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے سے پہلے ان کو جانتے تھے۔اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا پردہ بھی نہیں کرتی تھیں۔دوسرا یہ کہ اگر یہ بات سچ بھی مان لی جائے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کے لیے خطبہ نکاح دینے کے بجائے اپنے لیے نہ بھیجتے؟یہاں پر اس بات کے کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانع بھی کوئی چیز نہیں تھی بلکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اوران کے بھائی دونوں نے یہی گمان کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے خطبہ نکاح بھیجا ہے۔جب ان دونوں کو معلوم ہوگیا کہ زید کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو وہ دونوں خاموش

ہوگئے۔ان دونوں کے حق میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔"وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله أمرًا أن يكون لهم الخيرة من امرهم" اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا راضی ہوگئیں اور مان لیا۔ پھر حضرت زید کے ساتھ ان کا نکاح کردیا گیا۔

حاشاوکلا کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنے بیٹے کی بیوی کی محبت آجائے جہاں پر منہ بولے بیٹے کو اپنے بیٹے کی طرح کہا جاتا ہے حالانکہ والدین اپنے بیٹے کی بیوی سے مانوس بھی رہتے ہیں۔ پھر یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہو۔"واللّٰہ تعالٰی اعلم قد عصمه فی خواطره و أفعاله" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس طرح کی روایت سے تعرض کیا ہے۔ حاصل یہ کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں پوشیدہ رکھا وہ اللہ تعالیٰ کی خبر ہے کہ حضرت زینب کو آپ کے نکاح میں دے دیں گے۔ باقی یہ بات دل میں پوشیدہ اس وجہ سے رکھی گئی تاکہ لوگوں کی زبانوں میں یہ بات افشاء نہ ہوجائے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ زمانہ جاہلیت کے اس کام کو باطل کرنا چاہتے تھے اور وہ یہ کہ اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیں۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر فرمایا جو مسلمانوں کے امام ہیں۔

"واذ تقول للذی انعم اللّٰہ علیه" جس پر اللہ نے انعام کیا (اسلام لانے کی نعمت کے ساتھ)......"وانعمت علیه" اور وہ انعامات جو تیرے اوپر کیے گئے۔ مثلاً تیری تربیت کی گئی، پھر تجھے آزاد کردیا گیا یعنی زید بن حارثہ کو۔"امسک علیک زوجک" زینب بنت جحش کو اپنے پاس روکے رکھو۔"واتق اللّٰہ" زینب بنت جحش کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور ان کو اپنے سے جدا نہ کریں۔"وتخفی فی نفسک ما اللّٰہ مبدیه" یعنی تمہارے نفس نے اس کو چھپائے رکھا۔ جب تک اللہ اس کو ظاہر نہ کردیں۔ بعض نے کہا کہ آپ کے دل میں یہ بات چھپائے رکھی کہ جب اس کو چھوڑ دے گا تو اس سے نکاح کرلوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زینب کی محبت دل میں چھپائے رکھی۔ قتادہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل سے چاہا کہ زید، زینب کو طلاق دے دیں۔"وتخشی النّاس" ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن کا قول ہے تیری حیاء کے باعث۔ بعض نے کہا کہ لوگوں کے سرداروں سے ڈریں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس نے پہلے اپنے منہ بولے بیٹے سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو، پھر اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرلیا۔

"واللّٰہ احق أن تخشاه" حضرت ابن عمر اور ابن مسعود اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیات سے زیادہ کوئی آیت دشوار نہیں گزری۔ مسروق کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے فرستادہ حصہ وحی سے کوئی حصہ چھپاتے تو اس آیت "وتخفی فی نفسک ماللّٰہ مبدیه ...... الآیه" کو پوشیدہ رکھتے۔

سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ علی بن زید بن جدعان نے کہا: مجھ سے امام زین العابدین علی بن امام حسن نے پوچھا کہ آیت "وتخفی فی نفسک ما اللّٰہ مبدیه وتخشی الناس واللّٰہ احق ان تخشاه" کے متعلق حسن کیا کہتے ہیں؟ میں

نے کہا حسن کہہ رہے تھے کہ جب زید نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں زینب کو چھوڑنا چاہتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کی یہ بات (دل سے تو) پسند آئی لیکن (ظاہر میں) زبان سے فرمایا: "امسک علیک زوجک واتق اللّٰہ" امام زین العابدین نے فرمایا: ایسا نہیں ہے۔ اللہ نے آپ کو پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ زید، زینب کو طلاق دے دیں گے اور زینب آپ کی بیوی ہو جائیں گی۔ چنانچہ جب زید نے آ کر کہا کہ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "امسک علیک زوجک" یہ بات اللہ کو پسند نہ آئی اور بطور عتاب اللہ نے فرمایا: جب ہم نے آپ کو بتا دیا تھا کہ زینب آپ کی بیوی ہوگی تو پھر آپ نے زید سے کیوں کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو، طلاق نہ دو۔ آیت کا یہ مطلب شان انبیاء کے موافق ہے (اس سے نبی پر کوئی دھبہ نہیں آتا) اور عبارت بھی اسی کے مطابق ہے کیونکہ اللہ نے فرمادیا کہ جو بات تم نے چھپائی تھی، ہم اس کو ظاہر کرنے والے ہیں لیکن سوائے اس کے کہ فرمادیا: "زَوَّجْنٰکَهَا" (ہم نے تمہارا نکاح زینب سے کر دیا) اور کوئی بات ظاہر نہیں کی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں زینب کی محبت چھپائے رکھی ہوتی یا دل کے اندر یہ بات مخفی کر لی ہوتی کہ زینب کو زید طلاق دے دے تو اللہ (حسب وعدہ) اس کو ضرور ظاہر کر دیتا۔ حقیقت میں (جب بوحی الٰہی آپ کو معلوم ہوگیا کہ زید، زینب کو طلاق دے دیں گے اور زینب سے آپ کا نکاح ہو جائے گا تو) آپ کو زید سے یہ بات کہتے ہوئے شرم محسوس ہوئی کہ جو بیوی تیرے نکاح میں اور تیرے پاس ہے، وہ میری بیوی ہو جائے گی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی محبت کو دل میں مخفی رکھا کہ زید طلاق دے دیں گے تو میں نکاح کر لوں گا لیکن دل میں جو بات بغیر اختیار کے پیدا ہو جائے اس کو قابل ملامت اور اس کو برا نہیں قرار دیا جا سکتا۔ قلبی میلان میں کوئی گناہ نہیں، دل کا جھکاؤ اور وجدان محبت تو طبعی اور فطری چیز ہے۔ باقی "امسک علیک زوجک واتق اللہ ......الآیہ" فرمایا یہ تو اچھے کام کا مشورہ ہے امر بالمعروف ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔

"واللہ احق أن تخشاہ" اس سے یہ اشکال نہیں کیا جا سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ کا خوف اور مشیت الٰہی نہیں تھی جبکہ ماقبل میں حدیث گزری ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "انا اخشاکم للّٰہ واتقاکم" کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف وخشیت رکھتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی شان میں فرمایا ہے "یخشونہ ولا یخشون احدًا الا اللّٰہ" وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے لیکن اس جگہ جب لوگوں سے ڈرنے کا ذکر کیا تو یہ بھی فرما دیا کہ تمام اُمور واحوال میں خدا سے ڈرنا ہی سزاوار ہے۔ "فلما قضی زید منها وطرًا" جب زید کا اس سے دل بھر گیا۔ "زوجناکها" یہاں پر حاجت کے پورا ہونے کا ذکر فرمادیا تاکہ جان لے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو تمہارے اولیاء نے کرائے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اوپر کیا۔

شعبی کا بیان ہے کہ حضرت زینب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتی تھیں کہ مجھے آپ کے سلسلہ میں تین چیزوں سے

امتیاز حاصل ہے، وہ امتیاز کسی بیوی کو حاصل نہیں کہ میرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا ایک تھا، میرا نکاح آپ کیساتھ اللہ نے آسمان پر کیا، میرے نکاح کے سفیر حضرت جبرئیل تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا ایسا کسی اور بی بی کا نہیں کیا۔ زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے کہ زینب بنت جحش کے زفاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھلائی۔ مسلم، احمد، نسائی، ابو یعلی، ابن ابی حاتم، طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے اور یہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے کہ جب زینب کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا: جا کر زینب سے میرا تذکرہ کرو (یعنی پیام پہنچاؤ) زید گئے اور جس وقت پہنچے ہیں، اس وقت زینب رضی اللہ عنہا آٹا خمیر کر رہی تھیں۔ زید کا بیان ہے کہ میں نے زینب کو دیکھا تو ان کی اتنی عظمت میرے دل میں پیدا ہوئی کہ میں سامنے سے ان کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے ارادہ سے ان کا ذکر کیا تھا۔ چنانچہ میں نے فوراً ان کی طرف اپنی پشت کر لی اور ایڑیوں کے بل مڑ کر کہا: زینب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو یاد کیا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اپنے رب سے مشورہ کے بغیر کچھ کرنے والی نہیں۔ یہ جواب دینے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا اُٹھ کر مسجد (یعنی اندرون خانہ جو نماز کی جگہ مقرر کر رکھی تھی اس) کی طرف گئیں اور آیت ذیل نازل ہوئی۔

"لکیلا یکون علی المؤمنین حرج" حرج سے مراد گناہ ہے۔ "فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرًا" ادعیاء جمع داعی کی ہے اس سے مراد متبنّٰی بیٹا ہے۔ یعنی زینب زوجہ زید سے ہم نے آپ کا نکاح اس لیے کرایا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹوں کی (مطلقہ) بیویوں سے نکاح حلال ہے خواہ وہ بیٹے اپنی بیویوں سے قربت کر چکے ہوں حقیقی بیٹے کی بیوی کا حکم اس کے خلاف ہے۔ "وکان امر اللہ مفعولا" اور اللہ کا فیصلہ تو لامحالہ پورا ہونے والا تھا۔ جیسا زینب کے معاملے میں ہوا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ. سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ. وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿38﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ. وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿39﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿40﴾

ترجمہ: ان پیغمبر کے لئے جو بات (تکوینا یا تشریعا) خدا تعالیٰ نے مقرر کر دی تھی اس میں ان پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے یہ سب (پیغمبران گذشتہ) ایسے تھے کہ اللہ کا پیغام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ ہی

سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر ㊳ "ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ" جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کر دی۔ "سنۃ اللہ" منصوب ہے حرف جر کے محذوف ہونے کی وجہ سے۔ اصل عبارت یوں تھی "کسنۃ اللہ" بعض نے کہا کہ منصوب بنا بر اغراء ہے فعل محذوف کی وجہ سے۔ "ای الزموا سنۃ اللہ"...... "فی الذین خلوا من قبل" ماقبل انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی اس بات کا مواخذہ نہیں کیا گیا جو اشیاء ان کے لیے حلال کر دی گئی تھیں۔ کلبی اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی ایک عورت کی طرف مائل ہو گئے تھے جس سے انہوں نے نکاح کر لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کر دیا۔

بعض حضرات نے کہا کہ "سنۃ اللہ" سے مراد ہے نکاح، نکاح بھی سنت انبیاء میں سے ہے۔ بعض کے نزدیک کثرت ازواج کی طرف اشارہ ہے جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی بیبیاں کثرت سے تھیں۔ "و کان امر اللہ قدرًا مقدورًا" اس کا فیصلہ تجویز کردہ ہے جو ماقبل میں گزر چکا ہے۔

㊴ "الذین یبلغون رسالات اللہ" وہ سب انبیاء ایسے تھے جو اللہ کے پیغام کو پہنچاتے تھے۔ "ویخشونہ ولا یخشون أحدًا الا اللہ" وہ لوگوں کی باتوں سے نہیں ڈرتے تھے اور ان کے آئمہ بھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کیا تھا اور ان پر فرض کیا تھا۔ "و کفٰی باللہ حسیبًا" وہ مخلوقات کے اعمال کے محافظ اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے والے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تو لوگوں نے یہ باتیں کہنا شروع کر دیں کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

㊵ "ما کان محمد أبا احد من رجالکم" رجال سے مراد زید بن حارثہ ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں کہ جن کی وجہ سے ان کی بیویوں سے نکاح حرام ہو۔

سوال: قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تھے اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے (مانے گئے) تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سید ہے؟

جواب: چار بیٹوں کی وفات بچپن میں ہو گئی تھی، کوئی بھی حد بلوغ کو نہیں پہنچا کہ اس کو رجل کہا جاتا۔ صحیح یہ بات ہے جو ہم نے کہی ہے مراد اس سے یہ ہے کہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت فرمائی۔ ابن عامر اور ابن عاصم نے (خاتم) تاء کے فتحہ کے ساتھ اسم پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے کسرہ کے ساتھ فاعل پڑھا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے انبیاء کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا

قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر نبیوں کا سلسلہ ختم نہ ہوجاتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کو آپ کے بعد نبی بناتے۔

عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی بنانا نہیں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی لڑکا یعنی مرد (اولاد) عنایت نہیں کیا۔

"وکان اللہ بکل شیءٍ علیمًا" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خوبصورت قصر ہو، اس کی عمارت حسین ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ دیکھنے والے اس کے گرد آ کر گھومتے ہیں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہوں لیکن یہ بھی کہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ پس اس ایک اینٹ کے مقام کو میں نے درست کر دیا اور مجھ پر پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ ختم کر دیا۔

حضرت جبیر بن مطعم کا بیان ہے، میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے (میرے بہت نام ہیں) میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا، میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہو وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تا کہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آوے اور مومنین پر اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے۔

تفسیر: ﴿۴۱﴾ "یا یھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ذکر کے علاوہ اللہ نے ہر فرض کی ایک حد مقرر کر دی ہے اور عذر کے وقت معذور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے مگر ذکر کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی اور سوائے دیوانہ کے کسی کو معذور نہیں قرار دیا بلکہ تمام حالتوں میں ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے "فاذکروا اللہ قیامًا و قعودًا وعلی جنوبکم" اللہ کی یاد کرو کھڑے بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے اور فرمایا ہے "اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا" اللہ کی یاد بکثرت کیا کرو، رات میں، دن میں، خشکی میں، سمندر میں، صحت میں، بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر۔ مجاہد نے کہا کہ ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی اللہ کو نہ بھولے۔

﴿۴۲﴾ "وسبحوہ" اس کے لیے نماز پڑھو۔ "بُکرۃً" صبح کی "واصیلاً" اور عصر کی۔ کلبی کا بیان ہے کہ یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھو۔ مجاہد کا قول ہے کہ تسبیح سے مراد ہے "سبحان اللہ، والحمدللہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھنا۔ لفظ تسبیح تمام جملے مراد ہیں جن کو بطور تسبیح کے پڑھا جاتا ہے۔ تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر وغیرہ۔ بعض حضرات نے کہا کہ "ذکرًا کثیرًا" سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کو باوضو، بے وضو، جنبی اور محدث پڑھ سکتا ہے۔

㊸"هو الذی یصلی علیکم وملائکته" صلوٰۃ کی نسبت اگر اللہ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے اور صلوٰۃ کی نسبت اگر فرشتوں کی طرف کردی جائے تو اس سے مراد استغفار ہوتا ہے مؤمنین کے لیے۔ سدی کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا ہمارا رب صلوٰۃ کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ سوال بہت شاق گزرا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی، ان سے کہہ دو کہ میں صلوٰۃ کرتا ہوں مگر میری صلوٰۃ بمعنی رحمت ہے جو ہر چیز کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے۔ بعض کے نزدیک اللہ کی بندے پر صلوٰۃ کا معنی ہے بندے کے ذکر خیر کو لوگوں میں پھیلانا۔ بعض نے کہا کہ اللہ کی طرف سے بندہ کی ثناء ہونا صلوٰۃ اللہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس پر تعریف کرنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب آیت "انّ اللّٰه وملائکته یصلون علی النبی" نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے جو شرف خصوصیت کے ساتھ آپ کو عطا فرمایا ہم کو اس میں ضرور شریک فرمادیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "لیخرجکم من الظلمات الی النور" کفر کی ظلمت سے نور ایمان کی ظلمت کی طرف نکال دیں۔ یعنی اپنی رحمت اور ملائکہ کی دُعا سے کفر و معاصی سے نکال کر ایمان و طاعات کے نور کی طرف ہمیشہ تم کو لاتا رہتا ہے۔ "وکان بالمؤمنین رحیمًا"

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ㊹ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ㊺ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ㊻ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ㊼ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ㊽ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ㊾

ترجمہ: وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عمدہ صلہ (جنت میں) تیار رکھا ہے اے نبی بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مؤمنین) کے بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں اور (ان کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں اور مؤمنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے اور کافروں اور منافقین کا کہنا نہ کیجئے اور ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کافی کارساز ہے اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دیدو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو تو ان کو کچھ (مال) متاع دیدو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کرو۔

تفسیر 44 "تحیتهم" مؤمنین کا سلام۔ "یوم یلقونه" جس دن وہ اللہ کو دیکھیں گے، یہ ہوگا۔ "سلامٌ" اللہ کی طرف سے بطور تحیہ ان کو سلام کیا جائے گا اور اللہ ان کو تمام ناگوار باتوں سے امن و سلامتی میں رکھے گا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں "تحیتهم یوم یلقونه" جس وقت ان سے ملک الموت ملے گا وہ کسی مؤمن کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرتے جب تک اس پر سلام نہ بھیج دیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ملک الموت مؤمن کی روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے تو کہتا ہے "ان ربک یقرئک السلام" کہ تمہارے رب نے تجھے سلام بھیجا ہے۔ بعض نے کہا کہ ملک الموت یہ کہتا ہے کہ تجھے فرشتے سلام بھیجتے ہیں اور قبروں سے نکالے جانے کے دن کی خوشخبری سناتے ہیں۔ "واعدلهم اجرًا عظیمًا" اس سے مراد جنت کی خوشخبری ہے۔

45 "یا یها النّبی انا ارسلناک شاهدًا و مبشرًا و نذیرًا" شاہداً سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی رسالت والا پیغام پہنچادیا ہے۔ "ومبشرًا" اور انبیاء پر ایمان لانے والوں کو جنت کی خوشخبری دینے والے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کو دوزخ سے ڈرانے والا۔

46 "وداعیًا الی اللّٰه" اس کی توحید اور اس کی طاعت کی طرف دعوت دینے والے۔ "باذنه" اس کے حکم سے۔ "و سراجًا منیرًا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن چراغ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح رات کی تاریکی میں چراغ جلایا جاتا ہے اور اس کی روشنی سے راستہ نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روشنی اور ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

47 "وبشرالمؤمنین بأن لهم من اللّٰه فضلاً کبیرًا"

48 "ولا تطع الکافرین والمنافقین" اس کی تفسیر ماقبل میں اس سورۃ کی ابتداء میں ذکر کی جاچکی ہے۔ "ودع اذاهم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا قول ہے کہ ان کی اذیت پر صبر کرے۔ زجاج کا بیان ہے کہ ان سے جھگڑا نہ کیجئے، ان کو دکھ پہنچانے کا خیال نہ کیجئے، یہ قتال کی آیت سے منسوخ ہے۔ "وتوکل علی اللّٰه وکفٰی باللّٰه وکیلاً" وہی تمام امور کی حفاظت کرنے والا ہے۔

49 "یاایها الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن" یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ طلاق نکاح سے پہلے واقع نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح پر مرتب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی غیر عورت سے اس طرح کہا ہے کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے۔ پھر اس سے نکاح کرلیا تو نکاح سے پہلے دی ہوئی طلاق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اگر اس طرح کہا کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے پھر کسی عورت سے نکاح کرلیا تو طلاق واقع ہوگئی۔ یہ قول حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت معاذ، حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عروہ، قاسم، طاؤس، عکرمہ، عطاء، سلیمان، بن یسار، مجاہد، شعبی، قتادہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں صورتوں میں طلاق واقع

ہو جائے گی۔ یہ قول ابراہیم نخعی اور اصحاب الرائے کا ہے اور ربیعہ، مالک اور اوزاعی کا قول ہے کہ معین عورت کو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

عکرمہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت کی ہے اور اگر واقعی انہوں نے کسی معین عورت کے متعلق کہا ہو کہ فلاں عورت سے میں نکاح کروں تو اسے طلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے "یایها الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن" اس نے "اذا طلقتموهن ثم نکحتموهن" نہیں فرمایا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی تائید کے لیے ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔ "من قبل أن تمسوهن" مس سے مراد جماع ہے۔ "فمالکم علیهن من عدة تعتدونها" تم اس کو شمار کرو حیض کے ساتھ یا مہینوں کے اعتبار سے "فمتعوهن" ان کو تم دو کہ تم نے ان سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ حکم اس وقت ہے جب مہر کی مقدار مقرر نہ کی ہو، اگر مہر مقرر ہو تو آدھا واجب ادا ہوگا۔ متاع لازم نہیں ہوگا۔

قتادہ کا بیان ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے، آیت "فنصف ما فرضتم" اس کی ناسخ ہے دونوں قولوں کا مآل ایک ہی ہے کہ اگر بغیر جماع کیے کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مہر کی مقرر مقدار تھی تو آدھا مہر دیا جائے گا۔ اس صورت میں متعہ نہ واجب ہے نہ مستحب۔ بعض کے نزدیک نصف مہر کے ساتھ ساتھ متعہ مستحب ہے۔ اس قول کی بنیاد پر متعوهن کا امر استحباب کے لیے ہوگا۔ "وسرحوهن سراحا جمیلاً" اور ان کے راستے کو اچھے طریقے سے چھوڑ دو بغیر کسی تکلیف ونقصان دینے کے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ. قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ. ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ. وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ. وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿٥١﴾

ترجمہ: اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو خاص طور پر تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو

اوراس مسلمان عورت کو بھی جو بلاعوض اپنے آپ کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں یہ سب آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں نہ اور مومنین کے لئے ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کئے ہیں تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی (واقع) نہ ہو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی اور خدا تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ (یہی کیا) سب کچھ جاننے والا ہے بردبار ہے۔

تفسیر ۵۰ "**یا یھا النّبی انا احللنا لک ازواجک اللاتی آتیت أجورھن**" اس سے مراد مہر ہے۔ "**وما ملکت یمینک مما أفاء اللہ علیک**" اس آیت میں کفار پر رد ہے۔ کفار یہ کہتے تھے کہ ان کو پہلے قید کیا، پھر ان سے نکاح کرلیا جیسے صفیہ اور جویریہ جبکہ حضرت ماریہ کسی جہاد سے گرفتار کر کے نہیں لائی گئی تھیں بلکہ مقوقس شاہ مصر نے بطور ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کو بھیجا تھا۔ "**وبنات عمک وبنات عماتک**" اس سے مراد قریش کی عورتیں ہیں۔ "**وبنات خالک و بنات خالاتک**" خاندان بنوزہرہ کی بیٹیاں۔ "**اللاتی ھاجرن معک**" جنہوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی اور جن عورتوں نے ان میں سے کسی عورت کے ساتھ ہجرت نہیں کی اور مدینہ نہیں آئی، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جائز نہیں تھا۔

حضرت ابوصالح کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت اُم ہانی بنت ابوطالب نے فرمایا جب مکہ فتح ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا۔ میں نے معذرت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا عذر قبول کرلیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہی نہیں رہی کیونکہ میں مہاجرات میں سے نہیں تھی، طلقاء میں سے تھی۔ پھر ہجرت کی شرط منسوخ ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال ہونے کے لیے۔

"**وامرأۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النّبی أن یستنکحھا خالصۃ لک من دون المؤمنین**" یعنی آزاد عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کردے اور اگر کوئی غیر مسلمہ خود اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کردے تو آپ کے لیے اس کو نکاح میں لانا جائز نہیں تھا۔

آیت وامرأۃ مومنہ کی تفسیر

علماء مفسرین کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ کسی غیر مسلمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جائز تھا یا نہیں تھا، علماء کی ایک جماعت عدم جواز کی قائل ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے "**و امرأۃ مؤمنۃ**" فرمایا ہے اور "**ھاجرن معک**" کا معنی "**اسلمن معک**" سے کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلمہ عورتوں سے نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔

نکاح کن الفاظ سے منعقد ہوتا ہے

اور اسی طرح نکاح منعقد ہو جاتا ہے اپنے آپ کو کسی کے لیے ہبہ کرنے کے ساتھ بغیر ولی اور بغیر گواہوں اور بغیر مہر کے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو نکاح میں لانے کا ارادہ ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "خالصة لک من دون المؤمنين" چار شادیوں سے اوپر اور نکاح میں رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا۔

اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ باندی اپنے آپ کو ہبہ کردے تو اس کا کیا حکم ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک اس کے ساتھ لفظ نکاح اور تزویج کے علاوہ دوسرے الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ یہ قول سعید بن المسیب، زہری، مجاہد اور عطاء کا ہے اور یہی قول ربیعہ مالک اور شافعی کا ہے اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے لفظ ہبہ تملیک کے ساتھ۔ یہ قول ابراہیم نخعی اور اہل کوفہ کا ہے اور جن حضرات نے کہا کہ اس کا نکاح نہیں منعقد ہوگا مگر لفظ نکاح اور تزویج کے ساتھ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا ان کے ساتھ بھی لفظ ہبہ کے ذریعے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک منعقد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "خالصة لک من دون المؤمنين" دوسرے حضرات کا قول ہے کہ اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا مگر لفظ نکاح اور لفظ تزویج کے ساتھ باندی کے حق میں، اللہ تعالیٰ کا فرمان "ان اراد النّبي أن يستنكحها" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختصاص مہر کے بغیر قبول کرنے میں ہے نہ کہ لفظ نکاح کے ساتھ۔

آئمہ کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیویوں کے موجود ہونے کے باوجود کوئی عورت اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کردے تو وہ قبول کر سکتے ہیں یا نہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت کوئی عورت نہیں تھی جب ان کے لیے ہبہ کیا گیا اور نہ ہی کوئی عورت ان کے پاس آئی۔ عقد نکاح یا ملک یمین کے سبب۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ان وهبت نفسها" یہ شرط ہے اور اس کی جزاء یہی ہے جو ماقبل میں گزر چکی ہے۔ دوسرے حضرات کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہبہ شدہ عورتیں موجود تھیں۔ اس بارے میں بھی آئمہ مفسرین کا آپس میں اختلاف ہے کہ امام شعبی کا قول ہے کہ یہ حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ ہیں، ان کو اُم المساکین بھی کہا جاتا ہے۔

قتادہ کا بیان ہے کہ یہ میمونہ بنت حارث ہیں۔ علی بن الحسین، ضحاک اور مقاتل کے نزدیک یہ اُم شریک بنت جابر ہیں جو قبیلہ بنو اسد سے ہیں۔ عروۃ بن زبیر کا قول ہے کہ یہ خولہ بنت حکیم قبیلہ بنو سلیم سے تھیں۔ (یہ وہ عورتیں تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا)۔

"قد علمنا ما فرضنا عليهم" یعنی مؤمنین پر جو کچھ ہم نے واجب کردیا۔ "في ازواجهم" اپنی بیویوں کے متعلق جو احکام ان پر نازل کردیئے کہ تم چار سے زائد عورتیں بیک وقت نہیں رکھ سکتے، وہ بھی ولی اور گواہوں اور مہر سے۔ "وما ملكت ايمانهم" اور وہ احکام جو ہم نے تمہارے اوپر ملک یمین کے ذریعے واجب کیے ہیں۔ "لكيلا يكون عليك حرج" یہ آیت

اوّل سورۃ کی اس آیت کی طرف لوٹ رہی ہے۔"احللنا لک أزواجک... وما ملکت یمینک" یہ تمہارے لیے ہبہ ہے تاکہ آپ کسی حرج یا تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔"وکان اللہ غفورًا رحیمًا"

51 "ترجی" تم اس کو مؤخر کرو۔"من تشاء منھن وتووی" اور تمہاری طرف اس کو ملائے۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ کی تفسیر

"الیک من تشاء" اس آیت میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ اس آیت کا نزول باری تقسیم کرنے کے سلسلہ میں ہوا۔پہلے عورتوں میں برابری کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا،اس آیت کے نزول کے بعد برابری رکھنے کا حکم ساقط کر دیا گیا اور عورتوں کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا اختیار دے دیا گیا۔

ابوزید اور ابن زید نے کہا اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب بعض اُمہات المؤمنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں رشک کیا اور بعض نے زیادہ مصارف طلب کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک سب سے ترک تعلق کر لیا تھا یہاں تک کہ آیت تخییر نازل ہوئی اور اللہ نے حکم دے دیا کہ عورتوں کو اختیار دے دو کہ وہ دُنیا کو پسند کر لیں یا آخرت کو، جو دُنیا کو پسند کریں ان کے راستہ میں رُکاوٹ نہ پیدا کرو (ان کو آزاد کر دو) اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کریں ان کو اپنے پاس رکھو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مؤمنوں کی مائیں ہوں گی، کبھی کسی اور سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) نکاح نہیں کر سکیں گی اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کو چاہیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس رکھیں گے اور جس کو چاہیں گے دور رکھیں گے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ جس کی باری چاہیں مقرر کریں، چاہیں نہ کریں اور مصارف و باری کی تقسیم میں جس کو چاہیں ترجیح دیں، یہ سارے اختیارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں گے۔یہ خصوصیت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی تھی۔اُمہات المؤمنین نے یہ تمام شرائط مان لیں اور ان شرائط پر آپ کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کسی بیوی کو باری کی تقسیم سے خارج کر دیا تھا یا نہیں؟ اس میں روایات کا اختلاف ہے۔بعض کا قول ہے کہ باوجود کامل اختیار مل جانے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت سودہ کے اور کسی بیوی کو باری کی تقسیم سے خارج نہیں کیا۔حضرت سودہ خود اپنے حقوق سے دستبردار ہوگئیں اور انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ اختیار ملنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیویوں کو باری کی تقسیم سے خارج کر دیا تھا۔ابن جریر نے بوساطت منصور ابورزین کی روایت بیان کی ہے کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو اُمہات المؤمنین کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو طلاق دے دیں اس لیے سب نے کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی

ذات میں اور مال میں جتنا چاہیں ہم کو دیں اور ہم کو ہمارے حال پر رہنے دیں (طلاق نہ دیں) اس پر آیت "ترجی من تشآء الخ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عورتوں کو پیچھے ڈال دیا اور بعض کو اپنے قرب میں رکھا جن کو قریب رکھا، ان میں عائشہ، حفصہ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کے لیے باری کی تقسیم برابر برابر کردی اور پانچ بیویوں کو دور رکھا: اُم حبیبہ، سودہ، صفیہ، میمونہ، جویریہ رضی اللہ عنہن۔ ان کے لیے جب آپ چاہتے تھے باری تقسیم کردیتے ﷺ۔

مجاہد نے کہا "ترجی من تشآء منهنّ" کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس بیوی سے بغیر طلاق دیئے کنارہ کش رہنا چاہیں، کنارہ کش رہیں اور کنارہ کش ہونے کے بعد اگر پھر اس کو بغیر تجدید نکاح کے اپنے پاس واپس لانا چاہیں تو لاسکتے ہیں۔

بعض کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ جس بیوی کو چاہیں آپ طلاق دے دیں اور جس کو چاہیں اپنے عقد میں باقی رکھیں۔

حسن نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اپنی اُمت کی جس عورت سے آپ نکاح کرنا چاہیں، کرسکتے ہیں اور نکاح نہ کرنا چاہیں تو نہ کریں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عورت کو اپنا پیام بھیجتے تھے تو جب تک خود ہی اپنے پیام سے دستبردار نہ ہو جائیں، کسی دوسرے شخص کے لیے اس عورت کو پیام بھیجنا جائز نہ تھا۔

بعض نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ جو مؤمن عورتیں اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کردیں آپ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کرلیں اور اپنے پاس جگہ دیں اور جس کو قبول نہ کرنا چاہیں، رد کردیں۔

ہشام نے اپنے باپ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جن عورتوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کردیا تھا، ان میں سے خولہ بنت حکیم بھی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا عورت کو شرم نہیں آتی کہ مرد کے لیے اپنے کو ہبہ کرتی ہے؟ پھر جب آیت "ترجی الیک من تشآء منهنّ الخ" نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش جلد پوری کردیتا ہے۔

"ومن ابتغیت ممّن عزلت فلا جناح علیک" اور جن سے آپ کنارہ کش ہوگئے، اگر ان میں سے پھر کسی کو طلب کرلیں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یعنی جن بیویوں کو (بغیر طلاق کے) آپ نے اپنے سے دور کردیا تھا، اگر ان میں سے کسی کو پھر اپنے پاس رکھنا چاہیں تو کوئی گناہ نہیں۔

"ذٰلک اَدْنٰی اَنْ تَقَرَّ اعینهن ولا یحزنّ ویرضین بما اٰتیتهنّ کلّهنّ" اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی۔

"ذلک" یعنی یہ اختیار جو آپ کو دیا گیا ہے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈی رکھنے اور آزردہ خاطر نہ ہونے اور سب کے راضی رہنے سے بہت زیادہ قریب (تعلق رکھنے والا) ہے کیونکہ اس میں سب برابر ہیں (سب کا اختیار آپ کو ہے، کوئی خودمختار نہیں رہی) پھر اگر آپ ان میں سے کسی کو اپنے پاس بلالیں گے تو وہ آپ کے اس فعل کو آپ کی مہربانی سمجھے گی اور جس سے کنارہ کش ہوجائیں گے تو وہ اس کو حکم خدا سمجھے گی بلکہ اس میں بھی آپ کی مہربانی سمجھے گی کہ آپ نے اس کو صرف اپنے

قرب سے ہٹا دیا، نکاح سے تو خارج نہیں کیا حالانکہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں تھی (طلاق دے سکتے تھے)۔

"وَاللّٰہ یعلم ما فی قلوبکم" اور اللہ کو تم لوگوں کے دلوں کی باتیں معلوم ہیں۔اس میں اس بی بی کے لیے وعید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء پر راضی نہ ہو۔

بعض اہل علم نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تمہارے دلوں کے اندر جو بعض عورتوں کی طرف جھکاؤ اور میلان ہوتا ہے، اللہ اس سے واقف ہے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانی کیلئے یہ اختیار ان کو دے دیا ہے۔"وکان اللّٰہ علیمًا حلیمًا"

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ م بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ. وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿52﴾

ترجمہ: ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز (کی حقیقت اور آثار و مصالح) کا پورا نگران ہے۔

تفسیر: ﴿52﴾"لایحل لک النساء من بعد ولا أن تبدل بهن من ازواج" ابوعمرو اور یعقوب نے "لاتحل" تاء کے ساتھ اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔یعنی ان نو بیویوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا اور بیویوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اختیار کیا تو اللہ نے ان کی قدردانی عطا فرمائی۔

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ م بَعْدُ کی تفسیر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیبیوں کو اختیار دے دیا اور بیبیوں نے اللہ اور اس کے رسول کو ہی اختیار کیا تو اللہ نے ان کی قدردانی فرمائی اور پیغمبر کے لیے موجودہ بیبیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کو حرام کر دیا اور اس کی بھی ممانعت کر دی کہ ان بیبیوں میں سے کسی کو طلاق دے کر کسی اور عورت سے نکاح کرسکیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا یہی قول ہے اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس ممانعت کے بعد کیا پھر دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کی اباحت کا کوئی حکم نازل کیا گیا یا نہیں؟ عطاء نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا تھا کہ جن عورتوں سے سوائے محرم کے آپ نکاح کرنا چاہیں، کرسکتے ہیں۔آیت "ترجی من تشآء منهنّ و توی الیک من تشآء" میں اس کی اجازت دے دی گئی تھی کیونکہ یہ آیت اگرچہ ترتیب قرأت میں پہلے ہے لیکن نزول میں مؤخر ہے۔"لایحل لک النساء" کے بعد آیت "ترجی من تشآء" نازل ہوئی تھی۔

بغوی نے لکھا ہے کہ عکرمہ اور ضحاک نے کہا آیت کا معنی یہ ہے کہ جن عورتوں کا صفات متقدمہ کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، ان کے بعد دوسری عورتوں سے آپ کے لیے نکاح حلال نہیں۔حضرت اُبی بن کعب سے دریافت کیا گیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

(ساری) بیبیاں وفات پا جائیں تو کیا آپ کے لیے جدید نکاح کرنا جائز تھا؟ فرمایا: اس کی ممانعت کرنے والی کیا چیز تھی؟ عرض کیا گیا: اللہ نے فرمادیا تھا: "لایحل لک النسآء من بعد" فرمایا آیت "یایھا النّبی انا احللنا لک ازواجک الایہ" میں اللہ نے ایک خاص قسم کی عورتیں آپ کے لیے حلال کردی تھیں۔ پھر (اور قسم کی عورتیں حرام کرنے کے لیے) فرمایا: "لایحل لک النسآء من بعد" (یعنی ایسی عورتوں کے علاوہ دوسری طرح کی عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں۔ مترجم) ابو صالح نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ نہ کسی اعرابی عورت سے نکاح کریں، نہ کسی (عام) عربی عورت سے بلکہ اپنے قبیلہ کنبہ کی عورتوں سے نکاح کریں، چچا، پھوپھی کی بیٹیاں ہوں یا ماموں خالہ کی۔ قبیلہ والی تین سو عورتوں سے بھی نکاح کر سکتے ہیں۔

مجاہد نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مسلم عورتوں کے بعد کسی یہودن یا عیسائی عورت سے نکاح کرنا آپ کے لیے حلال نہیں، نہ یہ جائز ہے کہ مسلمان عورتوں کو چھوڑ کر ان کی جگہ غیر مسلمہ سے نکاح کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اُم المؤمنین نہ کوئی یہودی عورت ہو سکتی ہے نہ عیسائی عورت۔ ہاں، کتابی مذہب کی باندیاں اس حکم سے مستثنیٰ تھیں۔

ضحاک نے "ان تبدل بھنّ" کا یہ مطلب بتایا کہ جو بیبیاں آپ کے نکاح میں ہیں ان کو طلاق دے کر دوسری عورتوں سے نکاح کرنا آپ کے لیے حلال نہیں۔ یعنی موجودہ بیبیوں کو طلاق دینے کی ممانعت کردی کیونکہ ان کو اُمہات المؤمنین بنادیا گیا اور دوسروں کیلئے ان کو حرام کردیا گیا، دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت نہیں کی۔

ابن زید نے آیت "ولا ان تبدّل بھنّ من ازواج" کی تشریح میں کہا: جاہلیت کے زمانہ میں لوگ بیبیوں کی بدلی کرلیتے تھے۔ ایک شخص دوسرے سے کہتا تھا کہ اپنی بی بی سے میری بی بی بدل لو۔ مجھے اپنی بی بی دے دو، میں اپنی بی بی تم کو دے دوں گا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ بیبیوں کا تبادلہ آپ کے لیے حلال نہیں۔ اپنی بی بی دوسرے کو دے دو اور دوسرے کی بی بی خود لے لو، یہ جائز نہیں۔ ہاں باندیاں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، کوئی حرج نہیں، اگر اپنی باندی دے کر اس کے بدلہ میں دوسرے کی باندی لے لو، بیبیوں کا تبادلہ حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ عیینہ بن حصن بغیر اجازت لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت داخلہ کیوں نہیں لی؟ عیینہ نے کہا: یارسول اللہ! جب سے میں جوان ہوا ہوں میں نے مصر (حجازی عرب) کے کسی شخص سے داخلہ کی اجازت نہیں لی۔ پھر کہنے لگا: آپ کے پہلو میں گوری عورت کون ہے؟ فرمایا: عائشہ ہیں۔ وہ بولا: کیا ایک حسین ترین عورت دے کر آپ سے اس کا تبادلہ نہ کرلوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے یہ حرام کردیا ہے۔ عیینہ جب نکل کر چلا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ یہ کون تھا؟ فرمایا: یہ ایک احمق ہے جس کا حکم مانا جاتا ہے جو حالت تم نے اس کی دیکھی، اس کے باوجود یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔

"ولو اعجبک حسنھنّ" یعنی ان عورتوں کا حسن جن سے تم نکاح کے خواہش مند ہو، تمہیں اگرچہ پسند بھی آئے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے حلال نہیں کہ اپنی بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے دو اور اس کی جگہ دوسری سے نکاح کرلو، خواہ اس کی خوبصورتی آپ کو کیسی ہی بھلی معلوم ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایسی (حسین) عورت جعفر بن ابی طالب کی بیوی بنت عمیس خثعمیہ تھی۔ جب جعفر شہید ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس اپنا پیام بھجوانا چاہا لیکن آپ کو اس کی ممانعت کردی گئی۔ ''الا ما ملکت یمینک'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کے نزول کے بعد صاجزادہ ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں داخل ہوئیں (مقوقس شاہ مصر نے دو لونڈیاں خدمت گرامی میں بطور ہدیہ بھیجی تھیں، ایک سرین، دوسری ماریہ۔ انہی ماریہ کے شکم سے حضور گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاجزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے)۔

''و کان اللہ علی کل شیءٍ رقیبًا'' اور اللہ ہر چیز کا پورا نگران ہے اس لیے تم اللہ کے احکام کی پابندی کرو اور اس کی قائم کی ہوئی حد سے تجاوز نہ کرو۔ آیت میں دلیل ہے اس امر کی کہ مرد جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو، اس کو دیکھنا جائز ہے۔ حضرت جابر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیام دینا چاہتا ہو تو اس کے لیے ایسے اعضاء کو دیکھنا جو نکاح کی دعوت دیں، ممکن ہو تو ایسا کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیام بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اس کی طرف دیکھ لو، تم دونوں میں اتفاق قائم رکھنے کے لیے یہ بات زیادہ مناسب ہے۔ (رواہ احمد، والترمذی، والنسائی وابن ماجہ والدارمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے کسی انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی طرف دیکھ لو، انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے (یعنی پیلا پن)۔ (رواہ مسلم شریف)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ. اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ. وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا. اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والو نبی کے گھر میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جاوے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے

سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔

آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا کا شانِ نزول

تفسیر 53 "یایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النّبی الا أن یؤذن لکم" اس آیت کا نزول زینب بنت جحش کے بارے میں ہوا۔ جب ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کیا۔ ابن شہاب (زہری) کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، میں اس وقت دس سال کا تھا۔ میری ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر میری موافقت کرتی تھیں۔ میں نے دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میری عمر بیس سال تھی۔ حجاب کے واقعہ کا علم مجھے سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ آیت حجاب کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زینب بنت جحش کی خلوت گاہ میں ہوا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ہونے کی حیثیت میں تھے، آپ نے لوگوں کو کھانا کھانے کیلئے بلایا، لوگوں نے آ کر کھانا کھایا۔ الیٰ آخر الحدیث۔

زہری کی یہ روایت بھی بخاری کی روایت کی طرح ہے۔ بخاری کی دوسری روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: اس آیت کو یعنی آیت حجاب کو میں سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیوی کی حیثیت میں بھیجا گیا تو آپ کے گھر کے اندر وہ موجود تھیں اور آپ نے کچھ کھانا تیار کرایا تھا اور لوگوں کو کھانے کے لیے بلوایا تھا (کھانے کے بعد بھی) لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے، اس پر اللہ نے آیت حجاب نازل فرمائی تو لوگ اُٹھ گئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا۔

ابوعثمان کا قول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ اس عورت کے دروازہ پر پہنچے جس سے شادی کی تھی، وہاں اس کے پاس کچھ لوگ موجود تھے، آپ وہاں سے چل دیئے، وہ لوگ چلے گئے تو آپ لوٹ آئے اور اندر چلے گئے اور میرے اور اپنے درمیان پردہ چھوڑ دیا۔ میں نے یہ واقعہ ابوطلحہ سے بیان کیا تو ابوطلحہ نے کہا: جیسا تو کہہ رہا ہے اگر واقعی یہی ہے تو اس کے متعلق کچھ ضرور نازل ہوگا۔ چنانچہ آیت حجاب نازل ہوگئی۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت کا نزول ان مسلمانوں کے بارے میں ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا کھانے کی غرض سے پہلے ہی گھر میں آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر جب وہ کھانا کھا چکے تو دوبارہ وہ باہر نہ نکلے جس کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اذیت پہنچی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "یایها الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا

أن یؤذن لکم" یہاں تک کہ تم کو بلایا نہ جائے۔ "الٰی طعام" اور تمہیں کھانے کی اجازت دے دی جاتی اور تم اس سے کھاتے۔ "غیر ناظرین اناہ" کھانے تیار ہونے کے منتظر نہ رہو۔ جیسے کہا جاتا ہے "أنّی الحمیم" جب پانی خوب گرم ہوگیا کھولنے لگ گیا۔ "انّی" ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ جب اس کو فتحہ کے ساتھ پڑھیں گے تو اس پر مد کی جائے گی۔ کہا جائے گا "الاناء"۔ اس میں دو لغتیں ہیں۔ "انی، یانی، و آن یئین" جیسے "حان یحین"...... "ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم" جب تم کھانا کھاؤ۔ "فانتشروا" تو تم جدا جدا ہو جاؤ اور ان کو ان کے ٹھکانوں سے نکالو۔ "ولا مستانسین لحدیث" کھانے کے بعد دیر تک باتیں کرتے نہ رہا کرو، یعنی کسی کا دل بہلانے کے لیے مت بیٹھا کرو۔ "ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم واللہ لایستحیی من الحق" ان کو ادب سکھلانے اور حق کو بیان کرنے سے حیاء نہ کیجئے۔

"واذا سالتموھن متاعاً فاسئلوھن من وراء حجاب" اس کے پردے سے پیچھے۔ اس آیت کے نزول کے بعد کسی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ "ذلکم اطہر لقلوبکم وقلوبھن" تمہارے دلوں کے شک کو دور کرنے والا۔ ابن شہاب زہری نے عروہ سے اور حضرت عروہ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جب قضاء حاجت کے لیے باہر نکلتی تھیں تو رات کو باہر نکل کر وسیع میدان میں جاتی تھیں۔ حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے کہ اُمہات المؤمنین کا پردہ کرا دیجئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایک رات کو عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ گھر سے برآمد ہوئیں، عورت قد آور تھیں (اس لیے پہچان لی جاتی تھیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چونکہ پردے کا حکم نازل ہونے کی انتہائی خواہش تھی اس لیے آپ نے پکار کر کہا، ہم نے آپ کو پہچان لیا، اس پر اللہ نے آیت حجاب نازل فرمادی۔ بغوی نے لکھا: آیت حجاب کے سبب نزول کا یہ صحیح واقعہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بخاری کی یہ روایت ذکر کردی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین باتوں میں میری (رائے کی) مطابقت اپنے رب کے (حکم کے) ساتھ ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ کاش! آپ مقام ابراہیم کو مقام نماز بنالیتے، اس پر آیت "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی" نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ! آپ کی عورتوں کے پاس نیک و بد ہر طرح کے آدمی آتے ہیں، کاش آپ اپنی عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم دیتے، اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رقابت کی وجہ سے آپ کی عورتیں جمع تھیں، میں نے عرض کیا: "عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجًا خیرًا منکنّ" یہ عبارت اسی طرح نازل ہوگئی۔ نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی یونہی یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

"وما کان لکم أن تؤذوا رسول اللّٰہ" تمہارے اوپر یہ لازم ہے کہ کسی چیز کے ذریعے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دو۔ "ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا" اس آیت کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی پر ہوا کہ انہوں نے کہا تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو جائے گی تو میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا سے نکاح کروں گا۔ مقاتل بن سلیمان نے کہا کہ اس سے مراد طلحہ بن عبید اللہ ہے۔ اس پر اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ بیویاں تم سب پر حرام ہیں۔ "ان ذالکم کان عند اللّٰہ عظیمًا" یہ تم پر بڑا گناہ ہے۔ معمر نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ عالیہ بنت ظبیان نے ایک شخص سے نکاح کرلیا تھا اور اس کے پیٹ سے اس شخص کی اولاد بھی ہوئی تھی۔ عالیہ وہی عورت تھی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی تھی، یہ واقعہ حرمت سے پہلے کا ہے۔

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿54﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿55﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿56﴾

ترجمہ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے اور خدا سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

تفسیر ﴿54﴾ "ان تبدوا شیئًا او تخفوہ فان اللّٰہ کان بکل شیءٍ علیمًا" اس آیت کا نزول اس شخص کے حق میں ہوا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا ارادہ دل میں پوشیدہ رکھا تھا، کما مر۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اُمہات المؤمنین کے باپوں، بھائیوں اور دوسرے قریب ترین رشتہ داروں نے کہا کہ آئندہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں سے کلام کریں گے تو پردے کی آڑ سے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿55﴾ "لاجناح علیھن فی آبائھن ولا ابنائھن ولا اخوانھن ولا ابناء اخوانھن ولا ابناء اخواتھن" ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں، اگر انہوں نے حجاب کو ترک کردیا۔ "ولا نسائھن" اور مسلمان عورتوں کا ازواج مطہرات کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ کتابی عورتوں کو ان کے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ عام ہے مسلمان عورتیں ہوں یا کتابی کیونکہ "ولا نسائھن' فرمایا کیوں کہ یہ سب انہی کی جنس سے ہیں۔

"ولا ما ملکت ایمانھن" اس بارے میں اختلاف ہے کہ غلام کی بیوی بھی ان کے لیے محرم ہے یا نہیں۔ بعض نے کہا کہ محرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "ولا ما ملکت ایمانھن" کی وجہ سے اور بعض نے کہا کہ وہ بھی اجنبی عورتوں کی طرح ہے۔ مراد اس سے باندیاں ہیں نہ کہ غلام۔ "واتقین اللّٰہ" ان احکام کی خلاف ورزی سے اللہ

کا خوف کرو۔ "ان اللّٰہ کان علی کل شیءٍ" بندوں کے اعمال سے۔ "شھیدًا" گواہ ہے۔

56 "ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے آپ کے لیے دُعائے رحمت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یصلون برکت دیتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ کی طرف۔ صلوٰۃ کا معنی ہے رحمت اور صلوٰۃ ملائکہ سے مراد ہے استغفار "یا یھا الذین آمنوا صلوا علیہ" ان کے لیے رحمت کی دُعا کرو۔ "وسلموا تسلیما" اوران کو سلام کا تحفہ دو۔ ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ اللہ کی صلوٰۃ کا مطلب ہے اس کا تعریف کرنا فرشتوں کے سامنے اور ملائکہ کے صلوٰۃ کا معنی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دُعا کرنا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے میری ملاقات حضرت کعب بن عجرہ سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا (حدیث کا) ایک تحفہ میں تم کو پیش کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنی ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور وہ تحفہ مجھے عنایت فرمایئے۔ کعب نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کو سلام کرنا تو اللہ نے ہمیں بتا دیا لیکن آپ (اور آپ کے اہل بیت) پر ہم دُرود کس طرح پڑھیں؟ فرمایا کہو:

اللّٰھم صل علٰی محمّد وّعلٰی اٰل محمّد کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰلِ ابراھیم انک حمیدٌ مّجیدٌ ٥ اللّٰھم بارک علٰی محمّد وّعلٰی اٰلِ محمّد کما بارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم اِنّک حمیدٌ مجیدٌ. (متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں دونوں جگہ "علٰی ابراھیم" کا لفظ نہیں ہے (صرف "علٰی اٰل ابراھیم" ہے) حضرت ابوحمیدہ ساعدی راوی ہیں کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ پر دُرود کیسے پڑھیں تو فرمایا: کہو "اللّٰھم صلّ علٰی محمّد وّ ازواجہ وذریتہ کما صلّیت علٰی ابراھیم و بارک علٰی محمّد وّ ازواجہ وذریتہ کما بارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم انک حمیدٌ مّجیدٌ" (متفق علیہ)

حضرت ابوحمید الساعدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کہا گیا اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر کیسے دُرود بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ کہو "اللّٰھم صل علٰی محمّد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علٰی ابراھیم وبارک علٰی محمّد و ازواجہ وذریتہ کما بارکت علٰی اٰل ابراھیم انک حمیدٌ مجید" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ دُرود پڑھتا ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مجھ پر ایک بار دُرود بھیجے گا اللہ اس پر دس بار رحمت فرمائے گا۔ حضرت ابوطلحہ راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس وقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر شگفتگی تھی۔ فرمایا: مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے، محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم اس بات پر خوش نہ ہوگے کہ تمہاری اُمت میں سے جو کوئی تم پر درُود پڑھے گا، میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور تمہاری اُمت میں سے جو کوئی آپ پر سلام پڑھے گا، میں دس بار اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ (رواہ النسائی والدارمی)

حضرت ابن مسعود راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے زمین پر گھومتے پھرتے ہیں، وہ مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ (رواہ النسائی والدارمی)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿57﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿58﴾

ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو قصداً ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔

تفسیر 57 "ان الذين يؤذون الله و رسوله لعنهم الله فى الدنيا و الاخرة و اعدلهم عذابًا مهينًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے مراد ہیں یہودی، عیسائی اور مشرک، یہودی تو کہتے تھے، عزير ابن الله اور يدالله مغلولة اور "ان الله فقيرٌ ونحن اغنياء" اور عیسائی کہتے تھے "المسيح ابن الله" اور کہتے تھے "انّ الله ثالث ثلثة" اور مشرک کہتے تھے ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور بت اللہ تعالیٰ کے ساجھی ہیں۔

حدیث قدسی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے مجھے گالی دی، اس نے کہا کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اکیلا ہوں، بے نیاز ہوں، وہ ذات جو نہ جنا گیا اور نہ کسی کو اس سے جنا گیا اور اس کا کوئی ہم سر نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت منقول ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم زمانے کو گالی دیتا ہے اور میں زمانہ ہوں، اسی کے ہاتھ میں سب اُمور ہیں جو دن اور رات کو پلٹتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اذیت پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے اسماء و صفات میں کج روی اختیار کرنا۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ وہ خدا کو اذیت دینے والے مصور ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری تخلیق کی طرح پیدا کرنے چلا ہے۔ ایک چھوٹی چیونٹی تو بنا لیں ایک دانہ یا ایک جَو تو بنا لیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ جو (میرے) کسی ولی کی اہانت کرتا ہے، دوسری روایت کا لفظ ہے کہ جو (میرے) ولی سے دشمنی کرتا ہے، وہ جنگ کے لیے میرے مقابلہ پر آتا ہے اور جو کام

میں کرنے والا ہوتا ہوں اس میں مجھے (کبھی) اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد اپنے مؤمن بندہ کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ مرنا پسند نہیں کرتا اور میں اس کو ناراض کرنا نہیں چاہتا اور مرنا اس کے لیے لازم ہوتا ہے۔ میرے مؤمن بندہ کو میرا قرب (کسی عمل سے) اتنا حاصل نہیں ہوتا جتنا دُنیا سے بے رغبت رہنے سے ہوتا ہے اور بندۂ مؤمن میری کوئی عبادت ایسی نہیں کرتا جیسی میرے عائد کیے ہوئے فرض ادا کر کے کرتا ہے۔ (یعنی فرض کی ادائیگی سب سے بڑی عبادت ہے، اس کے برابر کوئی عبادت نہیں)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو زخمی کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید کر دیا، کسی نے ساحر کہا، کسی نے شاعر، کسی نے دیوانہ پاگل۔

۵۸ **"والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا"** یا ایسا عمل جو ان کی اذیت کا موجب بنے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ بغیر کسی جرم پر ان کے اوپر الزام لگا دینا۔ اس سے ان کو اذیت پہنچانا۔ **"فقد احتملوا بهتانا و اثما مبینا"** مقاتل کا بیان۔ ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ہوا کہ ان کو لوگ بری باتیں اور گالیاں دیتے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت کے شانِ نزول میں مختلف اقوال

ضحاک اور کلبی کا بیان ہے کہ آیت کا نزول ان زنا کاروں کے حق میں ہوا جو منافق تھے، راتوں کو مدینہ کے راستوں میں گھوما کرتے تھے۔ جب رات کو عورتیں قضائے حاجت کے لیے گھروں سے باہر نکل کر (جنگل کی طرف) جاتی تھیں تو راستہ میں یہ ان کو ستاتے تھے۔ اگر عورتیں خاموش رہتی تھیں تو یہ ان کے پیچھے لگ جاتے تھے اور اگر وہ جھڑک دیتی تھیں تو یہ رُک جاتے تھے۔ حقیقت میں ان کا مقصد ہوتا تھا باندیوں کو چھیڑنا لیکن لباس چونکہ باندی اور آزاد عورت کا ایک ہی جیسا ہوتا تھا، کُرتہ اور اوڑھنی پہن کر سب ہی نکلتی تھیں، اس لیے ان کو شناخت نہیں ہوتی تھی کہ کون باندی ہے اور کون آزاد عورت اس لیے آزاد عورتیں اس زد میں آجاتی تھیں۔ عورتوں نے اس کی شکایت اپنے شوہروں سے کی اور شوہروں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر اگلی آیت میں آزاد عورتوں کو باندیوں جیسا لباس پہن کر نکلنے کی ممانعت کر دی گئی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۵۹ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۶۰ مَّلْعُوْنِيْنَ. اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۶۱ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ. وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۶۲ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ. قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ. وَمَا يُدْرِيْكَ

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾

ترجمہ اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کرے گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کردیں گے پھر یہ لوگ مدینہ میں آپ کے پاس بہت ہی کم رہنے پاویں گے وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور آپ خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے) ردوبدل نہ پاویں گے یہ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ کو اس کی کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جاوے بیشک کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور رکھا ہے اور ان کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جاویں گے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا۔

تفسیر ﴿٥٩﴾ "یایها النّبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن" جلباب کی جمع ہے، اس چادر کو کہتے ہیں جس کو عورت دوپٹے اور کُرتے کے اوپر سے لپیٹ لیتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے چہروں اور سروں کو چادروں سے ڈھانک کر نکلیں، صرف ایک آنکھ کھلی رہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں۔ "ذلک ادنی أن یعرفن" کہ یہ آزاد عورتیں ہیں۔ "فلا یؤذین" ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں۔ "وکان اللّٰه غفورًا رحیمًا" حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک نقاب پوش باندی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے گزری، آپ نے اس کا پردہ اُٹھایا اور فرمایا کیا کمینی تو آزاد عورتوں جیسی بنتی ہے، پھر اس کا نقاب پھینک دیا۔

﴿٦٠﴾ "لئن لم ینته المنافقون" اپنی منافقت سے۔ "والذین فی قلوبهم مرض" مرض سے مراد فجور (زنا) ہے۔ "والمرجفون فی المدینة" جھوٹ کے ذریعے سے اور یہ اس وجہ سے کہ کچھ لوگ ان میں سے جو جنگوں میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ نکلتے ہیں ان کے دلوں میں ڈر، رعب پیدا کر دیتے ہیں اور جب قتال کرنے لگ جاتے ہیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس دشمن آ گیا ہے۔

کلبی کا بیان ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں کوئی بُری بات پھیل جائے ، وہ جھوٹی خبریں اُڑاتے تھے۔ "لنغرینّک بھم" ہم ان کو ان کے ساتھ جمع کر دیں گے اور ان پر مسلط کر دیں گے۔ "ثمّ لایجاورونک فیھا" وہ مدینہ میں پھر نہیں رہ سکیں گے۔ "الا قلیلاً" یہاں تک کہ وہ ان کو یہاں سے نکال نہ دے اور بعض نے کہا کہ ہم ان کے اوپر ان کو مسلط کر دیں گے تاکہ ان کو قتل کر دیں اور ان سے مدینہ کو خالی کر دیں۔

⑥① "ملعونین" وہ ہر طرف پھٹکارے ہوئے تھے۔ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ "أینما ثقفوا" جہاں بھی ملیں گے ان کی پکڑ دھکڑ ہوگی۔ "اخذوا وقتلوا تقتیلاً" یہ کثرت قتل پر دلالت کرتی ہے۔

⑥② "سنة اللّٰہ" گزشتہ اقوام میں یہی طریقہ جاری رہا ہے۔ "فی الذین خلوا من قبل" ان منافقین سے پہلے اور ان لوگوں جیسا انہوں نے عمل کیا۔ "ولن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلاً"

⑥③ "یسئلک النّاس عن الساعة قل انما علمها عند اللّٰہ وما یدریک" کوئی بھی قیامت کے قائم ہونے کے وقت کسی چیز کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ "لعل الساعة تکون قریبًا"

⑥④ "ان اللّٰہ لعن الکافرین واعدلھم سعیرًا○

⑥⑤ خالدین فیھا ابدًا لایجدون ولیا ولا نصیرًا ⑥⑥ یوم تقلب وجوھھم فی النار" کچھ لوگوں کو پیٹھ کے بل اور کچھ کو پیٹ کے بل ڈالا جائے گا، جب وہ چیخ وپکار رہے ہوں گے۔

"یقولون یلیتنا اطعنا اللّٰہ واطعنا الرسول" دُنیاوی زندگی میں ہم نے اطاعت رسول کیوں نہیں کی؟

⑥⑦ "وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا" ابن عامر اور یعقوب نے "ساداتنا" تاء کے کسرہ کے ساتھ اور اس سے پہلے الف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے فتحہ کے ساتھ ماقبل بغیر الف کے پڑھا ہے۔ "وکبراء نا فاضلونا السبیلا"

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَاللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ. اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿٧٢﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا

جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذا دی تھی سو ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت سے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا وہ ظالم ہے جاہل ہے۔

تفسیر 68 "ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب" ان کے عذاب سے دوگنا دیا جائے گا۔ "والعنھم لعنًا کبیرًا" عاصم نے کبیراً باء کے ساتھ پڑھا ہے۔ کلبی نے کہا ہے کہ بہت زیادہ عذاب کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ثاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "اولٰئک علیھم لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والنّاس اجمعین"

69 "یا یھا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین اٰذوا موسٰی فبرأہ اللّٰہ مما قالوا" اللہ تعالیٰ نے ان کو پاک کر دیا جو انہوں نے کیا۔ "وکان عنداللّٰہ وجیھا" وہ آبرو والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک اس مقام پر تھے کہ جو مانگتے تھے اللہ عطاء فرما دیتا تھا۔ بعض نے کہا کہ وجیہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور مقبول بارگاہ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برأت کا واقعہ

کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ وہی تھا جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار، شریف النفس اور اپنے (اندرونی) جسم کو چھپانے والے تھے، انتہائی شرم کی وجہ سے وہ اپنی (اندرونی) جلد بھی ظاہر نہیں کرتے تھے۔ بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے کہا: موسیٰ علیہ السلام جو اتنا اپنے بدن کو چھپائے رکھتے ہیں، ضرور ان کو کوئی جلدی اندرونی بیماری ہے یا برص ہے یا خصیوں میں پانی آ گیا ہے، یا کوئی اور مرض ہے۔

اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس غلط بات سے پاک ظاہر کرنا چاہا جس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک روز غسل کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے تنہائی میں کپڑے اُتار کر ایک پتھر پر رکھے، پھر غسل کیا۔ غسل کے بعد جب کپڑے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا' آپ لاٹھی لے کر پتھر کے تعاقب میں دوڑے اور کہنے لگے: پتھر میرے کپڑے، پتھر میرے کپڑے' آخر پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ کر ٹھہر گیا، لوگوں نے آپ کو برہنہ دیکھ لیا، آپ کا اندرونی بدن بہت خوبصورت اور بے عیب پایا' اس طرح اللہ نے ان لوگوں کی بدگمانی سے موسیٰ علیہ السلام کی برأت ظاہر کر دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے لے کر پہن لیے اور لاٹھی سے پتھر کو مارنے لگے۔ خدا کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کی ضرب سے پتھر پر تین، چار یا پانچ نشان پڑ گئے۔ آیت "یایھا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین اٰذوا موسٰی فبرّاہُ اللّٰہ ممّا قالوا" سے یہی مراد ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دینے سے یہ مراد ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے جب تیہ میں وفات پائی تو لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ آپ نے ہارون علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا، فرشتے جب حضرت ہارون علیہ السلام کا جنازہ لوگوں کے (بنی اسرائیل کے) سامنے لائے اس وقت لوگوں کو یقین آیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کو قتل نہیں کیا۔ (اخرجہ ابن منیع وابن جریر وابن المنذ روابن ابی حاتم وابن مردویہ والحاکم عن ابن عباس عن علی بن ابی طالب)

بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال (حنین کی جنگ کا) لوگوں کو تقسیم کیا۔ ایک شخص کہنے لگا: یہ تقسیم لوجہ اللہ نہیں ہوئی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کی اطلاع پہنچا دی، سنتے ہی حضور گرامی اتنے ناراض ہوئے کہ غصہ کی علامت چہرۂ مبارک پر نمودار ہو گئی، پھر فرمایا: اللہ موسیٰ علیہ السلام پر اپنی رحمت فرمائے، ان کو اس سے زیادہ ایذاء پہنچائی گئی اور انہوں نے صبر کیا۔

⑦⓪ "یا یها الذین امنوا اتقوا اللّٰه و قولوا قولاً سدیدًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سدیداً کا ترجمہ کیا ہے، صحیح بات۔ قتادہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے انصاف کی بات۔ بعض نے کہا سیدھی بات۔ حسن نے کہا کہ سچی بات مراد ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ سدیداً سے مراد اس کا قول لا الٰہ الا اللہ ہے۔

"یصلح لکم اعمالکم" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہاری نیکیاں قبول کر لے گا۔ مقاتل نے کہا کہ تیرے اعمال کو پاک کر دے گا۔

"ویغفرلکم ذنوبکم ومن یطع اللّٰه ورسوله فقد فاز فوزًا عظیمًا"

⑦① "انا عرضنا الا مانة علی السموات والارض والجبال" امانت سے مراد طاعت ہے اور وہ فرائض جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نازل فرمائے ہیں۔ "عرضها علی السموات والارض والجبال" کا مطلب ہے کہ اگر ان فرائض کو ان پر پیش کیا گیا تو کہا کہ اگر ان کو ادا کرو گے ثواب کو پہنچ جائے گا اور اگر ان کو ضائع کیا تو عذاب دیا جائے گا۔

امانت سے کیا مراد ہے

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: امانت سے مراد ہے نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج، صدق مقال، ناپ تول میں انصاف اور ان سب سے زیادہ سخت امانتوں کی حفاظت۔ مجاہد نے کہا: امانت سے مراد اداءِ فرائض اور حفاظت دین۔ ابو العالیہ کے نزدیک تمام اوامر و نواہی مراد ہیں۔ زید بن اسلم نے کہا: امانت سے مراد روزہ، غسل جنابت اور اندرونی شرائع (جیسے حسد نہ کرنا، دل میں مسلمان سے عداوت نہ کرنا، حب جاہ و مال نہ رکھنا وغیرہ تمام اخلاق باطنہ) یعنی جن میں ریا کاری کا کوئی دخل نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا: انسانی جسم میں سب سے پہلے شرم گاہ بنائی اور فرمایا: یہ امانت ہے بطور ودیعت

میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ کان بھی امانت ہے، آنکھ بھی امانت ہے اور جس میں امانت (کی پاسداری) نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔ بعض اہل علم نے کہا: امانت سے مراد ہیں لوگوں کی باہمی امانتیں اور ایفاء وعدہ۔ ہر مؤمن پر حق ہے کہ دوسرے مؤمن یا معاہد کے ساتھ دھوکہ نہ کرے، نہ چھوٹے معاملہ میں، نہ بڑے معاملہ میں۔

ضحاک کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔ ان تمام اقوال کا مآل یہ ہے کہ امانت سے مراد ہیں شرعی اوامر ونواہی اور آسمان وزمین سے مراد آسمان وزمین ہی ہیں (ان کے باشندے مراد نہیں ہیں) اور پیش کرنے سے مراد ہے خطاب لفظی مقالی (خطاب تکوینی فطری مراد نہیں ہے) بغوی نے لکھا: حضرت ابن عباس اور اکثر سلف کا یہی قول ہے۔

بغوی نے لکھا ہے اللہ نے زمین وآسمان سے فرمایا تھا کہ کیا تم بار امانت کو مع ان کے لوازم کے اُٹھاتے ہو؟ آسمان وزمین نے کہا لوازم امانت کیا ہیں؟ اللہ نے فرمایا: اگر تعمیل کرو گے تو تم کو اچھا بدلہ دیا جائے گا اور اگر نافرمانی کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ آسمان وزمین نے عرض کیا: (ان لوازم کے ساتھ ہم برداشت) نہیں (کرسکتے) اے رب! ہم تیرے حکم کے پابند ہیں، نہ ثواب چاہتے ہیں نہ عذاب۔ آسمان وزمین نے یہ بات (نافرمانی کے) خوف اور دین خداوندی کی تعظیم کی وجہ سے کہی۔ ان کو ڈر ہوا کہ دین خداوندی کا حق ہم سے ادا نہ ہوسکے گا (تو عذاب میں مبتلا ہوں گے) یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے بار امانت اُٹھانے کا حکم ان کو دیا تھا اور انہوں نے سرتابی کی۔ اللہ کی طرف سے عرض امانت کی برداشت اختیاری تھی، لازمی نہیں تھی۔ اگر لازمی ہوتی تو آسمان وزمین ضرور اس بار کو اُٹھاتے۔

بعض اہل علم نے کہا: جمادات ہمارے لحاظ سے بے عقل ہیں، ہماری بات نہیں سمجھتے، لیکن اللہ کے فرمان کو سمجھتے ہیں اور سمجھ کر اطاعت کرتے ہیں اور سربسجود ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے آسمان وزمین سے فرمایا: "ائتیا طوعًا او کرھًا" دونوں نے جواب دیا: "اتینا طآئعین" دوسری آیت میں ہے: "وانّ من الحجارۃ لما یتفجّر منه الانھار وانّ منھا لما یشقق فیخرج منه المآءُ وانّ منھا لما یھبط من خشیۃ اللّٰہ" کچھ پتھروں سے دریا پھوٹ کر نکلتے ہیں اور کچھ پتھر پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ پتھر اللہ کے خوف سے نیچے کو گرتے ہیں۔ "الم تر انّ اللّٰہ یسجد له من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والشّمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدّوآبّ"

بعض اہل علم کا قول ہے کہ اللہ عزوجل نے ان پر عقل وفہم کو ڈالا جب ان پر امانت کو پیش کیا گیا اور ان پر خطاب کو لازم کیا تو انہوں نے اس سے بزدلی اختیار کی اور اس کا بوجھ اُٹھانے سے انکار کر دیا۔

بعض نے کہا کہ "عرض علی السموات والارض" سے مراد ہے کہ اس کے رہنے والوں پر پیش کیا گیا اور ان فرشتوں پر بھی جو آسمانوں اور زمینوں میں رہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سب پر پیش کیا گیا علاوہ اعیان وغیرہ کے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "واسئل القریۃ" یہاں پر بعینہ بستی مراد نہیں بلکہ بستی کے رہنے والے مراد ہیں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور یہی قول علماء کا ہے۔ "فابین أن یحملنھا وأشفقن منھا وحملھا الانسان" اس امانت میں تخفیف کی جائے تا کہ اس کی ادائیگی میں آسانی ہوتا کہ عتاب سے بچ سکیں۔ "وحملھا الانسان" اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ کی تفسیر

بعض علماء نے لکھا ہے کہ "حملها الانسانُ" میں الانسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میں نے یہ امانت آسمان، زمین اور پہاڑوں کے سامنے رکھی لیکن سب نے اُٹھانے سے انکار کر دیا، کیا تو اس کو مع اس کے لوازم لے لے گا؟ آدم نے عرض کیا: اے میرے رب! اس کے لوازم کیا ہیں؟ اللہ نے فرمایا: اگر تو نیکی کرے گا تو اس کا ثواب پائے گا اور بدی کرے گا تو عذاب میں پکڑا جائے گا۔ آدم نے امانت کو اُٹھالیا اور عرض کیا: میں اس بوجھ کو اپنے کاندھے پر لیتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا: جب تو نے اس امانت کو قبول کر لیا تو میں بھی تیری مدد کروں گا۔ تیری آنکھوں کے اوپر ایک نقاب ڈال دوں گا تاکہ ناجائز چیز پر نظر پڑنے کا جب تجھے ڈر ہو تو آنکھ پر نقاب لٹکا لے (یعنی پلکیں جھکا لے اور آنکھیں بند کر لے) اور تیری زبان کے لیے دو جبڑے اور ایک قفل بنا دوں گا، تجھے جب (ناجائز بات زبان سے نکالنے کا) اندیشہ ہو تو قفل بند کر دینا اور میں تیری شرمگاہ کے لیے لباس مقرر کر دوں گا تو شرمگاہ اس کے سامنے نہ کھولنا جس کے سامنے کھولنا میں نے حرام کر دیا ہے۔

مجاہد نے کہا: برداشت امانت کے وقت اور جنت سے نکالے جانے کے وقت کی درمیانی مدت صرف اتنی ہوئی جتنی ظہر وعصر کے درمیان ہوتی ہے۔ بغوی نے لکھا ہے: نقاش نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ امانت کو اس بھاری پتھر سے تشبیہ دی گئی جو کسی جگہ پڑا ہو۔ آسمان کو، زمین کو اور پہاڑوں کو اس کے اُٹھانے کی دعوت دی گئی لیکن کوئی اس کے قریب بھی نہیں آیا اور سب نے کہہ دیا کہ ہم میں اس کو اُٹھانے کی طاقت نہیں، پھر بغیر دعوت کے آدم آ گئے اور انہوں نے پتھر کو ہلا کر کہا: اگر مجھے اس کو اُٹھانے کا حکم دیا گیا تو میں اس کو اُٹھالوں گا۔ اللہ نے فرمایا: اُٹھاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام اس کو اُٹھا کر زانوں تک لے آئے، پھر رکھ دیا اور کہا: خدا کی قسم! اگر میں زیادہ اُٹھانا چاہوں تو اُٹھا سکتا ہوں۔ آسمان وزمین نے کہا: اُٹھاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو اُٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھ دیا اور پھر اُتار کر نیچے رکھ دینے کا ارادہ کیا۔ اللہ نے فرمایا: ہرگز اس کو نیچے نہ رکھنا، یہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی گردن میں قیامت تک بندھا رہے گا۔

"انه کان ظلومًا جهولاً" ظلم اپنے نفس کے اعتبار سے اور اللہ کے امر کو بھول جانے کے اعتبار سے اور اس امانت کو اُٹھانے میں جھولا ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ ظالم اس وقت ہے جب وہ اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہے اور "جهولاً" اس وقت جب وہ اللہ تعالیٰ کی سزا سے بے خبر ہے، امانت کے ترک کرنے کے باعث۔ مقاتل کا بیان ہے کہ وہ "ظلومًا" لنفسہ ہے اور جھولاً اپنے انجام سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔ زجاج اور دوسرے اہل معانی نے بیان کیا ہے کہ "وحملها الانسان" میں دو قول ہیں۔ ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر امانت کا بوجھ رکھا اور آسمان وزمین اور پہاڑوں پر بھی امانت کا بوجھ ڈالا۔ بنی آدم کے حق میں امانت کا معنی ہے طاعات، اختیار کرنا اور فرائض کو قائم کرنا اور آسمان وزمین و پہاڑوں کے حق میں امانت کا معنی ہے خضوع اور طاعت جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور بعض نے کہا اللہ کا فرمان

"فابین أن یحملنها" سے مراد امانت کی ادائیگی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں نے امانت اُٹھائی۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے امانت میں خیانت نہیں کی۔ "وحملها الانسان" کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس میں خیانت کی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "فلان حمل الامانة" وہ خیانت کی وجہ سے گنہگار رہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولیحملن اثقالھم" حسن کا قول ہے کہ "حملها" سے مراد کافر اور منافق ہیں جنہوں نے امانت الٰہیہ میں خیانت کی ہے سلف کا قول اوّل ہے۔

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

ترجمہ: انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات کو سزا دے گا اور مومنین و مومنات پر توجہ (اور رحمت) فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

تفسیر: ﴿۷۳﴾ "لیعذب اللّٰه المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات" مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ ان کو عذاب دے گا جنہوں نے خیانت کی اور عہد کو توڑا۔ "ویتوب اللّٰه علی المؤمنین والمؤمنات وکان اللّٰه غفورًا رحیمًا" اللہ ان کو ہدایت دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا امانت کی ادائیگی میں۔ ابن قتیبہ نے آیات کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے امانت شرعی تکلیفات یا فطری استعداد کو پیش کیا تا کہ منافق کا نفاق اور مشرک کا شرک ظاہر ہو جائے اور اللہ ان کو عذاب دے اور مؤمن کے ایمان کا اظہار ہو جائے اور اللہ ان پر رحم کرے اور اگر کسی طاعات میں ان سے قصور ہو جائے تو اس کو بخش دے۔ وعدہ کے موقع پر یتوب کہنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ فطرت کے لحاظ سے انسان ظلوم وجہول ہے اس لیے کچھ قصور اس سے ضرور ہوگا۔

سُوْرَۃ سَبأ

اس میں ۵۴ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ③ لِّيَجْزِیَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④

ترجمہ: تمام تر حمد (وثنا) اس اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کو حمد (وثنا) آخرت میں (بھی) سزاوار ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے وہ سب کچھ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً) بارش اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے بارش وغیرہ اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے (نیک اعمال اور فرشتے) وہ اللہ رحیم (اور) غفور (بھی) ہے اور یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں قسم اپنے پروردگار عالم الغیب کی وہ ضرور تم پر آوے گی اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکورہ) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں (مرقوم) ہے تاکہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے (سو) ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے۔

تفسیر: ① "الحمدللّٰه الذی له ما فی السموات وما فی الارض" وہی سب کا مالک ہے اور وہی سب کا خالق ہے۔ "وله الحمد فی الاخرة" جیسا کہ اس کے لیے دُنیا میں تعریفیں تھیں کیونکہ دونوں جہانوں میں اسی کی تعریفیں ہیں اور بعض

نے کہا کہ الحمدللہ آخرت میں لوگوں کی زبان پر ہوگی۔ اہل جنت اس سے تعریف بجالائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وقالوا الحمدللّٰہ الذی أذھب عنّا الحزن" اور "الحمدللّٰہ الذی صدقنا وعدہ"...... "وھو الحکیم الخبیر"

② "یعلم ما یلج فی الارض" جو کچھ زمین میں داخل ہوتی ہے مثلاً بارش کا پانی یا مُردے جو زمین میں دفن کیے جاتے ہیں۔ "وما یخرج منھا" نباتات، سبزہ اور میدان محشر میں مُردوں کا دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھنا۔ "وما ینزل من السماء" اس سے مراد بارش کا پانی ہے۔ "وما یعرج" اور جو آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ "فیھا" فرشتے اور بندوں کے اعمال وغیرہ۔ "وھو الرحیم الغفور"

③ "وقال الذین کفروا لاتأتینا الساعۃ قل بلٰی وربّی لتاتینکم" جب قیامت آجائے گی۔ "عالم الغیب" قراء اہل مدینہ اور اہل شام نے عالم رفع کے ساتھ جملہ مستانفہ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے جر کے ساتھ پڑھا ہے لفظ رب کی صفت ہونے کی وجہ سے۔ "ای و ربی عالم الغیب" حمزہ اور کسائی نے علام وزن فعال پر پڑھا ہے اور میم مجرور کے ساتھ پڑھا ہے۔ "لایعزب" وہ اس سے غائب نہیں۔ "عنہ مثقال ذرّۃ فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک" اس کے تھوڑے سے ذرہ میں سے "ولا اکبر الا فی کتاب مبین"

④ "لیجزی الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک" وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں۔ "لھم مغفرۃ ورزق کریم" اچھا رزق مراد اس سے جنت ہے۔

وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑦ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ⑧ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑨ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ⑩

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کی تھی ہرانے کے لئے ایسے لوگوں کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا اور جن لوگوں کو (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے اور خدائے غالب محمود (کی رضا) کا راستہ

بتلاتا ہے اور یہ کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں جو کہ تم کو یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (اس کے بعد قیامت کو) ضرور تم ایک نئے جنم میں آؤ گے معلوم نہیں کہ اس شخص نے خدا پر (قصداً) جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (وہی) عذاب اور دور دراز گمراہی میں (مبتلا) ہیں تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی کہ جو ان کے آگے بھی اور پیچھے (بھی) موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں اس (دلیل مذکورہ) میں (قدرت الٰہیہ) کی پوری دلیل ہے (مگر) اس بندہ کے لئے جو (خدا کی طرف) متوجہ (بھی) ہو اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی۔ اے پہاڑو داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی حکم دیا اور ہم نے اس کے واسطے لوہے کو (مثل موم) نرم کر دیا۔

تفسیر 5 "**والذین سعوا فی ایاتنا**" جو ہماری آیات کے باطل کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ "**معاجزین**" اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کے دلائل کو باطل کر دیا۔ "**اولئک لھم عذاب من رجز الیم**" ابن کثیر، حفص و یعقوب نے پڑھا (الیم) رفع ہے اور سورۃ جاثیہ میں عذاب کی صفت ہے اور دوسرے قراء نے مجرور پڑھا ہے رجز کی صفت ہونے کی وجہ سے۔ قتادہ کا قول ہے کہ رجز کہتے ہیں برے عذاب کو۔

6 "**ویری الذین**" اور وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے۔ "**اوتوا العلم**" اس سے مراد اہل کتاب عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ہیں۔ قتادہ کا بیان ہے کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ "**الذی انزل الیک من ربک**" اس سے مراد قرآن ہے۔ "**ھو الحق**" یہ اللہ کی طرف سے حق ہے۔ "**ویھدی**" اس سے مراد قرآن ہے۔ "**الی صراط العزیز الحمید**" اس سے مراد اسلام ہے۔

7 "**وقال الذین کفروا**" جو بعثت کے منکرین ہیں وہ بطور تعجب کے سوال کرتے ہیں۔ "**ھل ندلکم علی رجل ینبئکم**" جو تمہیں اس کی خبر دے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ "**اذا مزقتم کل ممزق**" یعنی جب تم مر جاؤ گے اور تمہارے جسم بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور تم سب خاک بن جاؤ گے۔ "**انکم لفی خلق جدید**" وہ کہتے تھے کہ کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔

8 "**افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ**" الف استفہام کا۔ وہ آپ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں یا ان کے جنون ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہیں۔ "**بل الذین لا یؤمنون بالاخرۃ فی العذاب و الضلال البعید**" دنیا میں وہ حق سے بہت دور تھے۔

9 "**افلم یروا الی ما بین ایدیھم وما خلفھم من السماء والارض**" وہ اس بات کو جان لیں کہ جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمان میں ہے ان سب کو محیط ہے اس کے احاطہ سے کوئی نہیں نکل سکتا۔ وہ سب پر قادر ہے۔ "**ان نشا نخسف بھم الارض**" یہاں پر فاء کو باء میں مدغم کر دیتے ہیں۔ "**او نسقط علیھم کسفًا من السماء**" حمزہ اور کسائی نے اس کو پڑھا ہے۔ "**ان یشا یخسف او یسقط**" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے نون کے

ساتھ پڑھا ہے۔ ''ان فی ذلک لایۃ'' زمین و آسمان میں ایسی نشانیاں موجود ہیں جو بعثت پر دلالت کرتی ہیں۔ ''لکل عبد منیب'' جو تائب ہو کر اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے۔

فضلاً کی تفسیریں

⑩ ''ولقد اتینا داؤد منا فضلاً'' اس سے مراد نبوت اور کتاب ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد بادشاہت ہے۔ بعض نے کہا وہ تمام چیزیں جو حضرت داؤد علیہ اسلام کو عطا کر دی گئی تھیں۔ حسن صوت، لوہے کا آپ کے ہاتھ میں موم ہو جانا اور اس کے علاوہ دوسری اشیاء ''یا جبال'' اور ہم نے کہا اے جبال ''اوبی'' تسبیح کر ''معہ'' جب میرا بندہ اس کی تسبیح کرے۔ قتیبی کا قول ہے تاویب بمعنی تسبیح، یہ تاویب فی السیر سے ماخوذ ہے۔ تاویب کا معنی ہے دن بھر چلنا، پھر رات کو قیام کرنا، اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ جب دن ہو تو دن بھر تم داؤد کے ساتھ تسبیح میں رواں رہو۔ بعض نے او بی کا ترجمہ کیا ہے داؤد کے ساتھ مل کر نوحہ کرو۔

اس کا عطف موضع الجبال پر ہے۔ منادی نصب کی حالت میں ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو مسخر کر دیا اور ہم نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح کریں۔ یعقوب نے ''والطیر'' کو منصوب پڑھا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب آواز بلند کرتے تو پہاڑوں سے آواز کی بازگشت ہوتی۔ یہ پہاڑوں کی طرف سے آواز کا جواب ہوتا تھا اور اوپر سے پرندے اُڑتے اُڑتے ٹھہر جاتے تھے اور رُک جاتے تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ حضرت داؤد پہاڑوں میں گھس کر اللہ کی تسبیح کے ترانے گاتے تھے تو جس طرح آپ تسبیح کرتے تھے، ویسے ہی پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بدن میں کچھ سستی پیدا ہو جاتی تھی تو ان کو چست بنانے کے لیے اللہ پہاڑوں کی تسبیح کی آواز سنوا دیتا تھا۔ ''والنا له الحدید'' لوہا آپ کے ہاتھ میں موم یا گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا تھا جس طرح چاہتے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو موڑ دیتے تھے، گرم کرنے اور کوٹنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

اخبار میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو آپ نے اپنا یہ دستور بنالیا تھا کہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیس بدل کر (رات کو) نکلا کرتے تھے اور ایسے لوگوں سے جو آپ کو پہچانتے نہ تھے، مل کر دریافت کرتے تھے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ یہ تمہارا حاکم کیسا شخص ہے؟ سب لوگ آپ کی تعریف کرتے تھے اور آپ کے متعلق کلمہ خیر ہی کہتے تھے۔ ایک روز اللہ نے ایک فرشتہ بہ شکل انسانی بھیجا۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے اس کی ملاقات ہوئی اور حسب عادت اس سے اپنے متعلق دریافت کیا۔ فرشتے نے کہا: اگر ایک بات نہ ہو تو بادشاہ اچھا آدمی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام یہ سنتے ہی خوفزدہ ہو گئے اور دریافت فرمایا: بندۂ خدا! وہ کون سی بات ہے؟ فرشتے نے کہا: وہ خود بھی بیت المال سے کھاتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بیت المال سے لے کر کھلاتا ہے۔ قتیبہ نے کہا: اسی سبب سے حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دُعا کی کہ میرے لیے رزق کا کوئی ذریعہ مقرر فرما دے تا کہ اس سے میں اپنی بھی روزی کماؤں اور اہل

وعیال کو بھی کھلاؤں اور بیت المال کا محتاج نہ رہوں۔ اللہ نے (دُعا قبول فرمائی اور) لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا اور زرہ بنانا سکھا دی۔ سب سے پہلے آپ نے ہی زرہ بنائی۔ (آپ سے پہلے زرہ کی ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی) کہا جاتا ہے کہ آپ ایک زرہ چار ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے جس سے خود بھی کھاتے تھے، گھر والوں کو بھی کھلاتے اور غریبوں، مسکینوں کو خیرات بھی دیتے تھے۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ روزانہ ایک زرہ بنالیا کرتے تھے، جو چھ ہزار درہم کو فروخت ہوتی تھی جس سے 2 ہزار اپنے اہل و عیال کے صرف میں لاتے تھے اور چار ہزار غریبوں، مسکینوں کو خیرات کر دیتے تھے۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ⑪ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ⑫ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ⑬ فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰی مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ⑭

ترجمہ: (اور حکم یہ دیا) کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو میں تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہوں اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ ہوتی اور ہم نے) ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے آگے کام کرتے تھے ان کے رب کے حکم سے ان میں سے جو شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا ہم اس کو (آخرت میں) دوزخ کا عذاب چکھا دیں گے وہ جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو (بنوانا) منظور ہوتا بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن (ایسے بڑے) اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔ اے داؤد کے خاندان والو تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوتے ہیں پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

تفسیر: ⑪ "أن اعمل سابغات" ایسی کشادہ پوری لمبی زرہیں بناؤ جو زمین میں گھسٹتی چلیں۔ "وقدر فی السرد" سرد کھال کو سینا اس سے مجاز اً مراد ہے زرہ بنانا یعنی زرہ کی بناوٹ میں ایک خاص انداز رکھو کڑیاں اور کیلیں خاص انداز سے بناؤ کہ نہ

اتنی پتلی کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنی موٹی کہ کڑیاں ٹوٹ جائیں۔ "واعملوا صالحًا" حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے گھر والے نیک اعمال کریں۔ "انی بما تعملون بصیر"

⑫ "ولسلیمان الریح" اور ہم نے حضرت سلیمان علیہ اسلام کے لیے ہوا کو مسخر کردیا۔ "غدوھا شھرًا ورواحھا شھرًا" اس ہوا سے صبح سے شام تک ایک ماہ کی مسافت طے کرلیتے اور کبھی ایک دن میں دو ماہ کی مسافت طے کرلیتے۔

حسن نے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو دمشق سے چلتے اور اصطخر میں قیلولہ کرتے تھے۔ ان دونوں مقاموں کے درمیان مسافت تیز سوار کی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ پھر پچھلے دن میں اصطخر سے چل کر بابل میں رات کو قیام کرتے۔ ان دونوں کی درمیانی مسافت بھی تیز شہسوار کی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبح کا کھانا آپ رَے میں کھاتے اور شام کا کھانا سمرقند میں۔

"واسلنا لہ عین القطر" حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے پانی کے چشمے کی طرح اللہ نے زمین سے نکال دیا تھا اس لیے اس کو عین القطر فرمایا۔

اہل تفسیر کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے تانبے کا چشمہ تین روز تک جاری رکھا اور یہ چشمہ یمن میں تھا جس سے لوگ اس زمانہ میں فائدہ اندوز ہوتے ہیں۔ یمن والے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نعمت سے اب بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ "ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کردیا تھا اور جو ان کو حکم کرتے وہی اس کو بجالاتے۔ "ومن یزغ" جو حکم عدولی کرے۔ "منھم" جنوں میں سے "عن امرنا" حضرت سلیمان علیہ السلام جس کام کا حکم کریں۔ "نذقہ من عذاب السعیر" آخرت میں۔ بعض نے کہا کہ ہم اس کو دُنیا میں عذاب چکھادیں گے۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو ان پر مؤکل مقرر کیا ہوا تھا جو جن بھی ان کی طرف سے حکم عدولی کرتا تو فرشتہ اس کو بہت سخت ضرب لگاتا جس سے وہ جل جاتا۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ کی تفسیر

⑬ "یعملون لہ ما یشاء من محاریب" بغوی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بیت المقدس کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کی تھی، قدم آدم تعمیر اُٹھائی تھی کہ اللہ کی طرف سے وحی آئی: تمہارے ہاتھ سے اس عمارت کی تکمیل کا فیصلہ میں نے نہیں کیا ہے بلکہ تمہارے بیٹے کو جس کا نام سلیمان ہوگا، میں بادشاہ بناؤں گا اور اس کے ہاتھ سے اس عمارت کو پورا کراؤں گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد جب حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو آپ نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل کرنی چاہی۔ چنانچہ جنات اور شیاطین کو جمع کرکے ان کی ٹولیاں بنا کر الگ الگ کاموں کی درستی پر مقرر کیا۔ جنات اور شیاطین کو کانوں سے اکھاڑ کر سنگ مرمر سفید کے لانے کا حکم دیا۔

پھر آ گئے تو سنگ مرمر سفید اور دوسری سنگین چٹانوں سے شہر بنانے کا امر دیا۔ شہر کی بارہ فصیلیں بنائیں کیونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے، ہر قبیلہ کو ایک فصیل میں رکھا۔ شہر بن چکا تو تعمیر مسجد کا آغاز کیا جس کی ابتداء اس طرح کی کہ جنات اور شیاطین کے گروہ الگ الگ کر دیئے۔ ایک گروہ کو کانوں سے سونا، چاندی اور یاقوت لانے کا اور سمندر سے چمک دار موتی نکال کر لانے پر مامور کیا۔ دوسرے گروہ کو جواہر اور دوسرے (قیمتی) پتھر معدنوں سے اکھاڑ کر لانے کا حکم دیا۔ تیسرے گروہ کو مشک، عنبر اور دوسری خوشبودار چیزیں لانے پر مقرر کیا۔ آخر یہ سب چیزیں اتنی فراہم ہوگئیں کہ جن کی مقدار اور تعداد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ پھر کاریگروں اور صنعت کاروں کو بلوا کر اونچے اونچے پتھر تراشنے اور ان کی تختیاں اور جواہر کو درست کرنے اور موتیوں میں اور یاقوت وغیرہ میں سوراخ کرنے پر مامور کیا۔ مسجد کی تعمیر سفید، زرد اور سبز سنگ مرمر سے کرائی اور ستون بھی اسی کے قائم کیے۔ چھت میں قیمتی جواہر کی تختیاں لگائیں اور چھتوں اور دیواروں کا گارا اور پلاسٹر مروارید، یاقوت اور دوسرے جواہر کا لگوایا۔ زمین پر فیروزے کی تختیوں کا فرش کیا۔ اس زمانے میں روئے زمین پر اس سے زیادہ پُر رونق اور چمکیلی عمارت کوئی نہیں تھی، تاریکی میں وہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی تھی۔ تعمیر سے فراغت کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے علماء بنی اسرائیل کو طلب فرما کر بتایا کہ میں نے یہ عمارت خالص اللہ کے لیے بنائی ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ اللہ کے لیے ہے (کوئی اس کا مالک نہیں) جس روز تعمیر سے فراغت ہوئی، آپ نے اس روز جشن منایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سلیمان نے تعمیر بیت المقدس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے رب سے تین چیزوں کی دُعا کی، اللہ نے دو چیزیں تو عطا فرما دیں اور تیسری کے متعلق بھی مجھے اُمید ہے کہ عطا فرما دی ہوگی۔ سلیمان نے درخواست کی تھی کہ اللہ ان کو فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرما دے کہ ان کا فیصلہ اللہ کے فیصلہ کے موافق ہو (یعنی فیصلہ کرنے میں ان سے غلطی نہ ہو) اللہ نے ان کو یہ چیز عطا فرما دی۔

انہوں نے اپنے رب سے ایسی حکومت مانگی تھی جو ان کے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو، اللہ نے یہ چیز بھی ان کو عطا فرما دی۔

سلیمان نے دُعا کی تھی کہ اس گھر (بیت المقدس) میں جو شخص آ کر دو رکعت نماز ادا کرے، اس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیا جائے، جیسا اس دن تھا، جب ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ نے یہ چیز بھی ان کو مرحمت فرما دی ہوگی۔ (رواہ البغوی)

جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے یمن میں پتھر کے بڑے بڑے عجیب قلعے بھی تعمیر کیے تھے۔ "وتماثیل" یعنی پیتل، تانبے، شیشے اور سنگ مرمر کی مورتیاں۔ کہا گیا ہے کہ وہ درندوں اور پرندوں کی تصویریں بناتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملائکہ، انبیاء اور نیک لوگوں کی تصویریں مساجد میں بناتے تھے تاکہ ان کو دیکھ کر لوگوں میں عبادت کا جذبہ ترقی کرے، ان کی شریعت میں تصویر کشی جائز تھی۔

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ وہ مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ اُڑتا ہوا ایک پرندہ بن جاتا اور اللہ کے حکم سے وہ اُڑ جاتا۔ "وجفان" بڑے پیالے کو کہتے ہیں یہ جفنہ کی جمع ہے۔ "کالجواب وقدور" یہ جابیہ کی جمع ہے۔ جابیہ بڑے حوض کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ جبی الخراج سے ماخوذ ہے۔ بڑے حوض کو جابیہ اس وجہ سے کہا جاتا

ہے کہ اس میں پانی آ کر جمع ہوتا ہے، یہ ان صفات میں سے ہے جن کے موصوف کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ صفات ہی کو موصوف کے قائم مقام قرار دے لیا جاتا ہے۔ ایک پیالہ پر ایک ہزار آدمی بیٹھ کر کھایا کرتے تھے یعنی پیالہ اتنا بڑا تھا کہ ایک پیالے کا کھانا ہزار آدمیوں کے لیے کافی ہوتا تھا۔ "راسیات" اپنی جگہ جمی ہوئی ان دیگوں کے پائے لگے ہوئے تھے اور وہ اتنی بڑی تھیں کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی تھیں نہ ان کو چولہے سے اُتارا جا سکتا تھا نہ خالی کیا جا سکتا تھا، زینہ لگا کر ان پر چڑھا جاتا تھا، یہ دیگیں یمن میں تھیں۔

"اعملوا آل داؤد شکرًا" ہم نے اہل داؤد کے گھر والوں کو کہا کہ تم بھی شکر ادا کرو۔ **"وقلیل من عبادی الشکور"** جو نیک اعمال کرتے ہوں اور اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہوں۔ بعض نے کہا کہ آل داؤد سے مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام مراد ہیں۔ جعفر بن سلیمان نے کہا کہ میں نے ثابت سے سنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اور اپنے گھر والوں کی عبادت کے لیے رات اور دن کے حصے مقرر کر دیئے تھے۔ پس دن رات میں کوئی ساعت ایسی نہ ہوتی تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر کوئی نہ کوئی عبادت میں مشغول نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ

⑭ **"فلما قضینا علیہ الموت"** پھر جب ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا فیصلہ کر لیا۔ بغوی نے اس سے لکھا ہے، اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان مسجد بیت المقدس کے اندر مہینہ دو مہینہ، سال دو سال یا اس سے کم و بیش مدت تک گوشہ نشین ہو جاتے تھے، وہیں آپ کا کھانا پانی پہنچا دیا جاتا تھا۔ ایک بار حسب معمول بیت المقدس کے اندر تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی جس کے قصہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ روزانہ صبح کے وقت بیت المقدس کی محراب میں ایک بوٹی نمودار ہوتی تھی، آپ اس سے اس کا نام دریافت کرتے تھے، وہ اپنا نام بتا دیتی تھی، آپ اس سے اس کے خواص دریافت کرتے تھے تو وہ اپنے فائدے بیان کر دیتی تھی، آپ اس کو کٹوا لیتے تھے، پھر اگر وہ کسی پودے کی شاخ ہوتی تو اس کو (کسی باغ میں) لگوا دیتے تھے اور اگر دوا کی بوٹی ہوتی تو لکھ دیتے تھے۔ ایک روز درخت خروبہ اُگا۔ حضرت نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: خروبہ۔ آپ نے فرمایا: تو کس لیے اُگا ہے؟ اس نے کہا آپ کی مسجد کو برباد کرنے کے لیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یہ بات تو ہوگی نہیں کہ میری زندگی میں اللہ اس مسجد کو برباد کر دے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (پہلے) میری موت اور (پھر) بیت المقدس کی بربادی تیری وجہ سے ہوگی۔ پھر آپ نے اس کو ایک اچھے باغ میں لگوا دیا اور دُعا کی: اے اللہ! میری موت کو جنات سے پوشیدہ رکھنا تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ غیب دان جنات نہیں ہوتے۔ جنات آدمیوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم غیب کی باتیں جان لیتے ہیں اور آنے والے دن میں جو کچھ ہوگا اس سے بھی واقف ہیں۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام محراب (عبادت خانہ) میں چلے گئے اور لاٹھی پر سہارا لگائے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اسی حالت میں کھڑے کھڑے آپ کی وفات ہوگئی۔ محراب کے اندر آگے پیچھے کچھ روشن دان تھے جن میں سے جنات آپ کو

کھڑا دیکھ کر خیال کرتے تھے کہ آپ نماز میں مشغول ہیں، اس لیے جو سخت محنت کا کام آپ کی زندگی میں وہ کرتے تھے، ان میں آپ کی وفات کے بعد بھی سرگرم رہے اور چونکہ آپ کی عادت ہی تھی کہ نماز میں مشغول ہونے کے بعد (ایک مدت تک) باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس لیے آپ کے برآمد نہ ہونے سے جنات کو آپ کی وفات کا کوئی شبہ بھی نہیں ہوا۔ اس طرح وفات کے بعد ایک سال گزر گیا اور جنات برابر کام میں مشغول رہے۔ آخر دیمک نے لاٹھی کو کھالیا اور آپ کی میت نیچے گر پڑی اور جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جنات نے دیمک کا شکریہ ادا کیا کہ اس کی وجہ سے ان کو سخت مشقتوں سے آزادی ملی۔ اب بھی جنات پانی اور مٹی لکڑی کے کھوکھلے حصہ میں (دیمک کے لیے) ڈالتے ہیں۔

"مادلھم علی موته الادابة الارض" وہ زمین جس میں "تاکل منساته" لاٹھی کا حصہ زمین میں پوشیدہ تھا۔ قراء اہل مدینہ اور ابوعمرو نے "منساته" بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اور اس میں دو لغات ہیں۔ ابن عامر نے ہمزہ کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ اصل میں "نسات الغنم" سے ہے۔ میں نے بکریوں کو ڈانٹا اور ہنکایا۔ "فلما خر" جب وہ زمین پر گر گئے۔ "تبینت الجن" جنوں کو اس وقت علم ہوا اور یقین ہوا۔ "ان لو کانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المھین" جب سلیمان علیہ السلام گر پڑے اور جنوں کو سخت محنت و مشقت میں اتنی مدت تک نہ پڑے رہتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا جنوں کو علم نہیں تھا۔

اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق کام کرتے رہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے جنات اپنی غیب دانی کا دعویٰ کر کے لوگوں کو دھوکا دیا کرتے تھے لیکن جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا جنات کو علم نہ ہو سکا تو لوگوں کے لیے یہ بات واضح ہو گئی کہ جنات غیب داں نہیں ہوتے۔ آیت کا یہ مطلب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق ہے۔ ابن مسعود کی قرأت میں آیا ہے: "تبینت الانس لو کانوا یعلمون (ای الجن) ما لبثوا فی العذاب المھین"، بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات سے بے علم رہنے کی وجہ سے جنوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ اگر غیب داں ہوتے تو مشقت میں پڑے نہ رہتے۔ یہ مطلب بعید از فہم ہے کیونکہ جنات کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ غیب داں نہیں ہیں، آدمیوں کو دھوکا دینے کے لیے غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

بغوی نے لکھا ہے کہ اہل تاریخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کل عمر ۵۳ سال ہوئی۔ ۱۳ سال کی عمر میں باپ کے جانشین ہوئے اور چالیس سال حکومت کی۔ چار سال حکومت کو گزرے تھے کہ بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز کیا۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ. جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۥ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۥ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: سبا (کے لوگوں) کے لئے ان کے وطن (کی مجموعی حالت) میں نشانیاں موجود تھیں دو قطاریں تھیں باغ کی

دائیں اور بائیں اپنے رب کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو (کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور بخشنے والا رب سو انہوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے ان دو رویہ باغوں کے بدلے اور دو باغ دیدیئے جن میں دو چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری۔

تفسیر 15 "لقد کان لسبا فی مسکنهم اٰیة" (قوم) سبا کے لیے ان کے مقام سکونت میں (ہماری قدرت کاملہ کی) نشانی موجود تھی (جس کا شکر ادا کرنا ان پر واجب تھا)۔

قوم سبا کون تھی

فردہ بن سلیک غطفی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے سبا کے متعلق بتایئے کہ کیا وہ کوئی مرد تھا، یا عورت یا کسی مقام کا نام تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک عربی مرد تھا جس کے دس بیٹے ہوئے، چھ دائیں طرف (یعنی یمن) کو چلے گئے اور چار بائیں طرف (یعنی شام) کو۔ جو چھ یمن کو گئے تھے، ان کے نام یہ تھے: کندہ، اشعر، ازد، مدحج، انمار، حمیر۔ ایک شخص نے کہا: انمار کون؟ فرمایا: جن میں سے خثعم اور بجیلہ ہیں (وہی انمار) جو چار شام کو گئے تھے وہ یہ تھے: عاملہ، جذام، لخم، غسان۔ امام احمد وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے مرفوعاً اسی طرح بیان کیا ہے: سبا، یشجب کا بیٹا اور یشجب، یعرب کا اور یعرب، قحطان کا۔

"آیۃ" یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ پھر آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جنتان" دو باغ جنت کے ہیں۔ "عن یمین و شمال" وادی کے دائیں اور بائیں طرف۔ یعنی شہر کے دائیں بائیں جانب۔ اس وادی کو باغات کی دونوں قطاروں نے ڈھانپ کر رکھا ہوا تھا۔ "کلوا" اور کہا گیا ان سے کہ کھاؤ۔ "من رزق ربکم" ان دونوں باغوں کے پھلوں سے۔ سدی اور مقاتل کا بیان ہے کہ اگر کوئی عورت سر پر ٹوکرا رکھے باغ کی قطاروں کے درمیان سے گزرتی تھی تو خود بخود درختوں سے ٹوٹ کر اتنے پھل گرتے تھے کہ اس کا ٹوکرا بھر جاتا تھا، ہاتھ سے توڑنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ "واشکرو له" جو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کے بدلے میں رزق عطا کیا۔ معنی یہ ہوگا کہ اس کی خوب اطاعت کرو۔ "بلدة طيبة" پاکیزہ شہر جہاں سے میلوں کی کثرت ہوتی تھی اور زمین زرخیز تھی، شور یلی نہیں تھی۔

ابن زید نے کہا کہ ان کے شہر میں نہ مچھر تھے نہ مکھیاں اور نہ پسو نہ سانپ اور اگر کسی شخص کے کپڑوں میں جوئیں ہوتیں اور اس شہر کی طرف سے گزر جاتا تو ہوا کی پاکیزگی کی وجہ سے ساری جوئیں مر جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "بلدة طيبة"۔ "ورب غفور" مقاتل نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر خدا کے عطا کردہ رزق کا تم شکر ادا کرو گے تو اللہ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔

16 "فاعرضوا" وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ اللہ نے قوم سبا کی ہدایت کے لیے تیرہ پیغمبر بھیجے اور ہر پیغمبر نے ان کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کی اور اللہ کے فرمانبردار ہونے کی دعوت دی لیکن انہوں نے اس دعوت کی

روگردانی کی۔"فارسلنا علیھم سیل العرم"عرم جمع عرمہ کی ہے وہ جگہ جہاں پانی جمع ہوتا ہے۔ابن الاعرابی نے کہا کہ عرم اس بند کو کہتے ہیں جس کے گرد پانی روکنے کی باڑ نہ ہو۔بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سرخ پانی چھوڑ دیا تھا۔

عرم کی وضاحت اور مختلف تفسیریں

بعض نے عرم کا ترجمہ وادی کیا ہے۔یہ لفظ"عرامۃ"سے مشتق ہے۔"عرامۃ"کا معنی ہے شدت،قوت۔بعض نے کہا: عرم کا معنی ہے پانی کو روکنے کا بند۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرم جنگلی چوہے کو کہتے ہیں۔بلقیس نے پانی کو روک کر جمع رکھنے کے لیے ایک بند باندھا تھا،جنگلی چوہے نے اس میں سوراخ کر دیا تھا۔صاحب قاموس نے لکھا ہے:"عرمۃ"بروزن"فرحۃ" وہ بند جو وادی کا پانی روکنے کے لئے باندھا جائے۔"عرمۃ"کی جمع عرم آتی ہے یا یوں کہا جائے کہ عرم ہے تو جمع لیکن اس کا واحد کا صیغہ (اس لفظ) سے نہیں آتا۔(جیسے نسوۃ اور نساء جمع ہے لیکن اس کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا بلکہ"امرأۃ"آتا ہے)"یا عرم"کا معنی ہے وہ رُکاوٹیں اور بندشیں جو وادیوں میں (مختلف مقامات پر) بنادی جاتی ہیں۔"یا عرم"کا معنی ہے نر موش دشتی یا سخت بارش یا وادی۔"سیل العرم"کی تفسیر ہر معنی کے ساتھ کی گئی ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس اور وہب وغیرہ نے بیان کیا کہ عرم ایک بند تھا جو بلقیس نے بنوایا تھا۔بات یہ تھی کہ وادی کے پانی پر قوم سبا والے آپس میں لڑتے تھے۔بلقیس نے (دفع شر کے لیے) ایک عرم یعنی بند بنوانے کا حکم دیا تھا۔حمیری لغت میں عرم کا معنی بند ہے۔چنانچہ پتھروں سے اور تارکول سے دو پہاڑوں کے درمیان ایک بند بنا دیا گیا اور پانی نکلنے کی اس حوض میں بارہ موریاں بنائی گئیں،ہر موری ایک دریا کے دہانے پر کھلتی تھی۔ضرورت کے وقت جس موری کو چاہتے تھے کھول لیتے تھے اور جب سینچائی کی ضرورت پوری ہو جاتی تھی تو اس کو بند کر دیتے تھے۔بارش کا پانی یمن کی ساری وادیوں میں یہاں جمع ہو جاتا تھا اور بند کے اندر ہی رُک جاتا تھا۔اس وقت بلقیس باہر کی کھڑکی کھلواتی تھی،کھڑکی سے پانی نکل کر حوض میں آ جاتا تھا پھر ضرورت ہوتی تو درمیانی کھڑکی بھی کھول دی جاتی۔پھر اگر ضرورت ہوتی تو نچلا دریچہ بھی کھول دیا جاتا۔اس طرح بند کے اندر کا پانی ختم نہ ہونے پاتا کہ دوسرے سال کی برسات کا پانی آ کر جمع ہونے لگتا۔

یہ بند طویل مدت تک قائم رہا لیکن جب اس قوم نے اللہ سے سرکشی اور ناشکری کی تو اللہ نے ایک جنگلی چوہے کو جس کو گھونس کہا جاتا ہے،ان کی تباہی پر مسلط کر دیا۔گھونس نے بند کے نچلے حصہ میں سوراخ کر دیا،پانی پھٹ پڑا اور سارے کے سارے باغ ڈوب گئے اور زمین تباہ ہوگئی۔

وہب نے کہا:ان لوگوں کو کسی کاہن نجومی نے بتا دیا تھا کہ اس بند کو ایک چوہا برباد کر دے گا،اس لیے ہر دو پتھروں کی دراڑ (شگاف) کے پاس ایک بلی باندھ دی تھی لیکن جب بربادی کا وقت آیا اور اللہ نے ان کو تباہ کرنا چاہا تو ایک بڑا سرخ چوہا آیا اور بلی پر جھپٹا،بلی پیچھے دبکی اور اس شگاف میں داخل ہوگئی جو قریب ہی موجود تھا اور بند میں گھس گئی۔چوہا (بلی کے تعاقب میں)

بند کو کھودنے لگا۔ اوپر پانی کے ریلے کی وجہ سے بند کمزور ہوتا گیا اور کسی کو اس کا علم نہ ہونے پایا۔ آخر سیلاب آ گیا اور شگاف میں گھس کر بند کو پھاڑ دیا۔ پانی بہہ نکلا اور ان کے سارے مال ومتاع کو غرق کر دیا، گھر ریت میں دفن ہو گئے۔ غرض سب ڈوب گئے اور کچھ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ قوم سبا کی بربادی ایک مثال بن گئی۔ عرب کسی قوم کی تباہی کو بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

"صار بنو فلان ایدی سبا" (یا) "ایادی سبا"

"وبدلنھم بجنتیھم جنّتین ذواتی اُکل خمط وّاثلٍ وّشیءٍ مِن سدرٍ قلیل" اور ہم نے ان کو دونوں باغوں کے بدلہ میں دو باغ دوسرے دیے جو بدمزہ پھل اور جھاؤ اور تھوڑی سی بیری والے تھے۔ "اُکل" صاحب قاموس نے لکھا ہے: "اکل بالضم" اور "اکل بضمتین" پھل اور رزق۔ "خمط اکل" کی صفت ہے، خمط کا معنی ہے ترش یا تلخ۔ مراد اراک کا پھل یا اراک کا درخت۔ خمط ہر اس بوٹی کو کہتے ہیں جس کا مزہ تلخ ہو۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے: خمط ہر ترش یا تلخ چیز، ہر وہ بوٹی جس کے مزہ میں تلخی ہو اور ایک درخت (بھی ہوتا ہے) جس کی بو، بیری کی طرح ہوتی ہے اور ایک قاتل درخت بھی ہوتا ہے اور ہر اس درخت کو بھی کہتے ہیں جس میں کانٹے نہ ہوں اور اراک کے پھل کو بھی خمط کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک درخت اراک کو بھی خمط کہا جاتا ہے۔

بغوی نے لکھا ہے: "اکل" پھل، خمط اراک (پیلو) اور پیلو کا پھل جس کو بریر کہا جاتا ہے۔ اکثر اہل تفسیر کا یہی قول ہے۔ مبرد کا قول ہے: خمط ہر وہ بوٹی ہے جس کا مزہ تلخی لیے ہوئے ہو۔ ابن اعرابی کا قول ہے: "خمط" ایک درخت کا پھل ہوتا ہے "فسوۃ الضبع" کہتے ہیں، یہ خشخاش کی شکل کا ہوتا ہے جو جھڑ جاتا ہے، کسی کام نہیں آتا۔

"اثل" جھاؤ یا جھاؤ نما ایک درخت جو جھاؤ سے بڑا ہوتا ہے۔ "قلیل، سدرٍ" کی صفت ہے۔ چونکہ بیر ایک عمدہ پھل ہوتا ہے جس کا مزہ عمدہ ہوتا ہے اس لیے اس کو باغوں میں لگایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی قلت کی صراحت کی۔ بغوی نے کہا: یہ (باغوں میں لگائی جانے والی بیری) مراد نہیں بلکہ جنگلی بیری مراد ہے جو کسی کام نہیں آتی، نہ اس کے پتے کسی کام کے ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا پھل دار باغوں کے عوض بیکار درختوں کے جھنڈ کو بھی صرف ہم شکل ہونے کی بناء پر "جنتین" فرمایا اور اس سے استہزاء بھی مقصود ہے۔

ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِمَا کَفَرُوْا ؕ وَھَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْکَفُوْرَ ⑰ وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ الْقُرَی الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا قُرًی ظَاھِرَۃً وَّقَدَّرْنَا فِیْھَا السَّیْرَ ؕ سِیْرُوْا فِیْھَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ⑱ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَجَعَلْنٰھُمْ اَحَادِیْثَ وَمَزَّقْنٰھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ⑲

(ترجمہ) ان کو یہ سزا ہم نے ان کی ناسپاسی کے سبب دی اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے برکت کر رکھی ہے بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان کے دیہات کے درمیان ان کے چلنے کا ایک خاص اندازہ رکھا تھا کہ بے خوف وخطر ان میں

راتوں کو اور دنوں کو چلو سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے اور (علاوہ اس ناشکری کے) انہوں نے (اور بھی نافرمانیاں کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا سو ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا اور ان کو بالکل تتر بتر کر دیا بیشک اس قصہ میں ہر صابر و شاکر (مومن) کے لئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

تفسیر ⑰ "**ذلک جزیناھم بما کفروا**" اسی طرح ہم نے ان کے کفر کا بدلہ ان کو دیا۔ "**وھل نجازی الا الکفور**" حمزہ، کسائی، حفص، یعقوب "**ھل نجازی**" نون کے ساتھ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ۔ "**الکفور**" منصوب ہے۔ "**ذلک جزیناھم**" کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ اور زا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**الکفور**" کو مرفوع پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا ہم اس کو بدلہ دیں جیسا کافروں کو دیتے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے وہ بدلہ دے گا یعنی سزا دے گا۔ جیسا کہ عقوبت میں لفظ یجازی بولا جاتا ہے اور ثواب کے موقع پر یجزی بولا جاتا ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ کیا اس کے برے اعمال کی پوچھ ہوگی جب کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی ہوگی۔ فراء کا قول ہے کہ مؤمن کو جزا دی جاتی ہے اور اس کے اعمال سے ثواب کو کم نہیں کیا جاتا اور اس کے برے اعمال کو بخش دیا جاتا ہے۔

⑱ "**وجعلنا بینھم وبین القری التی بارکنا فیھا**" یعنی ملک شام کی بستیاں جہاں بکثرت دریا اور درخت تھے اور وہاں کے باشندوں کو وسعت رزق حاصل تھی۔ "**قری ظاھرۃ**" یعنی وہ بستیاں قریب قریب تھیں۔ ایک دوسرے کے سامنے پہلی کے بعد دوسری نذر آ جاتی تھی۔ ان بستیوں میں چلنے کا ایک خاص انداز ہم نے مقرر کر دیا تھا۔ رات ایک ہی بستی میں گزری اور دوپہر کو دوسری بستی میں پہنچ گئے، کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہ بستیاں سبا سے شام تک تھیں۔

بعض اقوال میں آیا ہے کہ یہ دیہات چار ہزار سات سو میل مسلسل متصل تھے (**وقدرنا فیھا السیر**) ہم نے ان بستیوں کے درمیان کی مسافت کو متعین کر دیا ان کی مقدار صبح سے شام تک چلنے کی مقدار یا آدھا یوم چلنے کی مقدار تک ہے جب آدھا دن سفر کرتے ہیں تو دوسری بستی کے درختوں اور چشموں تک پہنچ جاتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ عورت نکلا ہاتھ میں لے کر (خالی) ٹوکرا سر پر رکھے راستہ سے گزرتی تھی اور آدھے راستے تک نہیں پہنچتی تھی کہ (راستہ کے دونوں کناروں کے درختوں سے اتنے پھل ٹوٹ کر ٹوکرے میں جمع ہو جاتے تھے کہ) ٹوکرا پھلوں سے بھر جاتا تھا۔ یمن اور شام کے درمیان سارے راستے کی یہی کیفیت تھی۔ "**سیروا فیھا**" یعنی ہم نے ان کو اجازت دے دی تھی اور کہہ دیا تھا، یا قول سے مراد قول حالی یعنی اس راستہ کا حال ہی یہ تھا۔ "**لیالی وایامًا**" رات دن یعنی جب چاہو۔

"**امنین**" امن کے ساتھ۔ نہ دشمن کا کوئی خوف نہ کسی درندے کا ڈر، نہ بھوکے پیاسے رہنے کا اندیشہ۔ اہل سبا اپنی خوش عیشی پر مغرور ہو گئے، بجائے شکر ادا کرنے کے سرکش ہو گئے اور کہنے لگے: (ایسے پھلوں کا کیا مزہ جن کی اتنی کثرت ہے) اگر ہمارے باغوں کی درمیانی مسافت لمبی ہو جائے (اور سفر میں دُشواری ہو) تو ہمارے لیے زیادہ مناسب ہوگا۔

⑲ "**فقالوا ربّنا باعد بین اسفارنا**" کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کی دوری بڑھا دے۔ یعنی یمن اور

شام کے درمیان بیابان اور چٹیل میدان بنادے تاکہ ہم زادِراہ ساتھ لے کر اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کو جائیں اور (مشقت سفر کے بعد جو مال خرید کر لائیں اس میں) ہم کو تجارتی فائدہ ہو اور ہم دوسروں پر فخر کر سکیں (کہ بڑی بڑی مشقتیں اور صعوبتیں اُٹھا کر ملک شام تک ہو آئے ہیں) اللہ نے ان کی یہ دُعا بہت جلد قبول فرمالی۔

مجاہد کا قول ہے کہ انہوں نے اس نعمت کو عیاشی میں بدل دیا اور شکر کرنے سے سرکش ہو گئے۔ ابن کثیر ابوعمرو نے تشدید کے ساتھ پڑھا اور دوسرے قراء نے باعد الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ دُعا اور سوال کی وجہ سے ہے۔ "ربنا" باء کے رفع کے ساتھ (باعد) عین اور دال کے فتحہ کے ساتھ۔ گویا کہ اس سفر قریب کو اپنے تکبر و شرور سے دور سمجھنے لگے۔ "وظلموا انفسھم" سرکشی کی وجہ سے "فجعلناھم أحادیث" عبرت ہے جو ان کے بعد آئیں گے اور ان کے اعمال اور ان کے اقوال کا ذکر کریں گے۔

"ومزقناھم کل ممزق" یعنی ان کو مختلف ملکوں میں پراگندہ کر دیا۔ شعبی کا بیان ہے کہ جب ان کی بستیاں ڈوب گئیں تو لوگ مختلف ملکوں میں منتشر ہو گئے۔ غسان شام میں آکر آباد ہو گئے ازد عمان کی طرف، خزاعہ تہامہ کی طرف، جزیمہ عراق کی جانب اور اوس وخزرج یعنی بن انمار یہ یثرب کی طرف چلے گئے۔ مدینہ میں سب سے پہلے عمرو بن انماری آیا، یہ اوس اور خزرج کا جداعلیٰ تھا۔ "ان فی ذلک لایات" عبرت اور دلالت ہے۔ "لکل صبار" گناہوں سے اپنے نفس کو روکنے والا مصیبتوں پر صبر کرنے والا۔ "شکور" اور اس کی نعمتوں پر شکر کرنے والا۔ مقاتل نے کہا صبار اور شکور سے اس اُمت کے مؤمن مراد ہیں جو مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور اللہ کی نعمتوں کے بڑے شکر گزار ہیں۔ مطرف کا بیان ہے کہ مؤمن وہ ہے جب اس کو عطا کیا جائے تو شکر ادا کرے اور جب آزمایا جائے تو اس پر صبر کرے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑳ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ㉑ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ㉒

(ترجمہ) اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارہ میں اپنا گمان صحیح پایا کہ یہ سب اسی کی راہ پر ہو لئے مگر ایمان والوں کا گروہ اور ابلیس کا ان لوگوں پر (جو) تسلط (بطور اغواء ہے) بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے (الگ کر کے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے آپ فرمایئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (دخیل خدائی) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو وہ ذرا برابر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں (کے پیدا کرنے) میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا (کسی کام میں) مددگار ہے۔

تفسیر 20 "ولقد صدق علیهم ابلیس ظنه" اہل کوفہ نے (صدق) تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابلیس نے ان لوگوں کے بارے میں اپنا گمان صحیح پایا۔ "فبعزتک لاغوینهم أجمعین" اس نے ان کے گمان کو سچا جانا۔ دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اہل سبا میں سے جو کافر تھے، ان کے متعلق شیطان کا گمان صحیح نکلا۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس ضمیر کا مرجع عام انسانوں کی طرف راجع ہے، ابلیس نے اللہ کے سامنے اپنا یہ گمان ظاہر کیا تھا کہ "فبعزتک لاغوینهم اجمعین" تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا، یہ بھی ابلیس نے کہا تھا۔

"ولا تجد اکثرهم شاکرین" تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ چنانچہ میں نے اپنا گمان سچ کر دکھایا یا صحیح پایا اور سوائے مؤمنین کے سب اس کی راہ پر لگ گئے۔ "فاتبعوه الا فریقًا من المؤمنین"

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جب ابلیس نے مہلت مانگی اور اللہ نے اس کو مہلت دے دی تو اس نے کہا "لاضلّنهم" میں ان کو ضرور گمراہ کر دوں گا "لاغوینهم" میں ان کو ضرور کج راہ بنا دوں گا۔ لیکن ابلیس کو اس بات کے کہنے کے وقت یہ یقین نہ تھا کہ اس کی بات پوری بھی ہو سکے گی، صرف گمان تھا۔ لیکن اہل سبا جب اس کی راہ پر لگ لیے اور اس کے کہنے پر چلنے لگے تو اس کا گمان صحیح ثابت ہو گیا۔

"من المؤمنین" میں "المؤمنین" سے مراد یا تو قوم سبا کا ایماندار گروہ ہے، یا عام انسانوں میں سے جو مؤمنین ہیں وہ مراد ہیں۔ سدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اصل دین میں کسی مؤمن نے شیطان کا اتباع نہیں کیا۔ اللہ نے فرما دیا تھا: "انّ عبادی لیس لک علیهم سلطانٌ" یعنی میرے (مؤمن) بندوں پر تیرا تسلط نہ ہوگا۔ اس تفسیر پر "من المؤمنین" میں من بیانیہ ہوگا۔ بعض کے نزدیک "من" تبعیضیہ ہے یعنی بعض مؤمنوں کا گروہ مستثنیٰ ہے جو اللہ کے اطاعت گزار ہیں، نافرمان نہیں ہیں۔

21 "وما کان له علیهم من سلطان" ان لوگوں پر جن پر ابلیس کا تسلط ہے وہ محض "الا لنعلم من یؤمن بالاخرة ممن هو منها فی شک" مگر یہ کہ ہم جان لیں یعنی الگ الگ چھانٹ دیں اور مؤمن کو کافر سے جدا کر دیں۔ مراد اس علم کا وقوع اور ظہور ہونا اور یہ سب کچھ اس کو اپنے علم غیب سے معلوم ہے۔

"وربّک علی کل شیءٍ حفیظ" نگران ہے۔

22 "قل" اے محمد! کفار مکہ کو کہہ دیجئے "ادعوا الذین زعمتم" کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے۔ "من دون الله" تم اللہ کے سوا ان کو پکار کر دیکھو تا کہ وہ تمہارے سے اس جوع کی تکلیف کو دور کر دے۔ پھر ان کے وصف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "لایملکون مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض" نہ خیر کے مالک اور نہ ہی شر کے مالک "ومالهم" اور نہیں ہے ان معبودوں کے پاس "فیهما" زمین و آسمان میں "من شرک" ان کا کوئی شریک "وماله" اور نہیں ہے اللہ کے سوا "منهم من ظهیر" کوئی مددگار۔

وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ㉓

ترجمہ: اور خدا کے سامنے (کسی کی) سفارش کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کی نسبت (شفیع کو) وہ اجازت دے دے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے

تفسیر ㉓ "ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن أذن له" اللہ تعالیٰ جس کو شفاعت کرنے کی اجازت دیدیں گے یہ ان کی تکذیب کی بناء پر کیا کیونکہ کافر لوگ یہی کہتے تھے کہ یہ ہمارے شفیع ہیں جو اللہ کے ہاں شفاعت کریں گے اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جس کو اللہ رب العزت اجازت دے گا وہی سفارش کر سکے گا۔ ابو عمرو، حمزہ اور کسائی نے "أذن" ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "حتی اذا فزع عن قلوبهم" ابن عامر یعقوب نے فاء کے فتحہ کے ساتھ اور زا کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ان سے خوف کو دور کر دے گا اور ان کے دلوں سے ڈر بھی نکال دے گا۔ جو حضرات اس صفت کے ساتھ متصف ہیں اس کے متعلق آئمہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ جب ان کو شفاعت کی اجازت مل جائے گی تو اللہ کا کلام سننے سے ان پر غشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی، وہ اللہ کی جلالت شان اور عظمت سے خوفزدہ ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جب آسمان میں کوئی حکم جاری فرماتا ہے تو عاجزی سے ملائکہ اپنے بازو، پھڑ پھڑاتے ہیں، جیسے پتھر کی چٹان پر کوئی زنجیر ماری جائے، پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو باہم پوچھتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ دوسرے ملائکہ فرماتے ہیں، حق فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے۔

حضرت نواس بن سمعان کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو وہ وحی کے ذریعہ سے کلام کرتا ہے جس کو سن کر اللہ کے خوف سے آسمان لرز جاتے ہیں۔ جب آسمانوں والے اس کلام کو سنتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سب سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام (سجدہ سے) سر اُٹھاتے ہیں۔ اللہ جو کچھ چاہتا ہے، ان کو وحی کلامی کرتا ہے۔ پھر جبرئیل ملائکہ کی طرف سے گزرتے ہیں اور جس آسمان سے گزرتے ہیں وہاں کے ملائکہ ان سے دریافت کرتے ہیں، ہمارے رب نے کیا فرمایا؟ جبرئیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں: اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ حق ہے اور اللہ عالیشان، بڑی عظمت والا ہے۔ یہ سن کر سب ملائکہ وہی بات کہتے ہیں جو جبرئیل کہتے ہیں۔ آخر جہاں وحی پہنچانے کا حکم اللہ نے دیا ہوتا ہے، جبرئیل وہاں وحی پہنچا دیتے ہیں۔ "قالوا" یعنی اذن شفاعت حاصل ہونے سے پیدا ہونے والی گھبراہٹ دور ہونے کے بعد انہوں نے کہا: "ماذا قال ربکم" یعنی شفاعت کے متعلق تمہارے رب نے کیا فرمایا؟

"قالوا" یعنی بعض نے بعض سے کہا "الحق" یعنی اس نے حق فرمایا۔ یعنی شفاعت کی اجازت جن مؤمنوں کے متعلق دی گئی ہے وہ حق ہے۔ "وھو العلیّ الکبیر" وہی بڑے بلند مرتبہ اور بزرگی والا ہے، کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل بغیر اذن کے اس کے سامنے بول نہیں سکتا۔ بغوی نے لکھا: فرشتے قیامت برپا ہو جانے کے خوف سے گھبرا جائیں گے۔ مقاتل، سدی اور کلبی نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درمیانی مدت ۵۵۰ برس اور بقول بعض ۶۰۰ برس کی تھی۔ یہ انقطاع وحی کا زمانہ (فترۃ) تھا۔ اس مدت میں ملائکہ نے کوئی وحی کی آواز نہیں سنی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور فرشتوں نے وحی کی آواز سنی تو انہوں نے خیال کیا کہ قیامت آ گئی ہے کیونکہ آسمان والوں کو اس کا علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کی علامت ہے۔ پس جب وحی کی آواز سنی تو قیامت برپا ہونے کے خوف سے بیہوش ہو گئے۔ جب ابتداء وحی کے موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام (بارگاہ الٰہی سے) نیچے اُترے تو جس آسمان کی طرف سے گزرے تو وہاں کے باشندوں نے سر اوپر اُٹھائے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ دوسروں نے جواب دیا: حق فرمایا۔ حق سے مراد وحی ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: آپ (تحقیق توحید کے لئے یہ بھی) پوچھئے (اچھا بتلاؤ) تم کو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ روزی دیتا ہے اور (یہ بھی کہیے کہ اس مسئلہ توحید میں) بیشک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں) آپ یہ بھی فرما دیجئے (اگر ہم مجرم ہیں تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی (اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو (ایک جگہ) جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ (عمل) کر دے گا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے آپ (یہ بھی) کہیے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلایئے جن کو تم نے شریک بنا کر خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے ہرگز اس کا (کوئی شریک) نہیں بلکہ

(واقع میں) وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایمان لانے پر ان کو ہماری رضا و ثواب کی) خوشخبری سنانے والے اور (ایمان نہ لانے پر ان کو ہمارے غضب و عذاب سے) ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور یہ لوگ (ایسے مضامین سن کر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم (یعنی نبی اور آپ کے اتباع) سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ (مقرر ہے) نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو اور یہ کفار (دنیا میں تو خوب باتیں بناتے ہیں اور) کہتے ہیں کہ ہم ہرگز اس قرآن پر ایمان نہ لاویں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر اور اگر (ان کی) اس وقت کی حالت دیکھیں (تو ایک ہولناک منظر نظر آوے) جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے ایک دوسرے پر بات ٹالتا ہوگا چنانچہ ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے (ہم تمہارے سبب برباد ہوئے) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے۔

تفسیر 24 "قل من یرزقکم من فی السموات والارض" آسمانوں سے بصورت بارش اور زمین سے بصورت سبزہ کون رزق عطا فرماتا ہے۔ "قل للّٰہ" وہ یہی کہیں گے کہ اللہ ہی رزق دینے والا ہے۔ "وانا او ایاکم لعلی ھدًی أو فی ضلالٍ مبین" یہ شک کے طریق پر نہیں ہے بلکہ یہ بطور انصاف کے ہے۔ جیسا کہ کہنے والا دوسرے کو کہتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس کو معلوم ہے کہ یہ شخص سچا ہے اور اس کا دوست جھوٹا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ نہیں ہو تم ایک امر پر متحد بلکہ تم میں سے ایک فریق ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا گمراہ ہے۔ پس جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وہ ہدایت پر رہا اور جس نے مخالفت کی وہ گمراہی میں پڑا رہا۔ ان کی تکذیب کو ذکر کیا اس کی تکذیب کی صراحت کئے بغیر۔ بعض نے کہا کہ گویا کلام یوں ہے ہم اور تم یا تو ہدایت پر ہیں یا گمراہی پر یعنی ہم تو ہدایت پر ہیں اور تم گمراہی پر۔

25 "قل لاتسئلون عما اجرمنا ولا نسئل عمّا تعملون"

26 "قل یجمع بیننا ربنا" قیامت کے دن۔ "ثم یفتح" پھر فیصلہ کرے گا۔ "بیننا بالحق وھو الفتاح العلیم"

27 "قل أرونی الذین الحقتم بہ شرکاء" کسی صفت کی وجہ سے تم نے اپنے معبودوں کو کس صفت کی وجہ سے شریک بنا رکھا ہے۔ کیا وہ تمہیں پیدا کرتے ہیں اور کیا وہ تمہیں رزق عطا کرتے ہیں۔ "کلا" ہرگز نہ تو وہ پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ رزق دیتے ہیں۔ "بل ھو اللّٰہ العزیز" وہ اپنے حکم پر غالب ہے۔ "الحکیم" اپنی مخلوق کی تدبیر میں کون اس کی بادشاہت میں شریک ہوسکتا ہے۔

28 "وما ارسلناک الا کافۃ للنّاس" سب لوگوں کے لیے خواہ وہ سفید ہوں یا کالے گورے۔ "بشیرًا و نذیرًا" خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے۔ "ولکن اکثر النّاس لایعلمون" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبی کو ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے اور میری بعثت تمام لوگوں کے لیے ہے یا "کافۃ" میں تاء

مبالغہ کے لیے ہو۔ یعنی ہم نے آپ کو ایسی حالت میں بھیجا کہ آپ سب لوگوں کو اپنے دائرۂ رسالت میں جمع کرنے والے ہیں۔

㉙ "ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین" مراد اس سے قیامت کا دن ہے۔

㉚ "قل لکم میعاد یوم لا تستاخرون عنہ ساعۃ ولا تستقدمون" وہ قیامت پر کسی چیز کو مقدم نہیں کر سکتے۔ ضحاک کا قول ہے کہ موت کا دن ان سے نہ مؤخر ہوگا اور نہ ہی پہلے یعنی نہ تو ان کی زندگی طویل کی جائے گی اور نہ ہی ذرّہ برابر کم۔

㉛ "وقال الذین کفروا لن نؤمن بھذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ" اس سے مراد توریت اور انجیل ہے۔ "ولو تری" اے محمد! "اذ الظالمون موقوفون" تم اگر قید کر لیے جاؤ۔ "عند ربھم یرجع بعضھم الی بعض القول" وہ ایک دوسرے پر جھگڑے والی بات ڈالیں گے۔

"یقول الذین استضعفوا" وہ ان کو حقارت سے کہیں گے جو ان کے پیروکار ہوں گے۔ "للذین استکبروا" سرداران قوم! "لو لا انتم لکنا مؤمنین" اگر تم ہمیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے نہ روکتے تو ہم ضرور ان پر ایمان لے آتے۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: (اس پر) یہ بڑے لوگ ان درجے (ادنیٰ) کے لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت (پر عمل کرنے) سے (زبردستی) روکا تھا بعد اس کے وہ (ہدایت) تم کو پہنچ چکی تھی نہیں بلکہ تم ہی قصوروار ہو اور (اس کے جواب میں) یہ کم درجہ کے لوگ ان بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ (ہم زبردستی کو مانع) نہیں (کہتے) بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا تھا جب تم ہم کو فرمائش کرتے رہتے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے شریک قرار دیں اور وہ لوگ (اپنی اس) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ عذاب دیکھیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھرا اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں

بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے (یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے ولیکن اکثر لوگ (اس سے) واقف نہیں اور تمہارے اموال و اولاد ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنادے (یعنی موثر وعلت قرب کی بھی نہیں) مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سبب قرب میں) سو ایسے لوگوں کے لئے ان کے (نیک) عمل کا دونا صلہ ہے۔ اور وہ (بہشت کے) بالا خانوں میں چین سے (بیٹھے) ہوں گے۔

تفسیر ㉜ "**قال الذین استکبروا**" بڑے لوگ ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے "**للذین استضعفوا أنحن صددناکم عن الھدی بعد اذ جاء کم بل کنتم مجرمین**" ایمان کے ترک کرنے کی وجہ سے۔

㉝ "**وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر اللیل والنھار**" یعنی تمہارے دن و رات کے مکر وفریب نے۔ عرب کے نزدیک کسی فعل کو دن یا رات کی طرف نسبت اس لیے کرتے ہیں تا کہ کلام میں مزید توسع پیدا ہو جائے۔ بعض حضرات نے کہا کہ رات و دن کے مکر سے مراد ہے زمانے کا فریب، طول، آرزو اور طول سلامتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**فطال علیھم الامد فقست قلوبھم**"......"**اذ تامروننا أن نکفر باللّٰہ ونجعل لہ انداداً واسروا**" اور ندامت کو ظاہر کردیا۔ "**الندامۃ**" بعض نے کہا کہ اس ندامت کو چھپا دیا۔ یہ اس صورت میں اضداد میں سے ہوگا۔ "**لما رأوا العذاب وجعلنا الاغلال فی اعناق الذین کفروا**" آگ میں تابع اور متبوع دونوں جمع ہو جائیں گے۔ "**ھل یجزون الا ما کانوا یعملون**" دُنیا میں جو انہوں نے کفر اور نافرمانیاں کی تھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

㉞ "**وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الاقال مترفوھا**" ان کے سردار اور ان کے اغنیاء لوگ۔ "**انا بما ارسلتم بہ کافرون**"

㉟ "**وقالوا**" یہ لوگ فقراء کو کہیں گے جو اللہ پر ایمان لائے۔ "**نحن اکثر اموالاً و اولاداً**" اگر اللہ تعالیٰ ہم سے راضی نہ ہوتا تو ہمیں وہ اموال اور اولاد سے نہ نوازتا۔ "**وما نحن بمعذبین**" اللہ تعالیٰ نے جب دُنیا میں ہمیں مال و اولاد سے نوازا تو آخرت میں بھی ہمیں عذاب نہیں دے گا۔

㊱ "**قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر**" روزی کی تنگی اور فراخی تحقیر و اعزاز کا معیار نہیں ہے۔ دُنیا امتحان گاہ ہے دار الجزاء نہیں ہے۔ اسی طرح روزی کی کشادگی اللہ کی رضا پر دلیل نہیں اور نہ ہی تنگی اللہ کی ناراضگی پر دلیل ہے۔ "**ولکن اکثر النّاس لایعلمون**"

㊲ "**وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی**" "**زلفی**" (تقرب) اخفش کے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے مال و اولاد کے ساتھ ایسی خصلت نہیں ہے جو تم کو اللہ کے قرب میں پہنچا دے۔ "**الا من اٰمن**" جو نیکوکار مومن ہو۔ "**وعمل صالحاً**" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو نیکوکار ایمان والا ہو، اس کا عمل قرب الٰہی میں پہنچ سکتا ہے۔ "**فاولئک لھم**"

جزاء الضعف بما عملوا" اللہ ان کے لیے نیکیوں کو دُگنا کر دیں گے اور ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں عطا کریں گے۔
"جزاءٌ" منصوب ہے تنوین کے ساتھ (الضعف) مرفوع ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی "لھم الضعف جزاءٌ" اور دوسرے قراء نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ "وھم فی الغرفات آمنون" حمزہ نے واحد کے صیغہ کے ساتھ "غرفۃ" پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کر رہے ہیں (نبی کو) ہرانے کے لئے ایسے لوگ عذاب میں لائے جاویں گے آپ (مومنین سے) فرمادیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراغ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی سے دیتا ہے اور جو چیز تم (مواقع حکم الٰہی میں) خرچ کرو گے سو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

تفسیر: ㊳ "والذین یسعون" جو کوشش کرتے ہیں "فی ایاتنا" ہمارے دلائل کو باطل کرنے میں "معاجزین" معاندین لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کی نشانیوں کو باطل و عاجز کر دیا ہے۔ "اولئک فی العذاب محضرون"
㊴ "قل انّ ربی یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لہ وما انفقتم من شیءٍ فھو یخلفہ" جو خرچ کرو گے اس کے بدلے میں اور عطا کرے گا۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں جو اپنے مال کو بغیر فضول خرچی کے اور کنجوسی سے خرچ نہیں کرے گا، اللہ اس کو اس کا بدل عطا کرے گا۔ کلبی کا بیان ہے کہ جو تم صدقہ کے لیے خرچ کرتے ہو یا نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے ہو، خرچ کرنے والے کو نفع دے گا یا تو اس کا نفع دُنیا میں اس کو مل جائے گا یا اس کے لیے نفع آخرت میں ذخیرہ کر دیا جائے گا۔ "وھو خیر الرازقین" جو عطا بھی کرے اور رزق بھی دے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی فضیلت

روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کر تیرے اوپر خرچ کیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی صبح ایسی نہیں جس صبح ہر بندے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ ان میں ایک کہتا ہے اے اللہ! تو مجھے عطا کر میں خرچ کروں اور پھر اس کا اجر بھی دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے عطا کر میں اس کو اپنے پاس روکے رکھوں تو اللہ اس کے مال کو تلف فرما دیتے ہیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب بھی صدقہ

کرتا ہے تو اس کے مال کو کم نہیں کیا جاتا اور جو شخص کسی کو درگزر کرتا ہے اللہ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو اللہ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند مقام عطا کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے اور ہر وہ چیز جو انسان اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اس کے لیے یہ صدقہ لکھ دیا جاتا ہے اور جس چیز سے آدمی اپنی عزت کی حفاظت کرے وہ بھی صدقہ ہے، ہم نے کہا آدمی کا اپنی عزت کی حفاظت کا معنی کیا ہے؟ فرمایا جو کسی شاعر یا متقی زبان والے کو عطا کیا جاتا ہے اور مؤمن شخص جو اپنے لیے خرچ کرتا ہے اللہ اس کے لیے دوبارہ پیدا کرتا ہے مگر یہ کہ اس نے جنگل میں نہ ضائع کیے ہوں اور نہ ہی گناہوں کے کاموں میں۔ امام بغوی رحمہ اللہ لایعنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبدالحمید محمد بن منکدر سے پوچھ رہے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ جب تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو تو اس کو میانہ روی سے خرچ کرو۔ اس آیت کی تاویل نہ کرو۔ "وما انفقتم من شیءٍ فھو یخلفه" کیونکہ رزق تو تقسیم ہوا ہے۔ شاید کہ اللہ نے رزق تھوڑا لکھا ہو تو وہ اپنے نفقہ سے تنگ دست کی طرح خرچ کرے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

(ترجمہ) اور (وہ دن قابل ذکر ہے) جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (میدان قیامت میں) جمع فرماوے گا پھر فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے وہ عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں ہمارا تو آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے بلکہ یہ لوگ شیاطین کو پوجا کرتے تھے ان میں اکثر لوگ انہیں کے معتقد تھے سو (کافروں سے کہا جاوے گا) آج تم (مجموع عابدین ومعبودین) میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا اور اس وقت ہم ظالموں (یعنی کافروں سے) کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو (حق اور ہادی ہونے کی صفت میں) صاف صاف ہیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ (پڑھنے والے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایسا شخص ہے جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں کی (کی عبادت) سے باز رکھے جن کو (قدیم سے) تمہارے

بڑے پوجتے تھے اور (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے اور یہ کافر اس امر حق یعنی (ان) کی نسبت جبکہ وہ ان کے پاس پہنچا یوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے۔

تفسیر ㊵ "ویوم نحشرھم" یعقوب اور حفص نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے نون کے ساتھ "نحشرھم" پڑھا ہے۔ "جمیعًا" تمام کفار کو جمع کیا جائے گا۔ "ثم نقول للملائکة أھؤلاء ایاکم کانوا یعبدون" دُنیا میں۔ جو لوگ ملائکہ کی پوجا کرتے اور نعوذ باللہ ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے۔ ملائکہ سے یہ خطاب مشرکین کی تذلیل اور شفاعت ملائکہ سے مایوس بنانے کیلئے کیا جائے گا۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ استفہام تقریری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: "ء انت قلت للناس اتخذونی وأمی الھین من دون اللّٰہ" پھر ان سے ملائکہ نے براءت کرلی۔

㊶ "قالوا سبحانک" فرشتے عرض کریں گے تو پاک ہے۔ "انت ولینا من دونھم" ہمارا رشتہ عبدیت و معبودیت تجھی سے ہے، ان سے ہمارا کوئی رشتہ موالات نہیں۔ "بل کانوا یعبدون الجن" اس سے مراد شیاطین ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ ملائکہ کی عبادت کرتے تھے تو "یعبدون الجن" کہنے کا کیا مطلب۔ بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا کہ شیاطین خود بھیس بدل کر ان کے سامنے آتے تھے اور ان کے خیال میں یہ بات ڈالتے تھے کہ وہ ملائکہ ہیں۔ اس خیالی تصویر کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ "یعبدون" وہ جنوں کی اطاعت کرتے تھے۔ "اکثرھم بھم مؤمنون" اور وہ شیاطین کی تصدیق کرتے ہیں۔

㊷ "فالیوم لایملک بعضکم لبعض نفعًا" نہ شفاعت کے ذریعے سے نفع دے سکیں گے۔ "ولا ضرًا" نہ عذاب۔ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ اس بات سے عاجز ہیں نہ تو وہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ "ونقول للذین ظلموا ذوقوا عذاب النّار التی کنتم بھا تکذبون"

㊸ "واذا تتلٰی علیھم آیاتنا بینات قالوا ما ھذا" یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) "الا رجل یرید أن یصدکم عما کان یعبد اٰباء کم وقالوا ما ھذا الا افکٌ مفتریً" یعنی یہ قرآن "وقال الذین کفروا للحق لما جاء ھم ان ھذا الا سحرٌ مبین" واضح ہے۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ㊹ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ. فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ㊺ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا. مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ㊻ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ط اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ. وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ㊼ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ. عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ㊽ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ㊾

ترجمہ اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں اور (اسی طرح) ہم نے آپ سے پہلے ان کے واسطے کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) نہیں بھیجا تھا اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی سو (دیکھو) میرا (ان پر) کیسا عذاب ہوا آپ کہیے کہ میں (تو) صرف تم کو ایک بات سمجھاتا ہوں وہ یہ کہ تم (محض) خدا کے واسطے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے اس ساتھی کو جنون (تو) نہیں ہے وہ تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی رہا میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب حق بات (یعنی ایمان) کو (کفر پر) غالب کر رہا ہے (اور) وہ علام الغیوب ہے آپ کہہ دیجئے کہ حق (دین) آ گیا اور (دین) باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔

تفسیر 44 "وما اٰتینھم" یہ مشرکین۔ "من کتب یدرسونھا" وہ اس کو پڑھتے ہیں۔ "وما ارسلنا الیھم قبلک من نذیر" عرب میں اس سے پہلے نہ کوئی ایسا نبی بھیجا اور نہ ہی کوئی ایسی کتاب بھیجی جس سے ان کو شرک کی دعوت دی ہو۔

45 "وکذب الذین من قبلھم" اس سے پہلی اُمتیں عاد، ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط وغیرہ ہیں۔ "وما بلغوا" یہ مشرکین۔ "معشار" دسواں حصہ ہیں۔ "ما اٰتینھم" گزشتہ اُمتوں کے مقابلے میں کہ ان کو قوت، طاقت، طول عمر اور مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ "فکذبوا رسلی فکیف کان نکیر" پھر ان پر میرا عذاب اور تباہی کی شکل میں میری ناراضگی کیسا رنگ لائی۔

46 "قل انما أعظکم بواحدۃ" کہ میں ایک بات سمجھاتا ہوں۔ پھر اس خصلت کو بیان کر دیا اور فرمایا: "أن تقوموا للّٰہ" اللہ کے لیے "مثنی" دو، دو ہو کر "وفرادی" اور ایک ایک ہو کر "ثم تتفکروا" پھر تم سب مل کر غور و فکر کرو اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال پر بھی غور و فکر کرو، پھر تم جان لو گے۔ "ما بصاحبکم من جنۃ" آپ کے ساتھی کو جنون لاحق نہیں بلکہ وہ حق بات کہہ رہا ہے۔ کھڑے ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ نہ بیٹھو نہ لیٹو کھڑے ہو جاؤ بلکہ اس سے مراد ہے تیار ہو جاؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وأن تقوموا للیتامیٰ بالقسط" یہاں پر حقیقی کھڑا ہونا مراد نہیں بلکہ آمادہ ہونا ہے۔ "ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید" مقاتل کا بیان ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کا کلام پورا ہو گیا۔ پھر آگے فرمایا "ثم تتفکروا" تم زمین و آسمان پر غور و فکر کرو تو پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کا پیدا کرنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر دوبارہ کلام کی ابتداء کی اور فرمایا: "ما بصاحبکم من جنّۃ"

47 "قل ماسألتکم" رسالت کی تبلیغ پہنچانے میں۔ "من اجر" کوئی اجر مانگوں۔ "فھو لکم" وہ تمہارے لیے ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تبلیغ رسالت پہنچانے میں تم لوگوں سے کوئی اجر طلب نہیں کر رہا کہ تم مجھے متہم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فھو لکم" کہ میں تم سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا۔ "ان اجری الا علی اللّٰہ وھو علٰی کل شیءٍ شھید" اس کا ثواب اور اجر اللہ ہی کے پاس ہے۔

㊽ "قل ان ربی یقذف بالحق" قذف کہا جاتا ہے پھینکنے کو تیر کے ذریعے یا کسی اور چیز کے ذریعے۔ معنی اس کا یہ ہے کہ ان کے پاس حق بات آئی ہے، وحی آسمان سے اُتری اور انبیاء پر آئی۔ "علام الغیوب" مرفوع ہے خبر ہونے کی وجہ سے یعنی وہ علام الغیوب ہے۔

㊾ "قل جاء الحق" حق سے مراد قرآن اور اسلام ہے۔ "وما یبدئ الباطل وما یعید" باطل چلا گیا۔ اس میں ذرہ برابر باقی نہیں رہا جس سے وہ دوبارہ اُٹھ سکے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: "بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ" قتادہ کا بیان ہے کہ باطل سے مراد ابلیس ہے۔ یہی قول مقاتل اور کلبی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ بعض نے کہا کہ باطل سے مراد بت ہیں۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىٓ اِلَىَّ رَبِّىْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِىْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر (مثلاً و فرضاً) گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر وبال ہو گی اور اگر میں راہ (راست) پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے وہ سب کچھ سنتا (اور) بہت نزدیک ہے اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں تو آپ کو حیرت ہو جبکہ گھبرائے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہو گی اور پاس کے پاس ہی (یعنی فوراً) پکڑ لئے جاویں گے کہ کہیں گے کہ ہم دین حق پر ایمان لے آئے اور اتنی دور جگہ سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس حق کا انکار کرتے رہے اور بے تحقیق باتیں دور ہی دور سے ہانکا کرتے تھے اور ان میں اور ان کی (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کر دی جاوے گی جیسا ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی (برتاؤ) کیا گیا جو ان سے پہلے تھے کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔

تفسیر: ㊿ "قل ان ضللت فانما اضل علٰی نفسی" کفار مکہ یوں کہا کرتے تھے کہ جب انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑا تو گمراہ ہو گیا (نعوذ باللہ) آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے گمراہی اختیار کی ہے تو اس کا وبال انہی پر ہوگا۔ "وان اهتدیت فبما یوحی الیّ ربی" اس سے مراد قرآن اور حکمت ہے۔ "انه سمیع قریب"

51 "ولو تری اذ فزعوا" قتادہ نے کہا کہ قبروں سے اُٹھائے جانے کے وقت گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ "فلا فوت" اللہ کی گرفت سے نکل نہیں سکیں گے نہ بھاگ کر نہ قلعہ بند ہو کر نہ اپنی جان کا مالی معاوضہ دے کر۔ "ولات حین مناص" بعض نے کہا کہ جب وہ گھبرا جائیں گے تو نہ وہ اللہ کی گرفت سے نکل سکیں گے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی نجات ہو گی۔

وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ کی تفسیر

"واخذوا من مکان قریب" کلبی کا بیان ہے کہ ان کو قدموں کے نیچے سے پکڑا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ ان کو زمین کے درمیان سے پیٹھ کے بل نکالا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ زمین کے اوپر سے پکڑ کر زمین کے اندر لے جائے جائیں گے۔ بعض نے کہا کہ "من مکان قریب" سے مراد دُنیا کا عذاب ہے۔ ضحاک نے کہا کہ بدر کا دن مراد ہے۔ بزی کا قول ہے کہ بیداء مقام پر دھنسا جانا مراد ہے۔ اس آیت میں محذوف ہے تقدیری عبارت یوں ہے "ولو تری اذ فزعوا لرایت امرًا تعتبر به"

52 "وقالوا آمنا به" جب وہ عذاب کو دیکھ لیں گے۔ بعض نے کہا جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو ایمان لے آئیں گے۔ بعض نے کہا کہ اُٹھائے جانے کے بعد۔ "وانّی" "أین کے معنی میں ہے۔ "لهم التناوش" ابوعمرو، حمزہ، کسائی اور ابوبکر نے التناوش مد کے ساتھ اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ بغیر مد اور بغیر ہمزہ کے، معنی طلب کرنا، چلنا، تیزی سے اُٹھنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کا حصول تو اس وقت ممکن تھا جب آدمی مکلف تھا اور وہ مقام تکلیف بالا یمان تو دور ہو گیا اور دُنیا سے قریب ہو گیا تو اس کو ضائع کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کفار دُنیا کی طرف واپسی کی درخواست کریں گے لیکن دور کے مقام یعنی آخرت سے دُنیا میں ان کا لوٹنا کہاں ہو سکے گا۔ "من مکان بعید" یعنی آخرت دُنیا کے اعتبار سے دور ہے۔

53 "وقد کفروا به من قبل" اس سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عذاب کو دیکھنے سے پہلے اور قیامت کی ہولناکیوں کے معائنہ کرنے سے۔ "ویقذفون بالغیب من مکان بعید" مجاہد کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو انہوں نے بلا تحقیق نشانہ بنا رکھا تھا۔ قتادہ نے کہا کہ وہ اپنے تیر کے گمان چلاتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ نہ قیامت ہوگی اور نہ جنت نہ دوزخ۔

54 "وحیل بینهم وبین ما یشتهون" اس سے مراد ایمان، توبہ اور دُنیا کی طرف واپس جانے کی خواہش رکھنا۔ بعض نے کہا کہ دُنیا کی نعمتیں اور اس کے پھل وغیرہ۔ "کما فعل باشیاعهم" ان کے نظائر بھی ماقبل گزرے ہوئے کفار کی حالت کی طرح ہوگی۔ "من قبل" ان کا بھی ایمان اور توبہ قبول نہیں ہوگی ناامیدی کے وقت۔ "انهم کانوا فی شک" یعنی قیامت اور نزول عذاب کے متعلق وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ "مریب" شک پیدا کرنے والا، تہمت پیدا کرنے والا۔

سُوْرَۃ فَاطِر

اس میں ۴۵ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ❶ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ ۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ❷

ترجمہ: تمام ترحمد (اسی) اللہ کو لائق ہے جو آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دودو اور تین تین اور چار چار پردار بازو ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اللہ جو رحمت (بارش وغیرہ) لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے (بند کرنے کے) بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر: ❶ "الحمدللّٰه فاطر السموات والارض" ان دونوں کو پیدا کیا اور ان کو ابتداءً بغیر کسی مثال کے پیدا کیا۔ "جاعل الملائکة رسلاً اولی اجنحة" بازو والے "مثنی و ثلاث و رباع" قتادہ اور مقاتل نے کہا ہے کہ بعض ملائکہ کے دو بازو بعض کے تین اور بعض کے چار اللہ نے بنائے ہیں لیکن تعداد محدود نہیں ہے۔ حد بندی کے خیال کو دور کرنے کے لیے آگے فرمایا "یزید فی الخلق ما یشاء" ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ عزوجل کے اس فرمان "لقد رأی من آیات ربه الکبریٰ" کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ ابن شہاب نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "یزید فی الخلق مایشاء" کے بارے میں فرمایا کہ حسن صوت مراد ہے اور قتادہ کے نزدیک آنکھوں کی ملاحت مراد ہے۔ بعض کے نزدیک عقل اور امتیاز کی زیادتی مراد ہے۔ "انّ اللّٰه علی کل شیءٍ قدیر"

❷ "ما یفتح اللّٰه للنّاس من رحمة" رحمت سے مراد بارش اور رزق ہے۔ "فلا ممسک لها" ان میں سے کسی ایک کی کوئی طاقت نہیں کہ وہ اس کو روک کے رکھے۔ "وما یمسک فلا مرسل له من بعده وهو العزیز" اور وہ جس چیز کو روک لے۔ "الحکیم" جو بارش اور رزق میں سے وہ روک لے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے "لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد"

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ط هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ز فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ط اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑥ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ط فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ م بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧

ترجمہ اے لوگو تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں ان کو یاد کرو (شکر اور غور کر کہ) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان و زمین سے رزق پہنچاتا ہو اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (شرک کر کے) کہاں الٹے جا رہے ہو اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو (آپ غم نہ کریں کیونکہ) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں اور سب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کئے جاویں گے اے لوگو اللہ تعالیٰ کا (یہ) وعدہ ضرور سچا ہے سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکے میں ڈالے اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے یہ شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو (اپنا) دشمن (ہی) سمجھتے رہو وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے (باطل کی طرف) بلاتا ہے تا کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جاویں پس جو لوگ کافر ہو گئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے (معاصی کی) بخشش اور (ایمان پر) بڑا اجر ہے تو کیا ایسا شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا (یعنی کافر) اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے (یعنی مومن) کہیں برابر ہو سکتے ہیں سو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے اللہ کو ان سب کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر ③ "یا یھا النّاس اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم ھل من خالق غیر اللّٰہ" حمزہ، کسائی نے (غیر) کی راء پر جر پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ معنی اس کا یہ ہوگا کہ کیا اس کے علاوہ کوئی اور خالق ہے۔ یہ استفہام بطور

تقریر کے ہے۔ گویا کہ یوں فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ "یرزقکم من السماء والارض" آسمان سے بارش برسائی اور زمین سے کس نے نباتات اُگائی۔ "لا اله الا هو فانی یؤفکون"

۴ "وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک" آپ کی طرح یہ ماقبل انبیاء کو بھی اسی طرح جھٹلا چکے ہیں۔ "و الی الله ترجع الامور"

۵ "یا یها الناس انّ وعد الله حق" قیامت کا وعدہ حق ہے۔ "فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا یغرنکم بالله الغرور" اس سے مراد شیطان ہے۔

۶ "ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوًا" وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے دور کرے گا۔ لہٰذا تم اس کی پیروی نہ کرو۔ "انما یدعوا حزبه" اس کے بڑے بڑے سردار اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ "لیکونوا من اصحاب السعیر" تاکہ ان کے ساتھ مل کر دوزخیوں میں اضافہ ہو۔ پھر ان کے مخالفین کے احوال کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

۷ "اللذین کفروا لهم عذاب شدید واللذین اٰمنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرۃ و اجرٌ کبیر"

۸ "افمن زین له سوء عمله" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت ابوجہل اور دوسرے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ آیت اہل بدعت اور پرستاران ہواو ہوس کے حق میں نازل ہوئی۔ قتادہ کا قول ہے کہ انہی میں سے خارجیوں کا گروہ تھا جو مسلمانوں کا خون بہانا اور مال لوٹنا حلال سمجھتے تھے۔ دوسرے اہل کبائر اس میں شامل نہیں ہیں۔ "افمن زیّن" جس کو اس کا عمل مزین کر کے دکھایا گیا ہو۔ "علیه له سوء عمله" اس کا برا عمل۔ "فرآہ حسنًا" شیطان اس کے اس برے عمل کو خوبصورت کر کے پیش کرتا ہے وساوس سے۔ اس آیت میں حذف مضاف ہے۔ کیا وہ اپنے برے عمل کو مزین کر کے پیش کرتا ہے حالانکہ وہ باطل ہے پھر بھی اس کو حق سمجھتا ہے جیسے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہو۔ اللہ اس کو حق کی راہ دکھلا دیتا ہے اور باطل کو باطل دکھا دیتا ہے۔

"فان الله یضل من یشاء ویهدی من یشاء" بعض نے کہا کہ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: "فلا تذهب نفسک علیهم حسرات" کہ جب گمراہ کافروں کے احوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت افسوس ہوتا تھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ حسرات مفعول لہ ہے یعنی افسوس کرنے کی وجہ سے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ حسن بن فضل نے فرمایا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ کیا ایسا شخص جس کو اس کا عمل برا اچھا کر کے دکھایا گیا ہو، پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا ہو، آپ اس کو دیکھ کر افسوس نہ کریں کیونکہ جب کوئی کام فوت ہو جائے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ان کے کفر کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو نقصان نہ پہنچائیں، اگر وہ ایمان نہیں لاتے۔ ابوجعفر نے "فلا تذهب" میں تاء کو مضموم پڑھا ہے اور ھا کے کسرہ کے ساتھ اور "نفسک" کو منصوب پڑھا ہے۔ "ان الله علیم بما یصنعون"

وَاللّٰهُ الَّذِیٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ یَبُوْرُ ⑩ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ⑪

ترجمہ اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک خطہ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر ہم اس کے (پانی کے) ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح (قیامت میں) آدمیوں کا جی اٹھنا ہوگا جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت خدا ہی کے لئے ہے اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے اور جو لوگ (اس کے خلاف) بری بری تدبیریں کر رہے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جاوے گا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ضمناً مٹی سے پیدا کیا پھر (استقلالاً) نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور نہ اسی طرح) کسی کی عمر زیادہ (مقرر) کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم (مقرر) کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے یہ سب اللہ کو آسان ہے۔

تفسیر ⑨ "واللّٰه الذی أرسل الریاح فتثیر سحابا فسقناه الی بلد میت فأحیینا به الارض بعد موتها کذلک النشور" جب ان کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا۔

⑩ "من کان یرید العزة فللّٰه العزة جمیعًا" فراء نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا جو شخص جاننا چاہتا ہے کہ عزت کس کے لیے ہے تو وہ سمجھ لے کہ تمام تر عزت اللہ کے لیے ہے۔ بظاہر آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے لیے عزت کا خواستگار ہے تو اللہ کی بارگاہ سے ہی اس کو عزت طلب کرنی چاہیے، اسی کی فرمانبرداری کر کے عزت حاصل کرے کیونکہ ساری عزت کا خالق و مالک اللہ ہی ہے جس کو چاہے عطا کرے۔ کافر، بتوں کی پوجا کر کے عزت کے خواستگار تھے، اللہ نے کافروں کے متعلق فرمایا: "واتخذوا من دون اللّٰه الهة لیکونوا لهم عزًّا کلّا ۔" اور منافق، کافروں کی نظر میں معزز بننا چاہتے تھے، اللہ نے منافقوں کے متعلق فرمایا ہے: "ایبتغون عندهم العزّة فان العزّة للّٰه جمیعًا"

آیت مذکورہ میں دونوں کے خیال کی تردید کردی گئی۔ آگے فرمایا کہ عزت کے حصول کا ذریعہ صرف توحید اور نیک عمل ہے۔ "الیه یصعد الکلم الطّیب" اللہ کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمات۔ پاک کلمات سے مراد ہیں "سبحان اللّٰه والحمدللّٰه واللّٰه اکبر ولا اله الاّ اللّٰه وتبارک اللّٰه" وغیرہ۔ چڑھنے سے مجازاً مراد ہے قبول ہونا۔ قتادہ کا یہی قول روایت

میں آیا ہے، یا کلمات کے چڑھنے سے مراد ہے ان فرشتوں کا عرش کی طرف چڑھنا جو ان پاک کلمات کو لکھ کر لیجاتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ "الیہ یصعد الکلم الطیب" سے مراد ذکر اللہ ہے۔ قتادہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کلمہ طیبہ کو پاک کرلے گا۔ حسن اور قتادہ کا بیان ہے کہ "الکلم الطیب" سے مراد ذکر اللہ ہے اور "والعمل الصالح یرفعہ" سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے جو شخص اللہ کا ذکر کرے لیکن فرائض ادا نہ کرے تو اس کے ذکر کو اس پر لوٹایا جاتا ہے۔ ایمان صرف آرزو کرنے سے نہیں ملتا اور نہ ہی جلوہ پاشی کا نام ہے بلکہ ایمان وہ ہے جو دل میں جما ہوا ہو اور اعمال صالحہ اس کی تصدیق کررہے ہوں جس کا قول تو اچھا ہے اور عمل صالح نہ ہو، اللہ اس کا قول اس کے منہ پر دے مارتا ہے اور جس کا قول بھی اچھا ہو اور عمل بھی صالح ہو اللہ اس کو قبول فرمالیتا ہے۔ اس کا قول عمل کو مقبول بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ"

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ بغیر عمل کے اللہ قول کو قبول نہیں کرتا اور قول وعمل کے ساتھ خلوص نیت بھی ضروری ہے۔ صرف قول وعمل بھی بغیر نیت کے مقبول نہیں۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ عمل صالح خالص کو کہتے ہیں۔ یعنی جن اعمال میں اخلاص ہو، خواہ ان کا تعلق اقوال میں سے ہو یا افعال میں سے، اس پر دلیل اللہ عزوجل کا فرمان "فلیعمل عملاً صالحًا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدًا" شرک اور ریاء سے بچے رہے۔ "والذین یمکرون السیئات" کلبی نے بیان کیا کہ وہ جو برے اعمال کرتے ہیں۔ مقاتل نے کہا کہ وہ شرک کرتے ہیں۔

ابوالعالیہ نے کہا بری تدبیروں سے مراد ہیں قریش کی وہ خفیہ تدبیریں جو دارالندوہ میں بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انہوں نے کی تھیں، انہی تدبیروں کے متعلق سورۂ انفال میں آیا ہے: "واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک" کلبی نے "یمکرون السیئات" کا ترجمہ کیا ہے، برائیاں کرتے ہیں۔ مجاہد اور شہر بن حوشب کے نزدیک ریاکار لوگ مراد ہیں۔ "لھم عذاب شدید ومکر اولئک ھو یبور" وہ یعنی اللہ ان کو نابود کردے گا۔

⑪ "واللہ خلقکم من تراب" آدم علیہ السلام "ثم من نطفۃ" اس کی نسل "ثم جعلکم أزواجًا" مذکر ہوں یا مؤنث۔ "وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ وما یعمر من معمر" اور نہ ہی ان کی عمر طویل تھی۔ "ولا ینقص من عمرہ" نہ ہی ان کی عمر سے کم کیا جائے گا۔ "الا فی کتاب" مگر اس کا اندراج (پہلے سے) لوح محفوظ میں ہوتا ہے یا کراما کاتبین کے اعمال ناموں میں اس کا اندراج ہوتا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا اُم الکتب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر اتنے سال ہوگی، پھر اس کے نیچے لکھا ہوتا ہے ایک دن گزر گیا، دو دن گزر گئے، تین دن گزر گئے۔ اسی طرح پوری عمر کے دن لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور اس طرح عمر ختم ہوجاتی ہے۔

کعب احبار کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ اگر حضرت عمر اپنی عمر کی طویل ہونے کی درخواست کرتے تو طویل ہوجاتی۔ ان سے کہا گیا "فاذا جاء اجلھم لایستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون" فرمایا کہ جب موت کا وقت قریب آگیا لیکن اس وقت سے پہلے تو کوئی اپنی زندگی اور موت میں کمی کا سوال کرسکتا ہے۔ پھر یہ

آیت تلاوت فرمائی۔"ان ذلک علی اللہ یسیر"لوگوں کی میعاد لکھنا اور عمریں متعین کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑮ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑯ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑰ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ⑱ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ⑲

(ترجمہ) اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں بلکہ ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا بھی آسان اور ایک شور تلخ ہے اور تم ہر ایک (دریا) سے (مچھلیاں نکال کر ان کا) تازہ گوشت کھاتے ہو (نیز) زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم (ان کے ذریعہ سے) اس کی روزی ڈھونڈو اور تا کہ تم شکر کرو وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور (مثلاً یہ کہ) اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت مقرر تک چلتے ہیں۔ یہی اللہ (جس کی یہ شان ہے) تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی برابر بھی اختیار نہیں رکھتے اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار (اول) کو سنیں گے نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کریں گے اور قیامت کے روز وہ (خود) تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے اور تجھ کو خبر رکھنے والے کی برابر کوئی نہیں بتلاوے گا اے لوگو! تم (بھی) خدا کے محتاج ہو۔ اور اللہ (تو) بے نیاز (اور خود تمام) خوبیوں والا ہے اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات خدا کو کچھ مشکل نہیں اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا اور اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا (یعنی کوئی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلاوے گا (بھی) تب اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جاوے گا اگرچہ وہ شخص قرابت دار (کیوں نہ) ہو تو آپ تو صرف ایسے لوگوں کو

ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لئے پاک ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔

تفسیر ⑫ "وما یستوی البحران" میٹھا اور شور ملح والا پانی۔ "ھذا عذب فرات" پاکیزہ "سائغ شرابہ" آسانی سے حلق سے اُتر جانے والا۔ "وھذا ملح اجاج" اتنا نمکین کہ حلق کو جلا دے۔ ضحاک نے اس کا ترجمہ کڑوا ہونے سے کیا ہے۔ "ومن کل تاکلون لحمًا طریًا" اور ان دونوں سمندروں کی مچھلیاں کھاتے ہو۔ "وتستخرجون حلیۃ" نمکین اور میٹھی۔ "تلبسونھا" اس سے مراد موتی ہیں۔ شیریں سمندر سے موتی نکالتے ہیں اور کڑوے سمندر سے بھی۔ "وتری الفلک فیہ مواخر" آتے جاتے وقت کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہیں، ایک ہی ہوا کے ساتھ۔ "لتبتغوا من فضلہ" تجارت کے ذریعے سے۔ "ولعلکم تشکرون" اس کی نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرے۔

⑬ "یولج الیل فی النھار ویولج النھار فی الیل وسخرالشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی ذلکم اللہ ربکم لہ الملک والذین تدعون من دونہ" اللہ کے سوا بتوں کو پکارتے ہیں۔ "ما یملکون من قطمیر" کھجور کی گٹھلی کا چھلکا جو اس پر لپٹا ہوتا ہے۔

⑭ "ان تدعوھم" اگر تم ان بتوں کو پکارو گے "لایسمعوا دعاء کم ولو سمعوا ما استجابوا لکم" وہ تمہاری بات کا جواب نہیں دیں گے۔ "ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم" جو تم ان کی عبادت کرتے ہو وہ قیامت کے دن اس کے منکر ہو جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو تمہیں عبادت کرنے کا نہیں کہا تھا۔ "ولا ینبئک مثل خبیر" تجھے کوئی ایسی اطلاع نہیں دے گا جسے اللہ دے رہا ہے جو اشیاء کے حقائق سے پورا باخبر ہے۔

⑮ "یا یھا الناس انتم الفقراء الی اللہ" اللہ کا فضل اور فقیر محتاج۔ "واللہ ھو الغنی الحمید" وہ فی نفسہ مخلوق کی حمد کی مستحق ہے۔

⑯ "ان یشاء یذھبکم ویات بخلق جدید"

⑰ "وما ذلک علی اللہ بعزیز"

⑱ "ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ وان تدع مثقلۃ" یعنی اس شخص پر گناہوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ "الی حملھا" گناہوں کا بوجھ۔ "لایحمل منہ شیءٌ"...... "ولو کان ذا قربی" کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بار نہیں اُٹھائے گا، اگرچہ قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ بیٹا ہو یا باپ، ماں ہو یا بھائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ماں باپ بیٹے کو پکاریں گے اور کہیں گے بیٹے ہمارا کچھ بار تو اُٹھا لے، بیٹا جواب دے گا مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں، میرے عمل کا بار ہی کافی ہے۔ "انما تنذر الذین یخشون" وہ ڈرتے ہیں۔ "ربھم بالغیب" انہوں نے اپنے رب کو دیکھا نہیں۔ اخفش کا بیان ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ڈرانے سے انہی لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ "واقاموا الصلوٰۃ ومن تزکی" اس نے اصلاح کی اور نیک عمل کیا۔ "فانما یتزکی لنفسہ" اس کا ثواب "والی اللہ المصیر"

⑲"وما یستوی الاعمی والبصیر" اس سے جاہل اور عالم مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ اعمٰی راہ راست سے اور بصیر سے مراد ہدایت یافتہ ہے، بصیر سے مراد مؤمن اور اعمٰی سے مراد مشرک، کافر ہے۔

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ⑳ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ㉑ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ㉒ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ㉓ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ㉔ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ㉕ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ㉖ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ㉗ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ㉘

ترجمہ: اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور دھوپ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ہم نے ہی آپ کو (دین) حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرسنانیوالا نہ گزرا ہو اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاویں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا (اور) ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا کیسا عذاب ہوا (اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعضے) سفید (بعضے) سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور (بعضے نہ سرخ بلکہ) بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں اور خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔

تفسیر: ⑳"ولا الظلمات ولا النور" کفر اور ایمان مراد ہے۔

㉑"ولا الظل ولا الحرور" ظل سے مراد چھائیں یعنی جنت اور حرور سے مراد گرمی یعنی دوزخ کی آگ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حرور سے مراد گرم ہوا جو رات کو چلتی ہے اور سموم دن کی ہوا۔ بعض

نے کہا حرور وہ گرم ہوا جو سورج کی تپش کی وجہ سے ہوتی ہے۔

㉒"وما یستوی الاحیاء ولا الاموات" مؤمن اور کفار برابر نہیں ہو سکتے۔ بعض نے کہا کہ علماء اور جہال مراد ہیں۔

"ان اللّٰہ یسمع من یشاء" جو نصیحت سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔

"وما انت بمسمع من فی القبور" اس سے مراد کفار ہیں، ان کو قبروں کے مُردوں سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

㉓"ان انت الا نذیر" آپ کا کام صرف دوزخ کا خوف دلاتا ہے ہدایت یافتہ کرنے پر آپ کو قدرت نہیں۔

㉔"انا ارسلناک بالحق بشیرًا ونذیرًا وان من اُمۃ" جو اُمتیں ما قبل میں گزر چکی ہیں۔ "الا خلا فیھا نذیر" وہ نبی جو ڈرانے والا ہو۔

㉕"وان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلھم جاء تھم رسلھم بالبینت وبالزبر" اس سے مراد آسمانی کتابیں ہیں۔ "وبالکتاب المنیر"

㉖"ثم اخذت الذین کفروا فکیف کان نکیر" کیسے ہے ان کی پکڑ۔

㉗"الم تر ان اللّٰہ أنزل من السماء ماءً فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا ومن الجبال جددٌ" یعنی دھاری دار پٹی یا راستہ یا لکیر۔ "بیض وحمر مختلف الوانھا وغرابیب سود" غرابیب سے پہلے سوڈ موصوف محذوف ہے اور سوڈ مذکور اس کی تاکید ہے۔

㉘"ومن النّاس والدواب والانعام مختلف الوانہ" لوگوں میں سے یا چوپایوں میں سے جن کے رنگ مختلف ہیں۔ "کذلک" جیسے پھلوں کے رنگ اور پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں۔ یہاں پر کلام تام ہوا، آگے ابتداء کرتے ہیں۔ "انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ مجھ سے وہی ڈرتا ہے جس کو میرے قہر غلبہ اور میری بادشاہت کا علم ہو جو شخص جتنا زیادہ اللہ اور اس کی صفات کو جانتا ہے وہ اتنا ہی اللہ سے ڈرتا ہے۔

شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کام کیے اور لوگوں کو اس کی اجازت دے دی لیکن بعض لوگوں نے ان کاموں سے پاک رہنا چاہا (یعنی جائز یا مناسب نہ سمجھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو ایک خطبہ دیا جس میں اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ اس کام سے پرہیز رکھتے ہیں جو میں کرتا ہوں؟

اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور ان سے بڑھ کر اللہ سے ڈرتا ہوں۔

"ان اللّٰہ عزیز غفورٌ" وہ عزیز ہے اپنی ملکیت و بادشاہت میں اور غفور ہے، گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اپنے بندوں کے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ㉙ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ㉚ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ㉛ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ㉜

ترجمہ: جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت (مع العمل) کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماندنہ ہوگی تاکہ ان کو ان کی (اجرتیں) (بھی) پوری (پوری) دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی) دیں بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی (بایں معنی) تصدیق کرتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی (حالت کی) پوری خبر رکھنے والا دیکھنے والا ہے پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (تمام دنیا کے) بندوں میں سے پسند فرمایا پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں جو خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔

تفسیر: ㉙ "ان الذین یتلون کتاب اللّٰہ" جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ "واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقناھم سرًّا و علانیۃ یرجون تجارۃ لن تبور" یعنی اطاعت کر کے حصول ثواب کے اُمیدوار ہوتے ہیں اور تجارت بھی ایسی جس میں کبھی خسارہ نہ ہو نہ تباہی آئے۔

㉚ "لیوفیھم اجورھم" تاکہ ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا دیا جائے۔ "ویزیدھم من فضلہ" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس ثواب کے علاوہ جو نہ کسی آنکھ سے دیکھا اور نہ ہی کان سے سنا۔ "انہ غفور شکور" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ بڑے گناہوں کو بخش دے گا اور تھوڑے عمل کی قدر دانی فرمائے گا یعنی ثواب عنایت کردے گا۔

㉛ "والذی اوحینا الیک من الکتاب" کتاب سے مراد قرآن ہے "ھو الحق مصدقا لما بین یدیہ" اور وہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے کتاب۔ "انّ اللّٰہ بعبادہ لخبیر بصیر"

㉜ "ثم اورثنا الکتاب" وہ کتاب جو آپ کی طرف نازل فرمائی جس کا ذکر پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ "الذین اصطفینا من عبادنا" یہاں پر ثم بمعنی واؤ کے ہے۔ اور ہم نے ان کو وارث بنا دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ثم کان من الذین آمنوا" یہاں پر بھی ثم واؤ کے معنی میں ہے۔ مجاہد نے "اورثنا" کا ترجمہ اخذنا سے کیا ہے اس معنی کے لحاظ سے میراث کو میراث کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک پوری اُمت اسلامیہ مراد ہے۔

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ کی تفسیر

"فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات" اسامہ بن زید نے اللہ عزوجل "فمنهم ظالم لنفسه" کے بارے میں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری اُمت میں سے سب کا قول ہے۔

❶ ابوعثمان نہندی کی روایت سے بیان کیا کہ میں نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ہم میں سے جو سابق ہیں، وہ تو آگے بڑھنے والے ہیں اور جو مقتصد ہیں وہ نجات پانے والے ہیں اور جو ہم میں ظالم ہیں، ان کی مغفرت کردی جائے گی۔ ابوقلابہ نے کہا: میں نے یہ حدیث یحییٰ بن معین سے بیان کی تو وہ تعجب کرنے لگے۔ بغوی نے یہ حدیث مرفوعاً بھی بیان کی ہے۔ سعید بن منصور اور بیہقی نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بیان کیا ہے۔

بغوی نے ابوثابت کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ! میری غریب الوطنی پر رحم فرما، میری تنہائی میں انس (کا ذریعہ) پیدا کردے اور کسی نیک ہم نشین کو میرے پاس پہنچادے۔

❷ ۔حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ (وہاں موجود تھے، آپ) نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو میں تجھ سے زیادہ خوش نصیب ہوں کہ میری ملاقات تجھ سے ہوگئی۔ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی، پھر فرمایا: سابق تو بلا حساب جنت میں چلا جائے گا اور مقتصد کا آسانی سے کسی قدر حساب ہو جائے گا اور ظالم لنفسه کو مقام حساب میں (حساب کے لیے) روک لیا جائے گا اتنا کہ اس کو فکر پیدا ہو جائے گی، پھر اس کو بھی جنت میں داخل کردیا جائے گا یہ فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "الحمدلله الذى اذهب عنّا الحزن ان ربّنا لغفورٌ شكور" یہ حدیث احمد، ابن جریر، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے بھی نقل کی ہے، اس میں اتنا زائد ہے لیکن جن لوگوں نے (اپنی جانوں پر) ظلم کیا ہوگا، ان کو پورے حشر کی مدت تک روک کر (مقام حساب میں) رکھا جائے گا۔ پھر اللہ اپنی رحمت سے ان (کے گناہوں) کی تلافی فرمادے گا۔ یہی لوگ کہیں گے: "الحمدلله الذى اذهب عنّا الحزن انّ ربّنا لغفورٌ شكور"

بیہقی نے لکھا ہے یہ حدیث متعدد طریقوں سے حضرت ابودرداء کی روایت سے آئی ہے، اور کوئی حدیث اگر متعدد طریقوں سے منقول ہو تو اس کی کچھ اصل ہوتی ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت اُسامہ بن زید نے اس آیت کے متعلق فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ سب (تینوں قسم کے لوگ) اسی اُمت کے ہوں گے۔ بیہقی نے بھی یہ حدیث حضرت اُسامہ کی روایت سے بیان کی ہے۔ اسی طرح کعب وعطاء کی روایت سے بیان کیا ہے کہ تینوں قسمیں جنت میں جائیں گی۔

❸ ۔عقبہ بن صہبان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آیت "اورثنا الكتب الّذين اصطفينا من عبادنا" کے متعلق دریافت کیا تو اُم المؤمنین نے فرمایا: میرے بیٹے! یہ سب جنت میں جائیں گے۔ سابق

بالخیرات تو وہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزر گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے جنت کی شہادت دے دی تھی اور مقتصد وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم پر چل کر آپ سے جا ملے اور ظالم لنفسہ مجھ جیسے اور تم جیسے لوگ ہیں۔ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو بھی ہمارے ساتھ شامل کر دیا۔

④۔ مجاہد، حسن، قتادہ "فمنهم ظالم لنفسه" سے مراد اصحاب المشأمة ہیں۔ "ومنهم مقتصد" سے مراد "اصحاب الميمنة" ہیں۔ "ومنهم سابق بالخيرات" سے "سابقون المقربون" ہیں۔

⑤۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، سابق سے مراد مؤمن مخلص ہے مقتصد سے مراد مرائی ہے۔ والظالم سے مراد انکار کرنے والا ہے جس نے اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کیا۔ کیونکہ ان تینوں کے لیے جنت میں دخول کا حکم ہے۔ "جنات عدن يدخلونها"

⑥۔ بعض نے کہا کہ حسن کا قول ہے۔ سابق سے مراد جو شخص اپنی برائیوں سے نیکی کی طرف لوٹے اور مقتصد جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اور ظالم وہ ہے جو نیکی سے برائی کی طرف آ جائے۔

⑦۔ بعض نے کہا کہ ظالم وہ ہے جس کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر ہو۔

⑧۔ مقتصد جس کا ظاہر اور باطن برابر ہو اور سابق جس کا باطن ظاہر سے بہتر ہو اور بعض نے کہا کہ ظالم وہ ہے جو اللہ کو ایک جانے زبان کے ساتھ لیکن اس کا فعل اس کے موافق نہ ہو اور مقتصد جو اللہ کو زبان کے ساتھ ایک مانے اور اس کی اطاعت کرے اپنے جوارح کے ساتھ اور والسابق سے مراد جو اللہ کو زبان سے ایک مانے اور اس کی اطاعت بھی کرے اور اپنے عمل میں خالص بھی ہو۔

⑨۔ بعض نے کہا ظالم سے مراد صرف قرآن کو پڑھنے والا بغیر سمجھنے کے اور مقتصد جو قرآن کو پڑھے اور اس کو سمجھے اور سابق جو قرآن سمجھ کر پڑھے اور اس پر عمل بھی کرے۔

⑩۔ بعض نے کہا کہ ظالم سے مراد کبیرہ گناہ کرنے والے، مقتصد سے مراد صغائر کا ارتکاب کرنے والے، سابق سے مراد جن سے نہ کوئی کبیرہ گناہ صادر ہو اور نہ ہی صغیرہ۔

⑪۔ سہل بن عبداللہ کا قول ہے کہ سابق سے مراد عالم ہے مقتصد سے مراد شاگرد ہے اور ظالم سے مراد جاہل ہے۔

⑫۔ ابوبکر الوراق کا قول ہے کہ یہ تین اقسام کے لوگ ترتیب کے ساتھ ذکر کیے کیونکہ لوگوں کے احوال بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک معصیت اور غفلت، پھر توبہ، پھر قرب خداوندی، اگر وہ نافرمانی کرے گا تو ظالمین میں داخل ہوگا۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ مقتصدین میں داخل ہوگا۔ اگر اس کی توبہ صحیح ہوئی اور عبادت کی کثرت کی وجہ سے اور مجاہدہ کی وہ سابقین کے عذر میں شامل ہو جائے گا۔ بعض نے کہا کہ ظالم سے مراد کافر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد منافق ہے۔ "جنت عدن يدخلونها ومنهم سابق بالخيرات" وہ جنت کی طرف سبقت کرنے والے اور نیک اعمال کرنے والے۔ "باذن الله" اللہ

کے حکم اوراس کے ارادہ سے۔ "ذلک ھو الفضل الکبیر"

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا. وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرُ ﴿۳۴﴾

ترجمہ وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے (اور) ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم دور کردیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔

تفسیر 33 پھر اس کے ثواب کو ذکر کیا۔ "جنات عدن یدخلونھا" یہ تین اقسام کے لوگ یاء کے ضمہ کے ساتھ خاء کے فتحہ کے ساتھ دوسرے قراء نے یاء کے فتحہ اور خاء کے ضمہ کے ساتھ۔ "یحلون فیھا من اساور من ذھب ولؤلؤا ولباسھم فیھا حریر"

34 "وقالوا" جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے "الحمدللّٰہ الذی اذھب عنا الحزن "حزن واحد ہے۔

حزن کی مختلف تفاسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (حزن سے مراد ہے) دوزخ کا غم۔ قتادہ نے کہا: موت کا غم (مراد ہے)۔ مقاتل نے کہا: اس غم کی وجہ یہ ہوگی کہ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ عکرمہ نے کہا: گناہوں اور خطا کاریوں کا خوف اور طاعت کے قبول نہ ہونے کا خوف مراد ہے۔ کلبی نے کہا دنیوی زندگی میں آخرت میں ہونے والے امور کا غم مراد ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: دُنیا میں روٹی کی فکر مراد ہے۔ بعض نے کہا: معاش اور معاد دونوں کا غم مراد ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حزن سے ہر فکر مراد ہے، کوئی فکر ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو نہ مرنے کے وقت وحشت ہوگی نہ قبروں کے اندر، نہ قبروں سے اُٹھنے کے وقت۔ گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ صور پھونکے جانے پر لوگ سروں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں "الحمدللّٰہ الذی اذھب عنّا الحزن ؕ" (رواہ الطبرانی)...... "ان ربّنا لغفورٌ شکورٌ"

الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ کَذٰلِکَ نَجْزِیْ کُلَّ کَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾

ترجمہ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا ہے جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو

خستگی پہنچے گی۔اور جو لوگ (برخلاف ان کے) کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جاوے گا ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ اس (دوزخ) میں چلاویں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (یہاں سے) نکال لیجئے ہم (اب خوب) اچھے (اچھے) کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے۔کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو (اس نہ ماننے کا) مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا (یہاں) کوئی مددگار نہیں بیشک اللہ (ہی) جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا بیشک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا۔

تفسیر 35 "**الذی احلنا**" ہم نے نازل کیا۔"**دار المقامۃ**" اقامت کی جگہ۔"**من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب**" نہ ان پر تھکان ہوگی اور نہ ہی مشقت ہوگی۔"**ولا یمسنا فیھا لغوب**" خشکی، ماندگی۔

تفسیر 36 "**والذین کفروا لھم نار جھنم لایقضی علیھم فیموتوا**" یعنی ان کو ہلاک نہیں کیا جائے گا کہ وہ راحت پائیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**فوکزہ موسیٰ فقضی علیہ**" اس کو قتل کردیا۔بعض نے کہا کہ ان پر موت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "**ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک**"...... "**ولا یخفف عنھم من عذابھا**" آگ کے عذاب سے "**کذلک نجزی کل کفور**" ناشکری۔بعض حضرات نے **یجزی** یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے نون کے ساتھ پڑھا ہے اور ذاء کے ساتھ (کل) منصوب ہے۔

37 "**وھم یصطرخون**" وہ مدد طلب کرتے ہیں اور چیختے ہیں۔"**فیھا ربنا اخرجنا**" اس آگ سے۔"**نعمل صالحًا غیر الذی کنا نعمل**" دُنیا میں شرک اور برائیوں سے اللہ تعالیٰ ان کی توبیخ کے طور پر فرماتا ہے۔"**اولم نعمر کم ما یتذکر فیہ من تذکر**" بعض نے کہا اس سے بلوغ مراد ہے۔

آیت اَوَ لَمْ نُعَمِّرْکُمْ میں کتنی عمر مراد ہے

آیت میں عمر سے کتنی عمر مراد ہے؟ علماء کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔بغوی نے لکھا ہے کہ قتادہ، عطاء اور کلبی کے نزدیک اٹھارہ سال کی عمر مراد ہے۔حسن نے چالیس کی حد مقرر کی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ساٹھ سال کی عمر مراد ہے۔یہ وہ عمر ہے کہ اس کے بعد آدمی کو اللہ کے سامنے عذر خواہی کا کوئی موقع نہیں رہتا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کسی شخص کی عمر ساٹھ سال تک پہنچا دے تو پھر اس کی طرف سے کسی عذر کو قبول نہیں کرتا۔(رواہ البخاری وکذا اخرج الیمو ارو احمد وعبد بن حمید عن ابی ہریرہ)

کیوں کہ زیادہ تر طبعی عمر اس کے بعد نہیں رہتی۔ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابویعلی نے مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عام طور پر) میری اُمت کی عمریں

ساٹھ سال سے ستر سال تک ہوں گی اور ستر سال سے آگے بڑھنے والے بہت کم ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ ساٹھ سال سے پہلے گناہ کرنے کا عذر قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ بالغ ہونے کے بعد ہی آدمی مکلف ہو جاتا ہے اور غور و تامل کر کے نصیحت پکڑنے کا اس کو موقع ہوتا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد نماز اور دوسرے فرائض کو ترک کرنے کا کوئی معقول عذر نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً ایمان نہ لانے کا تو کوئی عذر ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ مطلب آیت کا نہ مانا جائے تو پھر قیامت کے دن اللہ کی طرف سے اس جواب کے مخاطب تو صرف وہی کافر قرار پائیں گے جن کی عمر ساٹھ برس ہوئی ہو، دوسرے کم عمر مخاطب ہی نہیں قرار پائیں گے۔

"وجاء کم النذیر" اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ بعض علماء کے نزدیک عقل مراد ہے۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو تنہا عقل کو وجوب ایمان کے لیے کافی سمجھتے ہیں، ان لوگوں کے نزدیک اگر کوئی عاقل پہاڑ کی چوٹی پر (تمام انسانوں سے الگ تھلگ) ہو اور نبی کی دعوت اس کو نہ پہنچی ہو، تب بھی وہ اللہ پر ایمان لانے کا مکلف ہے۔ اگر اللہ کو نہیں مانے گا تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔ "فذوقوا فما للظالمین من نصیر"

㊳ "ان اللّٰہ عالم غیب السموات والارض انہ علیم بذات الصدور"

هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓٮِٕفَ فِى الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ كُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَيۡنٰهُمۡ كِتٰبًا فَهُمۡ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنۡهُ ۚ بَلۡ اِنۡ يَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ وَلَٮِٕنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۱﴾ وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَٮِٕنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ﴿۴۲﴾ اۨسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ﴿۴۳﴾

(ترجمہ) وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کے لئے ان کا کفران کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے اور (نیز) کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ (بھی) بڑھنے کا باعث ہوتا ہے آپ کہیے کہ تم اپنے قرار داد شریکوں کا حال تو بتاؤ جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو۔ یعنی مجھ کو یہ بتاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا جزو بنایا ہے یا ان کا آسمان (بننے میں) کچھ ساجھا ہے یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ

حالت کو نہ چھوڑیں اور اگر (بالفرض) وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام نہیں سکتا وہ حلیم غفور ہے اور ان کفار (قریش) نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آوے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں پھر جب ان کے پاس پیغمبر آ پہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بری تدبیروں کی وجہ سے اور بری تدبیروں کا وبال (حقیقی) ان تدبیروں والوں ہی پر پڑتا ہے سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے سو آپ خدا کے (اس) دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہیں پائیں گے اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پاویں گے۔

تفسیر 39 "هو الذي جعل كم خلائف في الارض" بعض انسان بعض کے جانشین ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ نے تم کو ایک ایسی اُمت بنایا جو پچھلی اُمتوں کے بعد آئی۔ "فمن كفر فعليه كفره" ان پر ان کے کفر کا وبال "ولا يزيد الكافرين كفرهم عند ربهم الا مقتًا" اس سے مراد غضب ہے۔ "ولا يزيد الكافرين كفرهم الا خسارًا"

40 "قل ارأيتم شركاء كم الذين تدعون من دون الله" یعنی تم نے میرے شریک بتوں کو ٹھہرالیا ہے۔ "اروني ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرك في السموات أم آتيناهم كتابًا" مقاتل نے کہا یعنی ہم نے کفار مکہ کو کوئی ایسی کتاب دی ہے جو ظاہر کر رہی ہو کہ جن معبودوں کو انہوں نے شرکاء بنا رکھا ہے وہ شریک ٹھہرائے گئے ہیں؟ "فهم على بينت منه" بینۃ واحد ہے اور دوسرے قراء نے اس کو جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی واضح دلائل۔ "بل ان يعد" صرف دھوکے کی باتیں کرتے ہیں۔ "الظالمون بعضهم بعضا الا غرورًا" غرور جو انسان کسی کو دھوکہ دے جس بات کی کوئی اصل موجود نہ ہو۔ مقاتل کا بیان ہے جو وعدہ شیطان نے بنی آدم کے کفار کے ساتھ کیا ہے وہ محض دھوکہ اور باطل ہے۔

41 "ان الله يمسك السموات والارض أن تزولا" ایسا نہ ہو کہ وہ زائل ہو جائے، "ولئن زالتا ان امسكهما من احدٍ من بعده" اگر موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ "انه كان حليمًا غفورًا"

سوال: حلم کے یہاں کیا معنی ہیں؟

جواب: آسمان وزمین کو اللہ تعالیٰ نے تھامے رکھا ہے ورنہ کفار کی سزا کے لیے ان پر گر پڑتا لیکن اللہ کے حلم کے باعث وہ ان پر نہیں گرتا۔

42 "واقسموا بالله جهد ايمانهم" اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ "ایمان" قسمیں۔ "جهد ايمان" زوردار پکی قسمیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش کو اطلاع ملی تھی کہ اہل کتاب نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی، اس پر انہوں نے کہا یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی لعنت، ان کے پاس ان کے پیغمبر آئے اور انہوں نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا، پھر انہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ اگر ہمارے پاس کوئی پیغمبر (ہماری ہدایت کے لیے) آیا تو گزشتہ اُمتوں میں سے ہر اُمت سے زیادہ ہم اس کی ہدایت پر چلیں گے۔ کفار قریش نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی تھی، یہودیوں

نے کہا تھا کہ عیسائی حق پر نہیں ہیں (ان کے دین کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے) اور عیسائیوں نے یہودیوں کے متعلق یہی بات کہی تھی۔

"لئن جاء ھم نذیر" اس سے مراد رسول ہے۔ "لیکونن اھدی من احدی الامم" اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔ "فلما جاء ھم نذیر" اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی جب ان کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے کے لیے نہیں آئے؟ "مازادھم الا نفورًا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے زیادہ نفرت اور حق سے دوری بڑھ گئی۔

43 "استکبارًا فی الارض" منصوب ہے بدل ہونے کی وجہ سے۔ "ومکر السیء" اس سے مراد برا عمل ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ "مکر السیء" سے مراد یہ ہے کہ سب کا شرک پر اتفاق کر لینا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل کر دینا۔ حمزہ نے "مکر السیء" ہمزہ کے ساکن کے ساتھ، یہ اعمش کی قرأت ہے۔ "ولا یحیق المکر السیء الا باھلہ" بری تدبیر کرنے والے کا وبال انہی پر پڑتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شرک کا برا نتیجہ مشرکوں پر ہی پڑتا ہے۔ یعنی شرک کا وبال انہی پر لوٹ کر پڑتا ہے۔ "فھل ینظرون" کیا وہ اس کے منتظر ہیں؟ "الا سنۃ الاوّلین" یہ ضابطہ الٰہیہ ہے کہ جب کافر کفر پر جمع رہے تو اللہ نے ان کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیا۔ "فلن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلاً ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تحویلاً"

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا 44 وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا 45

ترجمہ: اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز (قوت والی) اس کو ہرا دے نہ آسمان میں اور نہ زمین میں (کیونکہ) وہ بڑے علم والا (اور) بڑی قدرت والا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ (ان) لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین (یعنی قیامت) تک مہلت دے رہا ہے سو جب ان کی وہ میعاد آپہنچے گی (اس وقت) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔

تفسیر: 44 "اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم وکانوا اشد منھم قوّۃ وما کان اللّٰہ لیعجزہ" ہم ان سے وہ چیز فوت کر دیں گے۔ "من شیءٍ فی السموات ولا فی الارض انہ کان علیمًا قدیرًا"

45 "ولو یؤاخذ اللّٰہ الناس بما کسبوا" اس سے مراد جرائم ہیں۔ "ما ترک علی ظھرھا" زمین کی پیٹھ پر۔ "من دابۃ" جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں زمین پر جو کچھ تھا سب کو ہلاک کر دیا مگر وہ جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں موجود تھے۔ "ولکن یوخرھم الی اجل مسمی فاذا جاء اجلھم فان اللّٰہ کان بعبادہ بصیرًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عباد سے مراد تمام بندے ہیں، اطاعت گزار ہوں یا نافرمان۔ اللہ تعالیٰ سب کے احوال کو دیکھ رہے ہیں۔

سُوْرَۃ یٰسین

یہ سورۃ مکی ہے ۸۳ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰسٓ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ③ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ④ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥

ترجمہ: یٰسین قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں (اور) سیدھے رستہ پر ہیں یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ (اولاً) ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں۔

تفسیر: ① "یٰسٓ" واؤ، نون۔ بعض حضرات نے واؤ، نون تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ قرأۃ ابن عامر، کسائی، ابوبکر اور ورش کے ہاں ہے اور بعض نے واؤ اور نون کے اثبات کے ساتھ "یٰسٓ" پڑھا ہے اس لفظ کی تاویل میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں "یٰسٓ" قسم کے معنی میں ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اس کا معنی ہے "یا انسان" لغت طئی کے ہاں ہے۔ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ قول حسن، سعید بن جبیر اور ایک جماعت کے ہاں ہے۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے "یا رجل" ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے "اے سید البشر"

② "والقرآن الحکیم"......

③ "انک لمن المرسلین" اللہ تعالیٰ قرآن میں قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بھیجے ہوئے ہیں اور یہ کفار کی تردید ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر نہیں ہیں۔

④ "علیٰ صراط مستقیم" یہ ایک خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ پہلی خبر "انک لمن المرسلین" ہے اور دوسری خبر "وانک علی صراط مستقیم" اس کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء علیہم السلام میں سے ہیں جو صراط مستقیم پر ہیں۔

⑤ "تنزیل العزیز الرحیم" تنزیل نصب کے ساتھ، ابن عامر، حمزہ، والکسائی وحفص نے پڑھا ہے اور لام کے نصب کے ساتھ گویا نزل تنزیلاً پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت

میں یہ خبر ہوگی۔ عبارت یہ ہوگی: "هو تنزيل العزيز الرحيم"

⑥ "لتنذر قومًا ما أنذر اباء هم" بعض نے کہا کہ مانفی کے لیے ہے ترجمہ یوں ہوگا کہ جن کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے آباؤ اجداد کے پاس کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بعض نے کہا کہ ما بمعنی الذی کے ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ تم ڈراؤ اس قوم کو جس کو اس کے آباؤ اجداد نے ڈرایا۔ "فهم غافلون" وہ ایمان اور رشد و ہدایت سے غافل ہیں۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪

ترجمہ: ان میں سے اکثر لوگوں پر بات (تقدیری) ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ (ہرگز) ایمان نہ لاویں گے ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اڑ گئے) ہیں جس سے ان کے سر اوپر کو اُلل گئے اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لاویں گے بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدا سے بے دیکھے ڈرے سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے۔

تفسیر: ⑦ "لقد حق القول" ان پر عذاب واجب ہوگیا۔ "على اكثرهم فهم لايؤمنون" یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے "ولكن حقت كلمة العذاب على الكافرين"

آیت اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ کا شانِ نزول

⑧ "انا جعلنا في اعناقهم اغلالا" اس آیت کا نزول ابوجہل اور اس کے ایک مخزومی ساتھی کے حق میں ہوا۔ ابوجہل نے قسم کھا کر کہا تھا کہ میں نے جہاں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز پڑھتے پایا تو پتھر سے سر کچل دوں گا۔ ایک دن وہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور اس کے ہاتھ میں پتھر تھا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کچل دے۔ جب اس نے پتھر مارنے کے لیے ہاتھ اُٹھایا تو اس کا ہاتھ گردن کے ساتھ چمٹ گیا۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹا اور ان کو اس کی خبر دی جو اس نے دیکھا اس کے ہاتھ سے پتھر گر گیا۔ بنی مخزوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں اس پتھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل

کروں گا (نعوذ باللہ) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تو آ رہی تھی لیکن دکھائی نہیں دے رہے تھے تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹا، اس کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، ساتھیوں نے اس کو آواز دی اور کہنے لگے تو نے کیا کام کیا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا، میں ان کی آواز سن رہا تھا، میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل تھی، اونٹ کی طرح جو حملہ کرنے کے لیے دُم ہلا رہے ہو۔ اگر میں اس کے قریب جاتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ "انا جعلنا فی اعناقھم اغلالاً" اہل معانی فرماتے ہیں کہ یہ ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ حقیقت میں نہ طوق تھا نہ آڑ بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان کے لیے چند مواقع پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے وہ ایمان لانے سے محروم رہے، مواقع پیدا کرنے کیلئے طوق اور آڑ کے ساتھ مثال بیان کی۔

فراء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک" اس کا معنی یہ ہے کہ خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ کو نہ روک۔ "فھی الی الاذقان" یہ کنایہ ہے ہاتھوں سے۔ اگر ہاتھ کا ذکر پہلے نہیں آیا ہے کیونکہ غل کا معنی ہے ہاتھوں کو گردن سے باندھ دینا۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہاتھ گردن میں بندھے ہوئے ہیں اور ہاتھوں کو گردن سے ملا کر ہم نے ٹھوڑیوں تک طوق کو کس دیا ہے۔ "فھم مقمحون" مقمح کہتے ہیں طوق کی وجہ سے گردن اوپر کو اُچکی ہوئی ہیں اور آنکھیں بند ہوئی ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "بعیر قامح" جب وہ پانی کے اوپر سے گزر جائے اور اس کی طرف دیکھے بھی نہ۔ ازہری کا قول ہے کہ جب ان کے ہاتھ ان کی گردنوں میں طوق ہیں اس وقت تک ان کی گردن اوپر کی طرف کی ہوئی ہے۔ گویا کہ وہ سروں کو اُٹھائے ہوئے ہیں، ہاتھوں کو اُٹھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے۔

⑨ "وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا" فتحہ کے ساتھ حمزہ، کسائی اور حفص کے نزدیک ہے اور دوسرے قراء نے اس کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے "سُدًّا"...... "فاغشیناھم" ہم نے ان کو اندھا کر دیا۔ "تغشیہ" پردہ ڈھانک دینے کو کہا جاتا ہے۔ "فھم لایبصرون" ہدایت کا راستہ نہیں دیکھ سکتے۔

⑩ "وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ"

⑪ "انما تنذر من اتبع الذکر" آپ کا ڈرانا اس شخص کو نفع دے گا جو آپ کے ذکر (قرآن) کی پیروی کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ "وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃٍ واجر کریم" عمدہ اجر یعنی جنت ملے گی۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ⑫ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ⑬ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ⑭

ترجمہ: بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو یہ لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان

کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑے جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا اور آپ ان کے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے۔ یعنی جبکہ ہم نے ان کے پاس (اول) دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے (اول) دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے تائید کی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔

تفسیر ⑫ "انا نحن نحی الموتٰی" یعنی جب قبروں سے اُٹھایا جائے گا۔ "ونکتب ما قدموا" اور لکھتے ہیں ان کے اعمال نیک ہوں یا بد۔

آثار سے کیا مراد ہے مختلف تفاسیر

"و آثارھم" اس سے مراد اچھے اعمال اور برے اعمال بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا جس پر آنے والے لوگوں نے عمل کیا تو اس شخص کو اپنے کیے کا بھی اجر ملے گا اور دوسرے کے اعمال کرنے کا بھی (ڈبل اجر ملے گا) اس کے اعمال میں بغیر کسی اجر میں کمی کیے اور جس نے اسلام میں کوئی بری چیز ایجاد کی جس پر بعد والے لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اس فعل کے ایجاد کرنے اور دوسرے لوگوں کا اس پر چلنے کا (ڈبل گناہگار ہوگا) لیکن بعد کو عمل کرنے والوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ بعض حضرات نے کہا کہ "نکتب ما قدموا و آثارھم" کا معنی ہے۔ مسجدوں کی طرف اُٹھنے والے قدم کے نشانات۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بنوسلمہ کے گھر مسجد سے کچھ دور تھے۔ انہوں نے اس کی شکایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند سمجھا کہ مدینہ کے اِردگرد غیر محفوظ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بنو سلمہ! کہ تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں تم وہیں مقیم رہو۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں سب سے بڑا اجر اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے چل کر آئے۔ پھر اس کے بعد اس شخص کا اجر ہوتا ہے جو اوروں سے دور چل کر آئے اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کے انتظار میں رہتا ہے اس کو ثواب اس شخص سے بڑھ کر ملتا ہے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔ "و کل شیءٍ احصینٰہ" اس کا معنی ہم نے اس کو محفوظ کر کے اور شمار کر کے رکھا ہوا ہے۔ "فی امام مبین" اور وہ لوح محفوظ میں ہے۔

اصحاب القریۃ اور مرسلون سے کیا مراد ہے

⑬ "واضرب لھم مثلاً اصحاب القریۃ" یعنی کفار مکہ سے بطور مثال ایک قصہ بیان کیجئے جو بستی انطاکیہ کا ہے۔ "اذ

جاء ھا المرسلون" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جوحواری اپنے قاصد انطا کیہ بستی میں بھیجے (یہ علماء نے لکھا ہے) جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھا آدمی بکریاں چراتا ہوا ملا۔ اس کا نام حبیب نجار تھا۔ دونوں نے اس کو سلام کیا۔ بوڑھے نے کہا تم کون ہو؟ قاصدوں نے کہا کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد ہیں، وہ تمہیں بتوں کی پوجا چھوڑ کر رحمٰن کی عبادت کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے، قاصدوں نے کہا ہاں ہم اللہ کے حکم سے بیمار کو تندرست اور مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا کہ میرا بیٹا دو سال سے بیمار ہے۔ قاصدوں نے کہا چلو ہم کو وہاں لے چلو، ہم بھی اس کو دیکھیں۔ بوڑھا ان دونوں کو لے کر اپنے گھر پہنچا، قاصدوں نے جونہی اس کے بیٹے پر ہاتھ پھیرا وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا، یہ خبر شہر میں مشہور ہوگئی اور ان کے ہاتھوں سے اللہ نے بہت سارے مریضوں کو شفاء عطا فرمادی۔

انطا کیہ بستی والوں کا تفصیلی واقعہ

انطا کیہ والوں کا ایک بادشاہ تھا۔ وہب نے فرمایا کہ اس کا نام انطیفس ہے یہ رومی بادشاہ تھا اور بتوں کی پوجا کرتا تھا۔ وہ کہنے لگے اور یہ خبر بادشاہ کو پہنچی، اس نے ان دونوں کو بلایا اور کہا تم دونوں کون ہو؟ وہ کہنے لگے ہم عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کس غرض سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں، ایسے معبود کو چھوڑ کر جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے، ان کو چھوڑ کر ایسے معبود کی طرف جو سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

بادشاہ نے ان دونوں سے کہا کیا تمہارا کوئی خدا ہمارے خداؤں کے علاوہ ہے۔ قاصدوں نے کہا جی ہاں، جس نے تم کو اور تمہارے معبودوں کو پیدا کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اُٹھ جاؤ میں تمہارے بارے میں سوچوں گا' لوگوں نے ان سے پوچھا اور بازار میں ان کو پکڑ کر مارا۔ وہب فرماتے ہیں کہ ان دونوں شخصوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انطا کیہ بھیجا، وہ دونوں انطا کیہ پہنچے مگر بادشاہ تک رسائی نہیں ہوئی اور ایک لمبی مدت تک ان کو وہاں ٹھہرنا پڑا۔ ایک روز بادشاہ برآمد ہوا تو ان دونوں نے اللہ اکبر کہا اور اللہ کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر دونوں قاصدوں کو قید کر دینے اور سو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ کہا گیا کہ جب ان دونوں قاصدوں کی تکذیب کی گئی اور ان کو سزا دی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کے سردار شمعون صفا کو ان کے پیچھے ان کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ شمعون بستی میں حلیہ بدل کر پہنچے اور بادشاہ کے مصاحبوں سے ربط پیدا کیا۔ جب بادشاہ کے مصاحب ان سے مانوس ہوگئے تو انہوں نے اس کی اطلاع بادشاہ تک پہنچادی۔ بادشاہ نے ان کو بلایا۔ شمعون ان کے پاس آگئے، بادشاہ نے ان کی صحبت کو پسند کرلیا اور مانوس ہوگیا اور ان کی عزت کی کچھ مدت کے بعد شمعون نے ایک روز بادشاہ سے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے دو آدمیوں کو قید خانہ میں بند کر رکھا ہے اور جب انہوں نے آپ کو آپ کے مذہب کے خلاف دعوت دی تو آپ نے ان کو سزا دی اور قید کروادیا۔ کیا آپ نے ان سے کچھ گفتگو بھی کی تھی اور ان کی بات بھی سنی تھی۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں ان سے کوئی بات نہ کرسکا۔ شمعون نے کہا اگر بادشاہ مناسب سمجھے تو ان کو طلب فرما کر دریافت کرے کہ وہ کہتے کیا ہیں،

شمعون کے مشورہ کے مطابق بادشاہ نے دونوں حواریوں کو طلب کیا۔ شمعون نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ تم کو یہاں کس نے بھیجا ہے؟ قاصدوں نے جواب دیا اللہ نے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے جیسی اس کی مشیت ہوتی ہے حکم دیتا ہے۔ شمعون نے کہا تم دونوں کے پاس کیا دلیل ہے؟ قاصدوں نے کہا جو آپ طلب کریں، یہ سنتے ہی بادشاہ نے ایک لڑکے کو بلوایا جس کی دونوں آنکھوں کے نشان بھی مٹے ہوئے تھے، دونوں آنکھوں کی جگہ سپاٹ تھی جیسے دونوں پیشانی، دونوں حواریوں نے اپنے رب سے دُعا کرنی شروع کر دی اور برابر کرتے رہے۔ آخر دونوں آنکھوں کی جگہ پھٹ گئی، دونوں نے مٹی کے دو غلے لے کر آنکھوں کے شگافوں میں رکھ دیئے، فوراً دونوں غلے آنکھوں کے ڈھیلوں کی طرح ہو گئے اور دونوں سے دکھائی دیا جانے لگا۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔ شمعون نے بادشاہ سے کہا اگر آپ اپنے معبود سے درخواست کریں اور وہ بھی ایسا ہی کر دے تو آپ کو برتری حاصل ہو جائے گی۔ بادشاہ نے کہا تم سے کچھ چھپی بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود جس کی ہم پوجا کرتے ہیں نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ ضرر پہنچاتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔ شمعون کا قاعدہ یہ تھا کہ بادشاہ جب بتوں کی پوجا کرنے جاتا تو شمعون کثرت سے نماز پڑھتا اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتا تھا۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے مذہب پر ہے۔

اس کے بعد بادشاہ نے دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارا خدا جس کی تم پوجا کرتے ہو، مُردہ کو زندہ کر سکے تو ہم اس کو مان لیں گے۔ حواریوں نے کہا ہمارا معبود ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔ بادشاہ نے کہا ایک زمیندار کا بچہ سات دن ہو گئے ہیں مر گیا ہے اس کا باپ موجود نہیں تھا ہم نے اس کے باپ کے آنے تک دفن کرنے سے روک دیا ہے۔ حسب الحکم لوگ میت کو لے آئے، میت بہت بگڑ چکی تھی اور اس کی شکل ڈراؤنی ہو چکی تھی، دونوں حواری اللہ سے اعلانیہ دُعا کرنے لگے اور شمعون چپکے چپکے خدا سے دُعا مانگتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد مُردہ اُٹھ بیٹھا اور کہا میں سات روز ہوئے شرک کی حالت میں مرا تھا، مجھے آگ کی سات وادیوں میں لیجایا گیا، میں تم کو اس شرک سے ڈراتا ہوں جس میں تم مبتلا ہو، اللہ پر ایمان لے آؤ، پھر اس نے کہا آسمان کے دروازے کھلتے مجھے دکھائی دیئے اور میں نے ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جو ان تینوں کی سفارش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا تین کون، اس نے کہا شمعون اور یہ دونوں، یہ بادشاہ کو سن کر اور دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔

شمعون نے جب دیکھ لیا کہ اس کی بات بادشاہ پر اثر کر چکی ہے تو اس کو اسلام کی دعوت دی۔ بادشاہ اور اس کی کثیر قوم اسلام لے آئی اور بعض لوگوں نے نہیں مانا۔ بعض حضرات نے کہا کہ بادشاہ کی بیٹی مر چکی تھی اور اس کو دفن بھی کر لیا تھا تو شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ آپ ان دونوں شخصوں سے سوال کریں کہ وہ آپ کی لڑکی کو زندہ کر دیں؟ بادشاہ نے دونوں حواریوں سے اپنی لڑکی کو زندہ کر دینے کی درخواست کی فوراً دونوں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور اللہ سے دُعا کی، شمعون بھی دُعاء میں ان کے ساتھ شریک تھے مگر چپکے چپکے دُعا کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اللہ نے اس عورت کو زندہ کر دیا، قبر پھٹی اور عورت باہر نکل آئی اور کہا خوب جان لو کہ یہ دونوں سچے ہیں اور یہ میرا خیال ہے تم نہیں مانو گے۔ پھر اس نے دونوں حواریوں سے درخواست کی کہ وہ اس کو اس کی جگہ واپس کر دیں، پھر اس نے اپنے سر پر کچھ مٹی ڈالی اور قبر میں لوٹ گئی۔

ابن اسحاق نے کعب اور وہب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ بادشاہ ایمان نہیں لایا اور قوم کی اتفاق رائے سے اس نے قاصدوں کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ یہ خبر حبیب کو مل گئی۔ حبیب اس وقت شہر کے آخری دروازہ پر تھا۔ فوراً وہ دوڑ کر شہر والوں کے پاس پہنچا، ان کو نصیحت کی اور قاصدوں کا کہا ماننے کی دعوت دی۔

⑭ "اذ ارسلنا اليهم اثنين" وہب فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا نام یوحنا اور بولس ہے۔ "فكذبوهما فعززنا" اس کا معنی ہے ہم نے ان کو قوت بخشی۔ "بثالث" تیسرے قاصد کے ساتھ جس کا نام شمعون تھا۔ ابوبکر، عاصم کی روایت کے مطابق "فعززنا" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی معنی اوّل ہے تخفیف اور تشدید کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ہم ان کو بادشاہ پر غلبہ دیں گے۔ کعب فرماتے ہیں کہ پہلے قاصد صادق و مصدوق تھے اور تیسرے قاصد شلوم تھے۔ قاصدوں کو بھیجنے کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اللہ ہی کے حکم سے بھیجا تھا۔

(فقالوا) انطاکیہ والوں کو کہنے لگے (انا اليكم مرسلون)

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا. وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ⑮ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ⑯ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑰ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ. لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ⑲ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ⑳

ترجمہ: ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح محض معمولی آدمی ہو اور خدائے رحمٰن نے (تو) کوئی چیز نازل (ہی) نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر حکم کا پہنچا دینا تھا وہ یوں کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کردیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم (خود) حد (عقل و شرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو اور ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا (اور) کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو۔

تفسیر: ⑮ "قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شيء ان انتم الا تكذبون" یعنی تم اپنے گمان کے مطابق جھوٹے ہو۔

⑱ "قالوا انا تطیّرنا بکم" وہ اس سے بدشگونی لیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ بارش بند ہونے کی مصیبت جو ہم پر آئی ہے یہ اس وجہ سے آئی کہ ہمارے پاس قاصد آئے۔ اس لیے وہ کہتے کہ یہ مصیبت ہماری اپنوں کی وجہ سے ہوئی۔ "لئن لم تنتھوا لنرجمنکم" یعنی ہم ان کو قتل کر دیں گے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پتھروں سے رجم کر دیں گے۔ "ولیمسّنکم منّا عذاب الیم"

⑲ "قالوا طائرکم معکم" تمہاری نحوست کا سبب تمہارے ساتھ موجود ہے اور وہ تمہارا کفر ہے اور تمہارے جھٹلانے کی وجہ سے یعنی یہ نحوست تمہاری طرف سے پہنچی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک فرماتے ہیں۔ یعنی تمہارے نصیب کی بھلائی اور برائی "أئِن ذکرتم" یعنی کیا تمہیں اللہ کی طرف سے نصیحت ہے۔ استفہام انکاری ہے، اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم کو نصیحت کی جارہی ہے کہ تم اس کو نحوست سمجھتے ہو۔ ابوجعفر نے ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے بغیر شد کے۔ "بل انتم قومٌ مسرفون" وہ شرک کرنے والے جو حد سے تجاوز کر جائیں۔

⑳ "وجاء من اقصی المدینۃ رجل یّسعی" یہ حبیب نجار تھا۔ سدی فرماتے ہیں کہ حبیب دھوبی تھا۔ وہب فرماتے ہیں حبیب ریشمی کپڑے بناتا تھا اور بیمار تھا اس کو جذام ہو گیا تھا اس لیے شہر کے آخری دروازے پر پڑا رہتا تھا اور مؤمن تھا، صدقہ کیا کرتا تھا، دن میں جو کچھ کماتا تھا شام کو دو حصے کر کے ایک حصہ خیرات کر دیتا تھا اور ایک حصہ اپنے متعلقین کے صرف میں لاتا تھا۔ جب اس کو اطلاع ملی کہ اس کی قوم والوں نے رسولوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا تو بھاگتا ہوا آیا۔ "قال یا قوم اتبعوا المرسلین"

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ㉑

ترجمہ: ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں

تفسیر: ㉑ ...... "اتبعوا من لا یسئلکم اجرا وھم مھتدون" حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حبیب نجار غار میں عبادت کرتے تھے۔ جب ان کو رسول کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے دین کو ظاہر کر دیا۔ جب حبیب ان قاصدوں تک پہنچے تو ان کو کہا کہ تم ان سے اجر کے متعلق سوال کرتے ہو، کہنے لگے نہیں اور اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "یا قوم اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا یسئلکم اجرًا وھم مھتدون" جب یہ بات کہہ چکے تو وہ ان کو مخاطب کر کے کہنے لگے اور تو ان کے دین کا مخالف ہو گیا ہے اور ان قاصدوں کے دین کی پیروی کی اور مؤمن ہو گئے۔

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ㉒ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ㉓ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ㉔ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ㉕ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ. قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ㉖ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ㉗

(ترجمہ) اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں کہ اگر خدائے رحمٰن مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان معبودوں کی سفارش میرے کام آوے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا سو تم (بھی) میری بات سن لو ارشاد ہوا کہ جنت میں داخل ہو کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔

(تفسیر) ㉒ "وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ" حمزہ اور یعقوب نے یاء کے سکون کے ساتھ "مَالِیْ" پڑھا ہے جبکہ دوسرے قراء نے یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ پھر حبیب نجار نے ان کے جواب میں کہا "وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ" اس شخص نے فطرت کی نسبت اپنی طرف کی اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانے کی نسبت قوم کی طرف کی۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ فطرت (تخلیق الٰہیہ) ایک نعمت ہے جس کو ظاہر کرنا اس شخص پر لازم ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانے میں ایک طرح کی توبیخ وزجر ہے۔ بعض نے کہا جب حبیب نجار کو قوم والوں نے کہا کہ کیا تم نے قاصدوں کی اتباع کر لی اس کو پکڑا اور اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ ان کو بادشاہ نے کہا کہ کیا آپ نے ان کی پیروی کر لی؟ حبیب نجار نے جواب دیا "وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ" یعنی اگر میں اپنے خالق کی عبادت نہ کروں تو میرے پاس کیا عذر ہے والیہ ترجعون اور تم سب کو قیامت کے دن اسی کے پاس جانا ہے وہ تم کو ضرور بدلہ دے گا۔

㉓ "ء اتخذ من دونه الهة" استفہام بمعنی انکار کے ہے کہ میں نہیں بناتا اس کے علاوہ کوئی معبود۔ "ان یردن الرحمٰن بضرّ" سے مراد برائی یا ناپسندیدہ کام ہے۔ "لاتغن عنی" کہ تجھ سے دور رہوں۔ "شفاعتهم شیئًا" یعنی وہ بالکل تمہاری شفاعت نہیں کر سکتے اور نہ ہی تمہیں نفع دے سکتے ہیں۔ "ولا ینقذون" یعنی اس ناپسندیدہ اُمور سے چھڑا سکتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ عذاب سے نہیں چھڑا سکتے۔ اگر وہ تمہیں عذاب دے دے، اگر اس فعل پر وہ تمہیں عذاب دے۔

㉔ "انی اذًا لفی ضلال مبین" ان کی یہ خطاء ظاہر تھی۔

㉕ "انی امنت بربکم فاسمعون" یعنی مجھ سے سن لو۔ جب اس شخص نے یہ بات کہی تو قوم والوں نے اس پر ایک ہی

مرتبہ حملہ کر کے قتل کر دیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قدموں سے اسے روند دیا تو اس کی آنتیں پیچھے سے نکل گئیں۔ سدی فرماتے ہیں لوگ اس کو پتھروں سے مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا اے اللہ! میری قوم کو ہدایت کر، آخر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر دیا۔ حسن فرماتے ہیں کہ اس کے گلے کو پھاڑ کر شہر کی فصیل میں لٹکا دیا، ان کی قبر انطاکیہ میں ہے، اللہ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا، وہ زندہ ہے اللہ کی طرف سے اس کو روزی ملتی ہے۔

26 "قیل ادخل الجنة" جب وہ شہید ہو گیا تو اس کی عزت افزائی کیلئے کہا گیا کہ جنت میں چلا جا۔ "قال یالیت قومی یعلمون"

27 "بما غفرلی ربی" میرے رب کے بخشش کرنے سے "وجعلنی من المکرمین" اس نے تمنا کی کہ کاش اس کی قوم جان لے کہ اللہ نے اس کو بخش دیا اور اس کا اکرام کیا تا کہ وہ قاصدوں کے دین کی طرف رغبت حاصل کریں۔ جب حبیب نجار کو قتل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب نازل کیا اور فوراً عذاب آ گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ایک چیخ ماریں تو انہوں نے ایک چیخ ماری جس کی وجہ سے سب کے سب مر گئے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿28﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ ﴿29﴾ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿30﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿31﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿32﴾

ترجمہ: اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر (فرشتوں کا) آسمان سے نہیں اتارا اور نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت تھی وہ سزا بس ایک آواز سخت تھی اور وہ سب اسی دم (اس سے) بجھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے افسوس (ایسے) بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں غارت کر چکے کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آتے اور ان سب میں کوئی ایسا نہیں جو مجموعی طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جاوے

تفسیر 28 "وما انزلنا علی قومه من بعده من جند من السماء" یہاں جند سے مراد فرشتے ہیں۔ "وما کنا منزلین" کہ ہم تمہاری ہلاکت کے لیے اس طرح نہ کرتے کہ فرشتے بھیجیں۔ ہاں احد میں جو ہم نے بھیجے تھے وہ ان کے گمان کے مطابق آسمان اور ان کی عظمت کے لیے تھا۔ "وما انزلنا علی قومه من بعده" حبیب نجار کو قتل کرنے کے بعد جو فرشتوں کی فوج بھیجی۔ اس طرح پہلے قوم پر نہیں بھیجی یعنی جو عذاب ماقبل اُمتوں پر فرشتوں کے ذریعے کیے گئے جیسے طوفان، کڑک آندھی نازل کی۔ پھر ان کی سزا کو بیان کیا۔

29 "ان کانت الا صیحة وّاحدة" ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو "صیحة وّاحدة" یہاں "کون"

بمعنی وقوع کے ہے۔ مفسرین نے بیان کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے شہر کے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر ایک چیخ ماری۔ "فاذا هم خامدون" وہ سب مر گئے۔

30 "یا حسرۃً علی العباد" انہوں نے اپنے اوپر افسوس کیا۔ حسرت شدت ندامت کو کہا جاتا ہے۔ اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ چونکہ لوگ پیغمبروں پر ایمان نہیں لائے اس لیے قیامت کے دن اللہ فرمائے گا کہ آج بندوں کے لیے حسرت ندامت اور غم ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ ہلاک ہونے والوں کا کلام ہے۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے عذاب کا معائنہ کر لیا تو کہنے لگے اے حسرۃ! ہائے افسوس! ان تین بندوں پر کہ ہم نے ان تینوں بھیجوں ہوؤں پر ایمان نہیں لائے۔ انہوں نے اس وقت ایمان کی تمنا کی جب ان کو ایمان نے نفع نہیں پہنچایا۔ زہری فرماتے ہیں حسرت والا شخص کسی کو پکارتا نہیں، اگر پکارے تو یہ پکارنا مخاطبین کے لیے تنبیہ ہوتی ہے۔ کہا گیا کہ عرب والے کہتے ہیں "یا حسرتی، یا عجبًا" بطور مبالغہ کے ہے اور ندا بطور تنبیہ کے ہے۔ "فکانه یقول" جیسا کہ کہا جاتا ہے ہائے تعجب یہ وقت آ گیا، ہائے حسرت یہ اس کے برتن۔ معنی یہ ہے کہ یہ حسرت اور تعجب کا زمانہ ہے۔ پھر اس کا سبب بیان کر دیا حسرت اور ندامت کا۔ "ما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤن"

31 "الم یروا" کیا مکہ والوں کو خبر نہیں۔ "کم اهلکنا قبلهم من القرون" قرن ایک زمانے پر بولا جاتا ہے کیوں کہ یہ زمانہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ "انهم الیهم لا یرجعون" یعنی ان کو نہیں لوٹایا جائے گا دُنیا کی طرف۔ کیا وہ اس کی اُمید لگائے ہوئے ہیں؟

32 "وان کل لما جمیع" عاصم اور حمزہ نے "لمّا" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ زخرف اور طارق میں بھی تشدید کے ساتھ ہے۔ ابن عامر نے ان کی پیروی کی زخرف کے علاوہ اور ابو جعفر نے ان کی موافقت اختیار کی مگر سورۃ طارق میں نہیں کی۔ جن حضرات نے "لمّا" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ انہوں نے ان کو جحد مانا ہے اور "لمّا" بمعنی "الّا" کے ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی "وما کل الّا جمیع" اور جو حضرات لما کو بغیر تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ ان کو تحقیق اور ما کو صلہ "لدینا محضرون"

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ. اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ 33 وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ 34 لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ. اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ 35 سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ 36 وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ 37 وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ 38 وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ 39

ترجمہ: اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے مردہ زمین ہے ہم نے اس کو (بارش سے) زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو ان میں سے لوگ کھاتے ہیں اور (نیز) ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور (نیز)

اس میں چشمے جاری کئے تا کہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھائیں اور اس (پھل اور غلہ) کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا) سو کیا شکر نہیں کرتے وہ پاک ذات ہے جس نے تمام متقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی اور (خود) ان آدمیوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو (عام لوگ) نہیں جانتے اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکایک (وہ لوگ) اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور (ایک نشانی) آفتاب (ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے (اس خدا) کا جو زبردست علم والا ہے اور چاند کے لئے منزلیں مقرر ہیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی

تفسیر ㉝ "وایة لهم الارض الميتة أحييناها" یہاں آیت سے مراد بارش ہے۔ "واخرجنا منها حبًّا" حبًا سے مراد گندم اور جَو ہیں اور اس کے مشابہ اشیاء ہیں۔ "فمنه یاکلون" اسی سے تم کھاتے ہو یعنی گندم سے۔

㉞ "وجعلنا فيها جنّات" جنات سے مراد باغات ہیں۔ "من نخيل و أعناب وفجرنا فيها" اس سے مراد زمین ہے۔ "من العيون"

㉟ "ليأكلوا من ثمره" یعنی مذکورہ باغوں کے پھل جو اس پانی سے حاصل ہوتا ہے۔ "وماعملته" حمزہ، کسائی، ابوبکر نے "عملت" پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے هاء کے ساتھ پڑھا ہے تا کہ کھائیں وہ چیزیں جو وہ اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں۔ "ایدیهم" یعنی کھیتی اور درختوں کو لگانے میں اور هاء کا مرجع "ما" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ "التی" بمعنی الذی کے ہے۔ بعض نے کہا کہ "ما" نفی کے لیے ہے۔ "ما عملته ایدیهم" مطلب یہ ہے کہ سب پھل اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، انسان کی صنعت کو اس میں کوئی دخل نہیں یہ معنی ضحاک اور مقاتل کا ہے۔ بعض حضرات نے کہا چشموں اور نہروں سے مراد وہ ہیں جو تم نے جاری نہیں کیں یعنی دجلہ، فرات، نیل اور ان جیسے دریا۔ "افلا يشكرون" کیا تم اللہ کی اس نعمت کا شکر یہ ادا نہیں کرو گے۔

㊱ "سبحان الذی خلق الازواج كلها" یہ سب اشیاء جس نے پیدا کیں۔ وہ پاک ذات ہے۔ "مما تنبت الارض" زمین سے اُگنے والی اشیاء پھلوں میں سے یا ترکاریوں میں سے۔ "ومن انفسهم" اس سے مراد مرد و عورت ہیں۔ "ومما لایعلمون" بحر و بر کی مخلوق جس کا علم تمہارے پاس نہیں۔

㊲ "وایة لهم" یہ سب نشانیاں اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ "الليل نسلخ" کہ ہم اس سے اُتار دیتے ہیں۔ "منه النهار فاذا هم مظلمون" وہ داخل ہو گئے اندھیروں میں یا اس کا معنی ہوگا کہ دن چلا گیا اور رات آ گئی، ظلمت اور نہار دونوں اس میں داخل ہیں۔ جب سورج ڈوب جاتا ہے گویا رات کے اوپر سے (روشنی کی) کھال اُتر جاتی ہے اور تاریکی سامنے آ جاتی ہے۔

㊳ "والشمس تجری لمستقر لها" اس کے ٹھکانے کی طرف۔ بعض نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ یعنی دُنیا کی آخری مدت ختم ہونے پر اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے اور وہ وقت قیامت کا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ چلتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غروب ہونے کی جگہ پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ لوٹتا ہے۔ یہ جگہ اس کا مستقر ہے کیوں کہ وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور بعض نے

کہا کہ مستقر سے مراد ہے گرمی کے موسم میں انتہائی بلندی پر پہنچ جانے کا اور سردی کے موسم میں آخری ہبوط پر آجانے کا مقام ہے اور یہ روایت اصح ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا ٹھکانہ عرش کے نیچے ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس وقت سورج غروب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہاں چلا جاتا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو بخوبی علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جا کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور قریب ہے کہ سورج سجدہ کرے گا اور اجازت طلب کرے گا، اس کو اجازت نہیں ملے گی، اس کو کہا جائے گا کہ واپس لوٹ جا، پھر وہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان "والشمس تجری لمستقر لها ذلک تقدیر العزیز العلیم" عمرو بن دینار ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان کے نزدیک "والشمس تجری لمستقر لها" ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں اس کا معنی ہے "لاقرار لها ولا وقوف" اس کے لیے نہ قرار ہے اور نہ ہی رکنا ہے، ہمیشہ چلتا رہے گا۔ "ذلک تقدیر العزیز العلیم"

㊴ "والقمر قدرناه" ہم نے ان کے لیے مقدر کردی ہیں۔ ابن کثیر نافع اہل بصرہ کے نزدیک القمر میں رفع کے ساتھ ہے۔ "وآیة لهم الیل والشمس والقمر" دوسرے حضرات نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ "قدرناه" چاند کی منازل مقرر کردی ہے۔ "منازل" سورۃ یونس میں ان منازل کے نام مذکور ہیں۔ جب سورج تمام منزلیں طے کرلیتا ہے تو ایک ٹکیہ بن جاتی ہے۔ "حتّٰی عاد کالعرجون القدیم"

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ㊵ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّــتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ㊶ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ㊷

ترجمہ: نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ہم نے ان کے لئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔

تفسیر: ㊵ "لاالشمس ینبغی لها ان تدرک القمر" دن رات میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب اس کی مدت پوری نہ ہو جائے اور نہ ہی رات دن پر آجائے۔ اس کے وقت پورا ہونے سے "ولا الیل سابق النهار" یہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں، اپنے وقت سے پہلے یہ نہیں آسکتے۔ بعض نے کہا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی سلطنت میں نہیں آسکتا یا اس کا مطلب ہے کہ سورج رات کو طلوع نہیں ہوسکتا اور نہ ہی چاند دن کو۔ جب دونوں جمع ہو جائیں گے یا ایک دوسرے کو پالے گا تو قیامت آجائے گی۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ ایک آسمان میں دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ "ولا الیل سابق النهار" کا مطلب ہے کہ ایک رات دوسری رات کے ساتھ متصل نہیں ہوسکتی کہ ان دونوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔ "وکل فی فلک یسبحون" کا معنی ہے جاری رہنا، تیرنا۔

41 "و آیۃ لھم انا حملنا ذریتھم" اہل مدینہ اور اہل شام اور یعقوب کے نزدیک "ذریاتھم" جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے قراء نے "ذریتھم" واحد پڑھا ہے جن کے نزدیک جمع ہے وہ تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جن کے نزدیک جمع نہیں وہ نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ "ذریۃ" سے مراد آباء واجداد ہیں۔ "ذریۃ" کا اطلاق جس طرح اولاد پر ہوتا ہے اسی طرح باپ دادا پر بھی ہوتا ہے۔ "فی الفلک المشحون" بھرا ہوا ہونا۔ سفینہ سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے اور یہ انہی کی نسل سے ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور وہ انہی کی اصلاب (نسل) میں سے تھے۔

42 "وخلقنالھم من مثلہ ما یرکبون" اس سے مراد کشتی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بعد کشتیوں پر تجارت وغیرہ کے لیے سمندروں پر سفر کیا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ کشتیاں ہیں جو نہروں پر چلتی ہیں جیسے بڑی کشتیاں سمندروں پر چلتی ہیں۔ یہ قول قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ کا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "وما خلقنالھم من مثلہ ما یرکبون" اس سے مراد اونٹ ہیں خشکی میں اونٹ اس طرح چلتے ہیں گویا سمندر میں کشتیاں۔

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ 43 اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ 44 وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَابَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ 45 وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ 46 وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ 47 وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ 48 مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ 49

ترجمہ: اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریادرس ہو اور نہ یہ خلاصی دیے جاویں مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا (منظور) ہے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے (مرے) پیچھے ہے تاکہ تم پر رحمت کی جاوے تو وہ اصلاً پرواہ نہیں کرتے اور ان کے رب کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس نہیں آتی جس سے وہ سرتابی نہ کرتے ہوں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو یہ کفار (ان) مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو (بہتیرا کچھ) کھانے کو دے دے تم نری صریح غلطی میں (پڑے) ہو اور یہ لوگ (بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو یہ لوگ بس ایک سخت آواز کے منتظر ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔

تفسیر 43 "وان نشاء نغرقھم فلا صریخ" ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ "لھم ولاھم ینقذون" جو ان کو غرق

ہونے سے بچالے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کوئی بھی ان کو میرے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

㊹ "الا رحمة منا ومتاعًا الى حين" ان کی مدت زندگی مکمل ہونے تک۔ یعنی ہماری رحمت سے جو ان پر کی اور ایک مقررہ مدت تک فائدہ اُٹھانے کے لیے۔

㊺ "واذا قیل لهم اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "مابین ایدیکم" سے مراد آخرت ہے اور "ما خلفکم" سے مراد ہے دُنیا یعنی آخرت کے لیے عمل کرو اور دُنیا سے احتیاط کرو اور اس پر فریفتہ نہ ہو اور بعض نے کہا کہ "مابین ایدیکم" سے مراد ہیں وہ بربادی اور تباہی کے واقعات جو گزشتہ اُمتوں کو پیش آئے اور "ما خلفکم" سے مراد ہے آخرت کا عذاب۔ یہ قول قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ کا ہے۔ "لعلکم ترحمون" اس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی "اذا قیل لهم هذا أعرضوا عنه" یعنی ان سے جب یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں، پرواہ نہیں کرتے اس کی دلیل اگلی حدیث ہے۔

㊻ "وما تأتيهم من آية من آيات ربهم" یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرتی ہے۔ "الا كانوا عنها معرضين"

㊼ "واذا قیل لهم انفقوا مما رزقکم الله" اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے۔ "قال الذین کفروا للذین آمنوا انطعم" اس سے مراد رزق ہے۔ "من لو یشاء الله أطعمه" مسلمانوں نے کفار مکہ سے کہا کہ مسکینوں پر خرچ کرو، جن کے متعلق تم گمان کرتے ہو کہ ان کے پاس تمہارے اموال میں سے ہیں جو اللہ کی طرف سے دیئے ہیں اور وہ اللہ کے لیے نہیں دیتے خواہ کھیتیوں میں سے ہوں یا جانوروں میں سے۔ تو وہ کہنے لگے کہ کیا ہم ان کو رزق دیں جس کو اللہ چاہے کہ وہ اس کو رزق دے، یعنی اللہ نے باوجود قدرت رکھنے کے ان کو کھانا نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی مشیت ہی نہیں ہے کہ ان کو کھانے کو دیا جائے۔ اس لیے اللہ کی مشیت کے موافق ہم بھی ان کو کچھ نہیں دیتے۔ اسی سے بخلاء استدلال کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ عطا نہ کرے اس کو ہم نہیں دیتے اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات میں سے کچھ کو مالدار بنایا ہے اور بعض کو فقیر، ان کی آزمائش کے لیے۔ دُنیا میں فقیر کو مال اس وجہ سے نہیں دیا کہ (نعوذ باللہ) اللہ بخیل ہے اور غنی کو خرچ کرنے کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا کہ اللہ کو اس کے مال کی حاجت ہے بلکہ غنی کا امتحان مقصود تھا اس کے مال کی کوئی حاجت نہیں تھی لیکن اس نے بطور آزمائش مال داروں کو حکم دیا ہے کہ وہ کچھ مال غریبوں کو دیں، اللہ کی مشیت کو بہانہ بنانا اور اس پر اعتراض کرنا درست نہیں بلکہ اس کی مخلوق میں یہ ایک حکمت ہے جس کی طرف کوئی رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ "ان انتم الا فی ضلال مبین" یعنی کفار مؤمنین سے کہتے ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یعنی تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرکے غلطی پر ہو اور جس پر تم ہو اس کو ترک کردو۔

(㊽)...... "ویقولون متی هذا الوعد" یعنی قیامت اور بعث کا وقت کب ہوگا۔ "ان کنتم صادقین"......

㊾ "ما ینظرون" کہ وہ انتظار نہیں کر رہے ہے۔

"الا صیحۃ واحدۃ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک پہلی بار صور پھونکا جانا مراد ہے۔

"تاخذھم وھم یخصمون" یعنی وہ دُنیا کے اُمور میں جھگڑتے ہیں خواہ ان کا تعلق بیع وشراء سے متعلق ہو یا کسی اور چیز کے متعلق، وہ مجالس اور بازاروں میں بحث ومباحثہ کرتے تھے۔ حمزہ نے "یخصمون" خاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور صاد بغیر تشدید کے یعنی بعض، بعض کے ساتھ بحث ومباحثہ میں، جھگڑے میں غالب آتے تھے اور دوسرے قراء نے صاد کی تشدید کے ساتھ "یخصّمون" پڑھا ہے۔ اصل میں "یختصمون" تھا تاء کو صاد میں مدغم کردیا۔ پھر ابن کثیر، یعقوب وورش خاء کو فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ تاء کی حرکت کو نقل کرکے ماقبل خاء کو دیتے ہیں اور ابو جعفر اس کو مجزوم پڑھتے ہیں اور بعض حضرات خاء کو فتحہ دیتے ہیں۔ ان میں سے ابو عمرو بھی ہیں اور باقی نے کسرہ پڑھا ہے۔

روایت کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت ایسی حالت میں آجائے گی کہ دو آدمی باہم (بیع شراء) کپڑا پھیلائے ہوئے ہوں گے، خرید وفروخت میں مشغول ہوں گے، نہ عقد کو ختم کرچکے ہوں گے اور نہ کپڑے کو لپیٹ چکے ہوں گے کہ قیامت آجائے گی اور ایک شخص نے کھانے کے لیے نوالہ اُٹھایا ہوگا کہ اس کو کھا نہیں سکے گا کہ قیامت آجائے گی۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: سو نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاسکیں گے اور (پھر دوبارہ صور) پھونکا جاوے گا سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل نکل) اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی ہم کو قبروں سے کس نے اٹھا دیا یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے وہ بس ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہوکر ہمارے پاس حاضر کردیئے جاویں گے پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے اہل جنت بے شک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے۔

تفسیر ﴿۵۰﴾ "فلا یستطیعون توصیۃ" وہ وصیت کرنے پر بھی قادر نہیں ہوں گے۔ مقاتل کا قول ہے کہ وصیت کرنے سے جلدی کریں کہ موت نہ پہنچ جائے۔ "ولا الی أھلھم یرجعون" کہ وہ قیامت اتنی جلدی آجائے گی کہ کسی چیز کی مہلت نہیں ملے گی۔

﴿۵۱﴾ "ونفخ فی الصور" اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے۔ نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔ "فاذا ھم من الاجداث" اس سے مراد قبروں سے اُٹھنا ہے۔ اجداث جمع ہے جدث کی۔ "الی ربھم ینسلون" ان کو قبروں سے زندہ

کر کے اُٹھایا جائے گا۔ اسی وجہ سے لڑکے کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

⑤② "قالوا یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا" ابی بن کعب وابن عباس اور قتادہ کا قول ہے کہ کافروں کا یہ قول اس وجہ سے ہوگا کہ دونوں نفخوں کی درمیانی مدت ان پر سے عذاب اُٹھالیا جائے گا اور وہ سو جائیں گے۔ دوسری مرتبہ جب نفخہ صور کے بعد ان کو اُٹھایا جائے گا تو یہ کہیں گے اور قیامت کا معائنہ اپنی آنکھوں سے کرلیں گے، پھر وہ اپنے آپ کی ہلاکت کو پکاریں گے۔

بعض اہل معانی کا بیان ہے کہ جب کفار عذاب جہنم کا معائنہ کریں گے تو ان کو قبر کا عذاب خواب کی طرح محسوس ہوگا۔ اس وقت یہ کہیں گے کہ ہم کو خواب سے کس نے اُٹھایا۔ پھر ان کو کہا جائے گا۔

"ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون" یہ اس وقت اقرار کریں گے جب ان کو اقرار سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور بعض نے کہا کہ فرشتے ان سے کہیں گے "ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون" مجاہد کا قول ہے کہ جب کفار کہیں گے "من بعثنا من مرقدنا" تو اس وقت مؤمنین ان کو جواب دیں گے۔ "ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون"

⑤③ "ان کانت" "ان بمعنی ما کانت کے ہے۔ "الا صیحۃ واحدۃ" اس سے دوسرا نفخہ مراد ہے۔ "فاذا ھم جمیع لدینا محضرون"

⑤④ "فالیوم لاتظلم نفس شیئاً ولا تجزون الا ما کنتم تعملون"

⑤⑤ "ان اصحاب الجنۃ الیوم فی شغل" ابن کثیر نافع اور ابو عمرو نے "فِی شُغْلٍ" غین کے سکون کے ساتھ اور دوسرے قراء نے غین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس میں دو لغتیں ہیں۔ یہ "سُحْتُ اور سُحُتُ" کی طرح ہے۔ "شُغُلٍ" کے معنی میں مفسرین کرام کا آپس میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کہ وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے یا دوشیزاؤں سے محبت مراد ہے۔

وکیع بن جراح کا قول ہے کہ اس سے سماع مراد ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ دوزخیوں کے اور ان کے احوال کی ان کو پرواہ نہیں ہوگی، وہ دوزخیوں کو بھی یاد نہیں کریں گے۔ حسن کا قول ہے کہ وہ جنت کی نعمتوں میں ایسے مشغول ہوں گے کہ دوزخیوں کے عذاب کا ان کو خیال بھی نہ ہوگا۔ ابن کیسان کا قول ہے کہ جنتی ایک دوسرے کی زیارت کریں گے اور بعض نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مہمانی میں مشغول ہوں گے۔

"فاکھون" ابو جعفر نے اس کو "فکھون" پڑھا ہے۔ امام حفص رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ مطففین میں ان کی متابعت میں "فکھون" پڑھا ہے۔ اس میں دو لغتیں ہیں جیسے حاذ اور حذر میں دو لغتیں ہیں۔ یعنی وہ نعمتوں میں ہوں گے۔ مجاہد اور ضحاک رحمہما اللہ کا قول ہے کہ جن نعمتوں میں وہ ہوں گے اترانے کی حد تک خوش ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ خوش ہوں گے۔

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿56﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿57﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿58﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿59﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ. اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿60﴾

ترجمہ: وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لئے وہاں ہر طرح کے میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جاوے گا اور اے مجرمو آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

تفسیر: 56 "هم و ازواجهم" "ان کی بیویاں "فی ظلال" حمزہ اور کسائی نے ظاء کے ضمہ اور بغیر الف کے پڑھا ہے، "ظلة" کی جمع ہے۔ دوسرے قراء نے "ظلال" پڑھا ہے۔ ظاء کے کسرہ اور الف کے ساتھ اس صورت میں یہ ظل کی جمع ہے۔ "علی الارائک" ارائک اریکه کی جمع ہے پردے دار مسہریاں۔ ثعلب کا قول ہے کہ اریکه بغیر پردہ کے مسہری کو نہیں کہتے۔ "متکئون" تکیوں والی مسہریوں والے۔

57 "لهم فیها فاکهة ولهم ما یدعون" وہ تمنا اور اس کو چاہتے ہیں۔

58 "سلام قولاً من رب رّحیم" یعنی اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اہل جنت اپنے عیش میں ہوں گے۔ اسی اثناء میں ایک نور ان پر جلوہ افروز ہوگا۔ اہل جنت سر اُٹھا کر دیکھیں گے تو اوپر سے اللہ عزوجل جلوہ افروز نظر آئیں گے اور فرمائے گا اے اہل جنت! تم پر سلام ہو۔ یہی اس آیت میں "سلم قولاً من رّب رّحیم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اہل جنت اس کی طرف دیکھیں گے اور وہ اہل جنت کا نظارہ کرے گا۔ ایسی حالت میں جنت والے کسی اور چیز کی طرف گوشہ چشم سے بھی نہیں دیکھیں گے اس کی طرف دیکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ خود اوٹ کرے گا لیکن اس کا نور و برکت ان کے گھروں میں باقی رہے گا۔ بعض نے کہا کہ ان کو ان کے گھروں میں سلامتی بھیجی جائے گی اور بعض نے کہا ہے کہ فرشتے ان کو رب کی طرف سے ملائکہ کے ساتھ سلام بھیجیں گے۔ مقاتل کا قول ہے کہ جنت کے ہر دروازے سے ملائکہ یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے۔ اے اہل جنت! تم پر تمہارے رب رحیم کی طرف سے سلامتی ہے دوامی سلامتی ہے۔

59 "وامتازوا الیوم ایها المجرمون" مقاتل کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صالحین سے الگ ہو جاؤ۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ ان کو ممیز کر دیں گے اور سدی کا قول ہے وہ سب سے اعلیٰ ہو جائیں گے۔ زجاج کا قول ہے۔ آج وہ مؤمنین سے جدا ہو جائیں گے۔ ضحاک نے کہا ہر کافر کا دوزخ میں ایک گھر ہوگا جس میں وہ داخل ہو جائے گا اور داخلہ کے بعد

آ گ کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا، نہ اس کو دیکھ سکے گا اور نہ اس کو دیکھا جا سکے گا۔

60 "الم اعهد اليكم يا بنى آدم" کیا ہم نے آپ کو حکم نہیں دیا اے بنی آدم! "ان لا تعبدوا الشيطان" کہ تم اللہ کی نافرمانی کر کے شیطان کی اطاعت نہیں کرو گے۔ "انه لكم عدو مبين" دشمنی میں واضح اور ظاہر ہے۔

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿61﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿62﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿63﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿64﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿65﴾

ترجمہ: اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا رستہ ہے اور وہ (شیطان) تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے سو کیا تم نہیں سمجھتے یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا آج اپنے کفر کے بدلہ میں اس میں داخل ہو آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

تفسیر: 61 "وان اعبدونى" میری اطاعت اور میری وحدانیت کو قبول کرو۔ "هذا صراط مستقيم"

62 "ولقد اضل منكم جبلا كثيرًا" اہل مدینہ اور عاصم کے نزدیک جیم اور باء کے کسرہ کے ساتھ اور لام کی تشدید کے ساتھ اور یعقوب نے "جُبُلًّا" پڑھا ہے۔ عامر اور ابو عمرو نے جیم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے باء ساکنہ کے ساتھ اور دوسرے قراء جیم اور باء کے ضمہ کے ساتھ اور لام بغیر تشدید کے۔ یہ تمام لغات درست ہیں۔ اس کا معنی ہے مخلوق یا جماعت جن کو پوری سمجھ اور کامل دانش حاصل ہے۔ "أفلم تكونوا تعقلون" کہ تمہارے پاس اُمم سابقہ شیاطین کی اطاعت کی بناء پر وہ ہلاک نہیں ہوئی اور ان کے لیے کہا گیا کہ وہ آگ کے کتنے ہی قریب ہو گئے۔

63 "هذه جهنم التى كنتم توعدون" دُنیا کے اندر جو تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

64 "اصلوها" داخل ہو جاؤ۔ "اليوم بما كنتم تكفرون"

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ کی تفسیر

65 "اليوم نختم على افواههم وتكلمنا ايديهم وتشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون" جب کفار اپنے کفر اور رسولوں کی تکذیب کے بارے میں منکر ہو جائیں گے۔ اس قول سے "ما كنا مشركين" تو ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ اس پر ان کے اعضاء و جوارح بولیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، لوگوں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ فرمایا کہ کیا تم ظہر کے وقت سورج کو دیکھتے ہو، جب کوئی بادل وغیرہ نہ ہوں تو تم کو سورج دیکھنے میں کوئی رُکاوٹ آتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، نہیں، فرمایا چودھویں رات کو

جب کوئی بادل نہ ہو۔ وہ کہنے لگے نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم کو اپنے رب کے دیکھنے پر بھی کوئی رُکاوٹ نہیں ہوگی مگر اتنی جتنی سورج اور چاند کو دیکھنے میں ہوتی ہے۔ پھر اللہ بندے سے فرمائے گا اے فلاں شخص! کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ کیا تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا تجھے تیرا جوڑا نہیں دیا تھا؟ کیا گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا فرمانبردار نہیں بنایا تھا؟ کیا تجھے سیادت نہیں دی تھی؟ کیا تجھے مال غنیمت کا چوتھائی کا مستحق نہیں بنایا تھا؟ بندہ عرض کرے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ فرمائے گا کیا تیرا یہ گمان تھا کہ مجھ سے آ کر ملے گا؟ بندہ عرض کرے گا نہیں، اللہ فرمائے گا جس طرح تو مجھے بھولا رہا اسی طرح میں بھی تجھے آج بھول جاؤں گا۔

پھر دوسرے بندے سے ملاقات فرمائیں گے اور اس سے بھی یہی کہیں گے (وہ یہی جواب دے گا) کہ کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی، کیا تجھے سردار نہیں بنایا تھا، کیا تجھے تیرا جوڑا نہیں دیا تھا؟ کیا گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرے حکم کا تابع نہیں بنایا تھا؟ کیا تجھے سرداری نہیں دی تھی؟ ان کے علاوہ سفیان وغیرہ نے ترأس اور تربع ذکر کیا ہے دونوں جگہوں پر۔ وہ کہے گا کیوں نہیں، اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے آ کر ملے گا؟ تو وہ کہے گا نہیں۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ جس طرح تو مجھے بھولا رہا، آج میں بھی تجھے بھلا دوں گا۔

پھر تیسرے شخص سے ملاقات کرے گا۔ اس کو اسی طرح کہے گا۔ وہ عرض کرے گا میں تجھ پر تیری کتاب پر اور تیرے رسول پر ایمان لایا تھا اور نمازیں پڑھی تھیں، روزے رکھے تھے، زکوٰۃ دی تھی، غرض جس قدر کر سکے گا کرے گا، اس سے کہا جائے گا کیا ہم تیرے خلاف گواہ کھڑا کر دیں؟ وہ شخص اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کس کو گواہ بنایا جائے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اس کی ران سے فرمائے گا تو بات کر۔ حسب الحکم اس کی ران، گوشت اور ہڈی اس کے اعمال جو کچھ ہوں گے بتائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ شخص منافق ہوگا جو اپنی طرف سے عذر پیش کرے گا اور اسی پر اللہ کا غضب ہوگا۔ بہز بن حکیم بن معاویہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تم اس حالت میں آؤ گے کہ تمہارے منہ پر کپڑا بندھا ہوا ہوگا اور سب سے پہلے آدمی کی ران اور ہتھیلی بات کرے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس وجہ سے مسکرا رہا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا، مجھے اس بات پر مسکراہٹ آئی کہ ایک بندہ اپنے رب سے کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم کرنے سے پناہ نہیں دے رکھی ہے؟ اللہ فرمائے گا کیوں نہیں۔ بندہ عرض کرے گا تو میں اپنے خلاف کسی کی شہادت نہیں مانوں گا، سوائے اس گواہ کے جو میرے ہی بدن کا حصہ ہو۔ اللہ فرمائے گا، آج تیرا نفس اور کراماً کاتبین تیرے خلاف شہادت دینے کے لیے کافی ہیں۔ پھر اللہ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اعضاء کو حکم دے گا، تم بولو حسب الحکم اعضاء بندہ کے اعمال کے متعلق بولیں گے، اس کے بعد بندے کو گویائی کی اجازت دے دی جائے گی اور وہ اپنے اعضاء سے کہے گا تم مر جاؤ ہٹ جاؤ تمہاری طرف سے ہی تو میں دفاع کر رہا تھا۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿66﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿67﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ. اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿68﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ. اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿69﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿70﴾

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں) ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر دیتے پھر یہ رستہ کی طرف دوڑتے پھرتے سو ان کو کہاں نظر آتا اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے اس حالت سے کہ یہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس سے یہ لوگ نہ آگے چل سکتے اور نہ پیچھے کی طرف لوٹ سکتے اور ہم جس کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں تو اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں سو کیا وہ نہیں سمجھتے اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے لئے شایان بھی نہیں وہ تو محض نصیحت (کا مضمون) اور ایک آسمانی کتاب ہے جو احکام کی ظاہر کرنے والی ہے تاکہ ایسے شخص کو ڈراوے جو زندہ ہے اور تاکہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جاوے۔

تفسیر: 66 "ولو نشاء لطمسنا علی اعینھم" یعنی ان ظاہری آنکھوں کو ایسا مٹا دیتے نہ پپوٹہ کا نشان رہتا نہ آنکھوں کا شگاف طمس کا یہی معنی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولو شاء اللّٰہ للذھب بسمعھم وابصارھم" وہ کہتے ہیں کہ جیسے ان کے دلوں کو اندھا کیا گیا۔ اسی طرح ان کی ظاہری بصارت کو اندھا کر دیں گے۔ "فاستبقوا الصراط" چلے اسی راستے پر "فانی یبصرون" وہ کیسے دیکھ سکتے ہیں جبکہ ان کو آنکھوں سے اندھا کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ چاہتا تو ان کو ہدایت سے گمراہی کی طرف کر دیتے۔ یعنی اگر ہم چاہتے تو ان کی گمراہی کی آنکھوں کو نکال باہر کر دیتے اور گمراہی کی طرف سے ان کو نابینا کر دیتے اور ضلالت سے ہدایت کی طرف ان کی نگاہوں کو پھیر دیتے۔ یہ قول حسن اور سدی رحمہما اللہ کے نزدیک ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مقاتل اور عطاء کا قول ہے کہ ان کے نزدیک اعین سے مراد ہیں گمراہی کی آنکھیں اور طمس اعین سے مراد ہے ان آنکھوں کا نکال دینا اور گمراہی کی آنکھوں کو ہدایت کی طرف پھیر دینا۔ "فانی یبصرون"

67 "ولو نشاء لمسخناھم علی مکانتھم" اگر ہم چاہتے تو ان کے گھروں کے اندر ہی ان کو سوروں اور بندروں کی شکل پر کر دیتے۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم ان کو بے جان پتھر کر دیتے کہ گھروں کے اندر پڑے رہتے جن میں کوئی روح نہیں۔ "فما استطاعوا مضیًا ولا یرجعون" نہ تو وہ واپس لوٹنے پر قادر ہوتے اور نہ رجوع کرنے کے۔

68 "ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق" عاصم اور حمزہ نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے پہلے نون کے فتحہ کے ساتھ اور کاف کے ضمہ کے ساتھ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم ان کو بڑھاپے کی طرف لوٹائیں گے ان کو تشبیہ دی ہے بچے کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ ان کے اعضاء کو کمزور کر دیتے ہیں ان کے اعضاء کو مضبوط کرنے کے بعد اور ان کو زیادتی

سے نقصان کی طرف کر دیتے ہیں۔ "افلا یعقلون" یعنی ان کو اتنا جاننا اور سمجھنا چاہیے کہ خدا اتنے عظیم الشان تغیر پر قادر ہے۔ جب انسان کے احوال کو پھیرنے پر قادر ہے تو بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے۔

69 "وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہا" کفار مکہ کہتے تھے کہ نعوذ باللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں اور کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کلام بناتے ہیں وہ شعر ہیں۔ اللہ نے ان کی تکذیب پر یہ آیت نازل کی۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ کی تفسیر

"وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ" وہ قرآن نہ تو مقفّٰی ہے اور نہ ہی موزوں ہے۔ یہاں تک کہ شعر کی مثال خود ان کی زبان پر بغیر تکلف کے جاری ہو جاتا ہے۔

حسن کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر بطور مثل پڑھا۔ "کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا" اسلام اور بالوں کی سفیدی آدمی کو گناہوں سے روکنے کیلئے کافی ہے۔

حضرت ابوبکر نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! شاعر نے تو اس طرح کہا ہے "کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا" حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ"

مقدام بن شریح کے والد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور مثل کبھی کوئی شعر پڑھتے تھے۔ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، ہاں۔ عبداللہ بن رواحہ کا شعر اس طرح بطور مثل پڑھا کرتے تھے:

"ویاتیک الاخبار من لم تزودی" اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا:

"ویاتیک من تزود بالاخبار" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی کبھار آپ اس طرح فرمایا کرتے تھے "ویاتیک بالاخبار من لم تزود" اور معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی شخص نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شعر بطور مثل پڑھتے تھے۔ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا شعر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کلام سے زیادہ نفرت تھی، آپ کوئی شعر بطور مثل نہیں کہتے مگر قیس بن طرف کے شاعر کا یہ شعر بطور مثل پڑھتے تھے۔

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلاً ویاتیک بالاخبار من لم تزودِّی

لیکن اس شعر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پڑھتے تھے "ویاتیک من لم تزود بالاخبار" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شعر اس طرح نہیں ہے، فرمایا میں شاعر نہیں ہوں اور نہ شاعری میرے لیے مناسب ہے۔ "ان ھو" جو کچھ اس قرآن میں ہے "الا ذکر" نصیحت ہے۔ "وقرآن مبین" اس میں فرائض حدود اور احکام مراد ہیں۔

70 "لینذر" قراء اہل مدینہ اور شام اور یعقوب نے اس کو "لتنذر" پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ احقاف میں بھی پڑھا ہے اور ابن کثیر نے سورۃ احقاف میں ان کی متابعت کی ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈرا دو ان کو اور

دوسرے قراء نے "لتنذر" پڑھا ہے چاہیے کہ وہ قرآن کو دیکھیں۔ "من کان حیًا" یعنی مؤمن دل کے اعتبار سے زندہ ہے اور کافر کی مثال مُردے جیسی ہے کیونکہ وہ غور وفکر نہیں کرتا۔ "ویحق القول" القول سے مراد کلمہ عذاب ہے۔ "علی الکافرین"

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ. اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾

ترجمہ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے (نفع کے لئے) اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مواشی پیدا کئے پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے اور ہم نے ان مواشی کو ان کا تابع بنا دیا سو ان میں بعضے تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور ان میں ان لوگوں کے لئے اور بھی نفع ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں (یعنی دودھ) سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے اور انہوں نے خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو مدد ملے (لیکن) وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ ان لوگوں کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جاویں گے جو حاضر کئے جاویں گے تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ ہونا چاہئے بیشک ہم سب جانتے ہیں جو کچھ وہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا کہتا ہے کہ ہڈیوں کو (خصوص) جبکہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں۔

تفسیر ﴿۷۱﴾ "اولم یروا أنا خلقنا لهم مما عملت ایدینا" ان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور اس بنانے میں کوئی دوسرا ہمارا شریک نہیں۔ "أنعامًا فهم لها مالكون" وہ ان کو اپنے قبضے میں لے رہے ہیں اور ان پر تصرف کرتے ہیں اور اگر ہم ان جانوروں کو وحشی بنا لیتے اور بنی آدم سے دور بھاگتے تو ان کو کیسے اپنے قبضے میں لاتے بلکہ ان سب جانوروں کو ان کیلئے مسخر کر دیا۔

﴿۷۲﴾ "وذللناها لهم" ان جانوروں کو ان کے لیے مسخر کر دیا۔ "فمنها رکوبهم" ان میں سے بعض تو وہ جانور ہیں جن پر سواری کرتے ہیں۔ مثلاً اونٹ وغیرہ۔ "ومنها یاکلون" ان کے گوشت کھاتے ہیں۔

﴿۷۳﴾ "ولهم فیها منافع" ان کی کھالیں اور ان کے بال سے ان کی اون سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ "ومشارب" اور ان کے دودھ پیتے ہیں۔ "افلا یشکرون" کیا وہ ان نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتے۔

﴿۷۴﴾ "واتخذوا من دون الله الهة لعلهم ینصرون" وہ تمہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکیں اور ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

﴿۷۵﴾ "لایستطیعون نصرهم" ان کے بت ان کی مدد کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ ان کو عذاب سے بچا سکتے ہیں۔

"وھم لھم جند محضرون" یعنی کفار اپنے معبودوں کے لیے فریق بنے ہوئے ہیں اور دُنیا میں ان کی حفاظت کر رہے ہیں اور ہمیشہ ان کی نگرانی کے لیے تیار رہتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ معبود ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے اور نہ کسی شر سے ان کو بچاتے ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا کہ قیامت کے دن کافروں کے معبودوں کو طلب کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ ان کے پرستاروں کو بھی لایا جائے گا۔ گویا وہ سب ایک فوج ہوں گے جن کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

76 "فلا یحزنک قولھم" کفار کے قول تکذیب سن لی۔ "انا نعلم ما یسرون" وہ اپنے دلوں میں جو آپ سے عداوت اور غلط عقائد چھپائے ہوئے ہیں، ان سے ہم واقف ہیں۔ "وما یعلنون" ہم ان کی بتوں کے پوجا کرنے کو جانتے ہیں یا ہم جانتے ہیں جو آپ کو زبانی کلامی اذیت دیتے ہیں۔

77 "اولم یرالانسان أنا خلقناہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم" واضح طور پر باطل پر جھگڑا کرنے لگ جاتا ہے۔ "مبین" جھگڑے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ وہ اس بات کو جانتا بھی ہے کہ اس کو ایک بے جان نطفے سے پیدا کیا گیا پھر بھی وہ جھگڑتا ہے تو کیوں وہ اپنی ابتداء تخلیق پر غور وفکر نہیں کرتا تاکہ اس جھگڑے کو چھوڑ دے۔

اس آیت کا نزول ابی بن خلف جمحی کے حق میں ہوا۔ یہی ایک بوسیدہ کہنہ ہڈی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور انکار بعث وحشر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کر رہا تھا اس نے کہا تھا کہ اس ہڈی کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد اس کو کون زندہ کرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تجھے زندہ کر کے اُٹھائے گا اور جہنم میں داخل کردے گا۔ اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔

78 "وضرب لنا مثلاً و نسی خلقہ" جس امر کو ہم پیدا کر چکے، پھر فرمایا "قال من یحی العظام وھی رمیم" فرسودہ ہڈیاں ان کو رمیمۃ سے منسوب نہیں کیا اس لیے کہ یہ فاعل سے معدول ہو کر آئے ہیں جو بھی کسی چیز کے وزن وغیرہ سے معدول ہو کر آئے تو اس کا حکم بھی وہی ہوتا ہے جو اصل کا ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وما کانت امک بغیًا" یہاں "بغیاھا" ہونا چاہیے تھا، ھا ضمیر کو حذف کر دیا کیوں کہ یہ "باغیۃ" سے معدول ہو کر آیا ہے۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۗ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴿79﴾ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿80﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿81﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿82﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿83﴾

ترجمہ: کون زندہ کرے گا آپ جواب دے دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا ہے اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے وہ ایسا قادر ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے

پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو دوبارہ پیدا کردے ضرور قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا تو یہ معمول ہے کہ اس چیز کو کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے تو اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

تفسیر 79 "قل یحییھا الذی انشأھا" ان کو پیدا کیا۔ "اول مرّۃ وھو بکل خلق علیم"

80 "الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ دو قسم کے درخت ہیں ایک کو مرخ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو عفار، دونوں درختوں کی مسواک کی دوہری شاخیں اتنی ہری کہ ان سے پانی ٹپکتا ہو، کاٹ لی جائیں۔ پھر مرخ کو عفار سے رگڑا جائے تو ان سے آگ نکلتی ہے اللہ عزوجل کے حکم سے۔ عرب کہتے ہیں کہ ہر درخت میں آگ ہے اور مرخ، عفار میں گھس جاتی ہے۔ حکماء کا قول ہے کہ ہر درخت میں آگ ہے سوائے عناب کے۔ "فاذا انتم منہ توقدون" اس سے تم آگ سلگاتے ہو اور تمہیں اس بات میں شک نہیں رہتا کہ ہرے درخت سے آگ نکلتی ہے۔ پھر وہ تو اپنی عظیم قدرت والی ذات ہے جو انسان کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔

81 "اولیس الذی خلق السّمٰوٰت والارض بقادر" یعقوب نے یقدر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "علٰی ان یخلق مثلھم بلٰی" کہہ دیجئے وہ اس سے بھی زیادہ قدرت والا ہے۔ "وھو الخلاق" ایک مخلوق کے بعد دوسری کو پیدا کرتا ہے۔ "العلیم" تمام مخلوقات کو جاننے والا ہے۔

82 "انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون"

83 "فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت" اسی کی بادشاہت ہے۔ "کل شیءٍ و الیہ ترجعون" حضرت معقل بن یسار کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنے مُردوں پر یٰسین پڑھا کرو۔ یہی روایت محمد بن العلاء ابن المبارک سے ہے۔

سُوْرَۃُ الصَّافَات

یہ کی سورت ہے اس میں ۱۸۲ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ① فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ② فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ④ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ⑥

ترجمہ: قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ۔

تفسیر: ① "والصافات صفًّا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسن، قتادہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ آسمان میں اس طرح صف بندی کرتے ہیں جیسے تم نماز میں صف بندی کرتے ہو۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں کیا تم اس طرح صف بندی نہیں کرو گے۔ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ملائکہ کس طرح صف بستہ ہوتے ہیں؟ فرمایا صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں ڈٹ جاتے ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ ملائکہ فضاء میں اپنے پر پھیلائے رُکے رہتے ہیں اور اس وقت تک رُکے رہتے ہیں کہ اللہ اپنی مشیت کے مطابق ان کو کسی کام پر مامور کرتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک الصافات سے مراد پرندے ہیں۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد "والطیر صافات"

② "فالزاجرات زجرًا" یعنی بادلوں کو روکتے اور چلاتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ الزاجرات سے مراد قرآن ہے جو بری باتوں سے منع کرتا ہے اور اس کی مخالفت کرتا ہے۔

③ "فالتالیات ذکرًا" اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں اور بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد قرآن پڑھنے والوں کی جماعت ہے۔ یہ سب قسموں کی قبیل سے ہیں جن پر اللہ نے قسمیں کھائی ہیں۔ ان سب کا جواب قسم آگے آیات میں مذکور ہے۔

۴ "انّ الھکم لواحد" یہاں پر تفسیر ہے۔اصل عبارت یوں ہے "ورب الصافات، والزاجرات، والتالیات" یہ اس وجہ سے کہ کفار مکہ کیا کرتے تھے "اجعل الا لھۃ الھًا واحدا، انّ ھذا لشیءٌ عجاب" کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔ یہ عجیب بات ہے۔ اللہ نے ان سب کی قسم کھائی۔

۵ "رب السّموات والارض وما بینھما ورب المشارق" سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔

وَرَبُّ الْمَشَارِقِ اور اس کی ہم مثل آیات کی تفسیر

اگر سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا "برب المشارق والمغارب" اور ایک جگہ ارشاد فرمایا "ربّ المشرقین وربّ المغربین" ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "رب المشرق والمغرب" ان آیات کے درمیان کیا تطبیق ہے۔ اس کا جواب یہ دیا کہ "ربّ المشرق والمغرب" سے مراد مشرق اور مغرب کی جہت ہے اور "رب المشرقین و رب المغربین" اس سے سردیوں کے دن طلوع ہونے اور گرمیوں کے طلوع ہونے کی جگہ اور "مغربین" سے مراد گرمیوں اور سردیوں کے غروب ہونے کی جگہ اور "بربّ المشارق والمغارب" سے مراد اللہ تعالیٰ نے سورج کے لیے تین سو ساٹھ جگہ طلوع ہونے کی بنائی ہے اور مغرب میں غروب ہونے کے لیے ۳۶۰ تین سو ساٹھ جگہیں بنائی ہیں۔ ان جگہوں میں سے روزانہ ایک جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور ایک جگہ سے غروب ہوتا ہے جس جگہ سے وہ ایک مرتبہ طلوع ہوتا ہے اس سال وہاں دوبارہ طلوع نہیں ہوتا اور نہ ہی غروب ہونے کی جگہ دوبارہ غروب ہوتا ہے۔ یہی مشارق ومغارب ہیں اور بعض نے کہا کہ ہر وہ جگہ جس سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ مشرق ہے اور ہر وہ جگہ جس سے سورج غروب ہوتا ہے اس کو مغرب کہا جاتا ہے۔ گویا اس سے تمام وہ جگہیں جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور جہاں سے غروب ہوتا ہے وہ سب جگہیں اللہ نے پیدا کی ہیں۔

۶ "انّا زیّنا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب" عاصم کی قرأت بروایت ابی بکر "بزینۃ" تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الکواکب" منصوب ہے۔ ہم نے ستاروں کو مزین کیا حمزہ اور حفص نے "بزینۃ" تنوین کے ساتھ اور "الکواکب" بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ہم نے ستاروں کے ساتھ زینت بخشی اور دوسرے قراء کا قول ہے "بزینۃ الکواکب" بغیر تنوین کے اضافت کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ستاروں کی روشنی۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۷ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۸ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۱۰ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۱۱

ترجمہ: اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا مگر جو شیاطین کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک

دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے تو آپ ان سے پوچھیے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں کیونکہ ہم نے ان لوگوں کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

تفسیر ❼ "وحفظًا" یعنی ہم نے ستاروں کو ان کی حفاظت کے لیے پیدا کیا۔ "من کل شیطان مارد" شیطان سرکش کی حفاظت کے لیے ہم ان پر ستارے پھینکتے ہیں۔

❽ "لایسمعون" حمزہ، کسائی، حفص نے سین اور میم کی تشدید کے ساتھ "یَسَّمَّعُوْن" پڑھا ہے۔ عبارت یہی ہوئی "أی لایتسمعون" تاء کو سین کے ساتھ مدغم کیا اور دوسرے قراء نے سین کے سکون کے ساتھ اور میم کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الی الملاء الاعلی" اس سے مراد فرشتے ہیں چونکہ یہ آسمان میں ہوتے ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے ملاءاعلیٰ میں "ویقذفون" اور وہ پھینکتے ہیں "من کل جانب" یعنی آسمان دُنیا کے تمام اطراف سے دہکتے ہوئے شعلے ان پر مارے جاتے ہیں۔

❾ "دحورًا" وہ فرشتوں کی جماعت سے بہت دور ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے "دحرہ دحرًا و دحورًا" جب اس کو دھتکارا اور دور کیا جائے۔ "ولهم عذابٌ واصب" اس کا معنی ہے ہمیشہ رہنے والا عذاب۔ مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد دُنیاوی عذاب ہے جو نفحہ اولیٰ تک قائم رہے گا اور اس شعلے کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

❿ "الا من خطف الخطفة" مگر جو فرشتوں کے کلام میں سے کوئی کلمہ سن لیتا ہے اُچک لیتا ہے۔ "فاتبعه" اس کے ملحق کر دیا جاتا ہے۔ "شهاب ثاقب" مضبوط ستارہ جو اس کے قتل میں خطا نہیں جاتا یا اس کو جلا دیتا ہے یا حواس باختہ کر دیتا ہے لیکن پھر بھی وہ چوری چھپے سننے کے لیے لوٹتے ہیں باوجود ان کو اس بات کے معلوم ہونے کے کہ وہ سلامتی کے ساتھ کچھ نہ سن پائیں گے اور اپنی مراد کو نہیں پہنچیں گے۔ عطاء کا قول ہے کہ جس ستارے کو شیطان پر مارا جائے اس کو ثاقب اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا نشان خطاء نہیں جاتا۔

⓫ "فاستفتهم" آپ اہل مکہ سے پوچھئے "أهم اشد خلقا أم من خلقنا" اس سے مراد آسمان وزمین اور پہاڑ ہیں۔ یہ استفہام تقریری ہے یعنی یہ اشیاء زیادہ سخت ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لخلق السّمٰوات والارض اکبر من خلق النّاس" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا

" ء أنتم اشد خلقا ام السماء" اور بعض نے کہا "ام من خلقنا"

اس سے مراد گزشتہ اُمتیں ہیں۔ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ گزشتہ اقوام مکہ والوں سے زیادہ قوی تھیں لیکن جرائم کی پاداشت میں ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر یہ لوگ عذاب سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔ پھر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔ "انا خلقناهم من طين لازب" چپکنے والی جو ہاتھ کے ساتھ چپک جائے۔ مجاہد اور ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے سڑی ہوئی۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ⑬ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑯ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ⑰ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ⑱

ترجمہ: بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھتے اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو (خود) اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے (کیونکہ) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہو گے) اور تم ذلیل بھی ہو گے۔

تفسیر: ⑫ "بل عجبت" حمزہ، کسائی نے تاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی قرأت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تعجب آدمیوں کے تعجب کی طرح نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فیسخرون منهم سخر الله منهم" دوسری جگہ ارشاد فرمایا "نسوا الله فنسیهم" آدمیوں سے تعجب انکار اور تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف عجب کی نسبت کبھی کبھار انکار و مذمت کے معنی کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور کبھی بمعنی استحسان اور رضا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

جنید رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تعجب نہیں کرتا لیکن اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب کے ساتھ موافقت کی ہے (یعنی جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کیا وہاں پر اللہ تعالیٰ نے بھی کیا) جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان "وان تعجب فعجب قولهم" اور دوسرے قراء نے "عجبتَ" تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس بات پر تعجب ہے کہ یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ "ویسخرون" وہ آپ کے تعجب کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

قتادہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب تھا کہ نزول قرآن کے بعد بھی بنی آدم کس طرح گمراہ رہ سکتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان تھا کہ جو بھی اس قرآن کو سنے گا وہ اس پر ایمان لے آئے گا لیکن مشرکین اس کو سن کر بھی ایمان نہیں لائے بلکہ مذاق اُڑانے لگے اور اس پر ایمان نہیں لائے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ رب العزت نے فرمایا "بل عجبت ویسخرون"

⑬ "واذا ذکروا لا یذکرون" جب ان کو قرآن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

⑭ "واذا رأوا آیة" ابن عباس اور مقاتل کے نزدیک اس سے مراد انشقاق قمر ہے۔ "یستسخرون" وہ اس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ ایک دوسرے کو مذاق اُڑانے کیلئے بلاتا ہے۔

⑮"وقالوا ان ھذا الا سحرٌ مبین" اس کا جادو ہونا کھلا ہوا ہے۔

⑯"ء اذا متنا و کنا ترابًا و عظامًا ء انا لمبعوثون"

⑰"اَوَ آباؤنا الاوّلون" ہمارے باپ دادا کتنے ہی پہلے مرچکے ہیں۔

⑱قل نعم" تم بھی ان کے ساتھ اُٹھائے جاؤ گے۔ "وانتم داخرون" اور تم ذلیل ہو گے۔ دخور کہتے ہیں سخت ترین ذلت وحقارت کو۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑲ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑳ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉑ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ㉒ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ㉓ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ㉔ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ㉕ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ㉖

ترجمہ: پس قیامت تو بس ایک للکار ہوگی (یعنی نفخہ ثانیہ) سو سب یکا یک دیکھنے بھالنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی روز جزا (معلوم ہوتا) ہے (ارشاد ہوگا کہ ہاں یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے جمع کرلو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ بتلاؤ اور (اچھا) ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا تو اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے بلکہ وہ سب کے سب اسی روز سر افگندہ (کھڑے) ہوں گے۔

تفسیر: ⑲"فانما ھی" یہ بعثت اور قیامت کا قصہ "زجرۃ" ایک سخت آواز "واحدۃ" اُٹھنے والا نفخہ دوسری مرتبہ جب مُردے اُٹھ کر میدان محشر کی طرف چل پڑیں گے "فاذا ھم ینظرون" سب دیکھیں گے کہ وہ زندہ ہو کر لوٹ آئے۔

⑳"وقالوا یاویلنا ھذا یوم الدین" اس سے حساب کا دن اور بدلہ کا دن مراد ہے۔

㉑"ھذا یوم الفصل" یہی فیصلہ کا دن ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ یہ فیصلے کا دن ہے نیکی کرنے والے اور برائی کرنے والے کے درمیان۔ "الذی کنتم بہ تکذبون"

㉒"احشروا الذین ظلموا" جن کے ساتھ یہ شرک کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ بھی ان کو جمع کرو تا کہ ان سے حساب وکتاب لیا جائے۔ "وازواجھم" ان جیسے لوگوں کو ان کے چیلوں اور پیروی کرنے والوں کو۔ قتادہ اور کلبی رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ جو شخص جیسا عمل کرتا ہے اس کو اسی کے ساتھ جمع کرو (جن کے اعمال ان کے اعمال کی طرح ہوں گے) شراب خوروں کو شراب خوروں کے ساتھ، زنا کرنے والوں کو زنا کرنے والوں کے ساتھ۔

ضحاک اور مقاتل کا بیان ہے۔ یعنی ان کے جوڑ کے شیاطین کو ان کے ساتھ جمع کرو، ہر کافر کو اس کے شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھ دو۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد مشرک بیویاں ہیں۔ "وما کانوا یعبدون

㉓من دون اللّٰہ" دُنیا میں اللہ کے سوا جن کو پوجا کرتے تھے اس سے مراد بت پرستی ہے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ابلیس اور اس کا لشکر ہے اور اللہ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔ "ان لاتعبدوا الشیطان"...... "فاھدوھم الی صراط الجحیم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ان کو دوزخ کا راستہ بتاؤ۔ ابن کیسان کا بیان ہے کہ ان کو دوزخ کی طرف بڑھادو۔ اسی طرح عرب والے پیچھے سے ہنکانے والے کو ہادی کہتے ہیں۔

㉔"وقفوھم" اور ان کو تم اپنے پاس روک کے رکھو۔ مفسرین نے کہا کہ جب کافروں کو دوزخ کی طرف ہنکا کرلے جایا جائے گا تو پل صراط کے پاس ان کو روک دینے کا حکم ہوگا اور اللہ فرمائے گا ان کو یہیں روک دو۔ "انھم مسئولون" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کافروں سے ان کے تمام اقوال و افعال کے بارے میں باز پرس کی جائے گی اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کی باز پرس ہوگی۔

اور ایک حدیث میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اپنی جگہ سے نہ ہل سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا جائے۔ ❶ عمر کس کام میں گزاری ❷ جسم کو کس کام میں لگا کر کمزور کیا۔ ❸ علم کے بعد کیا عمل کیا۔ ❹ مال کہاں سے کمایا اور کس جگہ خرچ کیا۔

"مالکم لاتناصرون" تم کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ یہ ان کو توبیخ کے طور پر کہا جائے گا کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ ان سب سے جہنم کا داروغہ سوال کرے گا کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ جیسے ان کو بدر کے دن کہا گیا "نحن جمیع منتصر"

"بل ھم الیوم مستسلمون" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ عاجز ہوں گے اور حسن نے اس کا ترجمہ کیا ہے یعنی تابع اور فرمانبردار ہوں گے۔ جیسے کہا جاتا ہے "استسلم لشیء" کسی چیز کا تابعدار ہوگیا، حکم کا تابعدار ہوگیا۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ آج کے دن ہم ذلیل ورسوا ہوئے اور ہم تمہاری پیروی کرتے ہیں جس کے بغیر ان کے لیے کوئی حیلہ نہیں تھا۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ㉗ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ㉘ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ㉙ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ㉚ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ㉛ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ㉜ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ㉝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ㉞ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ㉟ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ㊱ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ㊲

ترجمہ: اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے (چنانچہ) تابعین کہیں گے کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی متبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے۔ سو ہم سب ہی پر ہمارے رب کی یہ (ازلی) بات محقق ہو چکی

تھی کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے تو ہم نے تم کو بہکایا ہم خود بھی گمراہ تھے وہ تو سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک ہوں گے (اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے بلکہ یہ تو ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں۔

تفسیر 27 "واقبل بعضهم علی بعض" اس سے مراد سردار اور چیلے ہیں یا کافر اور ان کے ساتھی شیطان ہیں۔ "یتساءلون" باہم وہ ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔

28 "قالوا" وہ سردار اور چیلے کہیں گے۔ "انکم کنتم تاتوننا عن الیمین" اس سے مراد دین ہے جس سے انہوں نے گمراہی برتی کہ تم لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا اور ہم تمہیں دیکھتے تھے کہ تمہارا دین ہمیں گمراہی سے بچائے گا۔ ضحاک اور مجاہد رحمہما اللہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے راہِ حق سے ہٹا دینا۔ یمین یہاں عبارت ہے دین اور حق سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں خبر دی "ثم لاٰتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم" جن کے پاس شیطان دائیں جانب سے آتا ہے وہ دین کے متعلق وسوسے ڈالتا ہے تو اس پر حق ملتبس ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ قریش کے بڑے بڑے سردار جھوٹی قسمیں اُٹھاتے تھے کہ جن کی طرف یہ دعوت دیتے ہیں وہ حق ہے۔ اس صورت میں "تاتوننا عن الیمین" کا معنی ہوگا کہ وہ قسمیں اُٹھاتے تھے اور انہی قسموں کے ذریعے اپنی باتوں کو پختہ کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ یمین سے مراد قوت اور جبر ہے۔ "لاخذنا منه بالیمین" مفسرین نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

29 "قالوا" اس سے مراد بڑے بڑے سردار ہیں جن کی اتباع کی جاتی ہے۔ "بل لم تکونوا مؤمنین" وہ کہیں گے کہ ہم تو خود حق پر نہیں تھے۔ لہٰذا تم نے اپنی مرضی سے گمراہی کو پسند کیا۔ یعنی تم پہلے سے کافر تھے نہ کہ ہماری دعوت دینے سے تم کافر ہوئے ہو۔

30 "وما کان لنا علیکم من سلطان" اور ہمارے پاس اتنی قوت وقدرت نہیں تھی کہ ہم آپ کی متابعت اور پیروی کرتے۔ "بل کنتم قومًا طاغین" اس سے مراد گمراہی ہے۔

31 "فحق" پس واجب ہے۔ "علینا" ہم سب پر "قول ربنا" اپنے رب کا قول یعنی عذاب کی دھمکی اور وہ قول یہ ہے "لاملئن جهنم من الجنة والنّاس اجمعین"...... "انا لذائقون" اس سے عذاب مراد ہے۔ گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے سب جہنم میں جائیں گے۔

32 "فاغوینا کم" ہم تمہیں ہدایت سے گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں اور ہم نے تم کو اس کی دعوت دی جس پر ہم خود تھے۔ "انّا کنا غاوین" گمراہ کرنے والے تھے۔

33 "فانهم یومئذٍ فی العذاب مشترکون" اس سے مراد سردار اور ان کے تابعدار لوگ ہیں۔

34 "انا کذلک نفعل بالمجرمین" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جنہوں نے اللہ کے لیے شریک بنا رکھے تھے۔

㉟ "انھم کانوا اذا قیل لھم لا الہ الا اللہ یستکبرون" وہ کلمہ توحید سے تکبر کرتے اور اسی سے لوگوں کو روکتے تھے۔

㊱ "ویقولون ائنا لتارکوا آلھتنا لشاعر مجنون" اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

㊲ "بل جاء" وہ محمد سچا دین لائے تھے۔ "بالحق وصدق المرسلین" یہ وہ دین لائے جو پہلے انبیاء علیہم السلام لائے۔ ان کا دعویٰ دوسرے انبیاء کے دعوؤں کے موافق تھا۔

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ㊳ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ㊴ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ㊵ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ㊶ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ㊷ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ㊸ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ㊹ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ ㊺ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ㊻ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ㊼ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ㊽ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ㊾

ترجمہ: تم سب کو عذاب چکھنا پڑے گا اور تم سب کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری صورتوں میں) معلوم ہو چکا ہے یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس ایسا جام لایا جاوے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاوے گا سفید ہوگی پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی اور نہ اس میں دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی گویا وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں۔

تفسیر: ㊳ "انکم لذائقوا العذاب الالیم"......

㊴ "وما تجزون الا ما کنتم تعملون" دُنیا میں شرک سے......

㊵ "الا عباد اللہ المخلصین" اس سے مراد موحدین ہیں۔

㊶ "اولٰئک لھم رزق معلوم" اس سے صبح و شام ہے۔ "ولھم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا"......

㊷ "فواکہ" فاکہۃ کی جمع ہے۔ وہ پھل ہے جس کا مقصد محض لذت اندوزی ہو، غذا یابی نہ ہو اس سے تر اور خشک میوہ جات سب شامل ہیں۔ "وھم مکرمون" اللہ تعالیٰ کے ثواب کا۔

(㊸۔㊹) "فی جنّٰت النعیم، علی سرر متقابلین" وہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے نہ ہوں گے۔

㊺ "یطاف علیھم بکاس" اس سے مراد شراب ہے نہ کہ پیالہ کیونکہ پیالہ کو کوئی نہیں پیتا۔ "من معین" شراب نہروں کی صورت میں جاری ہوگا اور وہ سب کو دکھائی دے گا۔

㊻ "بیضاء" حسن کا قول ہے کہ جنت کی شراب دودھ سے زیادہ سفید ہوگی۔ "لذۃ" اور وہ بہت لذیذ ہوگا۔ "للشاربین" پینے والوں کے لیے ان کے پیٹ کے لیے۔

㊼ (لا فیھا غول) امام شعبی فرماتے ہیں کہ اس کے پینے سے ان کی عقل پر پردہ نہیں پڑے گا۔ کلبی کا قول ہے کہ جنت کی شراب پی کر کوئی گناہ نہیں کر سکے گا۔ قتادہ نے اس کا معنی کیا ہے کہ اس کو پیٹ کی بیماری نہیں لگے گی۔

حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد کہ سر میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔

اہل معانی نے قول کا ترجمہ کیا ہے جو پوشیدہ بیماری کا لگ جانا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے "اغتاله اغتیالاً" جس کے کام میں خفیہ طور پر فساد برپا کیا جائے اور دُنیا کے شراب میں مختلف قسم کی انواع میں فساد ہوتا ہے۔ ان میں سے نشہ، عقل کا زائل ہو جانا، بطن کا جاری ہونا، قے کا آنا، بار بار پیشاب کا آنا، جب کہ جنت کی شراب سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

"ولاھم عنھا ینزفون" حمزہ اور کسائی نے "ینزفون" زاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ واقعہ میں عاصم نے ان کی متابعت کی ہے اور دوسرے قراء نے زاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جن کے نزدیک زاء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ نہ تو وہ شراب ان کی عقلوں کو زائل کرے گی اور نہ ہی ان کو اس سے نشہ آئے گا۔ نزف الرجل کہا جاتا ہے جس کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور نزیف کہا جاتا ہے جب اس کو نشہ آ جائے اور جن حضرات کے نزدیک زاء کے کسرہ کے ساتھ ہے، ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا پینا ان کی عقل کو زائل نہیں کرے گا۔ جیسے انزف الرجل اس شخص کی عقل ختم ہوگئی یا شراب ختم ہوگئی جب کہ وہ شراب کو پی لے۔

㊽ "وعندھم قاصرات الطرف" یعنی ان حوروں کی نظریں صرف اپنے شوہروں پر مقصور ہوں گی وہ کسی اور کی طرف نہیں دیکھیں گی۔ وہ اپنی آنکھوں کو محبوس کرنے والی ہوں گی جیسے چھپے ہوئے انڈے ہیں۔ "عین" وہ حسین آنکھوں والیاں ہوں گی، مرد کے لیے اعین اور لڑکی کے لیے عیناء بولا جاتا ہے اور عورت کے لیے "عَیْنٌ" بولا جاتا ہے۔

㊾ "کانھن بیض" بیضہ کی جمع ہے۔ "مکنون" چھپایا ہوا، مکنون اور بیض کو جمع لائے ہیں کیونکہ وہ لفظ کی طرف لوٹا رہے ہیں۔ حسن کا قول ہے ان کو شتر مرغ کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ شتر مرغ بھی اپنے انڈوں کو اپنے پروں میں چھپا لیتا ہے، ہوا کے بچاؤ سے اور گرد و غبار سے، اسی وجہ سے وہ انتہائی سفید ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ سب رنگوں میں خوبصورت رنگ سفید ہوتا ہے اور جس عورت کا رنگ سفید ہو وہ بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ "بیضاءُ" ان کے پینے کے پیالے سفید ہوتے ہیں اور عرب کے نزدیک سفیدی کو شتر مرغ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾

ترجمہ پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مرجاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاویں گے تو کیا ہم جزا سزا دیئے جاویں گے ارشاد ہوگا کہ کیا تم جھانک کر (اس کو) دیکھنا چاہتے ہو سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا اور اگر میرے رب کا مجھ پر فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا کیا تم بجز پہلی بار کے مرچکنے کے اب نہیں مریں گے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا یہ بیشک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔

تفسیر 50 "فاقبل بعضهم علٰى بعض يتساء لون" اہل جنت جنتیوں سے سوال کریں گے یا بعض کو بعض کے حالات جو دُنیا میں گزرے۔

51 "قال قائل منهم" یعنی اہل جنت ان میں سے کہیں گے۔ "انی کان لی قرین" کہ دُنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو قیامت کا منکر تھا۔

قرین سے کیا مراد ہے

مجاہد کا قول ہے قرین سے مراد ہے شیطان یعنی شیطان میرا ساتھی تھا۔ دوسرے مفسرین کے نزدیک قرین سے مراد انسان ہی ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ قرین سے مراد ہے بھائی اور بعض علماء کا قول ہے وہ دونوں دُنیا میں شریک تھے۔ ایک کافر تھا جس کا نام مطروس تھا۔ دوسرا مؤمن تھا جس کا نام یہودا تھا، انہی دونوں کے بارے میں سورۃ کہف کی آیت "واضرب لهم مثلاً رجلین"

52 "يقول ائنك لمن المصدقين" قیامت کے دن اُٹھنے کے بعد۔

53 "ء اذا متنا وكنا ترابًا وعظامًا ء انا لمدينون" ان کو بدلہ دیں گے اور ان کا محاسبہ کریں گے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔

54 "قال" اہل جنتیوں کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ "هل انتم مطّلعون" دوزخ والوں سے مطلع ہو اور بعض نے کہا مؤمن اپنے جنتی بھائی سے کہے گا کہ کیا تم دوزخ والوں سے آگاہ ہو اور کیا تم میرے دوزخی ساتھی کی جگہ دیکھو گے۔ اس سے جنتی کہے گا تم تو اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔

55 "فاطلع" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جنت میں کچھ دریچے ہوں گے جن میں اہل جنت دوزخیوں کو دیکھ سکیں گے۔ "فرأه في سواء الجحيم" وہ اپنے ساتھی کو دوزخ کے درمیان میں دیکھے گا۔ وسط الشی کو سواء اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے تمام اطراف کا فاصلہ برابر ہوتا ہے۔

56 "قال" اس کو دیکھ کر کہے گا۔ "تالله ان كدت لتردين" خدا کی قسم تو تو مجھے تباہ ہی کرنے کو تھا۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بہکا کر ہلاک کر دیتا۔

57 "ولو لا نعمة ربّی" میرے رب کی طرف سے رحمت اور انعام نہ ہوتا تو میں گمراہی سے نہ بچ سکتا۔ "لکنت من المحضرین" تو تیرے ساتھ دوزخ میں ڈال دیا جاتا۔

58 "افما نحن بمیتین"

59 "الا موتتنا الاولٰی" "اس موت کے جو دُنیا میں ہو چکی۔ "وما نحن بمعذبین" بعض نے کہا یہ اہل جنتی فرشتوں کو اس وقت کہیں گے جب موت کو ذبح کر دیا جائے گا کہ کیا ہم اب نہیں مریں گے، فرشتے ان سے کہیں گے نہیں۔

60 "انّ ھذا لھو الفوز العظیم" وہ کہیں گے کہ ان پر اللہ کی نعمت ہے کہ نہ ان کو موت آئے گی اور نہ ہی ان کو عذاب دیا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ یہ مؤمن کا قول ہے کہ یہ بطور توبیخ کے کلمہ کہے گا۔

61 "لمثل ھذا فلیعمل العاملون" اس مقام کے مثل یا ان نعمتوں کے مقابلے میں جو ہم نے ذکر کی ہیں کہ ان کیلئے رزق معلوم ہوگا۔ "فلیعمل العاملون"

62 "اذالک" جو ہم نے اہل جنت کے لیے ذکر کیا۔ "خیرٌ نزلاً أم شجرة الزقوم" وہ جو اہل دوزخ پر نازل ہوئی۔

زَقُّوم کسے کہتے ہیں؟

زقوم ایک برا درخت ہے، کھانے میں بہت ہی کڑوا دوزخ والے اس کو کھاتے وقت بہت ناپسندیدہ سمجھیں گے۔ دوزخیوں کو مجبور کر کے کھلایا جائے گا، انتہائی کراہت کے باوجود وہ زقوم کھانے پر مجبور ہوں گے۔ عربی محاورہ بولا جاتا ہے تزقم الطعام بڑی ناگواری اور دُشواری کے ساتھ اس نے کھانا کھایا۔ "نزل" ایسی چیز جو مہمان کے آتے ہی اس کے سامنے لائی جاتی ہے۔

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝63 اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝64 طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝65 فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝66 ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝67 ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِ۟لَى الْجَحِيْمِ ۝68 اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۝69 فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۝70 وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝71 وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝72 فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝73 اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝74

ترجمہ: ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے موجب امتحان بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن تو وہ لوگ اس سے کھاویں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے پھر ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جاوے گا پھر اخیر ٹھکانا ان کا دوزخ ہی طرف ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی میں پایا تھا پھر یہ بھی انہیں کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے اور ان سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر

گمراہ ہو چکے ہیں اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے۔ سو دیکھ لیجئے کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ہاں مگر جو خدا کے خاص کئے ہوئے بندے تھے۔

فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ کی تفسیر

تفسیر ⑥③ "انا جعلناها فتنة للظالمين" ظالمین سے مراد کافر لوگ ہیں۔ کافر کہا کرتے تھے آگ درخت کو جلا ڈالتی ہے، پھر درخت میں آگ کہاں سے ہوگی۔ ابن الزبعری کا بیان ہے کہ انہوں نے سرداران قریش سے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو زقوم سے ڈراتے ہیں حالانکہ بربری زبان میں زقوم کا معنی ہے مکھن اور کھجور۔ ابوجہل ان زبعری کو اپنے گھر میں لایا اور باندی سے کہا جاریہ ہمارے لیے زقوم لا، باندی مکھن اور کھجوریں لے آئیں۔ ابوجہل نے کہا کہ زقوم کھاؤ یہی وہ زقوم ہے جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو ڈراتے ہیں۔

⑥④ "انها شجرة تخرج في اصل الجحيم" قعر جہنم مراد ہے۔ حسن کا قول ہے کہ اس کی جڑ قعر جہنم اور اس کی ٹہنیاں دوزخ کے مختلف طبقات میں پھیلی ہوئی ہوں گی۔

⑥⑤ "طلعها" اس کے پھل، پھل کو طلع اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا طلوع یعنی خروج درخت سے ہوتا ہے۔

رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ سے کیا مراد ہے

"كانّه رؤس الشياطين" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ شیاطین سے مراد شیاطین (جن) ہی مراد ہیں کیونکہ لوگ کسی چیز کی انتہائی برائی ظاہر کرنے کے لیے اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ شیطان ہیں۔ اگرچہ شیاطین نظر نہیں آتے لیکن اس کی قبیح شکل وصورت تو ذہن میں متصور ہوتی ہے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا معنی ہے اور بعض کا قول ہے کہ شیاطین سے مراد سانپ ہیں اور عرب لوگ قبیح شکل وصورت کو کریہہ المنظر سانپ جن کے سروں پر بال ہوتے ہیں شاید اسی کراہت شکل اور ہیبت ناک صورت کی وجہ سے ان کو شیاطین کہا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بدصورت اور بہت کڑوا بدبودار آبادی میں پایا جاتا ہے جس کو عرب شیاطین کا سردار کہتے ہیں۔

⑥⑥ "فانهم لاٰكلون منها فمالئون منها البطون" ملء برتن کو اتنا بھرنا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ ہو۔ یعنی بھوک کے غلبہ کی وجہ سے یا کسی جابر کے جبر کی وجہ سے وہ پیٹ بھر کر زقوم کھائیں گے۔

⑥⑦ "ثم انّ لهم عليها لشوبًا" شوب آمیزش ملاوٹ والا۔ "من حميم" گرم پانی جس کی حرارت بہت زیادہ تیز ہو۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد ان کو بہت سخت پیاس جب لگے گی تو پانی طلب کریں گے۔ جب وہ کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور پیٹ میں پہنچ کر وہ زقومی غذا سے خلط ملط ہو جائیگا۔

68 "ثم ان مرجعھم" گرم پانی پینے کے بعد "لاالی الجحیم" پانی پلانے کے لیے ان کو گرم پانی کے قریب لے جایا جائے گا، پھر لوٹا کر جحیم میں لیجایا جائے گا، گرم پانی کا مقام جحیم سے باہر ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کر رہا ہے۔ "یطوفون بینھا وبین حمیم ان" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرح پڑھا ہے "ثم ان منقلبھم لاالی الجحیم"

69 "انھم الفوا" جب وہ پائیں گے۔ "آباء ھم ضالین"

70 "فھم علی آثارھم یھرعون" وہ تیزی کے ساتھ دوڑے جارہے ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ وہ ان کے اعمال کی طرح عمل کرتے ہیں۔

71 "ولقد ضلّ قبلھم اکثر الاوّلین" اس سے مراد گزشتہ اُمتیں ہیں۔

72 "ولقد ارسلنا فیھم منذرین"......

73 "فانظر کیف کان عاقبة المنذرین" اس سے مراد کافر ہیں۔ ان کا انجام دردناک عذاب ہے۔

74 "الا عباد اللّٰہ المخلصین" موحدین جو عذاب سے نجات یافتہ ہوں گے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿75﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿76﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿77﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿78﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿79﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿80﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿81﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿82﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿83﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿84﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا ذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿85﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿86﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿87﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿88﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿89﴾

ترجمہ: اور ہم کو نوح نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی اور ہم نے باقی ان ہی کی اولاد کو رہنے دیا اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو عالم والوں میں ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کردیا اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس واہیات چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں۔

تفسیر: 75 "ولقد نادانا نوح" حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا، اپنی قوم کے بارے میں۔ "انی مغلوب فانتصر (فلنعم المجیبون)" ہم نے ان کی دُعا کو سنا اور ان کی قوم کو ہلاک کردیا۔......

⑦⑥"ونجيناه و اهله من الكرب العظيم" بڑے غم سے نجات دلائی، غم سے مراد ہے قوم والوں کی طرف سے پہنچنے والا دُکھ اور تکلیفیں۔

⑦⑦"وجعلنا ذريته هم الباقين" قوم نوح کی نسل کے علاوہ اور کوئی نسل باقی نہیں رہی۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ کشتی سے اُترنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکوں اور ان کی بیبیوں کے علاوہ سب لوگ مرگئے۔ سعید بن مسیب کا قول ہے کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام، یافث۔ سام سے عرب، فارس، روم کے جد اعلیٰ ہوئے۔ حام کی نسل میں سارے افریقن ہیں اور یافث کی اولاد میں ترک، خرزیا، یاجوج ماجوج اور بلادِ شرقیہ کے رہنے والے۔

⑦⑧"وتركنا عليه في الاخرين" ان کے اچھے تذکرے اور ان کی تعریف کو باقی رکھیں گے، آنے والے انبیاء اور اُمتوں میں ان کا تذکرہ باقی رکھیں گے قیامت تک۔

⑦⑨"سلام على نوح في العالمين" ان پر ہماری طرف سے دونوں جہانوں میں سلامتی ہو۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کا تذکرہ بعد والوں میں چھوڑ دیں گے کہ وہ ان پر قیامت تک دُرود بھیجیں گے۔

⑧⓪"انا كذلك نجزى المحسنين" مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ ان کو احسان کے ساتھ بدلہ دیں گے اور وہ احسان دونوں جہانوں میں ان کا بہترین تذکرہ ہے۔

⑧①"انه من عبادنا المؤمنين"

⑧②"ثم اغرقنا الاخرين" اس سے کفار مراد ہیں۔

⑧③"وان من شيعته" اس سے مراد اہل دین وملت اور طریقہ ہے۔ "لابراهيم"

⑧④"اذ جاء ربّه بقلب سليم" جو خالص ہوں شرک وشک وشبہ سے۔

⑧⑤"اذ قال لابيه وقومه ماذا تعبدون" یہ استفہام توبیخ ہے۔

⑧⑥"ائفكا آلهة دون الله تريدون" یہ جھوٹ موٹ بہت ہی بڑا کذب ہے اور اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

⑧⑦"فما ظنكم برب العالمين" جب تم غیر اللہ کی پوجا کرتے ہو تو اس وقت تمہارا اللہ رب العالمین کے متعلق کیا گمان ہے۔

⑧⑧"فنظر نظرةً في النجوم"...... ⑧⑨ ......"فقال انى سقيم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ان کی قوم ستاروں کا علم سیکھتی تھی۔ ایسا معاملہ اس لیے اختیار کیا تاکہ وہ آپ کے انکار پر کچھ نہ کہیں۔ دوسرے دن ان کا عید کا دن تھا اور ان کے جمع ہونے کا دن تھا، وہ تہوار کے دن جانے سے پہلے اپنے بتوں کے پاس جاتے اور ان کے لیے بچھونا بچھاتے اور ان کے لیے طرح طرح کے کھانے ان کے سامنے بنا کر رکھتے۔

اور ان کا یہ گمان تھا کہ کھانا وہ متبرک کرتے ہیں۔ پھر میلے سے واپس آکر کھاتے ہیں تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے کہ کیا کل آپ ہمارے ساتھ میلے میں چلیں گے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا اور

کہا کہ میں بیار ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس کا معنی ہے کہ میں طاعون زدہ ہوں۔ چونکہ وہ لوگ طاعون زدہ سے بھاگتے تھے۔ حسن نے کہا کہ اس کا معنی ہے میں مریض ہوں۔ مقاتل نے بیان کیا کہ مجھے تکلیف ہے۔ ضحاک کا بیان ہے کہ میں عنقریب بیار ہونے والا ہوں۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾

ترجمہ غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ان کے بتوں میں جا گھسے اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو کیا ہوا تم تو بولتے بھی نہیں ہو پھر ان قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے ابراہیم نے فرمایا کہ کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لئے آتش خانہ تعمیر کرو اور ان کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برائی کرنی چاہی سو ہم نے ان ہی کو نیچا دکھایا اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا۔

تفسیر ﴿۹۰﴾ **"فتولوا عنه مدبرين"** جب وہ اپنے میلے پر چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت خانے میں داخل ہوئے اور بتوں کو توڑ دیا۔

﴿۹۱﴾ **"فراغ الى آلهتهم"** پھر ان کی طرف سے خفیہ طور پر واپس آئے۔ راغ نہیں فرمایا۔ راغ کہتے ہیں چالاکی سے مڑ جانا۔ **"فقال"** بطور استہزاء کے بتوں سے کہا۔ **"الا تاكلون"** اس کھانے کو کیوں نہیں کھاتے جو تمہارے سامنے ہے۔

﴿۹۲﴾ **"مالكم لاتنطقون"**......

﴿۹۳﴾ **"فراغ عليهم ضربًا باليمين"** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دائیں ہاتھ کے ساتھ ان کو شدید ضرب لگائی کیونکہ کام کاج میں دایاں ہاتھ بائیں سے زیادہ اقویٰ ہے۔ بعض نے کہا کہ بالیمین سے مراد ہے مضبوطی کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ یمین سے مراد قسم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قسم کھائی تھی اور کہا تھا **"تاللّٰه لاكيدن اصنامكم بعد ان تولوا مدبرين"**

﴿۹۴﴾ **"فاقبلوا اليه"** ابراہیم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ **"يزفون"** بھاگتے ہوئے جلدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تاکہ ان کو گرفتار کریں۔ اعمش اور حمزہ نے یا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے، دونوں لغات ہیں۔ بعض نے کہا کہ یاء کے ضمہ کے ساتھ کہ وہ جلدی سے بتوں کو جانوروں پر سوار کرنے والے ہیں۔

95 "قال" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے دلیل بیان کرتے ہوئے کہا "اتعبدون ماتنحتون" کیاتم انہی کی پوجا کرتے ہو جن کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو۔

96 "واللہ خلقکم وما تعملون" تمہارے ہاتھوں کا بتوں کو تراشنے والا عمل۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بندوں کے افعال بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے۔

97 "قالوا ابنوا له بنیانًا فالقوه فی الجحیم" وہ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لیے ایک آتش خانہ تعمیر کرو۔ اس میں اس کو ڈال دو۔ مقاتل نے کہا کہ قوم ابراہیم نے پتھروں کا ایک احاطہ قائم کیا، دیواروں کی بلندی تیس ہاتھ اور چوڑائی دس ہاتھ رکھی۔ پھر اس احاطہ میں لکڑیاں بھر دیں اور لکڑیوں میں آگ لگا دی۔

98 "فارادوا به کیدًا" کیدًا سے مراد شر ہے۔ وہ شر یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیں۔ "فجعلناهم الاسفلین" ان کو ذلیل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سالم کر دیا اور ان کے مکر کو رد کر دیا۔

99 "وقال" ابراہیم علیہ السلام نے کہا "انی ذاهب الی ربی" میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اس دار الکفر سے ہجرت کرنے والا ہوں اور جہاں میرے رب کی رضا ہوگی وہیں رہوں گا۔ پھر آگ سے نکلنے کے بعد کہنے لگے۔ جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا "انی مهاجر الی ربی"...... (سیهدین) جس طرف مجھے میرے رب نے جانے کا حکم دیا ہے اور وہ شام کا ملک ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب ارض مقدسہ میں پہنچے تو اپنے رب سے ولد کے متعلق دُعا کی۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ: اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک نیک فرزند کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو بامر الٰہی ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تامل) کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔ غرض جب دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کیلئے) کروٹ پر لٹایا اور چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں۔

تفسیر: 100 "ربّ هب لی من الصالحین" یعنی مجھے لڑکا دیجئے جو نیک صالح ہو۔

101 "فبشرناه بغلام حلیم" وہ بچپن میں غلام اور بڑے ہونے کے وقت حلیم ہے۔ اس میں خوشخبری ہے کہ وہ نبی ہی ہوں گے اور وہ زندہ رہیں گے اور وہ بڑھاپے تک پہنچیں گے۔ یہاں تک کہ حلم تک پہنچ جائیں۔

⑩ "فلما بلغ معه السعي" ابن عباس رضی اللہ عنہما وقتادہ کا بیان ہے کہ مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ پہاڑ کی طرف چلنے۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے کے قابل ہو گئے۔ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ بٹانے لگے اور ان کے کاموں میں مددگار ہونے لگے۔ کلبی کا بیان ہے کہ وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے تھا۔ یہی قول حسن، مقاتل بن حیان اور ابن زید کا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔ اس وقت ان کی عمر میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی اور بعض نے کہا کہ سات سال کی عمر تھی۔ "قال یا بنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک"

ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ کون تھے۔ اہل کتاب کے اتفاق رائے میں ہے کہ اسحاق ذبیح اللہ ہیں اور ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے کہ اسحاق ذبیح اللہ ہیں۔ صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور تابعین میں سے کعب احبار، سعید بن جبیر، قتادہ اور مسروق، عکرمہ، عطاء، مقاتل، زہری اور سدی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی روایت عکرمہ کی سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ شام میں وقوع پذیر ہوا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ملک شام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا خواب دکھایا گیا تھا۔ آپ اسحاق علیہ السلام کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف چل دیئے اور ایک مہینے کی مسافت صبح سے دوپہر تک طے کر کے قربان گاہ منٰی میں پہنچ گئے۔ پھر جب اللہ نے آپ کو (بجائے اسحاق علیہ السلام کے) مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور آپ علیہ السلام نے مینڈھا ذبح کر دیا تو دوپہر سے شام تک ایک ماہ کی راہ آدھے دن میں چل کر شام میں پہنچ گئے۔ آپ کے لیے اللہ نے وادیوں اور پہاڑوں کو لپیٹ دیا۔ جن لوگوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانا ہے وہاں دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور اسی طرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گئے ہیں۔ یہی قول سعید بن مسیب، شعبی، حسن بصری، مجاہد، ربیع بن انس، محمد بن کعب القرظی کا بیان ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ یہ روایت عطاء بن ابی رباح یوسف بن ماہک ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ مفدی کا قول ہے کہ ذبیح اللہ سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

یہ دونوں قول آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ جن حضرات کے نزدیک حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں "فبشرناه بغلام حليم"...... "فلما بلغ معه السعي" ذبح کرنے کا حکم دیا جس کے بارے میں خوشخبری دی ہے اور قرآن میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے سوا کسی کی خوشخبری نہیں دی گئی۔ جیسا کہ سورۃ ہود میں ہے۔ "فبشرناه باسحاق"

جن حضرات کے نزدیک حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کو بشارت دی اور فرمایا "فبشرناه باسحاق نبیا من الصالحین" یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مذبوح اور ہیں۔ اسی طرح سورۃ ہود میں ارشاد فرمایا "فبشرناھا باسحاق ومن وراء اسحاق یعقوب" جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی تو ان کے ساتھ ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی، کیسے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ کہا جا سکتا ہے؟ حالانکہ ان کو بیٹے کی خوش خبری دی گئی۔

قرظی کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک یہودی عالم سے دریافت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے کس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہودی عالم نے کہا اسماعیل علیہ السلام کو، پھر کہا امیر المؤمنین یہودی اس بات کو جانتے ہیں لیکن اے قوم عرب! یہودیوں کو اس بات میں حسد ہوتا ہے کہ وہ تمہارے باپ کو ذبیح اللہ مانیں۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اسحاق علیہ السلام تھے۔ اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ مینڈھا جس کی قربانی کی گئی تھی اس کے دونوں سینگ کعبہ کے اندر آویختہ تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قبضہ میں تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر اور حجاج کی لڑائی میں کعبہ کو آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شروع اسلام میں مینڈھے کا سر مع سینگوں کے معلق تھا اور میزاب کعبہ خشک تھا۔ اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے ابوعمرو بن علاء سے پوچھا، ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام؟

ابوعمرو نے کہا اصمعی تمہاری عقل کہاں چلی گئی، اسحاق علیہ السلام مکہ میں کب تھے، اسماعیل علیہ السلام نے ہی تو اپنے باپ کے ساتھ مل کر کعبہ بنایا تھا۔ باقی رہی بات ذبح والے قصہ کی۔ سدی کا قول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور فرمایا "ربّ ھب لی من الصالحین" اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما اور اس کی خوشخبری دی۔ فرمایا بشارت آتے ہی آپ نے نذر مانی، فرمایا اللہ کے لیے قربان کیا جائے گا۔ جب بچہ پیدا ہوا اور وہ چلنے کے قابل ہوا تو حکم ہوا کہ اپنی نذر کو پورا کیجئے، یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا چلو اللہ کے لیے قربانی کریں گے، حضرت اسماعیل علیہ السلام رسی اور چھری لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چل دیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو پہاڑوں میں لے گئے۔ پہاڑوں میں پہنچ کر بیٹے نے پوچھا، ابا جان! آپ کی قربانی کا جانور کہاں ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے قربان کر رہا ہوں۔

"قال یا بنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ قال یا ابت افعل ما تؤمر"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب کب آیا

محمد بن اسحاق نے بیان کیا جب حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کے پاس جانا چاہتے تھے تو براق پر سوار ہو کر صبح کو شام سے روانہ ہوتے اور دوپہر کو مکہ میں پہنچ کر قیلولہ کرتے۔ پھر جب مکہ سے واپس آتے تو دوپہر کے بعد چل کر شام کو شام میں پہنچ جاتے اور یہیں رات گزارتے تھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو آرزو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے وابستہ تھی کہ اپنے رب کی عبادت اور حرمات الٰہیہ کی تعظیم کریں گے۔ اس کے پورا ہونے کی اُمید ہوگئی تو خواب میں آپ کو حکم دیا گیا کہ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کردو۔ اس حکم کی صورت یہ ہوئی کہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کی شب میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ نے اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ صبح کو اُٹھے تو سوچ میں پڑ گئے (کہ کیا یہ حکم خداوندی تھا) صبح سے شام تک اسی سوچ میں رہے کہ یہ خواب رحمانی ہے یا شیطانی، اسی لیے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ (سوچ کا دن) کہا جاتا ہے۔ جب شام ہوگئی اور آپ سو گئے تو دوسری بار بھی آپ نے وہی پہلا خواب دیکھا۔ جب صبح کو اُٹھے تو پہچان گئے کہ یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی لیے اس (نویں) تاریخ کو عرفہ (پہچاننے کا دن) کہا جاتا ہے۔ "**كذا اخرج البيهقي في شعب الايمان من طريق الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس**" محمد بن اسحاق وغیرہ کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: رسی اور چھری لے لو، ہم اس گھاٹی میں لکڑیاں جمع کرنے جارہے ہیں۔ جب کوہ ثبیر کی گھاٹی میں پہنچے تو تنہائی ہوئی تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس حکم کی اطلاع دی جو آپ علیہ السلام کو ملا تھا۔

مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین رات یہی خواب دیکھے۔ آخر جب آپ کو یقین آ گیا کہ یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے۔

(**ماذا ترى**) حمزہ اور کسائی نے تری تاء کے ضمہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا یعنی کس طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا تاکہ اللہ ان کے صبر کو جان لیں اور اس نیکی پر آپ کی عزیمت حاصل ہو جائے۔ باقی واقعہ گزر گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا (**ستجدني ان شاء الله من الصابرين**)

(۱۰۳) "**فلما اسلما**" جب دونوں نے اللہ کے حکم کو مان لیا اور امر خداوندی کے سامنے جھک گئے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی جان کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ کی تفسیر

"**وتله للجبين**" اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹا دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا

بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا۔ اسماعیل علیہ السلام نے باپ سے کہا: ابا! میرے بندھن کس کر باندھنا تاکہ میں تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑے میری طرف سے سمیٹے رکھنا تاکہ میرا خون اُچھل کر آپ کے کپڑوں پر نہ پڑ جائے اور میرے اجر میں کمی آ جائے اور ان کے خون کو دیکھ کر میری ماں رنجیدہ ہو جائے اور چھری کو تیز کر لینا اور میرے حلق پر تیزی سے چلا دینا تاکہ میرے لیے دُشواری نہ ہو کیوں کہ موت سخت چیز ہے اور آپ جب میری ماں کے پاس جائیں تو ان کو میرا سلام کہنا اور اگر آپ میرا کرتہ میری ماں کے پاس لے جانا چاہتے ہوں تو لے جائیں، اس سے ان کو بڑی تسلی ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرے پیارے بیٹے! اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے تو میرا بہت اچھا مددگار ہے۔ پھر بیٹے نے جو کچھ کہا تھا، باپ نے ویسا ہی کیا۔ اوّل بیٹے کو پیار کیا، پھر باندھ دیا اور رونے لگے، پھر اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری رکھ دی لیکن چھری سے حلق پر نشان بھی نہ پڑا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حلق پر چھری تیزی سے چلانے لگے لیکن چھری کچھ نہ کاٹ سکی۔ آپ علیہ السلام نے چھری کو دو تین بار پتھر سے تیز کیا لیکن چھری (کچھ بھی) نہ کاٹ سکی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوت کے ساتھ کئی بار اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری چلائی لیکن چھری نے (کچھ بھی) نہیں کاٹا۔ اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر اللہ نے تانبے کی تختی لگا دی (جس پر چھری کا کوئی اثر ہی نہیں ہوا) اہل روایت نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس وقت کہا: ابا! مجھے چت کر دو۔ آپ کی نظر میرے چہرہ پر پڑے گی تو آپ کو پیار آ جائے گا اور آپ کے دل میں رقت پیدا ہو جائے گی جو حکم کی تعمیل میں رُکاوٹ پیدا کر دے گی اور چھری پر میری نظر پڑے گی تو بیتابی بے قراری میرے اندر پیدا ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور جب گردن پر چھری رکھی تو چھری (کی دھار) لوٹ گئی۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منہ کے بل لٹایا تھا۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

محمد بن اسحاق نے اپنے رواۃ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تو شیطان نے کہا: اگر میں اس وقت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں کو نہ بہکا سکا تو پھر کبھی ان کی اولاد میں سے کسی کو نہ بہکا سکوں گا۔ یہ ارادہ کر کے وہ لڑکے کی ماں (حضرت ہاجرہ) کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: کیا تم کو معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تمہارے بیٹے کو کہاں لے گئے ہیں؟ ماں نے کہا: دونوں اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے بلکہ ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ ماں نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا، وہ تو بیٹے سے بہت پیار کرتے ہیں اور ان کے دل میں بیٹے کی بڑی محبت ہے۔ شیطان نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اسماعیل علیہ السلام کو

ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ ماں نے کہا: اگر ان کے رب نے یہ حکم دیا ہے تو حکم رب کی اطاعت کرنی ہی بہتر ہے۔ شیطان یہاں سے (مایوس ہوکر) بیٹے کے پاس پہنچا۔ بیٹا اس وقت باپ کے پیچھے پیچھے جارہا تھا۔ شیطان نے اس سے کہا لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ تم کو کہاں لے جارہا ہے؟ لڑکے نے کہا: ہم گھر کے لیے ایندھن کی لکڑیاں اس گھاٹی سے لینے جارہے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! اس کا مقصد یہ نہیں بلکہ وہ تم کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ لڑکے نے کہا: کیوں؟ شیطان نے کہا: اس کا خیال ہے کہ اس کے رب نے اس کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ لڑکے نے کہا: ایسا ہے تو اس کو اپنے رب کے حکم کی اطاعت بسر و چشم کرنی ضروری ہے (میں بھی اس پر راضی ہوں)۔

جب لڑکے نے شیطان کا مشورہ نہ مانا تو شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگا: شیخ! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں ایک کام سے اس گھاٹی میں جانا چاہتا ہوں۔ شیطان بولا: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ شیطان نے خواب میں آکر تم کو اپنے لڑکے کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت پہچانے کہ یہ شیطان ہے، بولے، دشمن خدا! میرے پاس سے ہٹ جا، میں ضرور ضرور اپنے رب کے حکم پر عمل کروں گا۔ شیطان غضبناک ہوکر لوٹ گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کے معاملے میں کچھ بھی کامیاب نہ ہوسکا، اللہ نے ان سب کو شیطان سے محفوظ رکھا۔

ابوالطفیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کردینے کا حکم دیا گیا (تو) اس مشعر پر شیطان (روکنے کیلئے) آپ کے سامنے آگیا لیکن آپ آگے نکل چکے تھے۔ پھر آپ جمرۂ عقبہ پر پہنچے وہاں بھی شیطان سامنے آگیا۔ آپ نے اس کے سات پتھریاں ماریں، شیطان چلا گیا۔ پھر آپ جمرۂ وسطیٰ پر پہنچے وہاں بھی شیطان آگے آگیا۔ آپ نے اس کے سات کنکریاں ماریں، شیطان چلا گیا اور پھر جمرۂ کبریٰ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو پایا، یہاں بھی آپ نے اس کے سات سنگ ریزے مارے اور شیطان چلا گیا۔ اس کے بعد آپ اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے چل دیئے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کا حکم بجالائے۔ "فلما اسلما وتله للجبین"

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾

ترجمہ: اس وقت ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا (وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں حقیقت میں یہ تھا بڑا امتحان۔

تفسیر: ﴿١٠٤﴾ "ونادیناہ أن یا ابراھیم" اس میں واو زائد ہے۔

﴿١٠٥﴾ "قد صدقت الرؤیا" یہاں پر کلام تام ہوگیا۔ پھر آگے ارشاد فرمایا:

"انا کذلک نجزی المحسنین" جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو جزا دی ثواب عظیم ذبح کا عطا کیا اور ذبح اسماعیل علیہ السلام سے درگزر کی اور سارے جہاں پر ان کو برتری عنایت کی۔ اسی طرح ہم تمام نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے

ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا اور ان کے بیٹے کو ذبح کرنے سے معاف کر دیا۔

۱۰۶ "ان ھذا لھو البلاء المبین" ظاہر کو اختیار کیا چونکہ اس کے ذریعے سے ظاہر ہو جاتا ہے انسان کا مخلص و غیر مخلص ہونا۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بلاء سے مراد نعمت ہے۔ اللہ نے بیٹے کی جگہ مینڈھے کو ذبح کرنے کا حکم اللہ کا بڑا انعام ہے۔

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال: صدقت الرؤیا کیسے فرما دیا حالانکہ انہوں نے اس کو ذبح نہیں کیا؟

جواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب کو بایں طور سچا کر دکھایا کہ ان کے نزدیک جس کا اختیار تھا وہ پورا کر لیا اور مطلوب یہاں ان دونوں کا تسلیم ہو جانا ہے اور وہ ان دونوں سے متحقق ہو گیا۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب صرف یہ دیکھا تھا کہ میں بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں، خون بہاتے نہیں دیکھا تھا۔ بیداری میں اس کو پورا کر دیا۔ اس مطلب پر تصدیق رؤیا کا حقیقی مفہوم مراد ہوگا اور اول مطلب پر مجازی معنی مراد ہوگا۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۱۰۷ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۱۰۸ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۱۰۹ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۱۱۰ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۱۱ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۱۱۲ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۱۱۳ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۱۱۴ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۱۱۵ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۱۱۶

ترجمہ: اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ ان کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے اور ہم نے (ایک انعام ان پر یہ کیا) کہ ان کو اسحاق کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں اور (پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور بعضے ایسے بھی جو (بدیاں کر کے صریح) اپنا نقصان کر رہے ہیں اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے۔

تفسیر ۱۰۷ "وفدیناہ بذبح عظیم" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اوپر آسمان کی طرف دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نظر آئے جن کے ساتھ ایک سینگوں والا مینڈھا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے بیٹے کا فدیہ ہے اس کی قربانی کر دیجئے۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے تکبیر کہی اور مینڈھے نے بھی تکبیر کہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے نے بھی تکبیر کہی۔ پھر منیٰ کی قربان گاہ میں جا کر مینڈھے کو ذبح کر دیا۔ بجائے بیٹے کے فدیہ پیش کرنے والے تو حقیقت میں حضرت

ابراہیم علیہ السلام تھے لیکن قربانی کا جانور اللہ کا عطا کردہ تھا اور اللہ ہی نے جانور کے بجائے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اس لیے "فدینٰہ" میں فعل فدیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی۔

اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا بیان ہے کہ وہ مینڈھا جنت کے اندر چالیس خریف رہا تھا۔ سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس مینڈھے کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی پیش کی تھی۔ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل نے قربانی پیش کی تھی۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کو عظیم ہونے کا حق تھا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس کا نام عظیم تھا کیونکہ وہ متقبول تھا۔ حسین بن فضل کا بیان ہے اس کے عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے تھا۔ بعض نے کہا کہ وہ عظیم تھا باعتبار ثواب کے۔

⑩⑧ "وترکنا علیہ فی الاٰخرین" یعنی ان کا ذکر خیر آنے والوں میں رکھیں گے۔

⑩⑨ "سلام علٰی ابراھیم"......

⑪⓪ "کذلک نجزی المحسنین"......

⑪① "انہ من عبادنا المؤمنین"

⑪② "وبشرناہ باسحاق نبیا من الصالحین" جنہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دیا۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اس قصہ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کو نبی ہونے کی بشارت دی اور جو حضرات حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتے ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی نبوت کی خوشخبری سنائی۔ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ ان کو دو مرتبہ خوش خبری دی گئی۔ ایک مرتبہ ان کی پیدائش اور دوسری مرتبہ ان کو نبوت ملنے کے وقت۔

⑪③ "وبارکنا علیہ" حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں "وعلی اسحاق" ان کی نسل سے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہوئے۔ "ومن ذریتھما محسن" اس سے مؤمن ہونا مراد ہے۔ "وظالم لنفسہ" اور وہ ناشکرے ہیں۔ "مبین" اور ان کا کفر ظاہر ہے۔

⑪④ "ولقد مننا علٰی موسٰی و ھارون" اور ہم نے آپ کو نبوت جیسی نعمت عطا فرمائی۔

⑪⑤ "ونجینا ھما وقومھما" اس سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ "من الکرب العظیم" بڑا غم تھا اور وہ بڑا غم فرعون سے بچنے کا تھا کہ اللہ ان کو فرعون سے دور کردے اور بعض نے کہا کہ غرق ہونے والا غم۔

⑪⑥ "ونصرناھم" اس سے مراد موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور ان دونوں کی قوم ہے۔ "فکانوا ھم الغالبین" قبطیوں پر غالب ہوجائیں گے۔

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ پر قائم رکھا اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے اور الیاس بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔

تفسیر ﴿۱۱۷﴾ "واٰتینٰھما الکتاب المستبین"......

﴿۱۱۸﴾ "وھدیناھما الصراط المستقیم"......

﴿۱۱۹﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

﴿۱۱۹﴾ "واتینھما الکتاب المستبین" یعنی ایسی کتاب دی جس میں اللہ کے احکام کھول کر بیان کیے گئے۔

"وھدینا ھما الصراط المستقیم"......"وترکنا علیھما الاخرین"......

﴿۱۲۰﴾ "سلام علٰی موسٰی و ھارون"......

﴿۱۲۱﴾ "انّا کذٰلک نجزی المحسنین،

﴿۱۲۲﴾ انھما من عبادنا المؤمنین"

﴿۱۲۳﴾ (وان الیاس لمن المرسیلن)

حضرت الیاس کا ذکر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الیاس، ادریس ہی تھے (دونوں نام ایک ہی پیغمبر کے تھے) مصحف ابن مسعود میں "وان ادریس لمن المرسلین" لکھا ہوا تھا۔ عکرمہ کا قول بھی یہی ہے۔ باقی دوسرے علماء قائل ہیں کہ الیاس، ادریس کے علاوہ ایک اسرائیلی پیغمبر تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الیاس، حضرت الیسع کے چچا کے بیٹے تھے۔

محمد بن اسحاق نے حضرت الیاس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے: الیاس بن بشیر بن فنحاص بن عیراز بن ہارون بن عمران۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے: اصحاب روایت کہتے ہیں کہ جب الیاس سے پہلے جو پیغمبر تھے، ان کی وفات ہوگئی تو بنی اسرائیل میں نئی

نئی بدعتیں بڑھ گئیں، شرک پھیل گیا، بت نصب کر دیئے گئے، بتوں کی پوجا ہونے لگی۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے الیاس کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام کی بعثت اس غرض سے ہوتی تھی کہ توریت کے بھولے ہوئے احکام کو از سر نو تازہ کر دیا جائے۔ بنی اسرائیل شام میں پھیلے ہوئے تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت یوشع بن نون نے جو ملک شام فتح کیا تھا تو وہاں بنی اسرائیل کو بسا دیا تھا اور ان میں سے ایک سبط (خاندان) کو بعلبک اور اس کے اطراف میں آباد کر دیا تھا، انہی میں سے الیاس پیغمبر ہوئے۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے الیاس علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اس زمانہ میں بعلبک کا بادشاہ اجب تھا۔ اجب نے بنی اسرائیل کو بت پرستی پر مجبور کیا کیونکہ وہ خود بت پرست تھا، بعل نامی بت کی پوجا کرتا تھا۔ یہ بت دس ہاتھ لمبا تھا اور اس کے چار منہ تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے تنہا اللہ کی عبادت کی، ان کو دعوت دیتے تھے لیکن آپ کی بات کوئی نہیں سنتا تھا، صرف بادشاہ کے حکم کو مانتے تھے اور بادشاہ بت کو مانتا اور اس کی پوجا کو صحیح قرار دیتا تھا۔ الیاس علیہ السلام بادشاہ کو بھی راہِ راست دکھاتے اور اس کے احکام کی درستی کرتے رہتے تھے۔ بادشاہ کی ایک بیوی تھی جس کا نام ازبیل تھا۔ بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی لڑائی پر یا اور کسی غرض سے ملک سے باہر جاتا تھا تو ازبیل کو اپنا جانشین بنا جاتا تھا۔ عورت باہر نکل کر حکومت کرتی تھی اور انبیاء کی (بڑی دشمن اور) زبردست قتالہ تھی۔

کہا جاتا ہے کہ یحییٰ بن زکریا پیغمبر کو بھی اسی نے قتل کرایا تھا۔ اس کا ایک پیشکار تھا جو دانش مند مردِ مؤمن تھا، اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے تین سو انبیاء علیہم السلام کو جن کو قتل کرنے کا ازبیل نے ارادہ کر لیا تھا۔ اس قتالہ کے پنجے سے رہائی دلائی تھی اور جن انبیاء علیہم السلام کو یہ قتالہ قتل کر چکی تھی، ان کو تو قتل کر چکی تھی (ان کا تو ذکر ہی نہیں) یہ عورت بجائے خود باعصمت بھی نہیں تھی۔ سات اسرائیلی پیغمبروں سے نکاح کر چکی تھی اور ہر ایک کو دھوکے سے اس نے قتل کر دیا تھا۔ اس کی عمر بہت تھی، روایت میں آیا ہے کہ اس کی ستر اولادیں ہوئیں۔

بادشاہ اجب کا ایک ہمسایہ بڑا مردِ صالح تھا جس کا نام مزدکی تھا۔ اس کا ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا جس پر اس کا گزر بسر تھا۔ اسی کی درستی اور اصلاح میں وہ مشغول رہتا تھا۔ یہ باغیچہ شاہی قصر کے برابر تھا، بادشاہ اور اس کی بیگم دونوں اس باغیچہ میں سیر و تفریح کرتے، وہاں کھاتے پیتے اور غسل کرتے تھے۔ اجب اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرتا تھا لیکن اس کی بیوی ازبیل ہمسایہ سے جلتی تھی اور کسی حیلے بہانے سے اس کو قتل کر دینا چاہتی تھی تا کہ باغیچہ چھین لے کیونکہ لوگوں میں باغیچہ کی بڑی شہرت تھی اور لوگ اس کی خوبصورتی کی بہت تعریف کرتے تھے۔ اجب اپنی بیوی کو روکتا رہتا تھا۔ اس لیے بی بی کو مقصد براری کا کوئی راستہ نہیں ملتا تھا ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ بادشاہ دور کے سفر پر چلا گیا اور طویل مدت تک اپنے ملک سے غیر حاضر رہا۔ ازبیل نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کچھ لوگوں کو حکماً اس امر پر آمادہ کر لیا کہ وہ مزدکی کے خلاف شہادت دیں اور یہ کہیں کہ مزدکی نے بادشاہ کو ہمارے سامنے گالی دی ہے۔ اس زمانہ کا یہ قانون تھا کہ بادشاہ کو گالی دینے والے کی سزا قتل تھی۔ ملکہ نے شہادت مرتب کر لی تو مزدکی کو طلب کیا اور اس سے کہا: تو نے بادشاہ کو گالی دی ہے، مجھے یہ اطلاع ملی ہے۔ مزدکی نے انکار کیا تو ملکہ نے گواہوں کو بلوایا، گواہوں

نے مزدکی کے خلاف جھوٹی شہادت دی۔ ملکہ نے مزدکی کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور اس کے باغیچے پر خود قبضہ کر لیا۔ اس بندۂ صالح کے (ناحق، ظلماً) قتل کیے جانے پر وہ لوگ غضب خداوندی میں مبتلا ہو گئے۔ بادشاہ سفر سے واپس آیا تو ملکہ نے اس کو یہ خبر سنائی۔ بادشاہ نے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ ہم آئندہ فلاح نہیں پائیں گے۔ ایک مدت سے وہ ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور ہم نے بھی اس کا پڑوس اچھی طرح نبھایا تھا اور ہر طرح کی ایذا رسانی کو اس سے دور رکھا تھا کیوں کہ اس کا حق ہم پر واجب تھا لیکن تو نے بدترین سلوک کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیا۔ عورت بولی: مجھے تو آپ کی وجہ سے غصہ آیا اور آپ ہی کے فیصلہ کے موافق میں نے فیصلہ کیا۔ بادشاہ نے کہا: کیا تیرے لیے برداشت کی گنجائش نہ تھی کہ اس کے حق ہمسائیگی کا لحاظ کرتی؟ عورت نے کہا: اب تو جو کچھ ہو گیا، سو ہو گیا۔ اللہ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو شاہ اجب اور اس کی قوم کے پاس یہ اطلاع دینے کے لیے بھیجا کہ اللہ کے ولی کو جب لوگوں نے ظلم سے قتل کر دیا تو اس حرکت سے اللہ سخت ناراض ہو گیا اور اس نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اگر بادشاہ اور اس کی ملکہ اپنی حرکت سے توبہ نہیں کریں گے اور باغیچہ مزدکی کے وارثوں کو لوٹا کر نہیں دیں گے تو اللہ ان کو تباہ کر دے گا اور باغیچہ کے اندر ہی دونوں کی مُردار لاشیں پھینک دے گا کہ ان کی ہڈیاں گوشت سے ننگی ہو جائیں گی۔

الیاس علیہ السلام نے حسب الحکم یہ پیام پہنچا دیا۔ بادشاہ یہ بات سن کر سخت غضبناک ہو گیا اور کہنے لگا: الیاس! تو جس بات کی مجھے دعوت دے رہا ہے، وہ غلط ہے۔ فلاں فلاں بادشاہوں نے ہماری طرح بتوں کی پوجا کی، اس کے باوجود وہ کھاتے رہے، مزے اُڑاتے رہے، حکومت کرتے رہے اور جس بات کو تو باطل (غلط اور بے حقیقت) قرار دے رہا ہے، ان کو اس باطل پرستی سے کوئی دنیوی نقصان نہیں پہنچا اور ہم اپنے خیال میں ان سے برتر نہیں ہیں۔ غرض بادشاہ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو قتل کرنے اور دُکھ پہنچانے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو جب بادشاہ کی شرارت کا احساس ہو گیا تو آپ اس کو چھوڑ کر چل دیئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ بادشاہ دوبارہ بعل کی پوجا کرنے لگا۔ الیاس علیہ السلام کسی بڑے اونچے دُشوار گزار پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں ایک غار میں داخل ہو گئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ سات برس آپ خوف (اور خانہ بدوشی) کی حالت میں چھپتے پھرتے، زمین کی گھاس اور درختوں کے پھل کھا کھا کر گزار دیئے۔ بادشاہ کے آدمی آپ کی تلاش میں رہے، آپ کے پیچھے جاسوس بھی لگا دیئے لیکن اللہ نے آپ کو پوشیدہ رکھا۔

سات سال پورے ہو گئے تو اللہ نے آپ کو برآمد ہونے اور قوم سے انتقام لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ چنانچہ اجب کا سب سے پیارا بیٹا جو باپ کا بہت زیادہ ہم شکل تھا، بحکم خدا اتنا سخت بیمار ہو گیا کہ باپ کو اس کی طرف سے نا اُمیدی ہو گئی۔ اجب نے اپنے معبود بعل سے دُعا کی (لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا) اجب اور اس کی رعایا، سب بعل کی پرستش میں مبتلا تھے، اس کی تعظیم اس حد تک کرتے تھے کہ اس کی نگرانی اور خدمت کے لیے چار سو مجاور مقرر کر رکھے تھے جن کو وہ انبیاء کہتے تھے۔ شیطان بعل کے پیٹ میں گھس کر بولتا تھا اور یہ خدام کان لگا کر اس کا کلام سنتے تھے۔ شیطان کوئی گمراہ کن قانون مجاوروں کے دلوں میں ڈال دیتا تھا اور مجاور وہ حکم لوگوں کو بتا دیتے تھے، اسی لیے ان مجاوروں کو انبیاء کہا جاتا تھا۔

شہزادے کی بیماری جب شدت پکڑ گئی تو اس نے مجاوروں سے درخواست کی کہ بعل سے اس کے بیٹے کی صحت کے لیے سفارش کریں۔ مجاوروں نے بعل سے دُعا کی لیکن بعل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اللہ نے شیطان کو بت کے اندر گھسنے سے روک دیا، اس لیے بت بول نہ سکا اور مجاور اس کے سامنے گڑگڑاتے رہے۔ جب مجاوروں کو زاری کرتے زیادہ وقت ہوگیا (اور کوئی نتیجہ نہ نکلا، یہاں تک کہ بت نے کوئی بات بھی نہ کی) تو لوگوں نے اجب سے کہا: اطراف شام میں کچھ معبود اور ہیں، آپ ان انبیاء کو ان کے پاس بھیجئے تاکہ وہ بعل سے سفارش کردیں۔ بعل آپ سے سخت ناراض معلوم ہوتا ہے، اگر ناراض نہ ہوتا تو جواب ضرور دیتا اور آپ کی دُعا قبول کر لیتا۔ اجب نے کہا: بعل مجھ سے ناراض کیوں ہے؟ میں تو اس کی پوجا کرتا اور اس کے حکم کو مانتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: بعل کی ناراضی کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اب تک الیاس کو قتل نہیں کیا۔ اس کے قتل کرنے میں آپ سے کوتاہی ہوئی کہ وہ صحیح سالم بچ کر چلا گیا اور وہ آپ کے معبود کا منکر ہے۔ اجب نے کہا: میں الیاس کو کیسے قتل کرسکتا ہوں؟ میں تو اپنے بیٹے کی بیماری میں لگا ہوا ہوں۔ میری یہی مشغولیت الیاس کی تلاش سے روک رہی ہے اور الیاس کا مقام بھی مجھے معلوم نہیں کہ وہاں سے اس کو گرفتار کرلیا جائے۔ میرا بیٹا اچھا ہوجائے تو الیاس کو ڈھونڈنے کی مجھے فراغت مل جائے گی۔ پھر میں اس کو کہیں پاکر قتل کردوں گا اور اپنے معبود کو راضی کرلوں گا۔ اس کے بعد اجب نے چار سو انبیاء کو ملک شام کے بتوں کے پاس یہ درخواست کرنے کے لیے بھیجا کہ وہ اجب کے معبود سے بیٹے کو تندرست کردینے کی سفارش کردیں۔ حسب الحکم انبیاء روانہ ہوگئے۔ جب یہ لوگ پہاڑ کے سامنے پہنچے جس میں الیاس سکونت پذیر تھے تو اللہ نے الیاس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اب تم نیچے اُتر کر ان کے سامنے جاؤ اور ان سے گفتگو کرو، ان سے کوئی خوف نہ کرو۔ میں ان کی شرارت کو تمہاری طرف پھیر دوں گا (یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے) اور ان کے دلوں میں تمہارا رُعب ڈال دوں گا۔

حسب الحکم الیاس علیہ السلام پہاڑ سے اُتر آئے۔ جب ان کے سامنے پہنچے تو ان کو ٹھہر جانے کا حکم دیا، سب رُک گئے۔ الیاس علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مجھے تمہارے پاس اور ان لوگوں کے پاس جن کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو، ایک پیام دے کر بھیجا ہے کہ لوگو! اپنے رب کا پیام خوب سن لو اور واپس جا کر اپنے آقا کو بھی پہنچا دو اور اس سے کہہ دو کہ اللہ فرماتا ہے: اے اجب! کیا تو نہیں جانتا کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں؟ میں ہی بنی اسرائیل کا خدا ہوں جس نے ان کو پیدا کیا اور رزق دیا ہے اور وہی ان کو زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تو دوسروں کو میرا شریک قرار دیتا اور میرے سوا ان سے اپنے بیٹے کی شفا مانگتا ہے جن کے قبضے میں اگر میں نہ چاہوں تو کچھ بھی نہیں۔ میں اپنے نام کی قسم کھاتا ہوں کہ بیٹے کے سلسلے میں تجھے ضرور غضب میں مبتلا کروں گا اور ضرور ضرور اس پر موت کو مسلط کردوں گا تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ میرے سوا کوئی بھی اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا یہ کلام سن کر مجاور خوف زدہ ہوگئے اور لوٹ پڑے اور بادشاہ کے پاس پہنچ کر اس کو بتایا کہ الیاس علیہ السلام ہمارے پاس اُتر کر آیا تھا اور اس نے ہمیں ٹھہر جانے کا حکم دیا، ہم ٹھہر گئے۔ ہمارے دلوں میں اس کا رُعب بیٹھ گیا اور ہیبت چھاگئی، ہماری زبانیں بند ہوگئیں۔ ہم اتنی کثیر تعداد میں تھے لیکن اس سے بات بھی نہ کرسکے، نہ اس کی بات کا جواب دے

سکے۔ وہ ایک دراز قامت، دُبلا پتلا آدمی تھا، سر کے بال جھڑ گئے تھے، بدن کی کھال کھردری ہوگئی تھی، بالوں کا بنا ہوا ایک کرتہ اور چغہ پہنے ہوئے تھا، کانٹوں سے اس نے کرتے کا گریبان سی لیا تھا۔ آخر ہم آپ کے پاس لوٹ آئے۔ غرض حضرت الیاس علیہ السلام کی بات انہوں نے بادشاہ کو پہنچادی۔

اس کے بعد الیاس علیہ السلام کے زندہ رہتے ہوئے اجب کو اپنی زندگی بے سود معلوم ہونے لگی لیکن بغیر دھوکے اور فریب کے الیاس علیہ السلام تک اس کی دسترس بھی ممکن نہ تھی، اس لیے (اس نے ایک چال چلی) اپنی قوم کے پچاس طاقتور، قوی آدمی مقرر کیے اور ان کو ذمہ دار بنا دیا اور حکم دے دیا کہ فریب سے کام لیں اور دھوکے میں ڈال کر الیاس علیہ السلام کو قتل کردیں اور الیاس علیہ السلام کو جا کر لالچ دیں کہ ہم اور وہ لوگ جن کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہیں، سب کے سب آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ ایسی باتیں سن کر الیاس علیہ السلام کو اطمینان ہوجائے گا اور وہ دھوکا کھا جائیں گے اور اپنے آپ پر تم لوگوں کو قابو دے دیں گے، تم ان کو لے کر بادشاہ کے پاس آجانا۔ حسب الحکم یہ لوگ روانہ ہوگئے اور جس پہاڑ میں الیاس علیہ السلام سکونت گزیں تھے جب اس پر چڑھے تو منتشر ہوگئے اور انتہائی اونچی آواز سے الیاس علیہ السلام کو پکارنے لگے اور کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! آپ ہم پر کرم کیجئے اور ہمارے سامنے آجایئے، ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور آپ کو سچا مانتے ہیں اور ہمارا بادشاہ اجب اور سارے لوگ بھی آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ تمام بنی اسرائیل آپ کو سلام کہتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ آپ کا پیام ہم کو پہنچ گیا اور جو کچھ آپ نے فرمایا، ہم نے اس کو جان لیا اور آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی دعوت کو قبول کرلیا۔ اب آپ ہمارے پاس آجایئے اور ہمارے ساتھ قیام فرمایئے۔ جو کچھ آپ ہم کو حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے اور جس بات سے روکیں گے، اس سے باز رہیں گے اب جبکہ ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ کے فرمانبردار ہوگئے ہیں تو آپ کے لیے ہم سے الگ رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ہمارے پاس واپس آجایئے۔

ان لوگوں کی باتیں ایک دھوکا تھیں، ایک فریب تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے دل میں ان کا کلام بیٹھ گیا۔ آپ کو ان کے مؤمن ہونے کا خیال بھی ہوا اور (ایسی حالت میں) برآمد نہ ہونے سے اللہ کی ناراضگی کا اندیشہ بھی ہوا لیکن اللہ کی طرف سے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ ابھی توقف کرنا چاہیے اور اللہ سے دُعا کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ نے (دُعا کی اور) کہا: اے اللہ! اگر یہ لوگ اپنے قول میں سچے ہیں تو مجھے برآمد ہونے کی اجازت عطا فرمادے اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو ان کو مجھ سے باز رکھ اور ان پر ایسی آگ برسا جو ان کو سوختہ کردے۔ ابھی یہ لفظ پورے نہ ہونے پائے تھے کہ اوپر سے آگ برسنے لگی اور سب جل کر رہ گئے۔

اجب اور اس کی قوم کو جب یہ اطلاع ملی، تب بھی اجب اپنے ارادۂ شر سے باز نہیں آیا اور دوبارہ فریب سے کام لیا اور پہلی جماعت کے برابر ایک اور جماعت مقرر کی جو پہلی جماعت سے زیادہ طاقتور، بڑی حیلہ ساز اور چالاک تھی۔ حسب ہدایت یہ لوگ چل دیئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل گئے اور پکارنے لگے: اے اللہ کے نبی! ہم اللہ کے غضب اور گرفت سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں، وہ لوگ جو آپ کے پاس پہلے آئے تھے، ہم ان کی طرح نہیں ہیں۔ وہ تو منافق تھے، ہمارے مشورے کے بغیر وہ

آپ کو فریب دینے کے لیے آئے تھے۔ اگر ہم کو ان کی حرکت کا علم ہو جاتا تو ہم ان کو قتل کر دیتے اور آپ کو تکلیف نہ اُٹھانی پڑتی۔ اب اللہ نے ان کا کام تمام کر دیا، ان کو ہلاک کر دیا اور ہمارا اور آپ کا ان سے انتقام لے لیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کی باتیں سن کر سابق کی طرح اللہ سے دُعا کی، اللہ نے فوراً ان پر آگ کی بارش کر دی جس سے سب سوختہ ہو گئے۔

اس تمام کارروائی کے دوران شہزادہ کی بیماری کی مصیبت شدید ہوتی رہی۔ بادشاہ نے جب دوسرے گروہ کے ہلاک ہو جانے کی خبر سنی تو اس کا غضب بالائے غضب ہو گیا اور خود الیاس علیہ السلام کی تلاش میں جانا چاہا لیکن بیٹے کی بیماری آڑے آئی اور خود نہ جاسکا۔ ایک شخص اجب کی بیوی کا میر منشی یا سیکرٹری تھا اور (در پردہ) مؤمن تھا (لیکن بادشاہ کو اس کا مؤمن ہونا معلوم تھا) بادشاہ نے اس کو بھیجنے کی تجویز اس خیال سے کی کہ الیاس علیہ السلام اس سے مانوس ہے اس کے ساتھ پہاڑ سے اُتر کر آجائے گا اور چونکہ سیکرٹری کا مؤمن ہونا بادشاہ کو معلوم تھا اور یہ جاننے کے باوجود اس نے سیکرٹری کی طرف سے چشم پوشی محض اس کی کارگزاری، امانت داری اور درستی رائے کی وجہ سے کر رکھی تھی، اس لیے اس نے سیکرٹری پر یہی ظاہر کیا کہ میں الیاس علیہ السلام سے کوئی بدسلوکی کرنا نہیں چاہتا۔ سیکرٹری کے ساتھ اس نے کچھ آدمیوں کی ایک جماعت اور بھی کر دی تھی اور اس بات پر آمادہ کر دیا تھا کہ اگر الیاس علیہ السلام ساتھ آنا نہ چاہے تو گرفتار کر کے، باندھ کے لے آئے اور اگر سیکرٹری پر اعتماد کر کے ساتھ آجائے تو پھر خوفزدہ کرنے اور ڈرانے کی ضرورت نہیں۔ سیکرٹری پر اس نے اپنی توبہ کا اظہار بھی کر دیا تھا۔

اور کہہ دیا تھا کہ اب جبکہ میرے آدمی جل چکے اور میرا بیٹا سخت بیمار ہے اور یہ سب مصیبتیں مجھ پر آپڑی ہیں تو میں سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ الیاس علیہ السلام کی بددعا کا نتیجہ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ الیاس علیہ السلام ہم سب لوگوں کے لیے جو باقی رہ گئے ہیں، بددعا کرے گا تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے، اس لیے تم الیاس علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ہم نے توبہ کر لی ہے اور (اللہ کی طرف) رجوع کر چکے ہیں اور ہماری یہ توبہ اور رضاء رب کی طلب اور ترک اصنام کا عمل اسی وقت صحیح ہوگا جب الیاس علیہ السلام ہمارے پاس موجود ہوں، اوامر ونواہی صادر کریں اور رب کی خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ بتائیں۔ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں کو بھی ہدایت کر دی تھی اور اس کے حکم کے مطابق علیحدگی میں انہوں نے بھی سیکرٹری کے سامنے اعتراف کر لیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ جن بتوں کی ہم پہلے پوجا کرتے تھے، ان کی پوجا ہم نے چھوڑ دی ہے اور الیاس علیہ السلام کے اُتر کر آنے تک ہم نے اس معاملہ کو ملتوی کر رکھا ہے تا کہ وہی آکر ان کو جلا دیں اور برباد کر دیں (ان باتوں میں سے کسی بات میں خلوص نہ تھا، بلکہ یہ سب کچھ بادشاہ کا فریب تھا)۔

غرض سیکرٹری اور اس کے ساتھ ایک جماعت سب روانہ ہو گئے اور حضرت الیاس علیہ السلام والے پہاڑ پر سیکرٹری چڑھ گیا اور حضرت الیاس علیہ السلام کو پکارا، آپ نے اس کی آواز پہچان لی، دل میں اس سے ملنے کا شوق پہلے ہی تھا، آواز سن کر ملاقات کی ایک ہوک اُٹھی، فوراً اللہ کی طرف سے وحی بھی آگئی کہ باہر نکل آؤ اور اپنے صالح بھائی سے ملو اور اس سے (دوستی کے) عہد کی تجدید کرو۔ وحی آتے ہی حضرت الیاس علیہ السلام سیکرٹری کے سامنے آگئے، سلام علیک کہا اور مصافحہ کیا اور خبر دریافت کی۔ مرد مؤمن نے کہا: مجھے اس ظالم اور سرکش قوم نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اس کے بعد پوری سرگذشت بیان کر دی اور یہ بھی کہا کہ

اگر آپ میرے ساتھ نہ ہوں گے اور میں تنہا واپس جاؤں گا تو مجھے خوف ہے کہ بادشاہ مجھے قتل کر دے گا۔ اب جیسا چاہیں آپ مجھے حکم دیں، میں اس کی تعمیل کروں گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں بادشاہ سے کٹ کر آپ کے پاس ہی رہنے لگوں اور اس کو بالکل چھوڑ دوں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کے ہمرکاب رہ کر میں اس سے مقابلہ کروں اور اگر آپ کا ارادہ کچھ پیام دے کر مجھے اس کے پاس بھیجنے کا ہو تو میں آپ کا پیام بھی پہنچا دوں گا اور اگر آپ چاہیں تو اپنے رب سے دُعا کریں کہ وہ ہمارے اس (اُلجھے ہوئے) معاملہ میں کشائش کا کوئی راستہ نکال دے۔

اللہ نے الیاس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ جتنی حرکتیں کی ہیں، سب فریب اور دھوکا ہیں، وہ تمہارے اوپر قابو پانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ اجب کو اگر اس کے بھیجے ہوئے نمائندے واپس جا کر خبر دے دیں گے کہ اس مرد (مؤمن) کی تم سے ملاقات ہوگئی ہے اور وہ تم کو اپنے ساتھ نہ لے جاسکا ہے تو وہ اس شخص پر (تم سے مل جانے کی) تہمت لگائے گا اور سمجھ لے گا کہ مرد مؤمن نے تمہارے معاملہ میں سستی سے کام لیا، اس لیے اس کے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تم اس کے ساتھ چلے جاؤ، میں تم دونوں کی طرف سے اجب کو روک دوں گا، اس کے بیٹے کی مصیبت دُگنی کر دوں گا تاکہ بیٹے کے سوا کسی اور چیز کی اہمیت ہی اس کی نظر میں نہ رہے، پھر اسی بری حالت میں اس کے بیٹے پر موت کو مسلط کر دوں، جب وہ مر جائے گا تو اس وقت تو اس کے پاس سے لوٹ آنا۔

حضرت الیاس علیہ السلام یہ حکم ملنے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ روانہ ہوگئے اور سب لوگ اجب کے پاس پہنچ گئے۔ جونہی یہ لوگ پہنچے، اللہ نے اجب کے بیٹے کی بیماری شدید کر دی یہاں تک کہ موت اس کے گلوگیر ہوگئی۔ اس طرح اللہ نے اجب اور اس کے ساتھیوں کو الیاس علیہ السلام کی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا اور الیاس علیہ السلام بخیریت واپس آ گئے۔ جب اجب کا بیٹا مر گیا اور لوگ اس کے مسئلہ سے فارغ ہوگئے اور غم میں بھی کچھ کمی آ گئی تو اس وقت الیاس علیہ السلام کے سلسلے میں ان کی آنکھیں کھلیں اور سیکرٹری جو حضرت الیاس علیہ السلام کو لایا تھا، اس سے الیاس علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا۔ سیکرٹری نے کہا: مجھے الیاس علیہ السلام کا کوئی علم نہیں۔ مجھے شہزادے کی موت اور اس کے غم نے فرصت ہی نہیں دی اور میرا خیال تھا کہ آپ نے الیاس علیہ السلام کے متعلق کچھ اعتماد کر لیا ہوگا۔ اس جواب پر سیکرٹری کی طرف سے اجب نے پہلوتہی کر لی کیوں کہ (گفتگو سے معلوم ہوگیا کہ سیکرٹری کو شہزادے کے مرنے کا) سخت غم تھا۔ جب حضرت الیاس علیہ السلام کو پہاڑوں میں رہتے ہوئے ایک طویل مدت گزر گئی اور ان کو دوسرے آدمیوں کے ساتھ رہنے کا شوق پیدا ہو گیا تو پہاڑ سے اُتر کر چل دیئے اور ایک اسرائیلی عورت کے گھر جا کر ٹھہرے، یہ عورت مچھلی والے حضرت یونس بن متی کی ماں تھی۔ اس عورت کے گھر آپ چھ ماہ چھپے رہے، یونس اس وقت شیر خوار بچہ تھا۔ یونس کی ماں حضرت الیاس علیہ السلام کی خدمت خود کیا کرتی تھی اور اپنے مال سے ان کی مدد کرتی تھی۔ حضرت الیاس علیہ السلام تو پہاڑوں کی سکونت کے عادی ہو چکے تھے، یہاں گھروں کی تنگی میں رہنے سے اُکتا گئے اور پہاڑ پر ہی چلا جانا آپ نے پسند کیا۔ آخر گھر سے نکل کر اپنی (کوہستانی) جگہ پر لوٹ آئے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی جدائی سے یونس کی ماں بیتاب ہوگئی اور آپ کے نہ ہونے سے وحشت زدہ ہوگئی۔ پھر کچھ ہی مدت کے بعد جب اس نے اپنے یونس کا دودھ چھڑایا تو یونس کا انتقال ہوگیا۔ اب تو یونس کی ماں پر مصیبت عظیم آپڑی اور الیاس کو تلاش کرنے کے لیے گھر سے نکل کھڑی ہوئی اور برابر پہاڑیوں پر چڑھتی اور گھومتی پھری۔ آخر آپ کو اس نے پالیا اور عرض کیا: آپ کے جانے کے بعد میرے بچہ کے مرنے کی مجھ پر بیتابی بڑھ گئی جس کی وجہ سے میری مصیبت میں بڑا اضافہ ہوگیا اور اس کے نہ ہونے سے میں بڑی دُکھی ہوگئی، میرا اس کے سوا کوئی اور بچہ بھی نہیں ہے۔ آپ مجھ پر رحم کیجئے اور اللہ سے دُعا کر دیجئے کہ میرا بیٹا زندہ ہو جائے۔ میں نے اس کو دفن نہیں کیا ہے اور یونہی (کپڑے سے) ڈھانک دیا ہے اور اس کی موجودگی کو چھپا رکھا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا، مجھے تو اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے (یعنی مُردے کو زندہ کرنے کی دُعا کا حکم نہیں دیا گیا ہے) اور میں تو بندہ ہوں، وہی کرتا ہوں جس کا مجھے حکم دیا جاتا ہے۔ عورت یہ جواب سن کر بے قرار ہوگئی اور گڑگڑانے لگی۔ اللہ نے حضرت الیاس علیہ السلام کے دل کو عورت کی (درخواست کی) جانب مائل کر دیا۔ پوچھا: تیرا بیٹا کب مرا ہے؟ عورت نے کہا: سات روز ہوئے۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس کے ساتھ چل کھڑے ہوئے اور سات روز چلنے کے بعد اس کے گھر پہنچے اور اس کے بیٹے کو ۱۴ روز کا مُردہ پایا۔ آپ نے وضو کیا، نماز پڑھی اور دُعا کی۔ اللہ نے یونس بن متی کو زندہ کر دیا۔ یونس زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھے، جونہی یونس اُٹھ کر بیٹھے فوراً حضرت الیاس علیہ السلام اُچھل کر اُٹھے اور یونس کو چھوڑ کر چل دیئے اور اپنے مقام پر لوٹ گئے۔

جب قوم کی نافرمانی بہت طویل ہوگئی تو حضرت الیاس علیہ السلام ان کی نافرمانی سے بڑے تنگ دل ہوگئے۔ اللہ نے سات سال کے بعد ان کے پاس وحی بھیجی، آپ نزول وحی سے پہلے بڑے خوفزدہ تھے۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام کو ندا دی اور فرمایا: الیاس! یہ غم اور بیتابی جس میں تو مبتلا ہے کیا ہے؟ کیا تو میری وحی کا امین اور زمین پر میری برہان اور (ساری) مخلوق میں میرا منتخب کردہ نہیں ہے؟ (جو کچھ چاہے) مجھ سے مانگ لے، میں تجھے عطا کر دوں گا۔ میں وسیع رحمت اور بڑے فضل والا ہوں۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: تو مجھے موت دے دے اور میرے اسلاف کے ساتھ مجھے ملا دے۔ میں بنی اسرائیل سے تنگ آ گیا ہوں اور بنی اسرائیل مجھ سے تنگ دل ہوگئے ہیں۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اور فرمایا: یہ وہ دن نہیں کہ میں زمین اور اہل زمین کو تجھ سے خالی کر دوں۔ زمین کا قیام اور بہبودی تو تیری اور تجھ جیسے دوسرے لوگوں کی (برکت کی) وجہ سے ہے، اگرچہ تم لوگ تھوڑے ہو، مجھ سے کچھ اور سوال کر، تیرا سوال پورا کر دوں گا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: اگر تو موت نہیں دیتا تو بنی اسرائیل سے مجھے انتقام لینے کی قدرت عطا فرما دے۔ اللہ نے فرمایا: تو کیا چاہتا ہے؟ الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: سات سال تک بارش کے خزانے میرے قبضہ میں دے دے کہ میری دُعاء کے بغیر کوئی بدلی ان پر نہ پھیلے اور میری سفارش کے بغیر ایک بوند بارش کی ان پر نہ ہو، اس کے بغیر یہ فرمانبردار نہ ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا: الیاس! میں اپنی مخلوق پر بڑا رحیم ہوں، اگرچہ وہ ظلم کرتے ہیں (مگر میں ان پر مہربانی کرتا ہوں) الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: تو چھ سال (بارش روک

دے) اللہ نے فرمایا: میں اپنی مخلوق پر اس سے زیادہ مہربان ہوں۔ الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: اچھا تو پانچ سال۔ اللہ نے فرمایا: یہ (مدت) بھی میرے تقاضائے رحم سے زائد ہے، البتہ تین سال میں (بارش روک کران کی نافرمانی کا) بدلہ میں تجھے دے دوں گا، بارش کے خزانے تیرے قبضہ میں دے دوں گا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے کہا: پھر میں کس طرح زندہ رہوں گا؟ اللہ نے فرمایا: میں پرندوں کی ایک جماعت تیری خدمت پر لگادوں گا، سبزہ زار اور شاداب زمین سے وہ تیرا کھانا پینا لاکر تجھے پہنچادے گی۔ اس کے بعد اللہ نے بارش روک دی، نتیجہ میں جانور، چوپائے اور زمین کے کیڑے مکوڑے مر گئے، درخت سوکھ گئے اور انسان سخت ترین مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ الیاس اس مدت میں حسب سابق اپنی قوم سے چھپے رہے۔ جہاں بھی ہوتے، ان کا رزق وہاں رکھ دیا جاتا تھا۔ قوم والوں کو بھی اس کا احساس ہو گیا۔ اگر کسی گھر کے اندر سے روٹی کی خوشبو محسوس ہوتی تو سمجھ جاتے کہ یہاں الیاس علیہ السلام آیا تھا۔ چنانچہ وہاں الیاس علیہ السلام کو تلاش کرتے (اور الیاس علیہ السلام نہ ملتے تو) گھر والوں کو ان کے ہاتھوں سے بڑا دُکھ پہنچتا۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا: تین سال تک بنی اسرائیل قحط کی مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔ ایک روز کسی بڑھیا کی طرف سے آپ کا گزر ہوا، آپ نے اس سے فرمایا: کیا تیرے پاس کچھ کھانا ہے؟ بڑھیا نے کہا: ہاں، کچھ آٹا اور تھوڑا سا روغن زیتون ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام نے دونوں چیزیں منگوالیں اور موجودہ چیزوں میں برکت کی دُعا کی اور ان پر ہاتھ پھیر دیا۔ فوراً بڑھیا کا بورا آٹے سے اور مٹکے روغن زیتون سے بھر گئے (اور خود چل دیئے) لوگوں نے جب بڑھیا کے پاس یہ چیزیں دیکھیں تو پوچھا: یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ بڑھیا نے حضرت الیاس علیہ السلام کا پورا حلیہ بیان کیا اور کہا: اس حلیہ کا ایک آدمی یہاں آیا تھا (اس کی دُعاء سے ایسا ہوا) لوگ پہچان گئے کہ وہ الیاس ہی تھے۔ آخر آپ کو تلاش کر کے ایک جگہ پالیا لیکن آپ بھاگ گئے اور کسی اسرائیلی عورت کے گھر میں جا کر مقیم ہو گئے۔ اس عورت کا ایک لڑکا سخت بیمار تھا جس کا نام الیسع بن اخطوب تھا۔ عورت نے حضرت الیاس علیہ السلام کو مکان میں جگہ دی اور چھپا لیا۔ آپ نے اس لڑکے کے لیے دُعا کی، لڑکا تندرست ہو گیا اور حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور آپ کے ساتھ ہولیا، پیچھے لگ گیا۔ جہاں الیاس علیہ السلام جاتے وہ لڑکا بھی ساتھ جاتا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس وقت عمر رسیدہ اور کبیر السن ہو چکے تھے، الیسع نوجوان تھا۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ تو نے بہت مخلوق کو بارش کو روک دینے کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔

وہ مویشی اور چوپائے اور پرندے اور کیڑے مکوڑے جو بے قصور تھے، بارش بند ہو جانے کی وجہ سے مر گئے (بقول اہل روایت) الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اب مجھے ہی تو اجازت دے دے کہ میں ہی ان کے لیے دُعا کروں اور جس دُکھ میں یہ پھنسے ہوئے ہیں اس سے رہائی میری ہی دُعا سے ان کو مل جائے۔ اس طرح شاید یہ باز آجائیں اور جس شرک میں مبتلا ہیں، اس سے نکل آئیں۔ جواب ملا: اچھا، یہ جواب پانے کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس گئے اور فرمایا: کوئی شک نہیں کہ تم لوگ بھوک اور دُکھ سے ہلاک ہو گئے اور تمہارے گناہوں کی وجہ سے مویشی اور چوپائے اور پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی مر گئے اور درخت بھی مُردہ ہو گئے۔ تم سب بلاشبہ باطل پرست ہو، اگر تم کو اس کا ثبوت درکار ہے تو اپنے

بتوں کو میرے سامنے نکال کر لاؤ۔ اگر وہ تمہاری دُعائیں قبول کر لیں (اور بارش ہو جائے) تو بیشک تمہاری بات سچی ہو گی اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو خود تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تم باطل پرست ہو، اس وقت تم اپنے خود ساختہ شرک سے نکل آنا۔ پھر میں اللہ سے دُعاء کروں گا اور وہ تمہاری یہ مصیبت جس میں تم پھنسے ہوئے ہو، دور کر دے گا۔ قوم والوں نے کہا: آپ نے انصاف کی بات کی۔ چنانچہ وہ اپنے بتوں کو باہر نکال کر لے آئے اور ان سے دُعائیں کیں لیکن جس مصیبت میں گرفتار تھے وہ دور نہ ہوئی۔ پھر حضرت الیاس علیہ السلام نے دُعا کی، الیسع بھی آپ کے ساتھ شریک تھے، فوراً سطح سمندر سے ایک ڈھال کے برابر بدلی اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی طرف بڑھی اور آفاق پر چھا گئی۔ پھر بحکم خدا اس سے اتنی بارش ہوئی کہ مُردہ بستیوں میں جان پڑ گئی اور اللہ نے ان کی فریاد رسی کی۔ جب اللہ نے ان کا دُکھ درد دور کر دیا تب بھی انہوں نے وعدہ پورا نہیں کیا اور کفر کو نہ چھوڑا اور اپنی بدترین حالت پر قائم رہے۔

الیاس علیہ السلام نے جب یہ حالت دیکھی تو (مایوس ہو کر) اللہ سے دُعا کی کہ اب مجھے ان لوگوں سے نجات دے (بقول اہل روایت) جواب ملا: فلاں تاریخ کا انتظار کرو، مقرر دن آ جائے تو فلاں مقام پر چلے جانا اور جو سواری تمہارے پاس آ جائے، بے دھڑک اس پر سوار ہو جانا۔

حسب الحکم الیاس علیہ السلام اور ان کے ساتھ الیسع نکل کر اس مقام پر پہنچے جہاں پہنچنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک آتشیں گھوڑا (اور بقول بعض) آگ کے رنگ کا گھوڑا پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ الیاس علیہ السلام کود کر اس پر سوار ہو گئے اور گھوڑا آپ کو لے کر روانہ ہو گیا۔ الیسع نے پکار کر کہا: حضرت! میرے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت الیاس علیہ السلام نے فضاء اعلیٰ کی بلندی سے اپنی ایک تحریر پھینک دی۔ یہ علامت تھی کہ الیسع کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے حضرت کا خلیفہ بنا دیا گیا۔ حضرت الیسع کی حضرت الیاس علیہ السلام سے یہ آخری ملاقات تھی۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے اندر سے نکال کر اوپر اُٹھا لیا، الیاس کو کھانے پینے سے بے نیاز کر دیا اور (فرشتوں جیسے) پَر اور باز وعنایت کر دیئے اور ان کو مَلکی انسان بنا دیا جو ارضی (انسان) بھی تھے اور سماوی (فرشتہ) بھی۔

شاہ اجب اور اس کی قوم پر اللہ نے ایک غیبی دشمن کو مسلط کر دیا کہ لوگوں کی بے خبری میں اس نے ان پر حملہ کر دیا اور اجب اور اس کی بیوی کو حزدکی کے باغ میں قتل کر دیا اور اسی باغیچہ میں ان کی لاشیں پڑی رہیں کہ گوشت پارہ پارہ ہو گیا اور ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں۔ اللہ نے وحی کے ذریعے سے اس واقعہ کی اطلاع الیسع کو دے دی اور رسول بنا کر بنی اسرائیل کے پاس بھیجا۔ بنی اسرائیل الیسع پر ایمان لائے، آپ کی عزت کی اور وفات تک آپ کی حکومت بنی اسرائیل پر قائم رہی۔

سری بن یحییٰ نے عبدالعزیز بن ابی الدرداء کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام دونوں بیت المقدس میں ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں اور حج کے موقع پر ہر سال دونوں ملتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الیاس بیابانوں اور خضر سمندروں (کی ڈیوٹی) پر مقرر ہیں۔ (الیاس علیہ السلام جنگلوں میں بھولے بھٹکے کی رہنمائی کرتے ہیں اور خضر علیہ السلام بحری مسافروں کی مدد کرتے ہیں)" کذا ذکر البغوی فی تفسیر قولہ تعالیٰ: وانّ الیاس لمن المرسلین"

⑫"اذ قال لقومه الا تتقون"......

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ﴿﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ ﴿﴾

ترجمہ: کیاتم بعل کو پوجتے ہواور اس کو چھوڑے بیٹھے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے (اور وہ) معبود حق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے سو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جاویں گے مگر جو اللہ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ الیاسین پر سلام ہو۔

تفسیر: ⑫"اتدعون" کیاتم عبادت کرتے ہو "بعلاً" بت کا نام ہے جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اس کی مناسبت سے ان کے شہر کو بعلبک کہا جاتا تھا۔ مجاہد، عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے کہ بعل اہل یمن کی لغت میں رب کو کہتے ہیں۔ "وتذرون احسن الخالقین" وہ اس کی عبادت نہیں کرتے تھے۔

⑬"اللّٰہ ربکم و رب آبائکم الاوّلین" حمزہ، کسائی و حفص و یعقوب کے نزدیک "اللّٰہ ربکم ورب" نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دونوں بدل ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک مرفوع ہے جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے۔

⑭"فکذبوہ فانھم لمحضرون" ان کو دوزخ میں حاضر کریں گے۔

⑮"الا عباد اللّٰہ المخلصین" ان کی قوم سے یا ان کے ساتھیوں کو عذاب سے بچالیں گے۔

⑯"وترکنا علیه فی الاخرین"......

⑰"سلام علی الیاسین" نافع ابن عامر نے آل یاسین پڑھا ہے۔ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ اور لام کے کسرہ کے ساتھ کیوں کہ مصحف میں مفصولاً نقل کیا گیا ہے اور دوسرے قراء نے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ اور لام کے سکون کے ساتھ موصولاً نقل کیا۔ جن حضرات نے آل یٰسین پڑھا ہے (جدا جدا) انہوں نے اس سے مراد آل محمد لیا ہے لیکن یہ قول بعید ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ معروف قرأۃ وصل کے ساتھ ہے اور اس کی لغت میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا کہ الیاسین لغت میں الیاس ہے۔ مثل اسماعیل کی طرح، اسماعین اور میکائیل سے میکائین۔ فراء کا قول ہے کہ الیاسن کی جمع ہے۔ اس سے ان کے اصحاب واتباع مؤمنین مراد ہیں۔ یہ بمنزلہ اشعریین، اعجمین کی طرح ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سلام علی ادراسین اس سے، ادریس علیہ السلام اور ان کے تابعدار مراد ہیں۔ وہ یہی پڑھتے ہیں۔

"وان ادریس لمن المرسلین"

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے اور بے شک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین سب کو نجات دی بجز اس بڑھیا (یعنی ان کی زوجہ کے کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کردیا اور تم تو ان (کے دیار و مسکن) پر صبح ہوتے اور رات میں گزرا کرتے ہو تو کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ہو اور بے شک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جب کہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے سو یونس بھی شریک قرعہ ہوئے۔ اور یہی ملزم ٹھہرے۔

تفسیر ﴿۱۳۱﴾ "انا كذلك نجزى المحسنين،

﴿۱۳۲﴾ انه من عبادنا المؤمنين،

﴿۱۳۳﴾ وانّ لوطاً لمن المرسلين،

﴿۱۳۴﴾ اذ نجيناه واهله اجمعين،

﴿۱۳۵﴾ الاعجوزًا فى الغابرين" ان کے لیے عذاب باقی رہنے والا ہے۔

﴿۱۳۶﴾ "ثم دمرنا الاخرين" تدمیر کا معنی ہے ہلاکت۔

﴿۱۳۷﴾ "وانكم لتمرون عليهم" ان کے نقش و قدم اور ان کے ٹھکانوں پر سے گزرو۔ "مصبحين" صبح کے وقت

﴿۱۳۸﴾ "وباالليل" وہ ارادہ کرتے ہیں کہ وہ دن پر سے گزرتے ہیں اور رات ان پر سے گزرتی ہے جب وہ کسی سفر پر جاتے اور واپس آتے۔ "افلا تعقلون" کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

﴿۱۳۹﴾ "وان يونس لمن المرسلين" حضرت یونس علیہ السلام بھی انبیاء کرام میں سے تھے۔

﴿۱۴۰﴾ "اذ ابق الى الفلك المشحون" جب وہ کشتی سے بھاگنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور وہب کا بیان ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام جب اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کر آئے تو ان پر وقت مقررہ پر عذاب نہیں آیا تو وہ اپنی قوم سے چھپ کر بھاگنے لگے، سمندر کا رُخ کیا اور کشتی پر سوار ہوگئے۔ جب کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو رُک گئی۔ کشتی کے ملاح نے کہا کہ اس میں کوئی بھاگا ہوا غلام موجود ہے جس کی وجہ سے کشتی نہیں چلتی۔ انہوں نے قرعہ ڈالا تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا۔ تین بار قرعہ ڈالا، تینوں بار حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کہنے لگے کہ میں ہی

اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہوں۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

ایک روایت میں اس طرح قصہ مذکور ہے کہ جب وہ سمندر کے کنارے پہنچے تو آپ کے ساتھ زوجہ اور دو بیٹے تھے، کشتی آئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو اپنے ساتھ بٹھانے کا ارادہ کیا کہ کشتی اور ان کی بیوی کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ موجوں کی نذر ہوگئی۔ پھر ایک اور موج آئی، وہ حضرت یونس علیہ السلام کے بڑے بیٹے کو لے گئی۔ ادھر سے ایک بھیڑیا آیا وہ ان کے چھوٹے بیٹے کو لے گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اکیلے رہ گئے۔ پھر ایک اور کشتی آئی۔ اس میں آپ کی قوم کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے کنارے پر جا کر بیٹھ گئے۔ جب کشتی سمندر میں چلنے لگی تو رُک گئی، تو قرعہ ڈالا گیا، اس کا بقیہ تفصیلی واقعہ سورۂ یونس میں گزر چکا ہے۔

⑭ "فساھم" انہوں نے اس میں قرعہ ڈالا تا کہ جس کے حصے میں قرعہ نکلے وہ سمندر میں پھینک دیا جائے۔ "فکان من المدحضین" وہ ہوگئے قرعہ ڈالنے والوں میں سے۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ: پھر ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے سو اگر وہ (اس وقت) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے اور ہم نے ان پر ایک بیلدار درخت بھی اگا دیا تھا اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔

تفسیر: ⑫ "فالتقمه الحوت" ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ "وھو ملیم" اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔

⑬ "فلولا أنه کان من المسبحین" اگر وہ اس سے پہلے اللہ کی یاد نہ کرتے رہتے اور وہ بہت زیادہ اللہ کو یاد کرنے والے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا کہ وہ بہت زیادہ نماز پڑھنے والے تھے۔ وہب نے کہا کہ وہ بہت زیادہ عابد تھے۔ حسن کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھ رہے تھے بلکہ اس سے پہلے وہ پڑھتے تھے اور بعض نے کہا کہ اگر مچھلی کے پیٹ میں وہ اللہ کی تسبیح نہ کرتے، سعید بن جبیر نے کہا کہ تسبیح سے مراد ہے "لا الٰه الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین"

⑭ "للبث فی بطنه الی یوم یبعثون" اگر تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک آپ مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔

⑮ "فنبذناه" پس ہم نے ان کو ڈال دیا۔ "بالعراء" زمین پر۔ امام سدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ساحل پر ڈال دیا۔ عراء اس زمین کو کہتے ہیں جو درخت اور نباتات سے خالی ہو۔ "وھو سقیم" چڑیا کے بچہ کی مانند۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ آپ کا

گوشت بسک گیا تھا۔ ہڈیاں کمزور ہوگئیں، بدن میں قوت باقی نہیں رہی تھی۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے عرصے رہے۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ تین روز وہ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ عطاء کا قول ہے کہ سات روز۔ ضحاک کا قول ہے بیس دن۔ سدی، کلبی و مقاتل بن سلیمان نے کہا کہ چالیس روز رہے۔ شعبی کا قول ہے کہ چاشت کے وقت مچھلی نے نگلا تھا اور شام کو اُگل دیا۔

⑭ "وانبتنا علیه" اس کے لیے اور بعض نے کہا اس کے پاس "شجرة من يقطين" کدو کی بیل تمام مفسرین کے نزدیک ہے۔ حسن اور مقاتل کا بیان ہے کہ جس درخت کا تنا نہ ہو اور اس کی بیل زمین پر پھیلتی ہو اور سردی کے زمانہ میں باقی نہ رہتا ہو، وہ یقطین ہے۔

مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام درخت کے سائے میں رہنے لگے۔ ایک پہاڑی بکری آپ کے پاس آجاتی تھی۔ آپ صبح و شام اس کا دودھ پیتے تھے۔ آخر جب گوشت میں کچھ سختی آگئی، بال اُگ آئے اور قوت بھی آگئے تو آپ سو گئے لیکن جب بیدار ہوئے تو درخت سوکھ چکا تھا، دھوپ کی تپش بدن پر لگی تو آپ کو درخت کے سوکھ جانے کا بڑا غم ہوا اور رونے لگے۔ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ تم کو ایک درخت کا تو اتنا غم ہے اور اپنی اُمت کے ایک لاکھ آدمیوں کا غم نہیں جو مسلمان بھی ہوگئے اور توبہ بھی کر چکے ہیں۔

⑭ "وارسلناه الى مائة الف" قتادہ کا قول ہے کہ مذکورہ بالا مصیبت سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا علاقہ موصل کے باشندوں کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نمودار ہونے کے بعد پیغمبر بنا کر بھیجا۔ بعض نے کہا کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد دوسری قوم کی طرف ان کو بھیجا گیا۔ "او یزیدون" مقاتل اور کلبی رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ او بمعنی بل کے ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک لاکھ کی طرف بلکہ اس سے زیادہ کی طرف ہم نے یونس علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ زجاج کا قول ہے کہ "اَوْ" اس جگہ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہے مگر مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اگر ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ ایک لاکھ ہیں یا زیادہ ہیں جیسے کوئی شخص کسی گروہ کو دیکھ کر کہتا ہے۔ یہ ایک لاکھ ہیں یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔ یہ سب کچھ مخلوق کے تخمینے اور اندازے کے بغیر یقینی ہونے پر ہے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے اور اس سے بھی زیادہ۔ مفسرین رحمہم اللہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ تعداد کتنی تھی۔ اس سلسلہ میں آئمہ مفسرین رحمہم اللہ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل کے نزدیک ایک لاکھ کے اوپر اور بیس ہزار تک ان کی تعداد تھی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ بیس ہزار سے زیادہ تھے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ تیس ہزار سے کچھ زیادہ تھے اور سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے ستر ہزار تعداد بیان کی ہے۔

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۞ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۞ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۞ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۞ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۞ مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۞ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۞ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۞ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۞

ترجمہ پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا سو ان لوگوں سے پوچھیے کہ خدا کے لئے تو بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ ان کے (بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو پھر کیا تم (عقل اور) سوچ سے کام نہیں لیتے ہو ہاں کیا تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے تم اگر اس میں سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں (بھی) رشتہ داری قرار دی ہے اور (جس) جس کو یہ لوگ خدا کا شریک ٹھہرا رہے تھے ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ ان میں جو جنات ہیں ان) کا عقیدہ یہ ہے کہ (ان میں جو کافر ہیں) وہ (عذاب میں) گرفتار ہوں گے۔

تفسیر ⑱ "فامنوا" عذاب کے معائنہ کے بعد یونس علیہ السلام کی قوم ایمان لے آئی۔ "فمتعناهم الی حین" جب اس کی اجل پوری ہوگئی۔

⑲ "فاستفتهم" اے محمد! آپ اہل مکہ سے پوچھئے، یہ سوال بطور توبیخ کے ہے۔ "الربک البنات ولهم البنون" یہ اس وجہ سے کہ قبیلہ جہینہ اور قبیلہ بنوسلمہ دونوں کا یہ عقیدہ تھا کہ (نعوذ باللہ) فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر ایسا بڑا الزام ڈالتے ہیں، یہ الزام ظالم لوگ ہی کر سکتے ہیں، وہ کہتے تھے "جعلوا الله البنات ولانفسهم البنين"

⑳ "ام خلقنا الملائكة اناثا" یہ سوال بطور استہزاء کے ہے کہ کیا تمہاری نظروں میں ہم نے فرشتوں کو لڑکیاں پیدا کیا ہے۔ "وهم شاهدون" کہ جب ہم ان کو پیدا کر رہے تھے کیا اس وقت یہ لوگ حاضر تھے؟ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے "أشهدوا خلقهم" ہے۔

㉑ "الا انهم من افكهم" ایسے جھوٹ کی وجہ سے جس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ "ليقولون

㉒ ولد الله وانهم لكاذبون"......

㉓ "اصطفىٰ" ابوجعفر نے اس کو ماقبل والی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھا ہے مشرکین کے قول کی خبر ہونے کی وجہ سے اور اگر وصل

پڑھیں تو اس صورت میں یہ ابتداء ہوگا۔ "اصطفی" الف کے کسرہ کے ساتھ اور بعض قراء نے الف کے بغیر پڑھا ہے کیوں کہ الف استفہام وصل پر داخل ہوا ہے۔ لہٰذا وصل والا الف کو حذف کر کے استفہام والے الف کو باقی رکھا۔ "البنات علی البنین"

⑭ "مالکم کیف تحکمون" یہ کیسا حکم لگا رہے ہو، اللہ کے لیے تو بیٹیاں پسند کرتے ہو اور اپنے لیے بیٹے۔

⑮ "أفلا تذکرون" کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔

⑯ "ام لکم سلطان مبین" کھلی ہوئی دلیل جو اللہ کی طرف سے اُتاری گئی ہو۔

⑰ "فاتوا بکتابکم" ایسی دلیل لے آؤ جس میں تمہارے لیے حجت ہو۔ "ان کنتم صادقین" اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔

بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ کی تفسیر

⑱ "وجعلوا بینه وبین الجنة نسبًا" مجاہد اور قتادہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر "الجنة" سے مراد ملائکہ ہیں ان کو جن سے اس لیے موسوم کیا کیونکہ جن کا معنی ہے پوشیدہ ہونا فرشتے چونکہ نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں اس لیے ان کو "الجنّة" کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت قریش کے تین قبائل سلیم، خزاعہ اور جہینہ کے متعلق نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ملائکہ کا ایک خاص گروہ ہے جن میں سے ابلیس بھی ہے ان کو جن کہا جاتا ہے انہی کو وہ لوگ اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ خدا نے کسی جنی عورت سے اپنا جوڑ لگا لیا اور اس سے ملائکہ پیدا ہوگئے۔ بعض قریشیوں نے جب ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا، ان کی مائیں کون ہیں؟ بولے جنات کی شریف ترین اعلیٰ عورتیں (پریاں) ان کی مائیں ہیں۔

حسن کا قول ہے کہ یہاں "نسبًا" سے مراد شیاطین کو اللہ کی عبادت میں شریک کرنا۔ "ولقد علمت الجنّة انهم" یہ بات کہنے والے خود جنات جانتے ہیں۔ "لمحضرون" ان کو دوزخ میں حاضر کیا جائے گا۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی برأت کی اور اپنی پاکی بیان کی۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ: اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں مگر جو اللہ کے خاص (ایمان والے) بندے ہیں سو تم اور تمہارے سارے معبود خدا سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو جو کہ (علم الٰہی میں) جہنم رسید ہونے والا ہے اور ہم میں ہر ایک

کا ایک معین درجہ ہے اور (خدا کے حضور میں حکم سننے کے وقت) ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم (خدا کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں اور یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں (کی کتابوں کے) طور پر آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہوا جاتا ہے اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے سے ہی مقرر ہو چکا ہے۔

تفسیر 159 "سبحان اللّٰه عمّا یصفون"......

160 "الا عباد اللّٰه المخلصین" استثناء متصل ہے۔ یعنی وہ لوگ اس وقت ان کو حاضر نہیں کر سکیں گے۔

161 "فانکم" وہ اہل مکہ کو کہتے ہیں۔

162 "وما تعبدون" بتوں کی پوجا۔ "ما انتم علیه" سوتم اور تمہارے سارے معبودین "بفٰتنین" اللہ کے معاملہ میں کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے۔

163 "الا من هو صال الجحیم" مگر اس شخص کو جس کے لیے جہنم میں جانا مقدر ہو چکا ہے جس پر اللہ کی بدبختی غالب آ گئی۔

164 "وما منا الا له مقام معلوم" یعنی ہم میں سے ہر ایک کا مقام معلوم ہے، آسمانوں میں ایک معین مقام ہے جہاں وہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں کہ جس پر فرشتے نے نماز نہ پڑھی ہو اور تسبیح نہ کی ہو۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان چرچرایا اور اس کو چرچرانا چاہیے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، چار انگل کی کوئی جگہ آسمان میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے سجدہ نہ کر رہا ہو۔ سدی نے اس آیت کی تشریح میں کہا کہ قرب اور مشاہدہ کا درجہ ہر فرشتے کا مقرر ہے۔ ابوبکر وراق نے کہا مقام عبودیت مراد ہے جیسے خوف، اُمید، محبت، رضا

165 "وانا لنحن الصافون" قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فرشتے اپنے قدموں پر صف بستہ ہوتے ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ آسمان پر عبادت کے فرشتوں کی صفیں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے زمین پر آدمیوں کی صفیں۔

166 "وانا لنحن المسبحون" ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ صلوٰۃ اور تسبیح کے ساتھ۔ ان کے اور معبودین نہیں جیسے کفار کے کئی کئی معبود ہوتے ہیں۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم کافروں کی طرح نہیں ہیں کیوں کہ عبادت اور تسبیح میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنائیں۔

167 "وان کانوا" اور یہ کفار مکہ "لیقولون" اس میں لام تاکید کے لیے ہے۔

168 "لو أن عندنا ذكرًا من الاوّلین" پہلے لوگوں کی طرح کتابیں لے کر آئیں۔

⑯٩ "لکنا عباد الله المخلصین"......

⑰٠ "فکفروا به" جب ان کے پاس کتاب آ گئی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ "فسوف یعلمون" یہ بطور تہدید کے ارشاد فرمایا۔

⑰١ "ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین" یہ اس قول کی طرح ہے "کتب الله لاغلبن أنا ورسلی"

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

ترجمہ: کہ بے شک وہی غالب کئے جاویں گے اور (ہمارا تو قاعدہ عام ہے) کہ ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے تو آپ (تسلی رکھیے) اور تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذا رسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا) ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں سو وہ (عذاب) جب ان کے روبرو نازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے اور دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے

تفسیر ⑰٢ ......"انهم لهم المنصورون ......

⑰٣ وان جندنا لهم الغالبون" اللہ تعالیٰ کے گروہ ان پر غلبہ پالیں گے اور آخرت میں ان کی مدد کی جائے گی۔

⑰٤ ......"فتول" آپ ان سے اعراض کر لیجئے۔ "عنهم حتی حین" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حین سے مراد ہے موت کا وقت۔ مجاہد کے نزدیک بدر کا دن مراد ہے۔ سدی کا قول ہے کہ جس روز اللہ کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دے گا۔ بعض نے کہا کہ جب تک ان پر عذاب نہ آ جائے۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ اس آیت سے قتال کی آیت منسوخ ہوتی ہے۔

⑰٥ "وابصرهم" جب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ "فسوف یبصرون" اس وجہ سے وہ کہیں گے کہ عذاب کب آئے گا۔

⑰٦ ......"افبعذابنا یستعجلون"......

⑰٧ "فاذا نزل" جب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ "بساحتهم" مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے جب عذاب ان کے سامنے حاضر ہو جائے گا۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد صحن ہے۔ فراء کے نزدیک یہ ہے کہ عرب قوم کی جگہ ساحت کا ذکر کافی سمجھتے ہیں۔

"فساء صباح المنذرین" یعنی صبح کے وقت کافروں کے لیے برا ہوگا۔ اس لیے عذاب سے ان کو ڈرائیں۔ حضرت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف نکل چلے اور رات کو وہاں پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ رات کو اگر (دشمن) قوم پر پہنچ جاتے تھے تو صبح تک حملہ نہیں کرتے تھے۔ جب صبح ہوتی تو خیبر کے یہودی اپنے پھاوڑے اور ٹوکرے لے کر (باہر) نکلے اور جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے، خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور پورا لشکر بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب ان کے صحن میں اُتر گئے تو ان لوگوں کا دن بہت برا ہو گیا جن کو پہلے سے ڈرایا گیا۔

● "وتولی عنهم حتّی حین"

● "وابصر" دیکھو اس عذاب کو جب ان پر نازل ہو رہا تھا۔ "فسوف یبصرون"

● "سبحان ربک رب العزة" غلبہ اور قوت "عما یصفون" جو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مقرر کر رکھی تھی۔

● "وسلام علی المرسلین" انہوں نے اللہ کی توحید اور شریعتوں کو پہنچایا۔

● "والحمدللّٰہ رب العالمین" دشمنوں کی ہلاکت پر اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نصرت پر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہو کہ قیامت کے دن پورے ناپ سے اس کو اجر ناپ کر دیا جائے اس کا مجلس سے اُٹھنے کے وقت آخری کلام "سبحٰن ربک ربّ العزة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمدللّٰہ رب العالمین" ہونا چاہیے۔

سُوْرَۃ صٓ

مکی سورۃ ہے اس میں اٹھاسی آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ② كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ③ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ④ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ. اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ⑦ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ط بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧

ترجمہ صٓ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پر ہے بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی) مخالفت میں ہیں ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک پیغمبر ڈرانے والا آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص (خوارق میں) ساحر (اور دعویٰ نبوت میں) جھوٹا ہے (اور) کیا (یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار میں کے رئیس یہ کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں سنی نہیں ہو نہ ہو یہ (اس شخص کی) گھڑت ہے کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا بلکہ یہ لوگ خود) میری وحی کی طرف سے شک (یعنی انکار) میں ہیں بلکہ (اصل وجہ یہ ہے) انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔

تفسیر ① "صٓ" بعض نے کہا کہ یہ قسم ہے بعض نے کہا کہ یہ سورۃ کا نام ہے جیسا کہ ہم نے ہر سورۃ کی ابتداء میں

حروف تہجی کے متعلق بیان کیا۔ محمد بن کعب القرظی کا بیان ہے کہ اللہ کے نام یعنی صمد اور صادق الوعد کی کنجی ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ ص کا معنی ہے صدق اللہ، اللہ نے سچ فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ایک روایت میں آیا ہے کہ ص کا معنی ہے صدق محمد رسول اللہ "والقرآن ذی الذکر" یہ بیان ہے عقل مند لوگوں کے لیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مقاتل، ضحاک نے اس کا ترجمہ شرف سے کیا ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "وانہ لذکر لک ولقومک" واؤ قسمیہ ہے۔ اس کے جواب قسم میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا جواب قسم ماقبل میں گزر چکا ہے اور وہ (ص) ہے۔ عبارت اس طرح ہوگی "اقسم باللہ بالقرآن ان محمدًا قد صدق" کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ کہا ہے۔ فراء کا قول ہے کہ ص کا معنی ہے کہ "وجب وحق" کے معنی میں ہے۔ "والقرآن" جیسا کہ تو نے کہا۔ بعض نے کہا کہ جواب قسم محذوف ہے تقدیری عبارت یہ ہوگی۔ "والقرآن ذی الذکر ماالامر" جیسا کہ کفار کہتے ہیں اور یہ محذوف پر دلالت کرتا ہے۔

② "بل الذین کفروا" قتادہ کا قول ہے کہ بل اس جگہ اعراض کے لیے نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے اور یہ جملہ قسم کا جواب ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ آیا ہے "قٓ والقرآن المجید بل عجبوا" بعض نے کہا کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے تقدیری عبارت یہ ہوگی۔ "بل الذین کفروا"...... "فی عزة وشقاق" قرآن ذکر والا ہے اور نصیحت والا ہے۔

اخفش کا قول ہے جس مضمون کے لیے قسم کے ساتھ کلام کیا گیا ہے "انْ کلّ الاَّ کذّب الرّسل فحق عقاب" اور دوسری جگہ ذکر کیا گیا۔ "تاللہ ان کنا" اور ایک اور جگہ فرمایا "والسماء والطارق ان کل نفس" بعض نے کہا کہ جواب قسم یہ "ان ھذا لرزقنا" ہے۔ کسائی کا قول ہے کہ جواب قسم یہ ہے کہ "ان ذلک لحقّ تخاصم اھل النار" یہ بعید ہے کیوں کہ اس قسم کے درمیان خلل پیدا ہو جائے گا۔ یہ جواب بہت سارے قصص اور اخبار کثیرہ پر مبنی ہے۔

قتیبی کا قول ہے بل ایک کلام کے تدارک اور دوسرے کلام کی نفی کے لیے ہے کیوں کہ اللہ نے "صٓ والقرآن ذی الذکر" کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو کافر ہیں وہ غرور اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں اور حق سے روگردانی محض تکبر کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

③ "کم اھلکنا من قبلھم من قرن" جو ماقبل میں اُمتیں گزر چکی ہیں۔ "فنادوا" نزول عذاب کے وقت فریاد رسی کے لیے بہت چیختے چلاتے ہیں۔ "ولات حین مناص" نزول عذاب کے وقت ان کے لیے فرار ممکن نہیں تھا۔ مناص مصدر ہے ناص ینوص سے، نوص پیچھے رہ جانے کو کہا جاتا ہے اور مناص جائے پناہ کو کہتے ہیں۔ لات اہل یمن کی لغت نہیں ہے۔

نحویین کے نزدیک یہ ھی اور لا سے مرکب ہے اور آخر میں تاء بڑھا دی گئی۔ جیسا کہ ان کا قول "رُبّ وربّتْ وثَمّ وَثَمّتْ" اس کا اصل ھا تھا اور اس کے ساتھ لا کو ملا لیا۔ اور "لاء" کہنے لگے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ لاء اور حالت وصل میں انہیں تاء اور وقف کی صورت میں لات ہے۔ کسائی کے نزدیک حالت وقف میں لاہ پڑھا جائے گا۔ بعض کا خیال ہے کہ لاء پر

وقف ہے اور تاء کا تعلق حین سے ہے۔ یعنی "لا تحین" ابو عبیدہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ میں نے مصحف عثمانی میں اسی طرح لکھا پایا ہے۔ جیسا کہ ابی وجزہ ساعدی کا قول ہے۔

العاطفون تحین ما من عاطف والمطعمون زمان ما من مطعم

(وہ ایسے وقت مہربانی کرتے ہیں جب کوئی مہربان موجود نہیں ہوتا اور ایسے وقت کھانا کھلاتے ہیں جب کوئی شخص کھانا کھلانے والا نہیں ہوتا)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کفار مکہ جب جنگ کرتے تھے تو لڑائی میں سرمست ہو جاتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتا تھا مناص، اس پر اللہ نے فرمایا "ولات حین مناص" یعنی مناص کہنے کا وہ وقت نہ تھا یعنی نہ کوئی جائے پناہ تھی اور نہ بھاگ جانے کا مقام۔ جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان پر عذاب نازل کیا تو وہ کہنے لگے مناص اس پر یہ آیت نازل ہوئی "ولات حین مناص"

④ "وعجبوا" اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "بل الذین کفروا" ...... "أن جاء ھم منذر منھم" رسول وہ بھی ان ہی میں سے تھا جو ان کو ڈرا رہا تھا۔ "وقال الکافرون ھذا ساحر کذّاب"

⑤ "اجعل الالھة الھا واحدًا" جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو قریش کو آپ کا مسلمان ہو جانا بڑا شاق گزرا لیکن مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ ولید بن مغیرہ نے سرداران قریش کی ایک جماعت کو جو تعداد میں پچیس تھے جمع کر کے کہا، چلو ابو طالب کے پاس چلیں۔ ولید بن مغیرہ کی عمر سب سے زیادہ تھی۔ حسب مشورہ سب لوگ ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا آپ ہمارے بزرگ اور سردار ہیں اور ان بے وقوف لوگوں کی حرکتوں سے آپ واقف ہیں، ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارا اپنے بھتیجے سے تصفیہ کرا دیجئے۔ ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو ابو طالب نے کہا میرے بھتیجے، یہ تمہاری قوم والے تم سے کچھ درخواست کرنا چاہتے ہیں تم اپنی رائے بالکل ہی ان کے خلاف نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ قریش نے کہا تم ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دو اور ہم تم کو تمہارے معبود سے نہیں روکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم لوگ مجھ سے ایک بات کا وعدہ کرتے ہو جس کی وجہ سے تم عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجمی بھی تمہارے فرمانبردار ہو جائیں گے۔ ابو جہل بولا اگر ایسی بات ہے تو ہم ایک نہیں اس جیسی دس باتیں مان لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو لا الٰہ الا اللہ کہہ دو۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور منتشر ہو گئے اور کہنے لگے "اجعل الالھة الھًا واحدًا" ساری مخلوق ایک خدا کا کلام کیسے سن سکتی ہے؟ "انّ ھذا لشیءٌ عجابٌ"

عجیب اور عجاب کا فرق بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ انوکھی بات جس کی نظیر ہو، عجیب کہلاتی ہے اور بینظیر ہو تو اس کو عجاب کہتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے "رجل، کریم و کرامٌ" اور کبیر، کبار، طویل طوال اور عریض عراض کی طرح ہے۔

6 "وانطلق الملاء منهم أن امشوا واصبروا علی آلهتکم" قریش کے سردار ابو طالب کی مجلس سے اُٹھ کر چل دیئے۔ بعض بعض کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ چلو اور اپنے معبودوں کے ساتھ جمع رہو۔ یعنی اپنے معبودوں پر ثابت قدم رہو۔ "ان هذا لشیء یراد" جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کو ایک خاص قوت حاصل ہوگئی اس پر کافروں نے کہا "ان هذا لشیء یراد" بعض نے کہا کہ اس سے مراد اہل الارض ہیں۔

7 "ما سمعنا بهذا" جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ رہے ہیں یہ اس سے پہلے ہم نے کسی سے نہیں سنا۔ "فی الملة الاٰخرة" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کلبی، مقاتل نے کہا کہ "الملة الاٰخرة" سے مراد عیسائیت ہے۔ آخری مذہب یہی تھا۔ عیسائی بھی توحید کے قائل نہیں تھے بلکہ خدا کو تین "اقانیم" میں تیسرا کہتے تھے۔ مجاہد اور قتادہ سے مراد ہے "الملة الاٰخرة" سے قریش کا مذہب جس پر وہ چلتے تھے۔ "ان هذا الا اختلاق" جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔

8 "أانزل علیه الذکر" اس سے مراد قرآن ہے۔ "من بیننا" یعنی یہ نہ ہمارا بزرگ ہے اور نہ ہی مال وعزت والا یہ اہل مکہ کہتے تھے۔ "بل هم فی شک من ذکری" وحی اور جو چیز میرے اوپر اُتری ہے اس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں۔ "بل لما یذوقوا عذاب" انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا، اگر عذاب کا مزہ چکھ لیتے تو اس طرح نہ کہتے۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّکَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ⑨ اَمْ لَهُمْ مُّلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ⑩ جُنْدٌ مَّا هُنَالِکَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ⑪ کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ⑫ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْئَیْکَةِ ؕ اُولٰٓئِکَ الْاَحْزَابُ ⑬

ترجمہ: کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں (جن میں نبوت بھی داخل ہے) یا کیا ان کو آسمان اور زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان کا اختیار حاصل ہے (اگر اختیار ہے) تو ان کو چاہیے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جائیں اس مقام پر ان لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے منجملہ (مخالفین رسل کے) گروہوں کے جو شکست دیئے جائیں گے ان سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عاد نے اور فرعون نے جس (کی سلطنت) کے کھونٹے گڑ گئے تھے اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی۔

تفسیر: 9 "ام عندهم" کیا تمہارے پاس "خزائن رحمة ربک" تمہارے رب کی طرف سے نعمت، اس سے مراد نبوت کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہیں نبوت دے دیں۔ "العزیز الوهاب" سب پر غالب جس پر کوئی غالب نہیں۔ وہاب وہ بڑا داتا جس کو جو کچھ دینا چاہتا ہے دیتا ہے۔

10 "ام لهم ملک السّمٰوات والارض ومابینهما" یہ ان کے اختیار نہیں ہے۔ "فلیرتقوا فی الاسباب" یعنی عالم سماوی اور ارض کے نظم میں اس کو کچھ دخل نہیں تو سیڑھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ کر عرش تک پہنچ کر اس پر متمکن ہوں اور وہاں

سے اس کائنات کا انتظام چلائیں اور جس پر چاہیں وحی نازل کی۔ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے اسباب سے مراد ہیں آسمان کے دروازے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچنے کا راستہ، کہیں تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب ہو خواہ راستہ ہو، دروازہ ہو یا کچھ اور ہو اس کو سبب کہا جاتا ہے۔ یہ امر بطور توبیخ اور عاجز کرنے کے لیے ہے۔

⑪ "جند ماهنالک" یعنی یہ جو کچھ کہتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک شکست خوردہ حقیر بھیڑ ہے۔ ماصلہ ہے "مهزوم" مغلوب ہیں۔ "من الاحزاب" اس سے مراد قریش کے لشکر ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے "انه سیهزم جند المشرکین" کہ عنقریب کافروں کی جماعت کو شکست ہو جائے گی اور یہ پیٹھ موڑ کر بھاگ جائیں گے۔ چنانچہ اس کا ظہور بدر کے دن ہو گیا۔ "هنالک" سے اشارہ بدر کی لڑائی میں کافروں کی قتل گاہوں کی طرف ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

اوتاد کی تفسیریں

⑫ "کذبت قبلهم قوم نوح و عاد و فرعون ذوالاوتاد" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن کعب نے ذوالاوتاد کا ترجمہ کیا مضبوط عمارتوں والا۔ بعض نے کہا کہ قوی پائیدار حکومت والا۔ قتیبی نے کہا کہ عرب بولتے ہیں وہ لوگ گڑھی ہوئی میخوں والی عزت کے مالک ہیں۔ یعنی لازوال قوی عزت ان کو حاصل ہے۔

ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے مضبوط قوت گرفت والا۔ عطیہ نے کہا کثیر لشکروں والا اور بڑے جتھوں والا جس طرح کسی چیز کو مضبوط بنانے کے لیے اس میں کیلیں یا میخیں ٹھونک دی جاتی ہیں اسی طرح فرعون کی قوم نے اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط اور طاقت ور بنا رکھا تھا۔ فوجوں کی میخیں (اوتاد) اس لیے کہا جاتا ہے کہ سفر کی حالت میں پڑاؤ پر وہ بہت سے ڈیرے، خیمے لگاتے اور میخوں سے ان کو باندھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول عطیہ سے یہی آیا ہے۔ کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ نے کہا کہ اوتاد وتد کی جمع ہے۔ فرعون جب کسی پر عتاب کرتا تھا تو اس کو چت کر کے زمین سے کچھ اوپر ہر ہاتھ اور ٹانگ ایک ایک ستون میں ٹھونک دیتا تھا۔ اسی طرح وہ چت معلق رہتا تھا، نہ اوپر جا سکتا تھا اور نہ نیچے زمین پر گر سکتا تھا۔ اسی طرح مر جاتا تھا۔

مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ جس شخص کو سزا دینی ہوتی فرعون اس کو زمین پر چت لٹاتا، پھر اس کے ہاتھ پاؤں علیحدہ علیحدہ پھیلا کر چومیخا کر دیتا تھا۔ سدی کا قول ہے کہ چومیخا مضبوط کر کے بچھو اور سانپ اس پر چھوڑ دیتا تھا۔ قتادہ اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ فرعون کے پاس کچھ پارٹیاں تھیں، کھیل کے میدان تھے، میخیں تھیں، اس کے سامنے کھلاڑی میخوں پر کھیلتے تھے اور کرتب دکھاتے تھے۔

⑬ "وثمود و قوم لوط و اصحاب الایکة اولٰئک الاحزاب" وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کی تکذیب کی اور مکہ کے مشرکین بھی انہی جماعتوں میں سے ایک جماعت تھی۔

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿14﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿15﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿16﴾

ترجمہ (اور) وہ گروہ بھی لوگ ہیں ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا اور یہ لوگ بس ایک روز کی چیخ کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ تھی (مراد اس سے قیامت ہے) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے دے دے۔

تفسیر 14 "ان کل" ان میں سے تمام جماعتوں نے "الا کذب الرسل فحق عقاب" ان پر عذاب واجب ہے اور ہم نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا۔

15 "وما ینظر" یہ لوگ انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ "ھو لاء" کفار مکہ "الا صیحة واحدة" اور وہ نفخہ صور ہے۔ "مالھا من فواق" حمزہ اور کسائی نے "فُواق" فاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں لغات درست ہیں۔ قریش کی لغت میں فتحہ ہے اور تمیم کی لغت میں ضمہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے کہا کہ فواق کا معنی ہے واپس ہونا۔ مجاہد نے اس کا ترجمہ کیا مہلت۔ ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے پھیرنا، موڑنا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ چیخ جو اپنے مقررہ وقت پر آئے گی جو عذاب کی صورت میں ہوگی تو اس کو نہ کوئی لوٹا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کو پھیر سکتا ہے۔ بعض نے ضمہ اور فتحہ کی صورت میں فرق بیان کیا ہے۔ ابوعبیدہ اور فراء نے کہا کہ فواق کا معنی ہے آرام، افاقہ اور فواق اس وقفہ کو کہتے ہیں جو اونٹنی کو دوہنے اور پھر دودھ اُتارنے کے لیے چھوڑ دینے اور پھر دوہنے کے درمیان ہوتا ہے۔ فواق: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیتے وقت اس مقدار کی بھی مہلت نہیں دیں گے۔ بعض نے کہا کہ یہ دونوں رجوع سے مستعار لیے گئے کیونکہ دودھ دوبارہ تھنوں میں لوٹ آتا ہے۔ جب اس کے بچے کو اس کے تھنوں کے قریب چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی سے ہے مریض کا افاقہ پانا صحت کی طرف۔

16 "وقالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب" سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں ہمارا لکھا ہوا حساب۔ قط اس صحیفہ کو کہا جاتا ہے جس میں سب کچھ شمار کر دیا گیا ہو۔ کلبی کا بیان ہے کہ جب سورۃ الحاقہ نازل ہوئی "فاما من اوتی کتابہ بیمینہ"...... "واما من اوتی کتابہ بشمالہ" تو مکہ کے کافروں نے مذاق اُڑاتے ہوئے کہا، اے ہمارے رب! ہمارا لکھا ہوا تو ابھی دے دے۔ سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ کافروں کی مراد یہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس جنت کا ذکر فرماتے ہیں، اس کے اندر ہمارا جو نصیب اور حصہ ہو وہ ہم کو یہیں دیدے۔

حسن، قتادہ، مجاہد اور سدی رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ جس عذاب آخرت کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دھمکی دیتے ہیں اس کا ہمارا مقررہ حصہ یہیں دُنیا میں ہم کو دے دے۔ عطاء کا قول ہے کہ یہ نضر بن حارث کا قول تھا۔ اس نے کہا تھا

"اللّٰھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃً من السماء" اے اللہ! اگر یہی حق ہے اور تیری طرف سے نازل ہوا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں سے بارش کردے۔ مجاہد کا قول ہے کہ "قطنا" سے مراد حساب ہے۔ جیسا کہ کتاب کے حساب کو قط کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ اور کسائی نے کہا کہ "القط" سے مراد جوائز ہے۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ⑰ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ⑱ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ⑲ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ⑳

ترجمہ آپ لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑی قوت (اور ہمت) والے تھے وہ (خدا کی طرف) رجوع ہونے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی جو (تسبیح کے وقت) ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے سب ان کی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کر دینے والی تقریر عطا فرمائی تھی۔

تفسیر ⑰ **"اصبر علی ما یقولون"** کفار جو کچھ آپ کی تکذیب کرنے کے متعلق کہتے ہیں۔ **"واذکر عبدنا داود ذاالاید"** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ عبادت میں بڑے قوت دار تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ اللہ کو پسند حضرت داؤد علیہ السلام کا نفل روزہ رکھنے کا طریقہ ہے۔ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے، ایک دن ناغہ کرتے تھے اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے۔ داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے تھے، ایک تہائی رات نماز پڑھتے تھے۔ پھر آخرت میں پوری رات کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے۔ بعض نے کہا کہ اپنی بادشاہت کی ملک میں بہت مضبوط تھے۔ **"انہ اوّاب"** ہر ناپسندیدہ کام پر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کے ذریعے رجوع کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ کے بڑے اطاعت گزار تھے۔ سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ کی بہت پاکی بیان کرنے والے تھے۔ حبشی زبان میں "اوّاب" کا معنی ہے تسبیح کرنے والا۔

⑱ **"انا سخرنا الجبال معہ"** جیسا کہ ارشاد باری ہے **"وسخرنا مع داؤد الجبال"**...... "یسبحن" تسبیح کرتے تھے۔ **"بالعشی والاشراق"** کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد صبح و شام ہے۔ اشراق کا مطلب ہے روشنی کی چمک کا انتہاء کو پہنچ جانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے صلوٰۃ اشراق مراد ہے۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا اس آیت کے متعلق کہ اس آیت پر میرا ایمان تو تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا معنی کیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت اُم ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور وضو کا پانی طلب فرمایا، پھر وضو کیا اور چاشت کی نماز پڑھی اور نماز کے بعد فرمایا، اُم ہانی! یہ اشراق کی نماز ہے۔

⑲ "والطیر" اور ہم نے پرندوں کو ان کے لیے مسخر کردیا۔ "محشورۃ" جو جمع ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ "کل لہ اواب" یہ سب حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنے میں مطیع تھے۔ بعض نے کہا کہ "لہ اوّاب" کا معنی ہے کہ تسبیح میں برابر مشغول رہتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت

⑳ "وشددنا ملکہ" یعنی ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط اور مستحکم بنا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ نے تمام بادشاہوں سے بڑھ کر حضرت داؤد علیہ السلام کو اقتدار عطا فرمایا تھا، ان کے قلعہ کی نگرانی ہر رات ۳۶ ہزار سپاہی کرتے تھے۔

بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی آدمی نے کسی بڑے آدمی پر حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میری گائیں چھین لی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی علیہ سے پوچھا اس نے انکار کردیا۔ آپ نے مدعی سے گواہ طلب کیے، اس کے پاس گواہ نہ تھے۔ آپ نے فرمایا، چلے جاؤ، میں تمہارے معاملے میں غور کرکے فیصلہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے خواب میں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ مدعی علیہ کو قتل کردیا جائے۔ بیدار ہونے کے بعد آپ نے خیال کیا کہ یہ ایک خواب ہے، میں فیصلہ میں جلدی نہیں کروں گا۔ دوسرے روز پھر یہی خواب آیا لیکن آپ نے خواب کی تعمیل نہیں کی۔ تیسرے روز خواب میں وحی آئی کہ مدعی علیہ کو قتل کردو، سخت سزا دو۔ بیدار ہونے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی علیہ کو طلب کیا اور فرمایا، اللہ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ میں تجھے قتل کرادوں۔ اس نے کہا کیا آپ بغیر ثبوت کے مجھے قتل کرادیں گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا، ہاں اللہ کی قسم! میں تیرے معاملہ میں اللہ کا حکم نافذ کرکے رہوں گا۔ جب اس شخص نے دیکھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام مجھے قتل کرادیں گے تو بولا آپ عجلت سے کام نہ لیں، میں آپ کو اصل واقعہ بتائے دیتا ہوں، میرے لیے اس جرم کی یہ سزا تجویز نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ میری پکڑ ایک اور جرم میں ہوئی ہے، میں نے اس مدعی کے باپ کو دھوکا دے کر اچانک قتل کردیا تھا، اس کی مجھے یہ سزا دی گئی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور قتل کرادیا۔ اس واقعہ سے بنی اسرائیل کے دلوں پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت چھا گئی اور آپ کی حکومت بڑی مستحکم ہوگئی۔

"واٰتیناہ الحکمۃ" اس سے مراد نبوت اور تمام اُمور میں پہنچ جانا۔ "وفصل الخطاب" اس سے مراد کلام کو واضح بیان کرنا۔

فصل الخطاب کی تفسیر

ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حسن، کلبی، مقاتل کے نزدیک "فصل الخطاب" سے مراد ہے بصیرت فیصلہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا واضح کلام مراد ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ "فصل الخطاب البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" ہے۔ مدعی پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے اور گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ سے حلف لیا جائے۔ یہ ضابطہ تمام

جھگڑوں کو طے کر دیتا ہے۔ فریقین کی بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب کے قول کی بھی یہی روایت آتی ہے۔ حضرت اُبی نے فرمایا "فصل الخطاب" گواہ اور قسم ہے۔ مجاہد، عطاء بن رباح کا یہی قول ہے۔

شعبی کا قول ہے کہ حمد وثناء کے بعد جب آدمی مقصد بیان کرنا چاہتا ہے اور بیان مقصد سے پہلے اما بعد کہتا ہے تو یہ فصل الخطاب ہے۔ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کہا تھا۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ㉑ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ㉒

(ترجمہ) اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ (داؤد کے) عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر داؤد کے پاس آئے تو وہ (ان کے اس طرح آنے سے) گھبرا گئے وہ لوگ کہنے لگے کہ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر (کچھ) زیادتی کی ہے سو آپ ہم میں انصاف کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو (معاملہ کی) سیدھی راہ بتا دیجئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان

(تفسیر) ㉑ "وھل اتاک نبا الخصم اذ تسوروا المحراب" اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان تھا۔ اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک روز تمنا کی کہ ان کو بھی ان کے اسلاف ابراہیم، اسحاق اور اسرائیل کا ہم مرتبہ بنا دیا جائے اور اللہ سے دُعا کی کہ جس طرح تو نے میرے بزرگوں کا امتحان لیا اور امتحان کے بعد ان کو مراتب عنایت کیے اسی طرح مجھے بھی ان کی طرح مرتبہ میرا امتحان لینے کے بعد عطا فرما دیا جائے۔

سدی، کلبی اور مقاتل رحمہم اللہ نے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ اپنی اپنی اسناد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے وقت کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک روز تو لوگوں کے فیصلوں کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ ایک دن اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص تھا اور ایک روز اپنی عورتوں اور دوسرے مشاغل کے لیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جو آسمانی کتابیں پڑھتے تھے ان میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب علیہم السلام کی فضیلت کا تذکرہ تھا۔

ایک روز انہوں نے دُعا کی اے رب! میں سمجھتا ہوں کہ ساری خوبیاں میرے آباؤ اجداد لے گئے جو مجھ سے پہلے گزر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان کو تو مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا۔ ویسی آزمائشوں میں آپ کو مبتلا نہیں کیا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کا امتحان تو نمرود کی طرف سے ایذاؤں کی شکل میں اور بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دے کر لیا گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام

دونوں میرے گھر کیوں داخل ہوئے؟ "قالوا لاتخف خصمان" ہم دونوں فریقوں میں جھگڑا ہوگیا، یعنی ہمارے درمیان ایک معاملہ ہے "بغی بعضنا علی بعض" ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپ سے ہم اس بارے میں فیصلہ کروائیں۔

سوال یہ ہوتا کہ یہ کیسے کہا کہ "بغی بعضنا علی بعض" حالانکہ وہ دونوں فرشتے تھے۔ ان میں ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی نہیں ہوسکتی تھی؟

اس کا بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ ہم نے دو جھگڑنے والوں کو دیکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ساتھ زیادتی کی۔ یہ کلام بطور تعریض کے تھا نہ کہ ایک دوسرے کے ساتھ بغاوت۔

"فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط" فیصلہ جور والا نہ کریں۔ جیسے کہا جاتا ہے "شط الرجل شطط واشط اشطاطاً" جب وہ فیصلہ میں ظلم و جور کرے۔ اس کا معنی ہے فیصلے سے تجاوز کرنا۔ یہ اصل کلمہ "شطت الدار واشطت اذا بعدت" جب وہ دور ہو جائے۔ "واھدنا الی سواء الصراط" یعنی وسط راہ جو اِدھر اُدھر نہ ہو، جو خوب انصاف والا ہو، حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے کہا بیان کیجئے۔

اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ. لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ. فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ㉓ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ (آیت سجدہ) ㉔ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ㉕

ترجمہ: (پھر ایک شخص بولا کہ صورت مقدمہ کی یہ ہے کہ) یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے سو وہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں مجھ کو دباتا ہے داؤد نے کہا یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک دوسرے پر (یوں ہی) زیادتی کیا کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدے میں گر پڑے اور رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ (امر) معاف کر دیا اور ہمارے یہاں ان کے لئے (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے۔

تفسیر: ㉓ ان دونوں میں سے ایک نے کہا "ان ھذا اخی" میرا دینی بھائی ہے۔ "له تسع و تسعون نعجة" یعنی میری ایک بیوی ہے۔ "ولی نعجة واحدة" اور میری ایک بیوی ہے۔ عرب لوگ "نعجة" کو بیوی سے کنایۃً استعمال کرتے

تھے۔ حسن بن فضل نے کہا کہ یہ لفظ تنبیہ کرنے اور بطور سمجھانے کے کہا تھا حالانکہ وہاں کوئی "نعجة" نہیں تھی۔ "فقال اکفلنیھا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنبی مجھے دے دے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس کو میرے لیے چھوڑ دے۔ یعنی اس کو طلاق دے دے یا اس سے نکاح نہ کر۔ "وعزّنی" اور میرے اوپر غالب آتا ہے۔ "فی الخطاب" بات کرنے میں میرے سے آگے ہے۔ بعض نے کہا کہ اپنی بادشاہت کی وجہ سے مجھ پر غالب آتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ یہ مجھ سے زیادہ زبان آور اور زور آور ہے۔ بات چیت میں مجھے دبا لیتا ہے۔ اگر میں اس سے لڑوں تو میری کمزوری کی وجہ سے مجھ پر غالب آجاتا ہے لیکن میں حق پر ہوں۔

یہ پوری مثال ہے حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریاء کی بیوی کے درمیان حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریاء کی بیوی کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ ان کے پاس ننانوے بیویاں تھیں اور اوریاء کی ایک ہی بیوی تھی تو انہوں نے اس کو اپنی عورتوں کے ساتھ ملا دیا۔

۲۴ "قال" حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا "لقد ظلمک بسؤال نعجتک الی نعاجه" یعنی تمہاری نعجہ کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے ظلم کیا۔

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال حضرت داؤد علیہ السلام نے کیسے کہہ دیا کہ اس نے ظلم کیا حالانکہ دوسرے شخص سے اس کے بارے میں پوچھا ہی نہیں؟

جواب اگر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح یہ کہہ رہے ہیں تو یہ ظلم ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ اس کے ساتھی کے اعتراف کے بعد فرمایا۔ "وانّ کثیرًا من الخلطاء" اس سے مراد شرکاء ہیں۔ "لیبغی بعضھم علی بعض" یعنی بعض، بعض پر ظلم کرتے ہیں۔ "الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات" ان صفات والے لوگ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے۔ "وقلیل ماھم" ان میں بہت تھوڑے ہیں۔ ماصلہ ہے۔ صالحین میں سے بہت ہی کم لوگ ہیں جو ظلم کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا جب حضرت داؤد علیہ السلام نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ہنس پڑے اور آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پہچان گئے کہ ان کو آزمایا گیا ہے۔ "وظن داؤد" ان کو یقین ہوگیا اور جان گئے۔ "انما فتناہ" ان کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ سدی نے اپنی سند میں بیان کیا کہ جب ایک نے "ان ھذا اخی" فرمایا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے دوسرے سے پوچھا تو کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا، بے شک میرے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور اس کی ایک دنبی ہے، میں اس کی دُنبی لے کر اپنی سو دنبیاں پوری کرنا چاہتا ہوں مگر اس کو یہ بات ناگوار ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا تو میں تجھ کو اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ اگر تو نے اس کا ارادہ بھی کیا تو میں اس پر (ناک اور اس کی جڑ پر) ماروں گا۔ اس نے کہا داؤد آپ اس سزا کے زیادہ مستحق ہیں، اوریاء کی تو ایک ہی عورت تھی اور آپ کی ننانوے تھیں، آپ برابر اس کے مارے جانے پر درپے رہے آخر وہ قتل ہوگیا اور آپ نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد حضرت داؤد

علیہ السلام نے دیکھا تو کوئی بھی نظر نہ آیا۔ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ میں کیسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کو عیوب سے پاک مانتے ہیں وہ اس قصہ کے متعلق کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے اوریاء کی بیوی کو اپنے لیے بنائے جانے کی دل میں تمنا کی تھی۔ اتفاقاً اوریاء کسی جہاد پر گیا اور لڑائی میں آگے بڑھ کر شہید ہو گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر ملی تو آپ اس کے مارے جانے پر ایسے رنجیدہ نہیں ہوئے جیسے آپ کی عادت تھی کہ فوج کا کوئی سپاہی مارا جاتا تو آپ کو اس پر سخت رنج ہوتا اور آپ غمگین ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اوریاء کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔

اتنے ہی قصور پر آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ اللہ کے نزدیک چونکہ بہت اونچا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے چھوٹے گناہ بھی خدا کی نظر میں بڑے ہوتے ہیں۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قصور صرف یہ تھا کہ اوریاء نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھجوایا، پھر کسی جہاد پر چلا گیا اور غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہو جانے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کو اپنے نکاح کا پیغام بھیجا اور اس سے نکاح کر لیا۔ اوریاء بہت رنجیدہ ہوا اور حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ کا عتاب نازل ہوا کہ اس ایک عورت کو بھی انہوں نے پیغام نکاح بھیجنے والے کیلئے نہیں چھوڑا۔ باوجودیکہ ان کے پاس ننانوے عورتیں موجود تھیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ داؤد نبی علیہ السلام نے جو اس عورت کی طرف نظر کی تو دل میں ایک ارادہ کیا اور سپہ سالار کو حکم بھجوا دیا کہ جب دشمن کا مقابلہ ہو تو اس شخص کے آگے تابوت بھیج دینا۔ اس زمانے میں تابوت کی برکت سے ہی اللہ کی نصرت طلب کی جاتی تھی جو شخص تابوت سے آگے ہوتا وہ واپس لوٹ نہیں سکتا تھا یا مارا جاتا یا فتح یاب ہوتا اور دشمن کو شکست ہو جاتی۔ چنانچہ اس عورت کا شوہر شہید ہو گیا اور دو فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے قصہ بیان کیا، اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام حقیقت کو سمجھ گئے۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے اور چالیس روز تک سجدہ میں پڑے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اُگ کر سر کے اوپر آ گئی اور مٹی نے پیشانی کو کھا لیا، سجدہ کی حالت میں وہ برابر کہہ رہے تھے اے میرے رب! داؤد سے وہ عظیم ترین لغزش ہو گئی جو مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ سے بھی بڑی ہے۔ اے میرے رب! اگر تو داؤد کی کمزوری پر رحم نہیں کرے گا اور اس کے گناہ کو معاف نہیں کرے گا اور آنے والی مخلوق کے لیے داؤد کے قصور کو کہانی بنا دے گا۔ چالیس روز کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا داؤد! اللہ تعالیٰ نے تمہارا وہ ارادہ معاف کر دیا جو تم کر چکے تھے۔ داؤد علیہ السلام نے کہا بے شک میرا رب! میرے گناہ کے ارادے کو معاف کر دینے کی قدرت رکھتا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ اللہ منصف ہے کسی کی طرف اس کا جھکاؤ نہیں ہوتا۔ پھر قیامت کے دن جب فلاں شخص کہے گا اے میرے رب! میرا خون جو داؤد کے ذمہ ہے، جبرئیل نے کہا اس کے متعلق تو میں نے آپ کے رب سے کچھ دریافت نہیں کیا۔ اگر آپ علیہ السلام کی خواہش ہے تو میں ایسا ضرور کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میری یہی خواہش ہے۔ جبرئیل علیہ السلام اوپر چڑھ گئے اور داؤد علیہ السلام سجدہ میں پڑ گئے اور حسب مشیت خدا وقت گزرتا رہا۔ جب جبرئیل علیہ السلام اُترے اور کہا داؤد! میں نے اللہ سے اس بات کے متعلق جس کے لیے آپ نے مجھے بھیجا تھا دریافت کیا تھا، اللہ نے فرمایا داؤد سے کہہ دے کہ قیامت کے دن تم کو اور اس کو جمع کرے گا اور اس سے فرمائے گا کہ جو خونِ تیرا داؤد کے ذمہ ہے وہ مجھے بخش دے، وہ جواب دے گا، اے میرے رب! میں نے تجھے اختیار دیا۔ اللہ فرمائے گا اس کے عوض جنت کے اندر تو جو کچھ چاہے اور جس چیز کی تجھے خواہش ہو لے لے۔

کعب بن احبار اور وہب بن منبہ کا بالاتفاق بیان ہے کہ جب دونوں فرشتے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے ہی خلاف مقدمہ کا فیصلہ کر دیا تو دونوں اپنی اصلی صورتوں میں آ گئے اور یہ کہتے ہوئے اوپر چڑھ گئے کہ اس شخص نے اپنے ہی خلاف فیصلہ کر دیا اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی یہ سمجھ گئے کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے اور چالیس روز سجدہ میں پڑے رہے، نہ کچھ کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے، روتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ گھاس ان کے سر کے اِردگرد اُگ آئی، برابر اللہ کو پکارتے اور قبول توبہ کی درخواست کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سجدہ کی حالت میں یہ دُعا کرتے تھے، پاک ہے وہ بادشاہ جو سب سے بڑی عظمت والا ہے۔ مخلوق کی جس طرح چاہتا ہے آزمائش کرتا ہے پاک ہے نور کا خالق، پاک ہے جو دلوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، پاک ہے نور کا خالق، اے میرے معبود! تو نے مجھے اور میرے دشمن ابلیس کو خالی چھوڑ دیا۔ پھر جب فتنہ مجھ پر آ پڑا تو اس میں کھڑا نہ رہ سکا۔ پاک ہے نور کا خالق داؤد کے لیے ہلاکت ہو گی، اس روز جب اس کا پردہ فاش ہو جائے گا اور فرشتہ کہے گا یہ ہے خطا کار داؤد، پاک ہے نور کا پیدا کرنے والا، اے میرے معبود! میں کس آنکھ سے تیری طرف دیکھوں گا، ظالم تو پوشیدہ نظروں سے اس روز دیکھیں گے۔ پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا، اے میرے معبود! میں کن قدموں سے اس روز تیرے سامنے چلوں گا جب کہ گناہ گاروں کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا اے میرے معبود! مجھ میں تیرے سورج کی گرمی، برداشت کرنے کی طاقت نہیں، تیری دوزخ کی گرمی کیسے برداشت کروں گا؟ اے میرے معبود! میں تیرے رعد کی آواز (کو سننے) کی طاقت نہیں رکھتا تو جہنم کی آواز (کو سننے) کی طاقت میرے اندر کیسے ہو گی؟ پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا، ہلاکت ہے داؤد کی اس گناہ کی وجہ سے جس کا اس نے ارتکاب کیا، پاک ہے نور کا پیدا کرنے والا۔ اے میرے معبود! تو میری اندرونی اور بیرونی باتوں کو جانتا ہے میری معذرت کو قبول فرما۔ پاک ہے نور کا خالق اے میرے معبود! اپنی رحمت سے میرے گناہ بخش دے اور مجھے ذلیل کرنے کے لیے اپنی رحمت سے مجھے دور نہ کر (یعنی اگر تو نے مجھے اپنی رحمت سے دور کر دیا تو میں ذلیل ہو جاؤں گا) پاک ہے نور کا خالق۔ اے میرے رب! میں تیری ذات کریم کے نور کی ان گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں جنہوں نے مجھے ہلاک کر دیا، پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا۔ اے میرے معبود! میں تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار اور اپنی خطا کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے نا اُمید نہ کر اور قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کر، پاک ہے نور کا خالق۔

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز تک یونہی سجدہ میں پڑے رہے، سر اوپر نہ اُٹھایا اور روتے رہے یہاں

تک کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی جس نے آپ کے سر کو چھپالیا۔ چالیس روز کے بعد ندا آئی، داؤد! کیا تو بھوکا ہے کہ تجھے کھانا دے دیا جائے یا پیاسا ہے کہ تجھے پانی پلا دیا جائے، یا ننگا ہے کہ تجھے لباس دے دیا جائے؟ میں تو بلا مانگے یہ چیزیں تجھے دیتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اتنا روئے کہ آپ کے سینہ کی گرمی سے لکڑی بھڑکنے لگی اور جل گئی۔ اس کے بعد اللہ نے قبول توبہ اور مغفرت کا حکم نازل فرمایا۔

وہب کا بیان ہے حضرت داؤد علیہ السلام کو ندا آئی کہ میں نے تجھے بخش دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: یہ کیسے ہوگا تو تو کسی پر ظلم نہیں کرتا (پھر اوریاء کے حق کا کیا ہوگا؟ حکم ہوا، اوریاء کی قبر پر جاؤ اور اس کو پکارو، میں تمہاری آواز اس کو سنا دوں گا، اس کے حق سے تم سبکدوش ہو جاؤ گے۔ حسب الحکم حضرت داؤد علیہ السلام روانہ ہوگئے۔ کمبل کا لباس پہن لیا اور اوریاء کی قبر کے پاس بیٹھ کر اس کو آواز دی، اوریاء نے کہا، کون ہے؟ جس نے میرے مزے میں خلل ڈالا اور مجھے بیدار کر دیا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، میں داؤد ہوں۔ اوریاء نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کو کیا چیز یہاں لائی؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میری طرف سے جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا، اس سے تم مجھے سبکدوش کر دو۔ اوریاء نے کہا، آپ کی طرف سے میرے ساتھ کیا برا سلوک ہوگیا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، میں نے تم کو قتل ہونے کی پیشکش کی۔ اوریاء نے کہا، آپ تو میرے سامنے جنت لے آئے، آپ میری طرف سے سبکدوش ہیں۔ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اور فرمایا، داؤد! کیا تم نہیں جانتے کہ میں عادل حاکم ہوں، کسی کی جانبداری میں فیصلہ نہیں کرتا۔ تم نے اس کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پھر اوریاء کی قبر کی طرف لوٹے اور اس کو آواز دی، اوریاء نے جواب میں کہا، کون ہے۔ جس نے میرے مزے میں خلل ڈالا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، میں داؤد ہوں۔ اوریاء نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا میں نے آپ کو معاف نہیں کر دیا؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: ہاں (یہ تو کیا تھا) لیکن میں نے تیرے ساتھ تیری بیوی کے لیے ایسا کیا تھا چنانچہ میں نے اس سے نکاح کر لیا، اوریاء خاموش ہوگیا، پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ بار بار حضرت داؤد علیہ السلام نے پکارا، مگر اوریاء نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس کی قبر کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگے اور پکارنے لگے، داؤد کی ہلاکت ہوگی، اس روز جب کہ انصاف کی ترازوئیں قائم کی جائیں گی، پاک ہے نور کا خالق، ہلاکت ہوگی، پھر بڑی ہلاکت ہوگی داؤد کی جبکہ اس کو ٹھوڑی پکڑ کر مظلوم کے حوالے کر دیا جائے گا۔ پاک ہے نور کا پیدا کرنے والا۔ ہلاکت ہوگی، پھر بڑی ہلاکت ہوگی داؤد کی جبکہ منہ کے بل اس کو کھینچ کر دوزخ میں گنہگاروں کیساتھ ڈال دیا جائے گا، پاک ہے نور کو پیدا کرنے والا۔

آسمان سے ندا آئی: داؤد! میں نے تیری خطا معاف کر دی، مجھے تیرے رونے پر رحم آ گیا اور میں نے تیری دُعا قبول کر لی اور تیری لغزش سے درگزر کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ کیسے ہوگا؟ صاحب حق نے تو مجھے معاف نہیں کیا۔ اللہ نے فرمایا: داؤد! میں قیامت کے دن اتنا ثواب دوں گا کہ اس کی آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ اس کے کانوں نے سنا ہوگا، پھر میں اس سے کہوں گا تو میرے بندے داؤد سے راضی ہوگیا؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے یہ ثواب

کہاں سے مل گیا، میرے اعمال تو یہاں تک پہنچانے کے قابل نہیں تھے۔ میں کہوں گا، یہ میرے بندے داؤد کے (جرم کے) بدلے میں تجھے دیا گیا ہے، اب میں تجھ سے اس کے جرم معاف کر دینے کا خواستگار ہوں۔ آخر وہ میری وجہ سے تجھے معاف کر دے گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اب میں نے جان لیا کہ تو نے مجھے معاف کر دیا۔

"فاستغفر ربہ وخرّ راکعًا" اس سے مراد سجدہ کرنا ہے۔ رکوع کو سجود کے ساتھ تعبیر کیا کیوں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں جھکنا ہوتا ہے۔ حسین بن فضل کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن طاہر سے سوال کیا "وخرّ راکعًا" کے بارے میں کہ کیا رکوع کو خر کہا جا سکتا ہے، میں نے کہا نہیں، اس کا معنی ہے کہ رکوع سے اُٹھنے کے بعد سجدہ میں جانا۔ "وانااب" وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور توبہ کی۔

㉕ "فغفرنا لہ ذلک" ہم نے ان کا یہ گناہ بخش دیا۔ "وان لہ" مغفرت کے بعد۔ "عندنا" قیامت کے دن ہمارے پاس "لزلفی" قرب مکان ہوگا۔ "وحسن ماٰب" اچھا ٹھکانا اور اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ وہب بن منبہ نے بیان کیا جب اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی، تب بھی آپ برابر اپنے قصور پر روتے رہے، رات دن کسی وقت آپ کے آنسو نہ رُکتے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ستر سال کی تھی۔ اس قصور کے بعد آپ نے اپنی عمر کے چار حصے کر دیئے۔ ایک دن بنی اسرائیل کے معاملات کے فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کیا، ایک دن عورتوں کے لیے، ایک دن جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر اللہ کی پاکی بیان کرنے (اور حمد وثناء کرنے) کا اور ایک روز اپنے گھر کے اندر رہ کر نوحہ کرنے کا۔ آپ کے گھر کے اندر چار ہزار عبادت کے مقام تھے۔ جب آپ گھر میں خلوت گزیں ہو جاتے تو (چار ہزار) تارک الدنیا درویش آپ کے پاس آ کر جمع ہو جاتے، پھر آپ ان درویشوں کے ساتھ نوحہ کرتے اور درویش بھی اس رونے میں آپ کے مددگار ہوتے۔ پھر جب جنگل میں پھرنے کا دن ہوتا تو آپ صحراء میں نکل جاتے اور (زیر و بم یعنی) لے کے ساتھ اونچی آواز سے روتے، پہاڑ اور پتھر اور چوپائے اور پرندے بھی آپ کے ساتھ روتے، یہاں تک کہ ان سب کے رونے سے نالے بہہ نکلتے۔ پھر آپ دریا کے کنارے پر پہنچتے اور لَے کے ساتھ اونچی آواز سے نوحہ کرتے اور مچھلیاں اور دریائی چوپائے اور دریائی پرندے اور درندے، سب ہی آپ کے ساتھ رونے میں شریک ہوتے۔ پھر آپ شام کے وقت وہاں سے لوٹتے تھے۔

گھر کے اندر نوحہ کا دن ہوتا تو ایک منادی ندا کرتا، آج داؤد کے گریہ وبکا کا دن ہے جو شخص اس رونے میں ان کی موافقت کرنا چاہے وہ آ جائے۔ پھر عبادت گاہوں کے احاطے کے اندر آپ تین فرش بچھوا دیتے تھے جن کے اندر کھجور کی چھال کے ریشے بھرے ہوتے تھے۔ آپ فرش پر جا کر بیٹھ جاتے، پھر چار ہزار درویش اپنی لمبی لمبی ٹوپیاں پہنے، لاٹھیاں ہاتھوں میں لیے اندر آ کر فرش پر بیٹھ جاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے گناہ پر اونچی آواز سے رونا شروع کرتے اور درویش بھی آپ کے ساتھ اونچی آوازوں سے نوحہ کرتے۔ روتے روتے یہ حالت ہو جاتی کہ فرش آپ کے آنسوؤں میں ڈوب جاتا اور آپ اس میں گر کر چوزۂ مرغ کی طرح تڑپنے لگتے۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام آ کر آپ کو (اپنے ہاتھوں میں) اُٹھاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام دونوں ہاتھوں کا چلّو بنا کر آنسوؤں کا پانی اس میں بھر کر اپنے چہرے پر مل لیتے اور کہتے: اے میرے رب! میرا قصور معاف فرما دے۔

اگر حضرت داؤد علیہ السلام کے رونے کا ساری دُنیا کے رونے والوں سے موازنہ کیا جائے تو برابر ہی ہوگا۔ وہب کا بیان ہے حضرت داؤد علیہ السلام اوپر سر نہیں اُٹھاتے تھے۔ جب فرشتے نے آپ سے کہا: داؤد! تمہارا آغاز گناہ اور انجام مغفرت ہے، اپنا سر اُٹھاؤ، اس وقت آپ نے سر اُٹھایا۔ اس کے بعد زندگی بھر جب تک پانی میں آپ نے اپنے آنسوؤں کو شامل نہ کرلیا، پانی نہ پیا اور جب تک کھانے کو اشکوں سے تر نہ کرلیا، نہ کھایا۔

اوزاعی نے حدیث مرفوع بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داؤد کی دونوں آنکھیں دو مشکیزوں کی طرح (ہر وقت) پانی ٹپکاتی ہی رہتی تھیں۔ چہرے پر آنسو بہنے سے ایسے گڑھے پڑ گئے تھے جیسے زمین میں پانی (جاری ہونے) سے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔

وہب نے بیان کیا جب اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کرلی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! تو نے میرا قصور معاف کردیا لیکن یہ کیسے ہو کہ اپنے گناہ کو (کبھی) نہ بھولوں اور ہمیشہ معافی مانگتا رہوں، اپنے لیے بھی اور دوسرے گنہگاروں کے لیے بھی۔ اس درخواست پر اللہ نے ان کے دائیں ہاتھ پر ان کا گناہ لکھ دیا (جس کا مٹنا ناممکن تھا) جب آپ ہاتھ سے کھانا یا پانی لیتے تو گناہ نظر کے سامنے آجاتا اور جب لوگوں کو خطاب کرنے کھڑے ہوتے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے تو لوگ گناہ کی تحریر دیکھنے آگے آجاتے اور جب دُعا کرتے تو اس گناہ کو سامنے رکھ کر اپنے لیے استغفار سے پہلے دوسرے گنہگاروں کے لیے استغفار کرتے۔

قتادہ نے حسن کا بیان نقل کیا ہے کہ اس گناہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام ہمیشہ گنہگاروں کے ساتھ ہی بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے: آؤ داؤد! گنہگاروں کے پاس آؤ اور جب تک پانی میں اپنے آنسو شامل نہ کرلیتے، کبھی پانی نہ پیتے تھے اور خشک روٹی کے ٹکڑے کو رو رو کر اشکوں سے بھگو لیتے، پھر اس پر کچھ نمک اور خاک چھڑک کر کھاتے اور فرماتے: گنہگاروں کا یہی کھانا ہے۔ اس گناہ سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے اور نصف ایام (یعنی ایک روز بیچ میں ناغہ کرکے) روزے رکھتے تھے لیکن اس گناہ کے بعد ہمیشہ ہی دن میں روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔

ثابت کا بیان ہے جب حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے عذاب کو یاد کرتے تو آپ کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا کہ بغیر بندھن سے باندھنے کے ان میں قوت نہ آتی تھی اور جب اللہ کی رحمت کو یاد کرتے تو جوڑ اپنے اصلی ٹھکانوں پر آجاتے۔

اس قصہ میں یہ بھی (بعض روایات میں) آیا ہے کہ پہلے آپ کی تلاوت سننے کے لیے جنگلی جانور اور پرندے جمع ہوجاتے تھے لیکن جب آپ سے قصور سرزد ہوگیا تو چوپائے اور پرندے آپ کی آواز کو نہیں سنتے تھے اور کہتے تھے آپ کا گناہ آپ کی آواز کی مٹھاس کو لے گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے داؤد! آپ کی غلطی آپ کی آواز کی حلاوت کی وجہ سے معاف کردی گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سورۃ (صٓ) میں سجدہ کیا اور یہ سجود میں سے نہیں ہے لیکن میں نے تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ سجدہ کررہے ہیں۔ عوام سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد سے سورۃ

صٓ کے سجدے کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا کہ کہاں سجدہ کیا۔ فرمایا کہ آپ یہ آیت نہیں پڑھتے۔ "ومن ذریته داؤد و سلیمان" سے لے کر "اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ" حضرت داؤد علیہ السلام وہ نبی ہیں جن کی اقتداء کے متعلق ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس جگہ سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جگہ سجدہ کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کہ میں ایک رات دیکھ رہا تھا کہ میں سو رہا ہوں اور میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، جب میں سجدہ کرتا ہوں تو وہ درخت بھی میرے ساتھ سجدہ کرتا ہے اور میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا "اللّٰھم کتب لی بھا عندک اجرا وحط عنی بھا وزرًا واجعلھا لی عندک ذخرًا وتقبلھا منی کما تقبلتھا من عبدک داؤد" حسن نے کہا کہ ابن جریج نے کہا کہ اسی طرح تمہارے دادا نے کہا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ صٓ میں سجدہ کیا۔ پھر میں نے ان سے سنا جس طرح کہ اس شخص نے درخت کے متعلق خبر دی تھی۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ㉖ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ㉗ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ ㉘

ترجمہ: اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب سے بھولے رہے اور ہم نے زمین وآسمان کو اور جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں خالی از حکمت پیدا نہیں کیا یہ (یعنی ان کا خالی از حکمت ہونا) ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں سو کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے برابر کر دیں گے۔ جو (کفر وغیرہ کر کے) دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے۔

تفسیر ㉖ "یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض" اپنے حکم سے بندوں کے اُمور کی تدبیر کے لیے بھیجا۔

"فاحکم بین الناس بالحق" انصاف کے ساتھ۔ "ولا تتبع الھواء فیضلک عن سبیل اللّٰہ ان الّذین یضلون عن سبیل اللّٰہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب" تم لوگوں نے ایمان کوحساب کے دن ترک کردیا۔ زجاج کا قول ہے کہ تم لوگوں نے اعمال کو ترک کردیا۔ اس وجہ سے تمہیں یہ سزا ملی۔ عکرمہ اور سدی کا قول ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔ حساب کے دن تمہیں سخت عذاب ہوگا بسبب اس دن کے بھول جانے کی وجہ سے۔

۲۷ "وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلاً" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نہ اس میں کوئی ثواب ہوگا اور نہ ہی کوئی عقاب۔ "ذلک ظن الذین کفروا" اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ وہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ ان کو کسی اور مقصد کے لیے پیدا کیا گیا۔ ان کو نہ قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا اور نہ ہی کوئی حساب لیا جائے گا۔ "فویل للذین کفروا من النار"

۲۸ "ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض" مقاتل کا بیان ہے کہ کفار قریش کہا کرتے تھے کہ آخرت میں جو بھلائی تم کو ملے گی وہ ہم کو بھی ملے گی۔ اس قول کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ "أم نجعل المتقین کالفجار" کیا یہ مؤمنین کافروں کی طرح ہوسکتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ متقین سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۲۹ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۳۰ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۳۱ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۳۲

ترجمہ: یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تا کہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھے بندے تھے کہ (خدا کی طرف) بہت رجوع ہونے والے تھے (چنانچہ وہ قصہ انکا یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ شام کے وقت ان کے روبرو اصیل (اور) عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے غافل ہوگیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا۔

تفسیر: ۲۹ "کتاب انزلناہ الیک" یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی۔ "مبارک" اس میں بہت ساری خیر اور نفع ہیں۔ "لیدبروا" تا کہ اس میں غور وفکر کرو۔ "ایاتہ" اور اس میں تفکر کرو۔ ابوجعفر نے "لتدبروا" پڑھا ہے ایک تاء کے ساتھ اور دال کی تخفیف کے ساتھ۔ حسن کا قول ہے کہ اس کی آیت میں اور اس کی اتباع کرنے والوں میں غور وفکر کرو۔ "ولیتذکر" اور چاہیے کہ نصیحت کریں۔ "اولوا الالباب"

۳۰ "ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انہ اوّاب"......

کا امتحان یوسف علیہ السلام کی جدائی کے غم کی شکل میں لیا گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! اگر ان کی طرح تو میرا بھی امتحان لے گا تو میں بھی ثابت قدم رہوں گا۔ اللہ نے وحی بھیجی اچھا تمہارا امتحان فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو لیا جائے گا، چوکنے رہنا۔ جب اللہ کی مقرر کردہ امتحانی تاریخ آئی تو حضرت داؤد علیہ السلام اپنے عبادت خانے کے اندر جا کر زبور پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ دوران قرأت شیطان کبوتر کی شکل میں سامنے آیا، وہ کبوتر سونے کا بنا ہوا تھا، ہر خوبصورت رنگ اسی میں موجود تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کے پَر موتیوں اور زبرجد کے تھے، وہ آپ کے دونوں پاؤں کے درمیان آ کر بیٹھ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کی خوبصورتی اچھی لگی۔ انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ اس کو پکڑ لیں اور اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کو بنی اسرائیل کو دکھلائیں۔ جب انہوں نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو وہ تھوڑا سا دور جا کر بیٹھ گیا۔ پھر وہ وہاں اس کو پکڑنے کے لیے چلے اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کو پکڑ لیں۔ پھر وہ وہاں سے اُڑ کر روشن دان میں جا کر بیٹھا، وہاں گئے تاکہ اس کو پکڑیں وہ وہاں سے اُڑ کر دور جا کر بیٹھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس کو دیکھتے رہے تاکہ اس کے شکار کے لیے کسی کو بھیجیں تو اس وقت ان کی نظر باغ میں ایک خوبصورت عورت پر پڑی۔ اس کے حسن پر حضرت داؤد علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ اتفاقاً عورت کی نظر بھی پڑ گئی اور اس نے کسی مرد کی پرچھائی دیکھ لی تو فوراً اپنے بال بکھیر کر جسم کو چھپالیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس پر اور تعجب ہوا۔ آپ نے لوگوں سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو ان کے پوچھنے پر بتلایا کہ یہ عورت تشایع بنت شایع ہے، اوریاء بن حنانا کی بیوی ہے۔ اس کا شوہر حضرت داؤد علیہ السلام کے بھانجے ایوب بن صوریا کے ساتھ

غزوہ میں گیا ہوا ہے جو بلقاء کے نام سے مشہور ہے اور بعض نے اس کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں یہ خیال آیا کہ اوریاء جہاد میں شہید ہو جائے تو میں اس کی بیوی سے نکاح کروں اور بعض نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایوب کی بہن کے بیٹے کو لکھا کہ اوریاء کو دوسری جگہ جہاد کے لیے بھیج دو اور اس کے لیے تابوت بھیج دیا اور اس زمانے میں یہ اُصول تھا کہ جس کمانڈر کے لیے تابوت بھیج دیا جاتا تو اس کے لیے واپسی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وہ اس شہر کو فتح نہ کر لے یا جام شہادت نوش نہ کر لے۔ اس کو دوسری جگہ جہاد کے لیے بھیجا، اس کو وہاں سے بھی فتح حاصل ہو گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو لکھا گیا کہ اس نے شہر کو فتح کر لیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے لکھا کہ اس کو فلاں کے مقابلے میں بھیج دو۔ اس کو اس جگہ کی طرف بھیجا گیا حتیٰ کہ وہاں سے بھی اس کو فتح حاصل ہو گئی۔ پھر دوبارہ حضرت داؤد علیہ السلام کو لکھا گیا کہ اس کو وہاں سے بھی فتح حاصل ہو گئی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے تیسری بار لکھا کہ اس کو فلاں فلاں دشمن کے مقابلے میں بھیج دو۔ اس کو بھیجا گیا تو وہ تیسری مرتبہ ہلاک ہو گیا۔ پھر جب عورت کی عدت مکمل ہو گئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ یہ حضرت اُم سلیمان علیہا السلام تھیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ گناہ تھا کہ انہوں نے ایک عورت کے بدلے میں ایک شخص کو شہید کروا دیا۔ بعض اہل مفسرین کا قول ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے مباح تھا۔ اگرچہ اللہ

تعالیٰ اس بات سے راضی نہیں تھے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دُنیا کی طرف رغبت کی جبکہ ان کے پاس اپنی بیویوں میں کثرت تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سب چیزوں سے مستغنی کردیا تھا جو چیزیں اللہ نے دوسروں کو دی تھیں ان سے بھی غنی کردیا تھا۔

حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے وقت کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ایک دن بیویوں کے لیے اور ایک دن عبادت کے لیے اور ایک دن بنی اسرائیلیوں کے فیصلے کے لیے اور ایک دن بنی اسرائیل کے ساتھ مذاکرہ کرنے اور ذکر و اذکار کرنے، ایک روز بنی اسرائیل کو وعظ کہنے کا آپ نے مقرر کردیا تھا۔بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر آپ ذکر خدا کرتے، خود بھی روتے اور ان کو بھی رُلاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے امتحان کا ایک اور واقعہ

ایک روز بنی اسرائیل نے کہا کہ کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کا کوئی دن ایسا بھی گزرتا تھا جس میں کوئی گناہ نہ کرتا ہو؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں میں ایسا کرسکتا ہوں۔بعض اہل روایت نے بیان کیا کہ ایک روز آپ کے سامنے عورتوں کا تذکرہ کہ لوگوں نے کیا کہ ان کے جال سے کوئی نہیں بچ سکتا۔حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا اگر میرا امتحان لیا گیا تو میں محفوظ رہوں گا۔چنانچہ جب آپ کی عبادت کا دن آیا تو آپ نے عبادت گاہ میں داخل ہو کر دروازے بند کروادیئے اور حکم دے دیا کہ کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دی جائے۔پھر آپ توریت کی تلاوت میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔اسی حالت میں سونے کا ایک بنا ہوا کبوتر آپ کے سامنے آگیا۔آگے واقعہ اسی طرح ہے جس طرح ہم نے پہلے ذکر فرمایا۔

اوریاء کے شہید ہوجانے کے بعد جب اس کی بیوہ سے آپ نے نکاح کرلیا تو کچھ ہی مدت گزری تھی کہ اللہ نے دو فرشتے دو آدمیوں کی شکل میں خاص عبادت کے دن بھیج دیئے اور انہوں نے عبادت خانے میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ پہریداروں کے انکار پر دونوں شخص دیوار پھاند کر اندر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔آپ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے، آپ کو اس وقت علم ہوا جب وہ آپ کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔یہ دونوں فرشتے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے فرمایا "**وھل اتاک نبا الخصم**" یہ خبر ہے خصم کی۔"**اذ تسوروا المحراب**" جب وہ محراب پر چلے اور بلند ہوئے۔تسوروا دیوار پر چڑھنا یہ لفظ سور سے ماخوذ ہے۔یہاں پر فعل کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا حالانکہ وہ تو دو فرشتے تھے، کہتے تھے کہ خصم اسم ہے جو واحد تثنیہ جمع مذکر مؤنث کی صلاحیت رکھتا ہے اور جمع کا معنی دو میں صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ جمع کا معنی ہے ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ ملانا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "**فقد صغت قلوبکما**" اصل میں یہاں "قلبا کما" ہونا چاہیے تھا۔

㉒ "**اذ دخلوا علی داود ففزع منھم**" حضرت داؤد علیہ السلام ان دونوں سے خوفزدہ ہوگئے کیونکہ وہ اصل راستہ دروازہ کا چھوڑ کر محراب کی جانب سے آئے اور بغیر اجازت کے اندر داخل ہوگئے۔حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ

آیت ”الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ“ کی تفسیر

㉛ ”اذ عرض علیه بالعشی الصافنات الجیاد“ کلبی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دمشق اور نصیبین والوں سے جہاد کیا اور وہاں سے ایک ہزار گھوڑے آپ کے ہاتھ لگے۔

مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی میراث میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہزار گھوڑے ملے تھے۔ عوف نے حسن رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے پاس گھوڑے جو سمندر سے نکلے ہیں ان کے پَر تھے اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلی نماز پڑھی اور کرسی پر بیٹھے اور ان پر گھوڑے پیش کیے گئے اور انہی میں مشغولیت کی وجہ سے عصر کی نماز چلی گئی اور سورج غروب ہو گیا اور عصر فوت ہو گئی اور اس طرح ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا اور ان کو لوٹا دیا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام تلوار کے ساتھ گھوڑوں کو ذبح کرنے لگے تا کہ اللہ کا تقرب حاصل ہو، انہی کی وجہ سے وہ نماز سے مشغول ہو گئے۔ اس وقت گھوڑے ان کے لیے مباح تھے۔ اگرچہ ہمارے اوپر یہ حرام ہے جیسا کہ ہم چوپایوں کو ذبح کرتے تھے، پھر ان کے پاس سو گھوڑے رہ گئے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب انہوں نے گھوڑوں کو ذبح کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر چیز ہوا کو ان کے تابع بنا دیا تھا۔ پھر وہ جہاں چاہتے ہیں چلتی ہے۔

ابراہیم تیمی کا قول ہے کہ وہ بیس گھوڑے تھے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ایک سو بیس گھوڑے ہیں۔ ان کے پَر بھی تھے۔ ”اذ عرض علیه بالعشی الصافنات الجیاد“ صافن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین ٹانگوں پر کھڑا ہوتا ہے اور چوتھی ٹانگ کے سم کی فقط ایک نوک زمین پر لگی ہوتی۔

یہ اچھی صفت مانی جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ صافن کا معنی ہے کھڑا ہونا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اس بات پر خوش ہو کہ لوگ صف بنا کر اس کے سامنے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے، جیاد کی واحد جواد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سب سے آگے بڑھ جانے والے گھوڑے مراد ہیں۔

㉜ ”فقال انی احببت حب الخیر“ کثیر مال مراد وہ گھوڑے جن کے معائنہ میں مشغول رہنے کی وجہ سے عصر کی نماز فوت ہو گئی تھی۔ عرب لوگ راء کی جگہ لام بول دیتے ہیں۔

جیسے ”اختلت“ کی جگہ ”اختورت“ کہہ دیتے تھے۔ خیل کو خیر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کی پیشانی میں خیر ہوتی ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ وہ مال یا گھوڑے ان پر پیش کیے گئے۔

”عن ذکر ربی“ نماز سے۔ اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ ”حتّٰی توارت بالحجاب“ جب سورج چھپ جائے اور آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ حجاب ایک پہاڑ ہے جو کوہ قاف سے پرے ایک سال کی مسافت پر ہے۔ سورج اس کی آڑ میں غروب ہوتا ہے۔

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا ۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ (پھر حشم و خدم کو حکم دیا کہ) ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ سو انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور ہم نے سلیمان کو (ایک اور طرح بھی) امتحان میں ڈالا اور ہم نے ان کے تخت پر (ایک ادھورا) دھڑ لا ڈالا پھر انہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا۔

مَسْحًا ۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ کی تفسیر

تفسیر ㉝ "ردّوها عليّ فطفق مسحا بالسوق والاعناق" ابوعبیدہ کا قول ہے مسح سے مراد کاٹنا ہے۔ پھر وہ گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹنے لگے۔ یہ قول ابن عباس، حسن، قتادہ، مقاتل اور اکثر اہل تفسیر نے یہی معنی بیان کیا ہے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ انہوں نے کبھی گھوڑوں کو نہیں کاٹا جب ان کو کسی چیز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ بعض نے کہا کہ انہوں نے ان کو ذبح کیا اور ان کے گوشت کو صدقہ کر دیا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت سلیمان نے ان گھوڑوں کو جہاد کے لیے وقف کر دیا تھا اور ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر وقف کی علامت کے طور پر داغ لگا دیا تھا۔ زہری اور کیسان نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ان پر پڑا ہوا غبار صاف کرنے کے لیے محبت اور پیار سے ہاتھ پھیرتے تھے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ مشہور قول پہلا ہے۔ زہری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو "ردّوها عليّ" کہا تھا وہ فرشتوں سے کہا تھا یعنی آفتاب پر مؤکل جو ملائکہ تھے۔ بحکم خدا ان سے کہا تھا کہ سورج کو واپس لوٹا لاؤ، پھر آپ نے عصر کی نماز بروقت پڑھ لی۔

㉞ "ولقد فتنا سليمان" ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانچ کی اور امتحان لیا اور اس واقعہ کا سبب وہ ہے جس کو محمد بن اسحاق نے وہب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان

بغوی نے لکھا ہے کہ محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ کی روایت سے بیان کیا، وہب نے کہا: حضرت سلیمان نے سنا کہ سمندر میں کوئی جزیرہ ہے جس کا نام صیدون ہے، وہاں کا ایک بڑا بادشاہ ہے۔ جزیرہ کا محل وقوع چونکہ سمندر میں ہے اس لیے کوئی شخص صیدون تک نہیں پہنچتا (اور بادشاہ آزاد ہے، کسی کا تابع نہیں) اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ حکومت عطا کی تھی کہ ان کی حکومت سے بحر و بر میں کوئی چیز باہر نہیں تھی۔ آپ ہوا پر سوار ہو کر ہر جگہ پہنچ جاتے تھے، یہ اطلاع ملنے کے بعد آپ ہوا پر سوار ہو کر اس شہر کی طرف روانہ ہو گئے اور جن و انس کے لشکر سمیت وہاں پہنچ کر اتر گئے، بادشاہ کو قتل کیا اور جزیرہ میں جو کچھ تھا،

اس پر بطور مال غنیمت قبضہ کرلیا۔ من جملہ دیگر اشیاء کے آپ کو وہاں بادشاہ کی ایک لڑکی بھی ملی جس کو جرادہ کہا جاتا تھا، ایسی حسین وجمیل لڑکی کسی نے نہیں دیکھی۔ آپ نے اپنے لیے اس کا انتخاب کرلیا۔ اول اس کو دعوت اسلام دی، وہ ناگواری خاطر کے ساتھ مسلمان ہوگئی، آپ نے اس سے نکاح کرلیا۔ آپ کو اس سے اتنی محبت ہوگئی کہ اور کسی بیوی سے نہیں تھی۔ وہ لڑکی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اتنے مرتبہ پر پہنچنے کے بعد بھی ہمیشہ غمگین رہتی، اس کا آنسو نہیں رکتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے یہ بات تکلیف دہ تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: اس کی کیا وجہ کہ تیرا غم دور نہیں ہوتا اور آنسو نہیں تھمتے؟ کہنے لگی: مجھے اپنے باپ کی، اس کی حکومت کی اور اس پر جو مصیبت پڑی اس کی یاد آتی ہے جو مجھے غمگین بنائے رکھتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، اس کے عوض تو اللہ نے تجھے وہ ملک عطا کردیا جو اس کے ملک سے بڑا ہے اور ایسی حکومت عنایت کردی جو اس کی حکومت سے عظیم ہے اور مسلمان ہو جانے کی تجھے توفیق دی جو سب سے بہتر (نعمت) ہے۔

وہ کہنے لگی: ہاں! یہ تو سب کچھ ہے، پھر بھی مجھے جب باپ کی یاد آتی ہے تو وہ غم چھا جاتا ہے جو آپ دیکھتے ہی ہیں۔ اگر آپ حکم دے کر جنات سے اس مکان کے اندر جس میں میں رہتی ہوں، میرے باپ کی مورتی بنوا دیں اور میں صبح وشام اس کو دیکھتی رہوں تو اُمید ہے کہ میرا غم دور ہو جائے گا اور میرے دل کو کچھ تسلی ہوگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ اس کے باپ کی ایک مورتی اس کے گھر کے اندر بنادو، کوئی فرق نہ ہو، جنات نے ایسی مورتی بنادی۔ اس عورت نے دیکھ لیا کہ بعینہ یہ اس کا باپ ہے، فقط اتنی بات ہے کہ اس میں جان نہیں ہے۔ پھر اس کو کرتہ پہنایا، صافہ باندھا اور چادر اوڑھا دی اور ویسے ہی کپڑے پہنا دیئے جو وہ (اپنی زندگی میں) پہنا کرتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب اس کے گھر سے باہر نکل جاتے تو وہ صبح وشام اپنی لونڈیوں اور باندیوں کو ساتھ لے کر مورتی کے پاس جاتی اور جیسا باپ کی زندگی میں اس کا دستور تھا، اسی کے مطابق مورتی کو خود بھی سجدہ کرتی اور باندیاں بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتیں۔ چالیس روز تک حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا کوئی علم نہ ہوا۔

آصف بن برخیا کو اس کی اطلاع مل گئی، آپ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے گہرے دوست تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے دروازے آپ کے لیے ہر وقت کھلے رہتے تھے، جس وقت چاہتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس گھر میں چاہتے داخل ہو جاتے، کوئی آپ کو لوٹا نہیں سکتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام گھر میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔

آصف بن برخیا کی آخری تقریر کی تفصیل

ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام سے انہوں نے کہا، اے اللہ کے نبی! میں بوڑھا ہوگیا ہوں، ہڈیاں ضعیف ہوگئیں، عمر ختم ہونے کے قریب آگئی، جانے کا وقت آ گیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے کسی ایک جگہ کھڑا ہو کر اللہ کے پیغمبروں کا تذکرہ کروں اور اپنی معلومات کے مطابق ان کے اوصاف بیان کروں اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو بعض باتیں لوگ نہیں جانتے ہیں ان کو بتاؤں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: (جیسا چاہو) کرو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کی تقریر

سننے کے لیے، لوگوں کو جمع کر دیا۔ آصف تقریر کرنے کھڑے ہوگئے۔ گزشتہ انبیاء کا ذکر کیا، ہر نبی کے خصوصی اوصاف جو اس میں تھے بیان کیے اور جو فضیلت اللہ نے اس کو (خاص طور پر) دی تھی، وہ ظاہر کی۔ تقریر کرتے کرتے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرے پر آئے تو کہا، آپ بچپن میں بڑے عقل مند، حلیم، بڑے پرہیزگار اور بڑے پُر حکمت حکم دینے والے تھے اور چھوٹی عمر میں ہر امر مکروہ سے بہت دور تھے۔ یہ کہہ کر تقریر ختم کر دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو آصف بن برخیا کی طرف سے گھر میں ہونیوالے واقعہ کی تفصیل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: آصف! تم نے گزشتہ انبیاء کا تذکرہ کیا اور ہر عمر کے ان کے اچھے اوصاف بیان کیے لیکن جب میرا تذکرہ کیا تو چھوٹی عمر کے میرے اچھے اوصاف تم نے بیان کیے اور بڑے ہونے کے بعد جو میرے اوصاف تھے، ان کی طرف سے خاموشی اختیار کر لی۔ آخر بڑا ہو کر میں نے کون سی نئی بات کر لی؟ حقیقت میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کی تقریر کو برا محسوس کیا، اتنا کہ غصہ سے بھر گئے اور گھر جا کر آصف کو بلوا کر یہ بات کہی۔ آصف نے جواب دیا: ایک عورت کی محبت کی وجہ سے آپ کے گھر کے اندر چالیس روز سے صبح کو اللہ کے سوا دوسرے کی پوجا ہو رہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا، کیا میرے گھر میں؟ آصف نے کہا (ہاں) آپ کے گھر میں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" میں تو جانتا ہی نہیں تھا کہ تم نے جو کچھ کہا وہ بے وجہ نہیں کہا، یقیناً تم کو کوئی اطلاع ملی ہے۔ پھر آپ اس عورت کے گھر میں گئے، بت کو توڑا، عورت کو سخت سزا دی اور اپنا لباس اُتار کر دوسرے کپڑے پہنے جن کا سوت صرف دوشیزہ (نابالغ معصوم) لڑکیوں نے کاتا تھا اور دوشیزہ لڑکیوں نے ہی بُنا تھا، کسی بالغہ نے چھوا بھی نہ تھا۔ یہ لباس پہن کر تنہا جنگل کو نکل گئے، وہاں چولہے کی راکھ کا بستر بچھوایا، پھر توبہ کرنے کے لیے اس خاکی بستر پر بیٹھے اور کپڑوں سمیت اس پر لوٹے، اللہ کے سامنے گڑگڑائے اور زاری کی، دُعا کرتے رہے، روتے رہے اور جو کچھ گھر میں ہوا اس کی معافی مانگتے رہے۔ شام تک اسی میں مشغول رہے، شام ہوگئی تو گھر واپس آگئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا شیطان لے جانا اور چالیس دن تک حکومت پر قابض رہنا

آپ کی ایک اُم ولد (وہ باندی جو بچہ کی ماں ہوگئی، آقا کی کوئی اولاد اس کے پیٹ سے ہوگئی) تھی جس کو امینہ کہا جاتا تھا۔ آپ جب بیت الخلاء جاتے یا کسی بی بی سے قربت صنفی کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی مہر امینہ کے پاس رکھ دیتے تھے اور جب تک ضرورت سے فراغت کے بعد بالکل پاک نہ ہو جاتے، مہر کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے تھے۔ اسی مہر سے آپ کی حکومت وابستہ تھی۔ ایک روز امینہ کے پاس مہر رکھ کر بیت الخلاء کو چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد سمندری شیطان جس کا نام صخر تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل میں امینہ کے پاس آیا اور مہر طلب کی۔ امینہ نے اس شکل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل سے

کوئی غیریت محسوس نہیں کی اور سلیمان علیہ السلام سمجھ کر مہر دے دی۔ صخر نے وہ مہر اپنے ہاتھ میں پہن لی اور باہر جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ گیا اور سارے پرندے، جنات اور انسان اس کے پاس آ کر (حسب معمول) تابع ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت الخلاء سے نکل کر امینہ کے پاس پہنچے اور کہا: امینہ! میری انگوٹھی لاؤ، چونکہ ہر دیکھنے والے کو آپ کی حالت اور ہیئت بدلی ہوئی دکھائی دیتی، اس لیے امینہ بھی نہ پہچان سکی اور بولی، تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا، میں سلیمان بن داؤد ہوں۔ امینہ نے کہا: تو جھوٹا ہے، ابھی سلیمان علیہ السلام میرے پاس آ کر مہر لے کر گئے ہیں اور تخت حکومت پر اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ گناہ کا وبال آ پہنچا۔ آپ بنی اسرائیل کے گھروں پر جاتے اور خانہ بخانہ چکر لگاتے اور کہتے کہ میں سلیمان بن داؤد ہوں لیکن لوگ (دیوانہ سمجھ کر) آپ کے اوپر مٹی ڈالتے اور گالیاں دیتے اور کہتے، اس دیوانہ کو ذرا دیکھو، کیا کہتا ہے؟ اپنے کو سلیمان سمجھتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حالات دیکھے تو سمندر کی طرف چلے گئے اور دریا کے ٹھیکیداروں کی مچھلیاں اپنے اوپر لاد کر بازار تک پہنچاتے اور صاحب مال آپ کو روزانہ دو مچھلیاں مزدوری میں دے دیتا تھا۔ شام ہوتی تو آپ ایک مچھلی فروخت کر کے روٹیاں لے لیتے اور دوسری مچھلی بھون لیتے۔ چالیس روز اسی حالت میں رہے۔ چالیس ہی دنوں تک آپ کے گھر کے اندر بت کی پوجا ہوئی تھی۔

آصف اور دوسرے علماء بنی اسرائیل نے دشمن خدا کے احکام کو اس چلہ میں پہلے کے مقابلہ میں کچھ بدلا ہوا محسوس کیا۔ اس لیے آصف نے کہا: اے گروہ بنی اسرائیل! کیا تم نے بھی ابن داؤد کے احکام کو کچھ پہلے کے مقابلے میں بدلا ہوا محسوس کیا جیسا میں محسوس کر رہا ہوں؟ علماء نے کہا، جی ہاں۔ آصف نے کہا تو اتنا توقف کرو کہ میں سلیمان علیہ السلام کی بیوی سے جا کر پوچھ لوں کہ کیا انہوں نے بھی اندرونی حالت میں کچھ تغیر محسوس کیا ہے۔ جیسا کہ ہم بیرونی عام حالت میں محسوس کر رہے ہیں؟ چنانچہ آصف عورتوں کے پاس گئے اور کہا: کیا تم نے بھی ابن داؤد کے اندرونی حالات میں کچھ تغیر پایا ہے جیسا کہ ہم نے باہر محسوس کیا ہے؟ عورتوں نے جواب دیا، اس سے بھی زیادہ، وہ تو ہم میں سے کسی عورت کو خون کی حالت میں بھی نہیں چھوڑتا اور غسل جنابت بھی نہیں کرتا۔ آصف نے کہا "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" بلاشبہ یہ کھلی ہوئی سخت آزمائشی مصیبت ہے۔ آصف نے واپس آ کر بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ خاص احوال تو عام حالات سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ چالیس روز گزر گئے تو شیطان مردود اپنی جگہ سے اُٹھ کر دریا پر گیا اور دریا میں مہر پھینک دی جس کو ایک مچھلی نے نگل لیا اور کسی شکاری نے وہ مچھلی پکڑ لی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دن کے ابتدائی حصہ میں (حسب معمول) اپنا کام کیا، شام ہوئی تو شکاری نے آپ کو ایک (معمولی) مچھلی دے دی اور دوسری وہ مچھلی جس کے پیٹ میں مہر تھی، دے دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام دونوں مچھلیاں لے کر آ گئے۔ معمولی مچھلی کے بدلے تو روٹیاں لے لیں اور جس مچھلی کے پیٹ میں مہر تھی، اس کا بھوننے کے لیے پیٹ چاک کیا۔ پیٹ کے اندر سے مہر نکلی، آپ نے مہر لے کر ہاتھ میں پہن لی اور سجدہ میں گر گئے۔ اس کے بعد پرندے اور جنات آپ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور آدمی بھی آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے

کہ یہ جو مصیبت ان پر آئی تھی یہ اسی بات کی پاداش میں تھی جوان کے گھر کے اندر ہوئی تھی۔ غرض آپ کو حکومت واپس مل گئی اور آپ نے اپنے گناہ سے علی الاعلان توبہ کی اور جنات کو حکم دیا کہ صخر کو پکڑ کر لاؤ۔ شیاطین نے اس کو ڈھونڈ نکالا اور پکڑ کر حاضر کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پتھر کی ایک چٹان میں شگاف کر کے صخر کو اس میں بند کر کے اوپر سے ایک چٹان اور رکھ کر لوہے اور رانگ سے اس کی مضبوط بندش کر دی۔ پھر سمندر میں پھینک دینے کا حکم دے دیا۔ یہ سارا وہب کا بیان ہے۔

سدی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سرگذشت کا سبب یہ تھا کہ آپ کی سو (۱۰۰) بیبیاں تھیں، ان میں سے ایک کا نام جرادہ تھا۔ جرادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نظر میں سب سے زیادہ چہیتی اور سب سے پکی امانت دار تھی۔ آپ جب ضرورت کو جاتے تو اسی کے پاس مہر رکھ دیا کرتے تھے۔ ایک دن جرادہ نے آپ سے کہا: میرے بھائی اور فلاں شخص کے درمیان کچھ جھگڑا ہے، میں چاہتی ہوں کہ میرا بھائی جب آپ کے پاس آئے تو آپ اس کے حق میں ڈگری دے دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا، اچھا (آپ نے وعدہ کرلیا) لیکن کیا نہیں۔ اس قول پر ہی آپ مبتلاءِ آزمائش کر دیئے گئے۔ غرض ایک روز مہر جرادہ کو دے کر بیت الخلاء کو چلے گئے۔ آپ کے پیچھے شیطان (یعنی کوئی جن) آپ کی صورت بنا کر آیا اور جرادہ سے مہر لے گیا اور جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء سے آئے اور جرادہ سے مہر طلب کی تو اس نے کہا: کیا آپ نے ابھی نہیں لی تھی؟ آپ نے کہا: نہیں۔ پھر آپ یہاں سے نکل کر کہیں اپنے مقام پر چلے گئے اور چالیس روز تک شیطان لوگوں پر حکومت کرتا رہا۔ لوگوں نے اس کے احکام کو (حضرت سلیمان علیہ السلام کے احکام سے) بدلا ہوا محسوس کیا تو بنی اسرائیل کے علماء اور قراء آپ کی بیویوں کے پاس گئے اور ان سے کہا ہم کو احکام سلیمانی سے اس کے احکام غیر نظر آتے ہیں۔ اگر یہ سلیمان ہے تو یقیناً اس کی عقل جاتی رہی ہے، عورتیں رونے لگیں۔ علماء اور قراء چلے آئے اور آکر توریت کھول کر اس کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ شیطان نے جو یہ دیکھا تو ان کے سامنے سے اُڑ کر روشندان میں جا پڑا، مہر اس کے پاس ہی رہی، پھر وہاں سے اُڑ کر سمندر کی طرف چلا گیا۔ مہر اس کے ہاتھ سے سمندر میں گر گئی جس کو ایک مچھلی نے نگل لیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی شکاریوں کے پاس پہنچ گئے تھے اور بہت سخت بھوکے تھے۔ اس لیے ایک شکاری سے اس کے شکار کی ایک مچھلی کھانے کے لیے مانگی اور کہا، میں سلیمان ہوں۔ یہ بات سن کر ایک شکاری نے اُٹھ کر آپ کے لاٹھی ماری اور سر پھاڑ دیا۔ آپ سمندر کے کنارے بیٹھے خون دھونے لگے۔ دوسرے شکاریوں نے مارنے والے کو ملامت کی اور جو مچھلیاں پکڑی تھیں ان میں سے دو مچھلیاں آپ کو دے دیں۔ آپ نے دونوں کا پیٹ چاک کیا اور دھونے لگے۔ ایک مچھلی کے اندر سے آپ کو اپنی مہر مل گئی اور آپ نے اس کو پہن لیا۔

اس طرح اللہ نے آپ کو حکومت اور شان و شوکت واپس دے دی اور پرندے آپ کے گرد گھومنے لگے۔ اس وقت ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ سلیمان یہ ہیں اور اپنی حرکت کی معذرت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: نہ میں تمہاری اس معذرت کی تعریف کرتا ہوں نہ تمہارے فعل پر تمہیں ملامت کرتا ہوں، یہ تو ہونا ہی تھا۔ اس کے بعد آپ اپنی حکومت پر آ گئے اور جس شیطان نے مہر اُڑائی تھی اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ گرفتار ہو کر آ گیا تو آپ نے لوہے کے ایک صندوق کو بند کر کے صندوق کو مقفل کر کے اس

پر اپنی مہر لگا کر سمندر میں پھینکوا دیا۔ آج تک وہ اسی حالت میں ہے اور زندہ بھی ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے جب حضرت سلیمان علیہ السلام فتنہ میں پڑ گئے تو مہر ان کے ہاتھ سے نکل کر گر گئی۔ آپ نے دوبارہ ہاتھ میں ڈالی، تب بھی نکل کر گر گئی اور چونکہ آپ کی حکومت انگوٹھی سے ہی وابستہ تھی اس لیے آپ کو مصیبت کا یقین ہو گیا۔ اتنے میں آصف آ گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگے، آپ اپنے قصور کی وجہ سے آزمائش میں پھنس گئے۔ یہ مہر آپ کے ہاتھ میں ۱۴ روز تک نہیں رکے گی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تہ خانے میں بھاگ کر چلے گئے اور آصف نے انگوٹھی اُٹھا کر اپنی انگلی میں پہن لی تو انگوٹھی رُک گئی (انگلی سے نکل کر نیچے نہیں گری) آیت "وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا" میں جسد سے یہی مراد ہے۔ (یعنی جسد سے مراد ہیں آصف) آصف ۱۴ روز تک حکومت پر قائم رہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے طریقہ پر حکومت کرتے رہے۔ اس کے بعد اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت لوٹا کر عطا فرما دی اور وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئے اور دوبارہ اپنی انگوٹھی ہاتھ میں پہن لی۔

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تین روز تک لوگوں سے پردے میں رہے (کسی سے ملاقات کو نہیں آئے نہ سامنے آئے) اللہ نے وحی بھیجی اور فرمایا، تم تین روز لوگوں سے پردے میں رہو اور میرے بندوں کے معاملات پر نظر نہیں کی (اس لغزش پر) اللہ نے آپ کو آزمائش میں ڈال دیا۔ اس سے آگے سعید نے مہر کا قصہ اور شیطان کے اس پر قبضہ کر لینے کا ذکر کیا ہے۔ حسن نے کہا: اللہ ایسا نہ تھا کہ سلیمان علیہ السلام کی بیبیوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ایک رات میں اپنی تمام بیویوں سے مجامعت کروں گا۔ ہر ایک عورت بیٹا لائے گی تو میں اس کو جہاد کے لیے بھیج دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام بیویوں کے ساتھ مجامعت کی تو ان تمام بیویوں میں سے صرف ایک نے ناتمام بچہ جنا اور اس کو کرسی میں ڈال دیا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا "والقینا علی کرسیہ جسدًا" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک رات تمام بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ ہر ایک شاہ سوار لائے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھی نے کہا کہ آپ ان شاء اللہ کہہ دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہیں کہا اور بھول گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سب بیویوں کے پاس گئے، ان سب میں سے صرف ایک ہی کو حمل ہوا جو ناتمام بچہ تھا، اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو وہ سب اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طاؤس روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنی سو بیویوں سے مجامعت کروں گا۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ آپ ان شاء اللہ کہہ دیں لیکن انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا اور بھول گئے۔ مشہور قصوں میں مشہور ہے وہ جسد جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈالا گیا تھا وہ دراصل جن تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "والقینا علی کرسیہ جسدًا ثم اناب" ان کو اپنی بادشاہت چالیس دنوں کے بعد ملی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: دعا مانگی کہ اے میرے رب میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کے لئے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔ ہم نے ان کی دعا قبول کی

تفسیر: ﴿۳۵﴾ "قال رب اغفرلی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی" مقاتل اور ابن کیسان نے ترجمہ کیا ہے میرے زمانے کے بعد۔ عطاء بن رباح کا قول ہے کہ "ینبغی لاحد من بعدی" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اب تو نے مجھ سے حکومت لے کر دوسرے کو دے دی، اسی طرح آخری عمر میں مجھ سے حکومت لے کر دوسرے کو نہ دے دینا۔ "انک انت الوھاب" بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سوال اس وجہ سے کیا تا کہ یہ آپ علیہ السلام کی نبوت کی نشانی اور دلالت رہے اور آپ کا یہ معجزہ ہمیشہ کے لیے رہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسے معجزہ کا سوال اس وجہ سے کیا تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کی توبہ قبول ہو چکی ہے۔ مقاتل بن حیان کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے اور "لاینبغی لاحد من بعدی" کہہ کر ہوا، جنات اور پرندوں پر حکومت کرنا چاہتے تھے بعد والا کلام اسی مفہوم پر دلالت کر رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دیو (شریر جن) آج رات تھوک اڑاتا (بدبو پھیلاتا) ہوا میری نماز تڑوانے کے لیے آیا لیکن اللہ نے اس پر مجھے قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ کر چاہا کہ مسجد کے ستون سے باندھ دوں تا کہ (صبح کو) تم سب اس کو دیکھ سکو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دُعا یاد آئی کہ انہوں نے درخواست کی تھی "رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ" تو میں نے اس کو لوٹا دیا۔ (متفق علیہ)

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: اور (نیز) ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا اور وہ ان کے حکم سے جہاں وہ جانا چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کا تابع بنا دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے ہیں (اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں اور (علاوہ اس کے) ان کے لئے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور نیک انجامی ہے اور آپ ہمارے بندے (ایوبؑ کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا۔

تفسیر ㊱"فسخرنا له الريح تجري بامره رخاء" نرم رفتار والی ہوا جو تند نہ ہو۔ "حيث اصاب" اصاب کا معنی ہے ارادہ، جہاں کا وہ ارادہ کریں۔ جیسے عرب کہتے ہیں "اصاب الصواب فاخطاء الجواب" اس نے صحیح جواب دینا چاہا لیکن جواب میں غلطی کی۔

㊲"والشيطان" اور ہم نے شیطان کو آپ کے لیے مسخر کردیا۔ "كل بناء" ان سے جو چاہیں تعمیر کروالیں خواہ قلعے ہوں یا محلات ہوں۔ "وغواص" اور جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی نکالتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پہلے وہ شخص تھے جن کے لیے سمندروں سے موتی نکالے گئے تھے۔

㊳"وآخرين مقرنين في الاصفاد" زنجیروں میں قید کیے ہوئے ہیں اور ہم نے شیطان کی ایک اور جماعت کو بھی آپ کے تابع بنالیا تاکہ آپ ان کو زنجیروں میں جکڑ لیں۔

㊴"هذا عطاء نا" ہم نے ان کو کہا کہ یہ ہماری طرف سے عطاء کردہ تھا۔ "فامنن أو أمسك" فامن سے مراد احسان ہے کہ اب یہ ہماری طرف سے آپ کے اوپر احسان ہے۔ آپ جس کو چاہیں دے دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ "بغير حساب" اس میں کوئی حرج نہیں کہ آپ جس کو چاہیں عطا کریں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ حسن کا قول ہے اللہ نے جس کسی کو نعمت سے سرفراز کیا آخر کار وہ نعمت اس کے لیے انجام بد بن گئی سوائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیوں کہ ان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ کسی کو دیں تو ان کو ثواب ملے گا نہ دیں تو انجام میں مؤاخذہ نہ ہوگا۔ مقاتل نے کہا "هذا عطاء نا" کا یہ مطلب ہے کہ یہ یعنی جنات کی تسخیر ہمارا خاص عطیہ ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے جس کو تم چاہو چھوڑ دو اور جس کو اپنی بندش میں رکھنا چاہو چھوڑنے اور بند رکھنے کا تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

㊵"وان له عندنا لزلفى وحسن مآب"

㊶"واذكر عبدنا ايوب اذ نادى ربه أني مسني الشيطان بنصب" نُصب کا معنی مشقت اور تکلیف۔ ابوجعفر نے نون کے ضمہ اور صاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی ایک ہی ہیں۔ قتادہ اور مقاتل کا بیان ہے مشقت اور تکلیف جسم میں ہوتی ہے۔ یعنی اس کا تعلق جسم سے ہے۔ "وعذاب" مال میں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ اور ان کا ابتلاء آزمائش انبیاء علیہم السلام کے قصوں میں ذکر کیا گیا۔ جب ان کی مدت آزمائش پوری ہوگئی تو ان سے کہا گیا:

㊷"اركض برجلك" اپنے پاؤں کو زمین پر ماریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس سے چشمہ جاری ہوا۔ "هذا مغتسل" اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پانی سے غسل کریں۔ پھر وہ چالیس قدم چلے۔ حکم ہوا کہ دوسرا پاؤں زمین پر ماریں، اس سے دوسرا چشمہ نکل آیا اس سے انہوں نے پانی پیا "بارد" یعنی اس ٹھنڈے پانی سے "وشراب" اور اس سے پئیں۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝٤٣ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝٤٤ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ۝٤٥ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝٤٦ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝٤٧ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝٤٨ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝٤٩ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝٥٠ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝٥١ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝٥٢

ترجمہ اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی (دیے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے اور ہمارے بندے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ یاد آخرت کی ہے اور وہ (حضرات) ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب بھی سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے دروازے ان کے واسطے کھلے ہوں گے وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے (اور) وہ وہاں (جنت کے خادموں سے) بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی۔

تفسیر ㊸ "وو ھبنا لہ أھلہ و مثلھم معھم رحمۃ منا و ذکری لاولی الالباب"

㊹ "وخذ بیدک ضغثا" ایک مٹھی بھر درخت کی ٹہنیاں یا گھاس کے تنکوں کو۔ "فاضرب بہ و لا تحنث" اپنے ہاتھ میں لیں۔ یہ جب ہوا تھا کہ جب انہوں نے اپنی زوجہ کو مارنے کی قسم کھائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ ایک مٹھی بھر گھاس لیں اور اس سے ایک مرتبہ اس کو ماریں۔ "انا وجدناہ صابرًا نعم العبد انہ اوّاب"

㊺ "واذکر عبادنا" ابن کثیر نے عبدنا پڑھا ہے۔ واحد کا صیغہ ہے اور دوسرے قراء نے عبادنا پڑھا۔ "ابراھیم و اسحاق و یعقوب اولی الایدی" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے قوت والے ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔ "والابصار" اس سے مراد معرفت خداوندی کی تعبیر کی کیونکہ آنکھیں ہی خداشناسی میں قوی ترین ذریعہ ہیں۔ قتادہ اور مجاہد کا قول ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عبادت میں قوت دی اور دین میں ان کو بصیرت دی۔

46 "انا اخلصناهم" ہم نے آپ کو ان کے لیے چنا۔ "بخالصة ذكرى الدار" قراء اہل مدینہ نے "بخالصة" اضافت کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جو حضرات اس کو اضافت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں وہ اس کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ ان کے لیے آخرت کے گھر کو خالص کر دیا کہ اسی کے لیے ہم خالص کریں۔ وذکری بمعنی ذکر کے ہے۔ مالک بن دینار کا قول ہے کہ ہم نے ان کے دلوں سے دُنیا کی محبت اور یاد نکال دی اور آخرت کی یاد محبت کے لیے ان کو مخصوص کر دیا۔ قتادہ نے ان کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ وہ آخرت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ عزوجل کی طرف تبلیغ دیتے ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ آخرت کا ڈر رکھنے کے لیے ان کو مخصوص کر لیا گیا تھا۔ ابن زید نے کہا کہ جس نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی ہم نے آخرت کی بہترین چیزوں کی یاد کے لیے ان کو مخصوص کر لیا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو خالص چن لیا مخلصین میں سے۔ جیسا کہ ہم نے آخرت کے ذکر کے متعلق نقل کیا ہے۔

47 "وانهم عندنا لمن المصطفين الاخيار"

48 "واذكر اسماعيل واليسع وذالكفل وكل من الاخيار"

49 "هذا ذكرٌ" یہ جو تمہارے اوپر تلاوت کیا جاتا ہے یہ مقدم الذکر واقعات انبیاء کے لیے ایک شرف ہے یا یہ قرآن جو پڑھا جا رہا ہے ایک حسین یاد دہانی ہے۔ "وانّ للمتقين لحسن مآب"

50 "جنات عدن مفتحة لهم الابواب" ان کیلئے ابواب کھلے ہوئے ہیں۔

51 "متكئين فيها يدعون فيها بفاكهة كثيرة و شراب"

52 "وعندهم قاصرات الطرف اتراب" یعنی ہم عمر، اس وقت سب کی عمر ۳۳ سال ہوگی۔ مجاہد کا قول ہے کہ سب آپس میں بہنوں بہنوں کی طرح ہوں گی۔ یہاں کی سوکنوں کی طرح ان میں جلن نہیں ہوگی اور نہ حسد ہوگا۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ 53 اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَالَهٗ مِنْ نَّفَادٍ 54 هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ 55 جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ 56 هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ 57 وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ 58 هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا ۢ بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ 59 قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًا ۢ بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ 60

ترجمہ: (اے مسلمانو) یہ وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے بے شک یہ ہماری عطا ہے اس کا کہیں ختم بھی نہیں یہ بات تو ہو چکی اور سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت بری جگہ ہے یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں گے اور (اس کے علاوہ) اور بھی اسی قسم کی (ناگوار) طرح طرح کی چیزیں ہیں یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ (عذاب میں شریک ہونے کے لئے)

دوزخ میں گھس رہے ہیں ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آ رہے ہیں وہ (اتباع ان متبوعین سے) کہیں گے بلکہ تمہارے ہی او پر خدا کی مار (کیونکہ) تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے سو (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے

تفسیر 53 "هذا ما توعدون" ابن کثیر نے یوعدون یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ ق میں بھی۔ ابوعمرو نے اس سورت میں ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی آپ کہہ دیجئے مؤمنین سے، یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ "ليوم الحساب" یعنی حساب کے دن۔

54 "ان هذا لرزقنا ماله من نفاد" کوئی فنا یا ختم ہونے والا نہیں ہوگا۔

55 "هذا" یہ حکم اسی طرح ہوگا۔ "وانّ للطاغين" کافروں کے لیے "لشر مآب" اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

56 "جهنم يصلونها" اس میں وہ داخل ہوں گے۔ "فبئس المهاد"

57 "هذا" یہ عذاب ہے۔ "فليذوقوه حميم و غساق" یہ گرم کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے۔ لہٰذا تم اسی سے مزہ چکھو۔ حمیم گرم پانی کو کہا جاتا ہے جس کو آخری حد تک گرم کیا ہو۔ حمزہ، کسائی اور حفص نے کہا (غساق) تشدید کے معنی میں ہے اور دوسرے قراء نے بغیر تشدید کے پڑھا ہے۔ جن حضرات نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہو تو وہ اس کو اسم فعال کے وزن پر لیتے ہیں جیسے خباز اور طباخ ہے اور جنہوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے کہ اس صورت میں فعال کا اسم ہوگا جیسے عذاب، غساق کے معنی میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ایسی برفیلی سخت ٹھنڈک جو اس طرح دوزخیوں کو جلا دے گی جس طرح آگ اپنی گرمی سے جلائے گی۔ مقاتل اور مجاہد رحمہما اللہ کا قول ہے کہ جس کی ٹھنڈک انتہا کو پہنچ جائے۔ بعض نے کہا کہ یہ ترکی زبان کا لفظ ہے اور ترکی زبان میں غساق انتہائی بدبودار چیز کو کہتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ غساق کا معنی ہے صباب یعنی سیال، یہاں مراد پیپ اور کچا خون جو دوزخیوں کی کھال اور گوشت اور زانیوں کی شرمگاہوں سے بہے گا۔

58 "وآخر" اہل بصرہ میں الف کے ضمہ کے ساتھ اخریٰ کی جمع ہے جیسے کبریٰ اور کبر۔ ابوعبیدہ نے کہا چونکہ یہ جمع کی صفت ہے۔ دوسرے قراء نے ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ واحد کے مشابہ پڑھا ہے۔ "من شكله" گرم پانی اور پیپ کی طرح ہوں گے۔ "ازواج" یہ ان پر عذاب قسم قسم کا ہوگا۔

59 "هذا فوج مقتحم معكم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ دوزخ کے کارندوں کا کلام ہوگا جو جہنمی لیڈروں سے وہ کہیں گے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ کافروں کے پیشوا اور لیڈر جب دوزخ میں چلے جائیں گے تو ان کے بعد ان کے پیروکار بھی آ کر دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اس وقت دوزخ کے کارندے ان پیشواؤں سے یہ بات کہیں گے۔

کلبی کا بیان ہے کہ ان کو ہتھوڑوں کے ساتھ ماریں گے۔ اس مار سے بچنے کے لیے وہ اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیں گے۔ "لامرحبا بهم" ان کی اتباع میں۔ "انهم صالوا النار" وہ اس میں داخل ہوں گے۔

60 "قالوا بل أنتم لامرحبا بكم" مرحب اور رحب کہتے ہیں کشادہ جگہ کو۔ عرب کا قول ہے "مرحبا و اهلاً و سهلاً"

آئیں خوشی کے ساتھ کشادہ جگہ میں اور اسی طرح کہتے ہیں "لا مرحبا بک" یعنی تیرے لیے زمین کشادہ نہ ہو۔"انتم قدمتموہ لنا" اس عذاب کو یا داخلہ جہنم کو تم ہی ہمارے گھر آئے۔ بعض حضرات نے کہا کہ تم ہی یہ عذاب ہمارے لیے آگے لائے ہو کہ تم نے ہمیں کفر کی طرف دعوت دی جس کے باعث ہمیں جہنم میں جانا پڑا۔"فبئس القرار" جہنم تمہارے لیے برا ٹھکانہ ہے۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿61﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿62﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿63﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿64﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿65﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿66﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿67﴾

ترجمہ: دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو شخص اس (مصیبت) کو ہمارے آگے لایا ہو اس کو دوزخ میں دگنا عذاب دیجیو اور وہ لوگ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو (دوزخ میں) نہیں دیکھتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے کیا ہم نے ان لوگوں کی ہنسی کر رکھی تھی یا ان (کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرا رہی ہیں یہ بات یعنی دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم کو (عذاب خداوندی سے) ڈرانے والا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت کے نہیں ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان میں ہیں (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے۔

تفسیر: 61 "قالوا" ان کے متبعین کہیں گے "ربنا من قدم لنا ھذا" یہ شریعت اور طریقہ۔"فزدہ عذابا ضعفا فی النار" ان پر دوزخ میں عذاب دگنا کر دیا جائے گا۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر بیان کی کہ ان پر سانپ اور بچھو چھوڑے جائیں گے۔

62 "وقالوا" قریش کے بڑے بڑے سردار جو دوزخ میں ہوں گے کہیں گے "مالنا لانری رجالاً کنا نعدھم" دُنیا میں "من الاشرار" اس سے مراد فقراء مؤمنین ہیں۔حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت سلمان رضی اللہ عنہم اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دُنیا میں ان کو برا سمجھتے تھے اور ان کی تحقیر کرتے تھے۔آج وہ یہاں کیوں نظر نہیں آ رہے۔

63 "اتخذناھم سخریا" اہل بصرہ اور اہل کوفہ نے اور حمزہ و کسائی نے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔مبتداء ہونے کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے الف کے قطع کے ساتھ فتحہ کے ساتھ استفہام کی وجہ سے۔اہل معانی نے کہا کہ قرأت اولیٰ بہتر ہے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ ہم ان حضرات کے ساتھ مذاق اور ٹھٹھا کرتے ہیں، استفہام نہیں۔ام بمعنی بل کے ہے اور جو حضرات ہمزہ کے فتحہ کو پڑھتے ہیں۔اس صورت میں اُم معادلہ ہوگا۔"ام زاغت عنھم الابصار" سے۔

فراء کا قول ہے کہ یہ ہمزہ استفہام کا ہے اس کا معنی توبیخ اور تعجب کے لیے ہے۔"ام زاغت" ان کی طرف مائل ہونا۔

"عنهم الابصار" اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں کیا ہو گیا کہ ہم ان لوگوں کو اپنے ساتھ نہیں دیکھ رہے جن کا ہم مذاق اُڑا رہے تھے یا وہ اس میں داخل ہو گئے لیکن ہم نے ان کو نہیں دیکھا یا وہ ہماری آنکھوں سے اوٹ میں ہیں۔ ابن کیسان نے کہا کہ کیا وہ ہم سے بہتر ہیں لیکن ہم لوگ نہیں جانتے۔

64 "انّ ذلک" جو کچھ ہم نے ذکر کیا۔ "لحق تخاصم اهل النار" دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا ایک سچ اور حقیقت بات ہے۔

65 "قل" اے محمد! ان مشرکین مکہ کو کہہ دیجئے۔ "انّما انا منذر" ڈرانے والا ہوں۔ "وما من الٰه الا الله الواحد القهار"

66 "رب السّموٰت والارض وما بينهما العزيز الغفار"

67 "قل" اے محمد! "هو" اس سے مراد قرآن ہے۔ "نبؤ اعظيم" ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد ایک عظیم الشان خبر ہے جس سے تم کترا رہے ہو۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "عمّ يتساء لون عن النباء العظيم"

اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿68﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ ۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿69﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿70﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ ۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿71﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿72﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿73﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿74﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿75﴾

ترجمہ: جس سے تم (بالکل) ہی بے پروا ہو رہے ہو مجھ کو عالَم بالا (کی بحث و گفتگو) کی کچھ بھی خبر نہ تھی جبکہ وہ (تخلیق آدم کے بارے میں) جھگڑا کر رہے تھے میرے پاس (جو وحی آتی ہے تو محض) اس سبب سے آتی ہے کہ میں (منجانب اللہ) صاف صاف ڈرانے والا (کر کے بھیجا گیا) ہوں جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان (یعنی انسان کے پتلے کو) بنانے والا ہوں سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں (اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا۔ سو (جب اللہ نے) اس کو بنا لیا تو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آ گیا (اور واقع میں بڑا نہیں ہے) یا یہ کہ تو (واقع میں ایسے) بڑے درجہ والوں میں ہے۔

تفسیر: 68 "انتم عنه معرضون،"

㊴"ما کان لی من علم بالملاء الاعلی" اس سے مراد فرشتے ہیں۔ "اذ یختصمون" حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "انی جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا"

⑦"ان یوحی الیّ الّا انما انا نذیر مبین" فراء کا قول ہے اگر تو چاہے تو بنالے۔ "انما" موضع رفع میں واقع ہے۔ میری طرف وحی صرف اسی وجہ سے کی گئی تا کہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو ڈراؤں۔ ابوجعفر نے "انما" الف کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ وحی بھی ایک قول ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش حضرمی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے میں نے اپنے رب کو نہایت ہی حسین شکل میں دیکھا۔ رب نے مجھ سے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم بالا والے کس بات میں بحث کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا، اے میرے رب! تو ہی خوب جانتا ہے، یہ بات دو مرتبہ فرمائی۔ میرے رب نے میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنی ہتھیلی رکھ دی جس کی خنکی مجھے سینے کے اگلے حصہ میں بھی محسوس ہوگئی اور آسمان وزمین میں جو کچھ ہو رہا تھا مجھے معلوم ہوگیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من المؤقنین" تلاوت فرمائی اور فرمایا اس کے بعد میرے رب نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم بالا والے کس بات میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا، کفارات کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔ فرمایا کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا پاؤں سے چل کر جماعت کی طرف جانا نماز کے بعد، دوسری نماز کا انتظار کرنا اور ناگوار اُمور کے باوجود ٹھنڈے پانی سے پورا وضو کرنا۔ فرمایا جو ایسا کرے گا وہ بخیریت زندہ رہے گا۔ بخیریت مرے گا اور اس کے گناہ ایسے دور ہو جائیں گے جیسے اس روز تھے جبکہ وہ ماں کے پیٹ میں پیدا ہوا تھا اور درجات میں سے ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور مسلمانوں کو سلام کرنا اور رات کو جب سب لوگ سوتے ہوں نماز کے لیے کھڑا ہونا، رب نے فرمایا، کہو اے اللہ! میں تجھ سے پاک چیزیں مانگتا ہوں اور بری چیزیں چھوڑ دینے کی توفیق چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت کا خواستگار ہوں اور اس بات کا طلب گار ہوں کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو مجھے آزمائش میں ڈالنے سے پہلے ہی وفات دے دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بلاشبہ یہ سب باتیں سچی ہیں۔

⑦"اذ قال ربک للملائکة انی خالق بشرًا من طین" اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

⑦"فاذا سویتہ" جب ہم نے اس کی خلقت کو پورا کیا۔ "ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین"......

⑦"فسجد الملائکة کلھم اجمعون" ⑦"الّا ابلیس استکبر وکان من الکافرین"......

⑦"قال یا ابلیس ما منعک ان لاتسجد لما خلقت بیدی استکبرت" الف استفہام کا ہے۔ الف وصل کے ساتھ داخل ہوا ہے۔ "ام کنت من العالین" اس سے مراد متکبرین ہیں۔ یہ استفہام توبیخ اور انکار کے طور پر ہے۔ اس نے سجدہ کرنے سے تکبر کیا اور سجدہ سے انکار کیا یا اس نے ایسی قوم کی طرح تکبر کیا جو سجدہ سے تکبر کرنے کی بناء پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

ترجمہ کہنے لگا کہ (شق ثانی واقع ہے یعنی) میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو نار سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو (اس حرکت سے) مردود ہو گیا اور بیشک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا کہ پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا (کہ جب تو مہلت مانگتا ہے) تو (جا) تجھ کو وقت معین کی تاریخ تک مہلت دی گئی ہے۔ کہنے لگا (جب مجھ کو مہلت مل گئی تو (مجھ کو بھی) تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کیے گئے ہیں ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو (ہمیشہ) سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں تیرا ساتھ دے ان سے سب سے دوزخ کو بھر دوں گا آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) بس دنیا جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا (یعنی مرنے کے ساتھ ہی) حقیقت کھل جائے گی کہ یہ حق تھا۔

تفسیر ۷۶ "قال انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین"

۷۷ "قال فاخرج منھا" اس جنت سے ان کو نکال دو۔ بعض نے کہا کہ ان کو آسمان سے نیچے اُتار دو۔ حسن اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ اس خوبصورت بناوٹ سے نکل جاؤ جس میں تو بنایا گیا ہے۔ حسن بن فضل نے کہا کہ یہ تشریح اچھی ہے۔ چنانچہ اس حکم کے بعد ابلیس کا رنگ سیاہ ہو گیا اور خوبصورتی بدصورتی سے بدل گئی۔ "فانک رجیم" بے شک تو راندہ درگاہ ہو گیا۔

۷۸ "وان علیک لعنتی الی یوم الدین"......

۷۹ "قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون"......

۸۰ "قال فانک من المنظرین"......

۸۱ "الی وقت المعلوم" اس سے مراد نفخہ اولیٰ ہے۔

82 "قال فبعزتک لاغوینهم اجمعین"......

83 "الا عبادک منهم المخلصین"......

84 "قال فالحق والحق اقول" عاصم، حمزہ، یعقوب نے "فالحق" قاف کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیری عبارت یوں ہوگی "الحق منی" اور دوسرا حق منصوب ہے "وانا اقول الحق" مجاہد کا یہی قول ہے۔ دوسرے قراء نے ان دونوں کو منصوب پڑھا ہے۔ ان کے منصوب ہونے میں اختلاف ہے۔ پہلا حق منصوب ہے اغراء کی وجہ سے گویا کہ یوں کہا گیا "الزم الحق" دوسرا حق قول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بعض نے کہا کہ پہلا (حق) قسم ہے۔ عبارت یوں ہوگی: "بالحق" اور وہ اللہ عزوجل ہے اور یہ منصوب "بنزع الخافض" ہے۔ یہ حرف صفت ہونے کی وجہ سے ہے اور دوسرا حق منصوب ہے قول کا مقولہ ہونے کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ اس میں تکرار قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھائی۔

85 "لاملئن جهنم منک وممن تبعک منهم اجمعین" ......

86 "قل ما اسئلکم علیه" رسالت کی تبلیغ پہنچانے پر "من اجر و ما انا من المتکلفین" قرآن کو اپنی طرف سے بنانے والا نہیں ہوں ہر وہ چیز جس کو انسان اپنی طرف سے ایجاد کرے اس کو تکلف کہتے ہیں۔ مسروق کا قول ہے کہ ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص کوئی بات جانتا ہو تو کہہ دے اور معلوم نہ ہو تو (اللہ جانے) کہہ دے کیوں کہ جس بات کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق اللہ اعلم کہہ دینا بھی علم ہی کی ایک شاخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا "قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انا من المتکلفین"

87 "ان هو" پس یہ قرآن۔ "الا ذکر" نصیحت ہے "للعالمین" تمام مخلوق کے لیے۔

88 "ولتعلمنّ" تم کفار مکہ کو۔ "نباه" یہی خبر معلوم ہو جائے گی۔ "بعد حین" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کے نزدیک مرنے کے بعد مراد ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ قیامت کے دن جان لوگے۔ کلبی کا بیان ہے کہ جس چیز کا علم باقی ہے جب وہ ظاہر ہو جائے گا اور اس کا علم معلوم ہونا موت کے بعد ہے۔ حسن کا قول ہے کہ مرنے کے وقت آدمی کے سامنے یہی خبر آ جاتی ہے۔

سُورَةُ الزُّمَر

یہ مکمل سورت مکی ہے... سوائے ایک آیت کے.... "قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم" یہ مدنی ہے.... اس سورت کی پچھتر (۷۵) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

ترجمہ: یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ (قرآن کی تعلیم کے موافق) خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیے یاد رکھو عبادت جو کہ (شرک سے) خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں تو ان کے (اور ان کے مقابل اہل ایمان کے) باہمی اختلافات کا (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو (قولاً) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا وہ پاک ہے وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے۔

تفسیر: ① "تنزیل الکتاب" اصل عبارت یوں ہے "ھذا تنزیل الکتاب" اور بعض نے کہا ہے کہ "تنزیل الکتاب" مبتداء ہے اور اس کی خبر "من اللہ العزیز الحکیم" ہے یہاں اس کتاب کا اُتارنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ کے غیر سے نہیں ہے۔

② "انا انزلنا الیک الکتاب بالحق" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو باطل بغیر فائدہ کے

نہیں اُتارا۔ "فاعبد اللّٰہ مخلصا له الدین" یہاں عبادت بمعنی طاعت کے ہے۔

③ "الا لله الدین الخالص" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد اس بات کی گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ دین خالص کا مستحق اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ایسا دین جو شرک سے خالص ہے وہی اللہ کے لیے ہے۔ "والذین اتخذوا من دونه" یعنی اللہ کے سوا "اولیاء" یعنی بتوں کو "ما نعبدھم" یعنی انہوں نے کہا کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے۔ "الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفٰی" اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے کہا کہ جب ان کو کہا جاتا تمہارا رب کون ہے؟ اور کس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟ اور کس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں اللہ نے۔ تو ان کو کہا جاتا کہ پھر تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اس کا کیا مطلب ہے؟ تو وہ کہتے کہ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں تاکہ وہ یہ ہمیں اللہ کے ہاں مرتبہ میں قریب کردیں۔ "زلفٰی" بمعنی قربیٰ ہے اور یہ اسم ہے جس کو مصدر کی جگہ (مفعول مطلق) لایا گیا ہے۔ گویا کہ یوں کہا ہے کہ "الا لیقربونا الی اللّٰہ تقریبا" اور وہ ہماری سفارش کریں عند اللہ۔ "ان اللّٰہ یحکم بینھم" قیامت کے دن "فیما ھم فیه یختلفون" دین کے معاملہ میں "ان اللّٰہ لا یھدی من ھو کاذب کفار" اپنے دین کی طرف جھوٹ بولنے والے کی رہنمائی نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے معبود سفارش کریں گے تو اللہ کے سوا معبود بنالینا ان کے جھوٹے اور کافر ہونے کے لیے کافی ہے۔

④ "لو اراد اللّٰہ ان یتخذ ولدا لاصطفٰی" البتہ اختیار کرلیتا۔ "مما یخلق ما یشآء" یعنی فرشتے جیسا کہ انہوں نے کہا تھا "لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا" پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی بیان کرتے ہوئے فرمایا: "سبحانه" وہ اس بات سے پاک ہے اور ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی پاکی کے لائق نہیں ہے۔ "ھو اللّٰہ الواحد القھار"

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦

(ترجمہ) اس نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات (کی ظلمت) کو دن (کی روشنی کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا

ہے اور دن (کی روشنی) کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے ایک سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ (ان میں سے) ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہے گا یاد رکھو کہ وہ زبردست بڑا بخشنے والا (بھی) ہے اس نے تم لوگوں کو تن واحد (یعنی آدم) سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور (بعد اس حدوث کے) تمہارے (نفع بقا کے لئے) آٹھ نر و مادہ چار پایوں کے پیدا کئے وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین تاریکیوں میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (ان دلائل کے بعد) تم کہاں (حق سے) پھرے جارہے ہو اگر تم کفر کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا (تمہاری عبادت کا) حاجتمند نہیں اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے اور کوئی کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھاتا پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہے سو وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتلا دے گا وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

تفسیر 5 "خلق السمٰوٰت والارض بالحق یکوّر الّیل علی النھار ویکوّر النھار علی الّیل" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو اس سے ڈھانپ لیتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ "یغشی الّیل النھار" اور بعض نے کہا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے "یولج اللیل فی النھار ویولج النھار فی اللیل" اور حسن اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ رات کو کم کر کے دن کو زیادہ کر دیتے ہیں اور دن کو چھوٹا کر کے رات کو بڑا کر دیتے ہیں۔ پس جو وقت رات سے کم ہوا وہ دن میں داخل ہو گیا اور جو وقت دن سے کم ہوا وہ رات میں داخل ہو گیا اور وقت کم ہونے کی آخری حد نو گھنٹے اور زیادہ ہونے کی آخری حد پندرہ گھنٹے ہے اور تکویر کی اصل لپیٹنا اور جمع کرنا ہے اور اسی سے "کور العمامۃ" پگڑی کے بل کو کہتے ہیں۔ "وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمّی الا ھو العزیز الغفار"

6 "خلقکم من نفس واحدۃ" یعنی آدم علیہ السلام سے "ثم جعل منھا زوجھا" یعنی حواء علیہا السلام "وانزل لکم من الانعام" اس جگہ انزال کا معنی ابتداءً پیدا کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "انزلنا علیکم لباسا یواری" میں انزال احداث وانشاء کے معنی میں ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ انزال کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی اُتارا جو کپاس کے اُگنے کا سبب ہے جس سے لباس بنتا ہے اور ان نباتات کے اُگنے کا سبب ہے جس کے ذریعے چوپایوں کی بقاء ہے اور بعض نے کہا ہے کہ "وانزل لکم من الانعام" کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمہارے لئے مہمانی اور رزق بنایا ہے۔ "ثمانیۃ ازواج" قسمیں، اس کی تفسیر سورۃ الانعام میں گزر چکی ہے۔ "یخلقکم فی بطون امھاتکم خلقا من بعد خلق" پہلے نطفہ پھر جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے "وقد خلقکم اطوارا، فی ظلمات ثلاث" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پیٹ کی تاریکی اور رحم کی تاریکی اور مشیت کی تاریکی مراد ہے۔ "ذٰلکم اللّٰہ" یعنی جس نے ان اشیاء کو پیدا کیا۔ "ربکم لہ الملک لا الٰہ الّا ھو فانّی تصرفون" اس بیان کے بعد حق کے راستے سے۔

7 "ان تکفروا فان اللّٰہ غنی عنکم ولا یرضٰی لعبادہ الکفر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سدی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کے کفر پر راضی نہیں ہوتا اور یہ وہ مؤمن بندے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان عبادی لیس لک علیھم سلطان" تو یہ آیت الفاظ کے اعتبار سے تو عام ہے لیکن معنی کے اعتبار سے خاص ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "عینا یشرب بھا عباد اللّٰہ" اس میں بھی عباد سے بعض بندے مراد ہیں اور بعض حضرات نے اس آیت کو عموم پر جاری کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی ایک کے بھی کفر پر راضی نہیں ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ اس بات پر راضی نہیں کہ اس کے بندے اس کا کفر کریں اور یہی بات حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے اور یہی اسلاف کا قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کافر کا کفر اللہ کو پسندیدہ نہیں ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ "وان تشکروا" اپنے رب پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو۔ "یرضہ لکم" پھر تم کو اس پر ثواب دے گا۔ ابوعمر رحمہ اللہ نے "یرضہ لکم" کو ھاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور اہل مدینہ اور عاصم اور حمزہ رحمہم اللہ اس ھاء کو اُچک لیتے ہیں اور باقی حضرات اشباع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ "ولا تزروا زرۃ وزر اخریٰ ثمّ الی ربّکم مرجعکم فینبّکم بما کنتم تعملون انّہ علیم بذات الصدور"

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(ترجمہ) اور مشرک آدمی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے پاس سے نعمت (امن و آسائش) عطا فرما دیتا ہے تو جس کے لئے پہلے سے (خدا کو) پکار رہا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ لے (پھر آخرکار) تو دوزخیوں سے ہونے والا ہے بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ و قیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈرتا رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (سلیم) ہیں (آپ) مؤمنین کو میری طرف سے کہیے کہ اے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔

تفسیر 8 "واذا مسّ الانسان ضرّ دعا ربّہ منیبا الیہ" اس کی طرف فریاد کرتے ہوئے لوٹے "ثمّ اذا خوّلہ نعمۃ منہ" اس کو اپنی طرف سے نعمت دے۔ "نسی" وہ چھوڑ دے۔ "ما کان یدعوا الیہ من قبل" یعنی اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کے دور کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا تھا۔ "وجعل للّٰہ اندادا" یعنی بتوں کو "لیضل عن سبیلہ" تا کہ اللہ کے دین سے پھسل جائے۔ "قل" اس کافر کو "تمتّع بکفرک قلیلا" دُنیا میں اپنی موت تک "انّک من اصحاب النار" بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ عام ہے ہر کافر کے بارے میں۔

9 "امّن ھو قانت" ابن کثیر اور نافع اور حمزہ رحمہم اللہ نے "امَن" کو میم کی تخفیف (بغیر شد) کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے میم کی شد کے ساتھ۔ پس جن حضرات نے میم پر شد پڑھی ہے اس کی دو وجہ ہیں۔ (۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ میم "ام" میں صلہ ہے تو کلام کا معنی استفہام ہوگا اور اس سوال کا جواب محذوف ہوگا اس کی عبارت یوں ہوگی "امن ھو قانت کمن ھو غیر قانت؟" جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "افمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام" یعنی "کمن لم یشرح صدرہ" کی طرح ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف ہے استفہام پر۔ اس کی عبارت یوں ہے: "الّذی جعل للّٰہ اندادا اخیر ام ھو قانت؟" اور جس نے میم کی تخفیف (بغیر شد) کے ساتھ پڑھا ہے تو یہ الف استفہام کا ہے اپنے معنی پر داخل ہوا ہے یعنی "ھذا کالّذی جعل للّٰہ اندادا" یعنی کیا یہ شخص اس کی طرح ہے جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنائے اور بعض نے کہا ہے کہ الف "امن" میں حرف نداء کے معنی میں ہے اس کی اصل عبارت ہے "یامن ھو قانت" اے وہ آدمی جو فرمانبردار ہے اور عرب یاء کی طرح الف سے بھی نداء دیتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں ابنی فلاں اور یا بنی فلاں۔ تو اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ آپ فرما دیجئے تو اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا نفع اُٹھا لے۔ بے شک تو جہنم والوں میں سے ہے اور اے وہ شخص جو فرمانبردار ہے "آناء اللیل" بے شک تو جنت والوں میں سے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اور ایک روایت میں عطاء کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کلبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ابن مسعود اور عمار اور سلیمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور القانت وہ شخص جو فرمانبرداری پر قائم ہو اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قنوت قرآن کی قرأت اور لمبا قیام کرنا ہے اور "آناء اللیل" سے مراد رات کی گھڑیاں ہیں۔ "ساجدا وقائما" یعنی نماز میں "یحذر الآخرۃ" آخرت کا خوف رکھتا ہے۔ "ویرجوا رحمۃ ربّہ" یعنی اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو ان میں سے کوئی کام نہیں کرتا۔ "قل ھل یستوی الّذین یعلمون والذین لایعلمون" اور بعض نے کہا ہے کہ جاننے والوں سے عمار اور نہ جاننے والوں سے ابوحذیفہ مخزومی مراد ہیں۔ "انّما یتذکر اولوا الالباب"

⑩ "قل یا عباد الذین امنوا اتقوا ربکم" اس کی اطاعت کر کے اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر۔ "للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنة" جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔ "حسنة" جنت ہے۔ اس کے قائل قتادہ ہیں اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس دُنیا میں "حسنة" یعنی صحت اور عافیت ہے۔ "وارض اللہ واسعة" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی تم مکہ سے کوچ کرو اور اس آیت میں ایسے شہر سے ہجرت کرنے پر اُبھارا گیا ہے جہاں معاصی ظاہر ہو رہے ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ آیت حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کسی شہر میں گناہوں کا حکم دیا جائے وہ وہاں سے کسی دوسرے شہر دوڑ جائے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ سے کون لوگ مراد ہیں

"انّما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" یعنی جو لوگ اپنے دین پر صبر کرتے ہیں اور تکلیف کی وجہ سے اس کو نہیں چھوڑتے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنا دین سخت مصائب کے باوجود بھی نہیں چھوڑا اور صبر کیا اور ہجرت کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر فرمانبردار کے اعمال کا ماپ وتول ہوگا سوائے صابرین کے کہ ان کو لپیں بھر بھر کے ثواب ملے گا اور روایت کیا گیا ہے کہ مصائب زدہ لوگوں کو لایا جائے گا اور ان کے لیے ترازو نہیں مقرر کیا جائے گا اور ان کے لیے دفتر نہیں کھولا جائے گا اور ان پر اجر بغیر حساب کے بہایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انّما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" حتیٰ کہ دُنیا میں عافیت کی زندگی گزارنے والے یہ تمنا کریں گے کہ ان کے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے۔ یہ تمنا مصیبت زدہ لوگوں کے فضل کو دیکھ کر کریں گے۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑫ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِیْنِیْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ⑮ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو ان کے لئے خاص رکھوں اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اس) امت کو (لوگوں میں) سب مسلمانوں سے اول میں ہوں (آپ یہ بھی کہہ دیجئے) اگر (بافرض محال میں) اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن

کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھتا ہوں سوخدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی عبادت کرو آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ پورے زیاں کار وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قطعاً قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ صریح خسارہ یہی ہے ان کے لئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو مجھ سے (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو۔

تفسیر ⑪ "قُلْ اِنِّیٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ" اس کے لیے توحید کو خالص کرتے ہوئے کہ میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروں۔

⑫ "وامرت لان اکون اوّل المسلمین" اس اُمت میں سے۔

⑬ "قل انی اخاف ان عصیت ربّی" اور اس کے غیر کی عبادت کروں۔ "عذاب یوم عظیم" اور یہ اس وقت کہا جب آپ علیہ السلام کو آپ کے آباء کے دین کی طرف بلایا گیا۔

⑭ "قل اللّٰہ اعبد مخلصا له دینی

⑮ فاعبدوا ما شئتم من دونه" یہ امر ڈانٹ و دھمکی کے لیے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "اعلموا ما شئتم" ہے۔ "قل ان الخاسرین الّذین خسروا انفسهم واهلیهم" یعنی ان کی بیویاں اور ان کے خادم۔ "یوم القیامة الا ذلک هو الخسران المبین" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے جنت میں ایک ٹھکانہ اور بیوی بنائی ہے اب جو شخص اللہ کی تابعداری کرے گا تو وہ ٹھکانہ اور بیوی اس کو ملے گی اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو جہنم میں داخل ہوگا اور وہ ٹھکانہ اور بیوی اس کے علاوہ کسی اس شخص کو مل جائے گی جس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور کہا گیا ہے کہ نفس کا خسارہ جہنم میں داخل ہونے کی وجہ سے ہے اور اہل کا خسارہ اس طرح ہے کہ اس شخص اور اس کے اہل خانہ کے درمیان تفریق ہو جائے گی اور یہ کھلا واضح خسارہ ہے۔

⑯ "لهم من فوقهم ظلل من النار" جہنم کے تہہ بتہہ شعلے اور اس کا دھواں ہے۔ "ومن تحتهم ظلل" آگ کے بچھونے اور فرش ہیں جن کی انتہا جہنم کی گہرائی ہے۔

آیت کریمہ میں نچلے طبقہ کا نام "ظلل" (سائبان) رکھا گیا ہے کیونکہ ہر طبقہ اپنے سے نچلوں کے لیے سائبان ہے۔ اس کی مثال دوسری آیت میں یہ ہے: "لهم من جهنم مهاد و من فوقهم غواش ...... ذلک یخوف اللّٰہ به عباده یا عباد فاتّقون"

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ ⑰ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ⑲ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ⑳ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ㉑

ترجمہ: اور جولوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے) اور (ہمہ تن) اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوش خبری سنانے کے ہیں سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام (الٰہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں بھلا جس شخص پر عذاب کی (ازلی تقدیری) بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے شخص کو جسے (علم الٰہی میں) دوزخ ہی میں جانا ہے چھڑا سکتے ہیں لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے (جنت کے) بالا خانے (ہیں) جن کے اوپر اور بالا خانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور اللہ وعدہ میں خلاف نہیں کرتا (اے مخاطب) کیا تو نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیتا ہے پھر (جب وہ ابلتا ہے) اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے سو تو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر (اللہ تعالیٰ) اس کو چورا چورا کر دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہے۔

تفسیر ⑰ ......"والذین اجتنبوا الطاغوت" بتوں سے بچ کر "ان یعبدوھا وانابوا الی اللّٰہ" اللہ کی عبادت کی طرف لوٹتے ہیں۔ "لھم البشریٰ" دُنیا میں جنت کی اور آخرت میں مغفرت کی بشارت ہے۔ "فبشر عباد" اپنے بندوں کو اس کی خوشخبری سنا دو۔

⑱ الذین یستمعون القول" قول سے مراد قرآن ہے "فیتّبعون احسنہ"

فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ کی تفسیر

سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسن وہ ہے جس کا ان کو حکم دیا گیا اور انہوں نے اس پر عمل کیا اور کہا گیا ہے کہ احسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ظالم سے انتقام لینے اور اس کو معاف کرنے دونوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں حکموں میں معاف

کر دینا احسن ہے اور بعض نے کہا ہے کہ عزیمتوں کا ذکر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ لوگ قرآن اور غیر قرآن کو سنتے ہیں لیکن اتباع قرآن کی کرتے ہیں اور عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عثمان وعبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئے تو ان سب نے آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے ایمان کی خبر دے دی تو یہ حضرات بھی ایمان لے آئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **"فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه"** اور یہ تمام حسن ہے۔ **"اولئک الّذین هداهم الله واولئک هم اولوا الالباب"** ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ **"والذین اجتنبوا الطاغوت"** سے دو آیتیں تین افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہا کرتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور احسن لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔

کَلِمَۃُ الْعَذَابِ کی مختلف تفاسیر

⑲ **"افمن حق علیه کلمة العذاب"** ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علم الٰہی میں جس کے بارے میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ جہنمیوں میں سے ہے اور بعض نے کہا ہے کہ **"کلمة العذاب"** سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرمان **"لا ملأن جهنم"** ہے اور بعض نے کہا ہے کہ **"کلمة العذاب"** سے مراد فرمان باری تعالیٰ ہے کہ **"هؤلاء فی النار ولا ابالی"** کہ یہ لوگ جہنم میں جائیں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ **"افانت تنقذ من فی النّار"** یعنی تو اس پر قادر نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے ابولہب اور اس کی اولاد مراد ہے۔

⑳ **"لکن الّذین اتقوا ربّهم لهم غرف من فوقها غرف مبنیه"** یعنی جنت میں بلند رہائشیں اور ان کے اوپر ان سے بھی بلند رہائش گاہ ہوگی۔ **"تجری من تحتها الانهار وعدالله لایخلف الله المیعاد"** یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے ان بالا خانوں کا وعدہ کیا ہے جس کی خلاف ورزی نہ ہوگی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے سے اوپر بالا خانوں والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم تاریک رات میں چمکدار ستارے کو مشرق یا مغرب کے اُفق میں دیکھتے ہو۔ یہ (فاصلہ) ان کے درمیان مرتبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ انبیاء علیہم السلام کے درجات ہیں کہ ان تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

㉑ **"الم تر ان الله انزل من السمآء ماء فسلکه"** اس پانی کو داخل کر دیا۔ **"ینابیع"** چشموں اور نہروں میں۔ **"فی الارض"** شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین کا ہر پانی آسمان سے اترا ہے۔ **"ثم یخرج به"** پانی کے

ذریعے "زرعا مختلفا الوانه" سرخ اور زرد اور سبز مختلف قسم کی کھیتیاں پیدا کیں۔
"ثمّ یھیج" خشک ہو جاتا ہے۔ "فتراہ" اس کی سرسبزی اور رونق کے بعد "مصفرا ثمّ یجعله حطاما" ٹکڑے ٹوٹے ہوئے "ان فی ذلک لذکری لاولی الالباب"

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉒ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ㉓

(ترجمہ) سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے کیا وہ شخص اور اہل فساد برابر ہیں سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے ان کے لئے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل پھر نرم اور (منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

(تفسیر) ㉒ "افمن شرح الله صدره للاسلام" جس کے دل کو حق کے قبول کرنے کی توفیق دی۔ "فهو علی نور من ربّه" کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے سخت کر دیا ہو۔

شرح صدر سے کیا مراد ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت "افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربّه" کی تلاوت فرمائی۔ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اس کے سینہ کا کھلنا کیسے ہوگا؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نور جب دل میں داخل ہو جاتا ہے تو دل کھل کر کشادہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کی علامت کیا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا، دھوکے کے گھر سے کنارہ کش ہونا اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔ "فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر الله اولئک فی ضلال مبین" مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بندہ کو دل کی سختی سے بڑی کوئی سزا نہیں دی گئی اور اللہ تعالیٰ جس قوم پر غصہ ہوتے ہیں ان سے رحمت کو کھینچ لیتے ہیں۔

23 "اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا" اس کی بعض آیات دوسری بعض کے حسن میں مشابہ ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں نہ ان میں کوئی تناقض ہے اور نہ کوئی اختلاف۔ "مثانی" وعدہ اور وعید، امر اور نہی اور خبروں واحکام کا تذکرہ ان میں بار بار ہے۔ "تقشعر" کانپتے اور خشوع اختیار کرتے ہیں۔ "منہ جلود الذین یخشون ربھم" اقشعر ارخوف کے وقت انسان کی جلد میں تغیر آنے کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ آیت میں جلود سے دل مراد ہیں یعنی ان لوگوں کے دل جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ "ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ" یعنی اللہ کے ذکر کے لیے۔ یعنی جب عذاب کی آیات ذکر کی جائیں تو اللہ سے ڈرنے والوں کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب رحمت کی آیات ذکر کی جائیں تو ان کے دل سکون پاتے اور نرم ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور معنی کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل خوف سے کانپتے ہیں اور اُمید کے وقت نرم ہو جاتے ہیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ کے رونگھٹے اللہ کے خوف سے کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ اس سے اتنی تیزی سے گرتے ہیں جیسے خشک درخت کے پتے تیزی سے گرتے ہیں۔

یزید بن عبداللہ بن الہاد نے اسی سند سے روایت کی ہے اور فرمایا کہ جب بندہ کے رونگھٹے اللہ کے خوف سے کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ ان کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے ان کے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ ان کی یہ صفت نہیں بیان کی کہ ان کی عقل چلی جاتی ہے اور ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے یہ علامات بدعتیوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ عبداللہ بن عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب قرآن پڑھا جاتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کی حالت ایسے ہوتی تھی جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے اور رونگھٹے کھڑے ہوتے تھے تو عبداللہ کہتے ہیں میں نے ان سے سوال کیا آج کل کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ غشی کی حالت میں گر پڑتے ہیں؟ تو اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں شیطان مردود سے اور اسی سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ ایک عراقی شخص ان کے سامنے گرتا پڑتا گزرا تو انہوں نے پوچھا اس کو کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جب اس پر قرآن پڑھا جائے یا اللہ کا ذکر سنے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک، ہم اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم یوں نہیں گرتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک شیطان ان میں سے کسی کے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ طرز نہ تھا اور ابن سیرین رحمہ اللہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جو لوگ قرآن پڑھے جانے کے وقت اوندھے گر پڑتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی گھر کی چھت پر بیٹھ جائے اپنے پاؤں پھیلا کر، پھر قرآن مجید ابتداء سے آخر تک اس پر پڑھا جائے۔ پھر اگر وہ خود کو نیچے گرا لے تو وہ سچا ہے۔ "ذلک" یعنی اچھی بات "ھدی اللہ یھدی بہ من یشآء ومن یضلل فمالہ من ھاد"

اَفَمَنْ يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْىَ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی سپر بنادے گا اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔ تو کیا یہ (معذب) اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا سو ان پر (خدا کا) عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیوی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا (اور سخت) ہے کاش یہ لوگ سمجھ جاتے۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ کی تفسیر

تفسیر ﴿٢٤﴾ "اَفَمَنْ يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ" یعنی اس کی شدت۔ "یوم القیامۃ" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو آگ میں اوندھا کر کے پھینکا جائے گا تو اس کے جسم میں سب سے پہلے چہرے کو آگ چھوئے گی۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر کے ہاتھ گردن پر باندھ کر اس کو آگ میں پھینکا جائے گا اور اس کی گردن میں گندھک کی ایک چٹان بڑے پہاڑ کی مانند ہوگی تو اس چٹان سے آگ کے شعلے پکڑے گی اور وہ چٹان اس کی گردن میں ہوگی تو اس کی تپش اور لپٹوں کو وہ اپنے چہرے سے دور کرنے کی طاقت نہ رکھے گا کیونکہ اس کے ہاتھ اور گردن بیڑی میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور آیت کا مجاز یہ ہے "افمن یتقی بوجھہ سوء العذاب کمن ھو آمن من العذاب" یعنی یہ شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو عذاب سے امن میں ہو۔ "وقیل" یعنی داروغ کہیں گے "للظالمین ذوقوا ما کنتم تکسبون" یعنی اس کا وبال۔

﴿٢٥﴾ "کذب الذین من قبلھم" کفار مکہ سے پہلے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ "فاتاھم العذاب من حیث لا یشعرون" یعنی وہ مطمئن اور عذاب سے غافل تھے۔

﴿٢٦﴾ "فاذاقھم اللہ الخزی" عذاب اور ذلت۔ "فی الحیٰوۃ الدنیا ولعذاب الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون"

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾

ترجمہ اور ہم نے لوگوں کو (ہدایت) کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تا کہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا بھی نہیں (اور) تا کہ یہ لوگ ڈریں اللہ تعالیٰ نے (موحد و مشرک کے بارے میں) ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضد اضدی بھی ہے اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے (تو) کیا ان دونوں کی حالت یکساں (ہوسکتی) ہے الحمدللہ بلکہ (قبول تو کیا) ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جاوے گا)

تفسیر 27 "ولقد ضربنا للنّاس فی ھٰذا القرآن من کل مثل لعلّھم یتذکرون" نصیحت حاصل کریں۔

28 "قرانا عربیا" حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ "غیر ذی عوج" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مختلف نہیں ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مخلوق نہیں ہے اور یہ بات مالک بن انس رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے اور سفیان بن عیینہ اور ستر (۷۰) تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ قرآن مجید نہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ "لعلھم یتقون" کفر اور تکذیب سے۔

29 "ضرب اللہ مثلا رجلا" کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجلا پر نصب اس وجہ سے ہے کہ یہ مثلاً کی تفسیر ہے۔ "فیہ شرکاء متشاکسون" جھگڑالو، اختلاف کرنے والے، بداخلاق عرب کہتے ہیں "رجل شکس شرس" جب کوئی شخص بداخلاق لوگوں سے مخالفت کرنے والا اور انصاف پر راضی نہ ہوتا ہو۔ "و رجلا سلما لرجل" اہل مکہ اور بصرہ نے "سالما" الف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس کے لیے خالص نہ اس میں کوئی شریک ہو اور نہ کوئی جھگڑا کرنے والا اور دیگر حضرات نے "سلما" لام کے زبر کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے اور وہ ایسا شخص جس میں کوئی جھگڑا کرنے والا نہ ہو یہ مشتق ہے ان کے قول "ھو لک سلم" سے یعنی تیرے لیے خالص ہے۔ اس میں تجھ سے کوئی جھگڑنے والا نہیں۔ "ھل یستویان مثلا" یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے لیے بیان کی ہے جو مختلف معبودوں کی عبادت کرتا ہے اور مؤمن جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ پھر فرمایا "الحمدللہ" یعنی ساری تعریفیں صرف اللہ ہی کو جچتی ہیں۔ اس کے سوا دوسرے معبودین کو نہیں۔ "بل اکثرھم لا یعلمون" جس چیز کی طرف وہ لوٹ رہے ہیں اور آیت میں اکثر سے کل مراد ہے۔

30 "انک میت" یعنی عنقریب آپ وفات پا جائیں گے۔ "وانھم میتون" یعنی عنقریب تم مرجاؤ گے۔ فراء اور کسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ میت یاء کی شد کے ساتھ، وہ شخص جو ابھی مرا نہیں اور عنقریب مرجائے گا اور میت تخفیف کے ساتھ وہ شخص جس کی روح جدا ہوگئی ہو اس لیے یہاں تخفیف نہیں کی گئی۔

آیات کا شانِ نزول

31 "ثمّ انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی حق اور باطل اور ظالم و

مظلوم۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت "ثمّ انکم یوم القیامۃ عند ربّکم تختصمون" نازل ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم پر ہمارے دُنیا کے خاص گناہ دوبارہ لوٹائے جائیں گے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جی ہاں وہ تم پر لوٹائے جائیں گے حتیٰ کہ ہر حق والے کو اس کا حق ادا کر دیا جائے گا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! بے شک یہ معاملہ بہت سخت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک لمبا عرصہ زندہ رہے اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ یہ آیت ہمارے اور اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ "ثمّ انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون" ہم نے کہا کہ ہم کیسے جھگڑیں گے حالانکہ ہمارا دین اور ہماری کتاب ایک ہے؟ حتیٰ کہ میں نے آپس میں دیکھا کہ ایک دوسرے کے چہرے کو تلوار سے مار رہے ہیں تو میں نے پہچان لیا کہ یہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ ہمارا رب ایک ہے اور ہمارا دین ایک ہے اور ہمارا نبی ایک ہے تو یہ جھگڑا کیسے ہوگا؟ پھر جب صفین کا واقعہ ہوا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواریں چلائیں تو ہم نے کہا ہاں یہ وہ جھگڑا ہے اور ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت "ثمّ انکم یوم القیامۃ عند ربّکم تختصمون" نازل ہوئی تو انہوں نے کہا ہم کیسے جھگڑیں گے حالانکہ ہم تو بھائی ہیں؟ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو کہا کیا یہ ہمارا جھگڑا ہے؟

دنیا پر حقوق العباد پورے کیے جائیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اپنے بھائی کی عزت یا مال پر کوئی ظلم ہو تو آج کے دن اس کو معاف کرا لے، اس سے پہلے کہ وہ بدلہ اس سے ایسے دن لیا جائے جس دن نہ کوئی دینار ہوگا اور نہ کوئی درہم۔ پس اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس میں سے اس کے ظلم کے بقدر لیا جائے گا اور اگر نیکی نہ ہوگی تو اس صاحب حق کی برائیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی۔

اصل مفلس کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ کوئی درہم ہو اور نہ کوئی سامان تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اُمت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو یہ سب اس کی نیکیوں میں سے پورا کیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے تو ان صاحب حق لوگوں کی خطائیں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ط اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ㉜ وَ الَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ㉝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ㉞ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ㉟ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ط وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ㊱

ترجمہ سو اس شخص سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور سچی بات کو (یعنی قرآن کو) جبکہ وہ اس کے پاس (رسول کے ذریعہ سے) پہنچی جھٹلاوے (قیامت کے دن) جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانا ہوگا اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں (ان کا فیصلہ یہ ہوگا) وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ صلہ ہے نیکوکاروں کا۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کیلئے کافی نہیں اور یہ لوگ آپ کو ان (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا (تجویز کر رکھے) ہیں اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

تفسیر ㉜ "فمن اظلم ممن كذب على الله" پس اس نے گمان کیا کہ اس کے لیے اولاد اور شریک ہے۔ "وكذب بالصدق" اور جھٹلایا قرآن کو "اذ جاءه اليس فى جهنم مثوى" منزل ومقام "للكافرين" یہ استفہام بمعنی تقریر ہے۔

جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ کی مختلف تفاسیر

㉝ "والذى جاء بالصدق و صدق به" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "والذى جاء بالصدق" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کو لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی تصدیق بھی کی اور مخلوق تک اس کو پہنچایا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "والذى جاء بالصدق" سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں کہ وہ قرآن لائے اور اس کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی اور اس کو قبول کیا اور کلبی اور ابوالعالیہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "والذى جاء بالصدق" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور "و صدق به" سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "والذى جاء بالصدق" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور "و صدق به" سے مؤمنین مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اولئک هم المتقون" اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "والذى جاء بالصدق" سے انبیاء علیہم السلام اور

"وصدّق بہ" سے ان کے متبعین مراد ہیں۔ اس صورت میں "الّذی الّذین" کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "مثلھم کمثل الّذی استوقد نارا" پھر فرمایا "ذھب اللّٰہ بنورھم" اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مؤمنین مراد ہیں کہ انہوں نے دُنیا میں اس کی تصدیق کی اور آخرت میں اس کو لائیں گے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں "والذین جاؤا بالصدق و صدق بہ ...... اولئک ھم المتقون"

㉞ "لھم ما یشاؤن عند ربھم ذلک جزاء المحسنین"

㉟ لیکفر اللّٰہ عنھم اسوا الّذی عملوا" ان کو مغفرت کے ساتھ ڈھانپ لے گا۔ "ویجزیھم اجرھم باحسن الّذی کانوا یعملون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے نیک اعمال کا ان کو بدلہ دیں گے اور ان کے برے اعمال کا بدلہ نہ دیں گے۔

㊱ "الیس اللّٰہ بکاف عبدہ" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجعفر اور حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے (عبادہ) جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام۔ ان کی قوم نے ان کے بارے میں برائی کا ارادہ کیا۔ جیسا کہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وھمت کل اُمۃ برسولھم لیاخذوہ" تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے دشمنوں کے شر سے کافی ہوگیا۔ "ویخوفونک بالّذین من دونہ" اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی دشمنی کی آفت سے ڈرایا اور کہنے لگے کہ آپ علیہ السلام ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آجائیں یا آپ کو ان کی طرف سے جنون یا کوئی مصیبت پہنچے گی۔ "ومن یضلل اللّٰہ فمالہ من ھاد"

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ㊲ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ㊳ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ㊴ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ㊵ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ㊶ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ㊷

(ترجمہ) اور جس کو ہدایت دے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا خدا تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا نہیں اور اگر (آپ) ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ (ان سے) کہیے کہ بھلا پھر تو یہ بتلاؤ کہ خدا کے سوا تم جن معبودوں کو پوجتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے کیا یہ معبود اس

کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی رحمت کرنا چاہے کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ (اس سے ثابت ہو گیا کہ) میرے لئے خدا کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہو گا ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے (نفع کے) لئے اتاری جو حق کو لئے ہوئے ہے سو جو شخص راہ راست پر آوے گا تو اپنے نفع کے واسطے اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور آپ ان پر (کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کئے گئے اللہ ہی قبض یعنی (معطل) کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے اس میں ان کے لئے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں۔

تفسیر 37 "ومن یھد اللہ فمالہ من مضل الیس اللہ بعزیز ذی انتقام" اپنی سلطنت میں باقتدار ہے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

38 "ولئن سالتھم من خلق السموت والارض لیقولن اللہ قل افرأیتم ما تدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر" سختی اور مصیبت۔ "ھل ھن کاشفات ضرّہ او ارادنی برحمۃ" نعمت اور برکت کے ساتھ "ھل ھنّ ممسکات رحمتہ" اہل بصرہ نے "کاشفات" اور "ممسکات" کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور "ضرّہ" اور "رحمۃ" کو راء اور تاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے بغیر تنوین اور راء اور تاء کی زیر کے ساتھ اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ خاموش ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ "قل حسبی اللہ" میرا بھروسہ اور اعتماد اسی پر ہے۔ "علیہ یتوکل المتوکلون" بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں۔

(39 ۔ 40) ...... "قل یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون من یأتیہ عذاب یخزیہ ویحل علیہ عذاب مقیم" یعنی ان پر دائمی عذاب اُترتا ہے۔

41 "انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق فمن اھتدی فلنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا" اس کے گمراہ ہونے کا وبال اسی پر ہوگا۔ "وما انت علیھم بوکیل" نگران او نگہبان ان کو آپ کے سپرد نہیں کیا گیا اور نہ آپ علیہ السلام سے ان کا بدلہ مؤاخذہ ہوگا۔

42 "اللہ یتوفی الانفس" یعنی روحوں کو "حین موتھا" پس ان کو قبض کر لیتے ہیں۔ ان کے رزق کے ختم ہونے اور ان کی عمر پوری ہونے کے وقت اور اللہ تعالیٰ کے قول "حین موتھا" سے جسم کی موت مراد ہے۔ "والتی لم تمت" سے ان

روحوں کا قبض کرنا مراد ہے جن کو موت نہیں آئی۔ "فی منامها" اور جو نیند میں قبض کیا جاتا ہے وہ نفس ہے جس کی وجہ سے عقل وشعور حاصل ہوتا ہے اور ہر انسان کے دو نفس ہیں۔

ان میں سے ایک نفس حیات وہ ہے جو موت کے وقت انسان سے جدا ہوتا ہے اس کے چلے جانے سے نفس چلا جاتا ہے اور دوسرا نفس تمیز ہے۔ یہ انسان سے نیند کے وقت جدا ہو جاتا ہے۔ "فیمسک التی قضٰی علیها الموت" پس اس کو جسم میں واپس نہیں لوٹاتے۔ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "قضٰی" قاف کے پیش اور ضاد کے زیر اور یاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الموت" یہ مرفوع ہے نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اور دیگر حضرات نے قاف اور ضاد کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور "الموت" کو منصوب پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "اللّٰہ یتوفّی الانفس" کی وجہ سے "و یرسل الاخرٰی" اور دوسرے کو جسم میں واپس کر دیتا ہے یہ وہ ہے جس کی موت کا فیصلہ نہیں ہوا۔

روح کا جسم سے ملاپ

"الٰی اجل مسمّی" یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت آ جائے اور کہا جاتا ہے کہ انسان کے لیے دو چیزیں ہیں نفس اور روح۔ پس نیند کے وقت نفس سے روح نکل جاتی ہے اور روح کو باقی رکھا جاتا ہے جبکہ جسم بوسیدہ بوسیدہ ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے اور جسم میں اس کی شعاع باقی رہ جاتی ہے۔ پس اسی کی وجہ سے انسان خواب دیکھتا ہے۔ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح پلک جھپکنے سے پہلے جسم میں لوٹ آتی ہے اور کہا گیا ہے کہ زندوں اور مُردوں کی روحیں خواب میں ملاقات کرتی ہیں۔ پھر جو اللہ چاہے ہیں وہ آپس میں باہم پہچان کرتی ہیں۔ پھر جب وہ روحیں جسموں کی طرف لوٹنا چاہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ مُردوں کی روحوں کو اپنے پاس روک لیتے ہیں اور زندوں کی روحوں کو بھیج دیتے ہیں تو وہ اپنے وقت مقررہ تک کے لیے جسموں میں لوٹ آتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بستر پر آئے تو اپنی تہبند کے اندر والے حصے سے اس کو جھاڑ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے کیا چیز اس پر آئی ہے۔ پھر وہ کہے "باسمک ربّی وضعت جنبی وبک ارفعه ان امسکت نفسی فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادک الصالحین"......

"انّ فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون" اس کی قدرت پر دلالت ہیں کہ اس نے جن روحوں کو روکنا تھا اور جن کو بھیجنا تھا ان میں کوئی غلطی نہیں کی۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قوم کے لیے علامات ہیں جو غور وفکر کرے بعث کے معاملہ میں۔ یعنی سونے والے کے نفس کو قبض کر لینا اور پھر اس کو چھوڑ دینا یہ بعث (دوبارہ اُٹھنے) پر دلیل ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ط قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ط لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: ہاں کیا ان (مشرک) لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو (معبود) قرار دے رکھا ہے جو (ان کی) سفارش کریں گے آپ کہہ دیجئے کہ اگر چہ یہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو کہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کرتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

تفسیر: ﴿۴۳﴾ "ام اتخذوا من دون اللّٰه شفعاء قل" اے محمد! "اولو کانوا" اگرچہ ہوں وہ معبود "لایملکون شیئًا" شفاعت میں سے۔ "ولا یعقلون" کہ تم ان کی عبادت کررہے ہو اور اس کا جواب محذوف ہے۔ اس کی اصل عبارت یوں ہے "وان کانوا بھذہ الصفة تتخذونھم" یعنی اگر وہ اس حالت میں ہوں تب بھی تم اُن کو معبود بناؤ گے۔

﴿۴۴﴾ "قل للّٰه الشفاعة جمیعا" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔ "له ملک السموات والارض ثم الیه ترجعون"

﴿۴۵﴾ واذا ذکر اللّٰه وحده اشمازت" نفرت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ توحید سے منقبض ہو جاتے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبر کرتے ہیں اور اس کی اصل "اشمئزاز" یعنی نفرت کرنا اور تکبر کرنا ہے۔ "قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرة"

"واذا ذکر الذین من دونه" یعنی بت "اذا ھم یستبشرون" وہ خوش ہوتے ہیں۔ مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ والنجم پڑھی تو شیطان نے آپ کے ارادہ میں یہ بات ڈال دی۔ "تلک الغرانیق العلیٰ" تو کفار اس سے خوش ہو گئے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ

اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿49﴾

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿50﴾

ترجمہ کہیے کہ اے اللہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے باطن ظاہر کے جاننے والے آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے اور اگر ظلم (یعنی شرک وکفر) کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے (بے تامل) ان کو دینے لگیں اور خدا کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آوے گا جن کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور (اس وقت) ان کو تمام اپنے برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا پھر جس وقت (اس مشرک) آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں یہ بات (بعض) ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں (جیسے قارون نے کہا ہے) سو ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔

تفسیر 46 ......"قل اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون" ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنی نماز کس چیز سے شروع کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ علیہ السلام یہ کہتے تھے "اللّٰھمّ ربّ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدنی لما اختلفت فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشآء الی صراط مستقیم"

47 "ولو ان للّذین ظلموا مافی الارض جمیعا ومثلہ معہ لافتدوا بہ من سوء العذاب یوم القیامۃ وبدالھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے لیے بعث کے وقت یہ بات ظاہر ہوگئی جس کا انہوں نے دُنیا میں خیال نہ کیا تھا کہ یہ ان پر آخرت میں نازل ہوگی۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان کو نیکیاں گمان کیا تھا لیکن وہ ان کے لیے برائیاں ظاہر ہوئیں اور مطلب یہ ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے تھے۔ پھر جب ان کو اس پر سزا ملی تو ان کے سامنے اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جس کا وہ خیال نہ کرتے تھے اور روایت کیا گیا ہے کہ محمد بن منکدر موت کے وقت واویلا کرنے لگے تو ان کو یہ کہا گیا تو فرمانے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ میرے سامنے وہ چیز نہ ظاہر ہو جائے جس کا مجھے خیال بھی نہ ہوا تھا۔

48 "وبدالھم سیئات ما کسبوا" یعنی ان کے برے اعمال جیسے شرک کرنا اور اولیاء اللہ پر ظلم کرنا۔ "وحاق بھم ما کانوا یستھزؤن"

㊾ "فاذا مسّ الانسان ضرّ" تحتی "دعانا ثم اذا خوّلناہ" ہم اس کو دیں "نعمة منا قال انما اوتیته علی علم" یعنی اللہ کے علم پر کہ میں اس کا اہل ہوں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے میرے بارے میں خیر علم کی وجہ سے اور کنایہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ نعمت سے مراد انعام ہے۔ "بل ھی فتنة" یعنی یہ نعمت آزمائش اور اللہ کی طرف سے ڈھیل اور امتحان ہے اور کہا گیا ہے کہ بلکہ وہ کلمہ جو اس نے کہا ہے وہ آزمائش ہے۔ "ولکن اکثرھم لایعلمون" کہ یہ ڈھیل اور امتحان ہے۔

㊿ "قد قالھا اللذین من قبلھم" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی قارون نے یہ کہا "انما اوتیته علی علم عندی، فما اغنیٰ عنھم ما کانوا یکسبون" پس ان کو کفر نے عذاب سے کچھ فائدہ نہ دیا۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝٥١ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٥٢ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥٣

ترجمہ پھر ان کی تمام بداعمالیاں ان پر آپڑیں (اور سزایاب ہوئے) اور ان میں بھی جو ظالم ہیں ان پر بھی ان کی بداعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے کیا ان لوگوں کو (احوال میں غور کرنے سے) یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ ہی (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے اس (بسط وقدر) میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر وشرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرماوے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

تفسیر ㊿① ...... "فاصابھم سیئات ما کسبوا" ان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا یعنی ان کو عذاب دیا جائے گا۔ پھر کفار مکہ سے وعدہ کیا گیا "والذین ظلموا من ھولاء سیصیبھم سیئات ما کسبوا وماھم بمعجزین" اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

㊲ "اولم یعلموا أن اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء" اللہ جس کو چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے۔ "ویقدر" اور رزق تنگ کر دیتا ہے جس کو چاہے۔ "ان فی ذلک لایات لقوم یؤمنون"

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ کی تفسیر

㊳ "قل یا عبادی الذین أسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة اللّٰہ" سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے وہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ مشرک ایسے تھے جنہوں نے بہت آدمیوں کو قتل کیا تھا اور ارتکاب زنا بھی بہت کیا تھا۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ جو کچھ فرماتے ہیں اور جس امر کی دعوت دیتے ہیں، وہ ہے تو اچھا، کیا آپ بتائیں گے کہ اس سے ہماری بداعمالیوں کا بھی کفارہ ہو جائے گا؟ اس پر سورۂ فرقان کی آیت **"والذین لا یدعون مع اللّٰہ الھًا اٰخر ...... غفورًا رَّحیمًا"** تک اور آیت **"قل یا عبادی الّذین اسرفوا علی انفسھم الخ"** نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم نے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت مشرکین مکہ کے متعلق نازل ہوئی۔ بغوی نے بروایت عطاء بھی اس قول کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی کو جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا، اسلام کی دعوت دینے کے لیے ایک شخص کو بھیجا، وحشی نے جواب دیا: آپ مجھے اپنے مذہب میں داخل ہونے کی دعوت کس طرح دے رہے ہیں؟ آپ کا قول یہ ہے کہ جو شخص قتل کرے گا یا شرک کرے گا، یا زنا کرے گا اس کو قیامت کے دن دُہرا عذاب ہوگا اور میں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اس پر آیت **"اِلَّا من تاب و اٰمن وعمل عملاً صالحًا"** نازل ہوئی۔ وحشی نے کہا: یہ شرط تو سخت ہے، شاید میں ایسا نہ کر سکوں، کیا اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہے؟ اس پر آیت **"ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یّشاءُ"** نازل ہوئی۔ وحشی نے کہا: (اس آیت میں مغفرت کو مشیت پر موقوف رکھا گیا ہے) میں اشتباہ میں پڑا ہوا ہوں، معلوم نہیں کہ (اگر میں شرک سے توبہ کرلوں تو) میری مغفرت ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اس پر آیت **"قل یا عبادی الاٰیۃ"** نازل ہوئی۔

اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بات صرف وحشی کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے عموی (حکم) ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہیں) بلکہ سارے مسلمانوں کے لیے یہ عام ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا نزول عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کے حق میں ہوا کہ (شروع میں) وہ ایمان لے آئے تھے، پھر جب ان کو دُکھ اور تکلیفیں دی گئیں تو وہ فتنہ میں پڑ گئے یعنی اسلام چھوڑ بیٹھے۔ ہم کہا کرتے تھے کہ اللہ ان کا کوئی عمل کبھی قبول نہیں کرے گا، نہ نفل نہ فرض، یعنی کس طرح ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ یہ لوگ اوّل تو مسلمان ہوگئے، پھر دُکھ پڑنے پر اپنا دین چھوڑ بیٹھے، اس پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے یہ آیات لکھ کر عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور دوسرے لوگوں کو بھیج دیں۔ تحریر ملنے کے بعد وہ لوگ مسلمان ہوگئے اور مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آگئے۔

مقاتل بن حیان نے بتوسط نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہم گروہ صحابہ خیال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری ہر نیکی ضرور قبول ہوگی۔ اس کے بعد جب آیت **"یا یھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول و لا تبطلوا اعمالکم"** (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کے فرمان پر چلو اور اپنے اعمال کو بیکار نہ کردو) نازل ہوئی تو ہم اپنے اعمال کو سوائے اس کے کہ کبیرہ گناہ کریں اور فواحش کا ارتکاب کریں اور کس طرح باطل کر سکتے ہیں۔

یہ خیال کرنے کے بعد جب ہم کسی کو کوئی کبیرہ گناہ کرتے دیکھتے تو کہتے: یہ شخص تباہ ہوگیا۔ اس کے بعد یہ آیت "قل یعبادی الذین اسرفوا" نازل ہوئی تو ہم اپنے دونوں قولوں سے رُک گئے۔ اس کے بعد ہم کسی کو کوئی گناہ کرتے دیکھتے تو ہم کو اس کے متعلق (بربادیٔ اعمال کا) خوف ہوجاتا اور اگر کسی نے ارتکاب گناہ نہ کیا ہوتا تو ہم کو اس کے متعلق (قبول اعمال کی) اُمید ہوتی۔

روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے، وہاں ایک واعظ، وعظ کہہ رہا تھا اور دوزخ کا اور دوزخ کے طوق و زنجیر کا ذکر کررہا تھا۔ آپ جا کر اس کے سر کے پیچھے کھڑے ہوگئے اور کہا: اے وعظ کرنے والے! لوگوں کو نا اُمید کیوں کررہا ہے؟ پھر آپ نے آیت "قل یعبادی الذین اسرفوا الاٰیۃ" پڑھی۔

حضرت اسماء بنت زید کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا: "قل یعبادی الذین اسرفوا علٰی انفسھم لا تقنطوا من رّحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذّنوب جمیعًا وّلا یبالی" (یعنی اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو، اللہ سب گناہ معاف کردے گا اور (کسی کے) گناہ کی پروانہیں کرے گا)۔

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿54﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿55﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿56﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿57﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿58﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿59﴾

(ترجمہ) اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور (اسلام قبول کرنے میں) اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب (الٰہی) واقع ہونے لگے (اور) پھر (اس وقت کسی کی طرف سے) تمہاری کوئی مدد نہ کی جاوے اور تم (کو چاہیے کہ) اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو۔ قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو اس کا خیال بھی نہ ہو کبھی (کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی اور میں تو (احکام خداوندی پر) ہنستا ہی رہا یا یوں کہنے لگے کہ اگر خدا تعالیٰ (دنیا میں) مجھ کو ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہووے۔ پھر میں نیک بندوں میں ہوجاؤں ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں سو تو نے ان کو جھٹلایا اور جھٹلانا کسی شبہ سے نہ تھا بلکہ تو نے تکبر کیا اور کافروں میں (ہمیشہ) شامل رہا۔

تفسیر ㊹"وانیبوا الی ربکم" متوجہ ہو جاؤ اور لوٹو اسی کی طرف فرمانبرداری کے ساتھ "واسلموا له" اور تم خالص کرو اس کے لیے توحید کو "من قبل ان یأتیکم العذاب ثمّ لا تنصرون"

㊺"واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم" یعنی قرآن۔ اور قرآن سارا حسن ہے اور آیت کا معنی وہ ہے جو حسن رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی فرمانبرداری کو لازم پکڑو اور اس کی نافرمانی سے بچو کیونکہ قرآن میں قبیح کا ذکر ہے تاکہ تو اس سے بچے اور گھٹیا کا ذکر ہے تاکہ تو اس میں رغبت نہ کرے اور احسن کا تذکرہ ہے تاکہ تو اس کو ترجیح دے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے کتاب میں حکم دیا ہے۔ "من قبل ان یأتیکم العذاب بغتة وانتم لاتشعرون"

㊻"ان تقول نفس" یعنی تاکہ کوئی نفس یہ نہ کہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول "والقٰی فی الارض رواسی ان تمیدبکم" یعنی تاکہ وہ تم کو لے کر نہ ہلے۔

مبرد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جلدی کرو اور ڈرو اس سے کہ کوئی نفس یہ نہ کہہ دے اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے ڈرایا ہے کہ تم اس حال تک پہنچ جاؤ کہ تم یہ بات کہنے لگو "یا حسرتی" اے ندامت! "تحسّر" کا معنی ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر غم کرنا اور آیت میں "یا حسرتی" اضافت کی بناء پر ہے لیکن عرب یاء ضمیر کو استغاثہ میں الف سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ پس تو کہے گا "یاویلتی" اور یا "ندامتا" اور بسا اوقات اس کے ساتھ الف کے بعد یاء لاحق کر دیتے ہیں تاکہ وہ اضافت پر دلالت کرے اور اسی طرح ابوجعفر نے "یاحسرتای" پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ آیت میں یا "یا حسرتا" کا معنی "یا ایتھا الحسرۃ ھٰذا وقتک" (اے حسرت یہ تیرا وقت ہے) کا ہے۔

"علٰی ما فرطت فی جنب اللّٰه" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کی فرمانبرداری میں کوتاہی کی اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کے معاملہ میں اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اللہ کے حق میں اور کہا گیا ہے کہ میں نے اللہ کی ذات میں (طاعت میں) کوتاہی کی اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے اس جانب میں کوتاہی کی جو مجھے اللہ کی رضا تک پہنچا دیتی اور عرب جنب کا نام جانب رکھتے ہیں۔ "وان کنت لمن الساخرین" اللہ کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور مؤمنین کا مذاق اُڑانے والا تھا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو یہ کافی نہ تھا کہ اللہ کی طاعت کو ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل طاعت کا مذاق اُڑانے لگا۔

㊼"او تقول لو ان اللّٰه ھدانی لکنت من المتقین ㊽او تقول حین تری العذاب" سامنے "لو ان لی کرّۃ" دُنیا کی طرف لوٹنا۔ "فاکون من المحسنین" موحدین میں سے۔

㊾......اس کہنے والے کو کہا جائے گا "بلٰی قد جاء تک آیاتی" یعنی قرآن مجید "فکذّبت بھا" اور تو نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ "واستکبرت" تو نے اس پر ایمان لانے سے تکبر کیا۔ "وکنت من الکافرین"

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ اور آپ قیامت کے روز ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے اور جو لوگ (شرک وکفر سے) بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا ان کو ذرا تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے (کیونکہ جنت میں غم نہیں) اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے اور اسی کو اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی اور جو لوگ (اس پر بھی) اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے آپ (ان کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو اور آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی طرف بھی یہ (بات) وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اے مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا سب غارت ہو جائے گا اور تو خسارہ میں پڑے گا تو اے مخاطب کبھی شرک مت کرنا بلکہ (ہمیشہ) اللہ ہی کی عبادت کرنا اور (اللہ کا) شکر گزار رہنا۔

تفسیر ﴿۶۰﴾ "ویوم القیامة تری الّذی کذبوا علی اللّٰہ" پس انہوں نے گمان کیا کہ اللہ کی اولاد اور شریک ہیں۔ "وجوههم مسودّة الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین" ایمان والوں سے تکبر کرنے کی وجہ سے یا ایمان لانے سے تکبر کرنے کی وجہ سے۔

﴿۶۱﴾ "وینجی اللّٰہ الّذین اتقوا بمفازتهم" حمزہ، کسائی اور ابوبکر رحمہم اللہ نے "بمفازاتهم" الف کے ساتھ پڑھا ہے جمع ہونے کی بناء پر یعنی ان راستوں کے ساتھ جو ان کو کامیابی اور نجات تک پہنچا دیں اور دیگر حضرات نے "بمفازتهم" مفرد ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ اس لیے کہ مفازة فوز (کامیابی) کے معنی میں ہے۔ یعنی ان کو ان کے اچھے اعمال کی وجہ سے آگ سے نجات دے کر کامیاب کریں گے۔ مبرد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفازة مفعلة کے وزن پر فوز سے مشتق ہے اور جمع حسن ہے جیسے سعادة اور سعادات "لایمسهم السوء" ان کو کوئی ناپسند چیز نہ پہنچے گی۔ "ولاهم یحزنون"

﴿۶۲﴾ "اللّٰہ خالق کل شیء وهو علی کل شیء وکیل" یعنی تمام اشیاء اسی کے سپرد ہیں۔ پس وہ اس کی حفاظت پر قائم ہے۔

63 "له مقالید السموات والارض" یعنی آسمانوں وزمین کے خزانوں کی کنجیاں۔ اس کا واحد مقلاد ہے مفتاح کی طرح اور مقلید' مقالید مندیل اور منادیل کی طرح اور قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے رزق اور رحمت کی چابیاں اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بارش اور نباتات کے خزانے "والذین کفروا بآیات اللہ اولئک هم الخاسرون"

64 "قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایها الجاهلون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار قریش نے آپ علیہ السلام کو اپنے آباء کے دین کی طرف بلایا۔ اہل شام نے "تامرونني" دونون خفیف کے ساتھ اصل پر پڑھا ہے اور اہل مدینہ نے ایک نون خفیف کے ساتھ پڑھا ہے حذف کی بناء پر اور دیگر حضرات نے ایک نون مشدد (شد کے ساتھ) کے ساتھ پڑھا ہے ادغام کی وجہ سے۔

65 وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی جو تو نے شرک سے پہلے عمل کیا ہے اور یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد اس سے آپ علیہ السلام کے علاوہ لوگ ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کا ادب اور غیر نبی کے لیے دھمکی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو شرک سے معصوم بنایا ہے۔ "ولتکونن من الخاسرین"

66 "بل اللہ فاعبد و کن من الشاکرین" آپ پر اس کے انعامات کی وجہ سے۔......

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ 67 وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ 68

ترجمہ: اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے تھی حالانکہ اس کی وہ شان ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے اور (قیامت کے روز) صور میں پھونک ماردی جاوے گی سو تمام آسمان و زمین والوں کے ہوش اڑ جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونک ماری جاوے گی تو دفعتاً سب کے سب کھڑے ہو جاویں گے اور (چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔

تفسیر: 67 "وما قدروا اللہ حق قدرہ" انہوں نے اس کی ایسی عظمت نہ کی جیسا اس کا حق تھا جس وقت اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ"

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کی تفسیر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہود کے علماء میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد! ہم یہ بات پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی اور تمام زمینوں کو ایک انگلی اور درختوں کو ایک انگلی اور پانی ونمناک مٹی کو ایک انگلی اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اُٹھالیں گے اور فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی تصدیق کے لیے اس قدر کھلکھلا کر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھ مبارک ظاہر ہوگئی۔ پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی: "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" اور اسی بات کو فضیل بن عیاض منصور رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وراس میں کہا کہ پہاڑ اور درخت ایک انگلی پر ہوں گے اور کہا کہ ان کو خوب حرکت دیں گے۔ پھر فرمائیں گے "میں بادشاہ ہوں میں اللہ ہوں"۔

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ان کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام آسمانوں کو لپیٹ لیں گے۔ پھر ان کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیں گے۔ پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار اور متکبر لوگ؟

پھر زمینوں کو لپیٹ دیں گے۔ پھر ان کو اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑیں گے، پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبرین؟ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی تخریج امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو قبض کرلیں گے اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ پر لپیٹ لیں گے۔ پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟

68 "وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ" یعنی گھبراہٹ سے مرگئے۔ یہ نفخہ اولیٰ ہے۔ "الا من شاء اللّٰه" ان لوگوں کے بارے میں اختلاف ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں استثناء کیا ہے اور ہم نے اس کو سورۃ النمل میں ذکر کردیا ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "الا من شاء اللّٰه" یعنی صرف تنہا اللہ تعالیٰ "ثم نفخ فيه" یعنی صور میں "اخریٰ" یعنی دوسری مرتبہ "فاذا هم قيام ينظرون" اپنی قبروں سے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں پھونکوں کے درمیان چالیس کا وقفہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا چالیس دن؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے عرض کیا، چالیس مہینے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے عرض کیا چالیس سال؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، میں اس کا انکار کرتا ہوں۔

فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اُتاریں گے تو لوگ اس سے ایسے اُگیں گے جیسے سبزی اُگتی ہے۔ انسان کے تمام اعضاء بوسیدہ ہوجائیں گے سوائے ایک ہڈی کے وہ عجب الذنب ہے۔ اسی سے قیامت کے دن مخلوق کو بنایا جائے گا۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿69﴾ وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿70﴾ وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿71﴾ قِیْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿72﴾ وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ﴿73﴾

ترجمہ: اور زمین اپنے رب کے نور (بے کیف) سے روشن ہو جاوے گی اور (سب کا) نامہ اعمال (ہر ایک کے سامنے) رکھ دیا جاوے گا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جاویں گے اور سب میں ٹھیک فیصلہ کیا جاوے گا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جاوے گا اور وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جاویں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو (اس وقت) اس کے دروازے کھول دیئے جاویں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ (فرشتے بطور ملامت کے) کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہیں لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ کافر کہیں گے کہ ہاں لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا (پھر انے) کہا جاوے گا (یعنی وہ فرشتے کہیں گے) کہ جہنم کے دروازوں داخل ہو (اور) ہمیشہ اس میں رہا کرو (غرض خدا کے احکام سے) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ ہو کر جنت کی طرف روانہ کیے جاویں گے یہاں تک کہ جب اس (جنت) کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے (پہلے سے) کھلے ہوئے ہونگے (تا کہ ذرا بھی دیر نہ لگے) اور ہانکے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزہ میں رہے سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔

تفسیر: ﴿69﴾ "واشرقت الارض" روشن ہوگئی۔ "بنور ربّھا" اپنے خالق کے نور کے ساتھ۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب رب تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے تجلی ڈالیں گے۔ پس وہ اس کے نور میں بالکل شک نہ کریں گے جیسے روشن دن میں سورج کی روشنی میں کوئی شک نہیں کرتے۔ حسن اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے رب کے انصاف کے ساتھ اور زمین سے میدانِ قیامت مراد ہے۔ "ووضع الکتاب" یعنی اعمال نامہ "وجایْٔ بالنبیین والشھداء" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

یعنی وہ لوگ جو رسولوں کے پیغام پہنچانے کی گواہی دیں گے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی محافظ فرشتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان "وجاء ت کل نفس معها سائق و شهيد" دلالت کرتا ہے۔ "وقضي بينهم بالحق" یعنی انصاف کے ساتھ۔ "وهم لايظلمون" یعنی نہ ان کی برائیاں زیادہ کی جائیں گی اور نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی۔

70 "ووفيت كلّ نفس ما عملت" یعنی ان کے اعمال کا ثواب "وهو اعلم بما يفعلون" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ میں ان کے افعال کو جاننے والا ہوں نہ کسی لکھنے والے کا محتاج ہوں اور نہ کسی گواہ کا۔

71 "وسيق الذين كفروا الى جهنم" سخت طریقے سے ہانکنا۔ "زمرا" فوج در فوج ایک دوسرے کے پیچھے ہر اُمت علیحدہ ہوگی۔ ابوعبیدہ اور اخفش رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "زمرًا" یعنی متفرق جماعتیں اس کا واحد زمرہ آتا ہے۔ "حتى اذا جاء وها فتحت ابوابها" ساتوں دروازے اور یہ اس سے پہلے بند تھے۔ اہل کوفہ نے "فتحت" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے شد کے ساتھ کثرت کی بناء پر "وقال لهم خزنتها" ان کو ڈانٹتے ہوئے۔

"الم يأتكم رسل منكم" تم ہی میں سے "يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ" واجب ہوگیا۔ "كلمة العذاب على الكافرين" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "لا ملأن جهنم من الجنة والناس اجمعين" ہے۔

(72-73) ......قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا کوفی حضرات فرماتے ہیں کہ یہ واؤ زائد ہے تاکہ یہ جواب بن جائے "حتى اذا جاء وها" کا جیسا کہ کفار کے ہانکنے کے متعلق گزر چکا ہے اور یہ واؤ ایسے ہی زائد ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولقد اٰتينا موسٰى و هارون الفرقان و ضياء" یعنی ضیاء یہ واؤ زائد ہے اور بعض نے کہا کہ واؤ حالیہ ہے اور اصل عبارت یوں ہے: "وقد فتحت ابوابها" تو واؤ کو داخل کیا گیا۔ یہ بیان کرنے کے لیے کہ ان کے آنے سے پہلے دروازے کھلے تھے اور اس واؤ کو پہلے واقعہ میں حذف کر دیا گیا یہ بتانے کے لیے کہ جہنم کے دروازے ان کے آنے سے پہلے بند تھے۔ پس اگر "وفتحت ابوابها" میں واؤ کو زائد نہ بنایا جائے تو پھر قول باری تعالیٰ "حتّٰى اذا" کے جواب میں اختلاف ہوگیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کا قول "جاء وها" ہے اور "وقال لهم خزنتها" میں واؤ ملغی ہے اس کی اصل عبارت یوں ہوگی "حتّٰى اذا جاء وها وفتحت ابوابها وقال لهم خزنتها" اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حق قول یہ ہے کہ جواب محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے "حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ" یہاں دخلوھا کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ کلام اس پر دلالت کر رہی ہے۔ "وقال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم" سے مراد یہ ہے کہ جنت کے داروغے ان پر سلام کریں گے اور کہیں گے "طبتم"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تمہارا ٹھکانہ پاکیزہ ہے۔

قتادہ نے کہا: جب اہل جنت، دوزخ کی مسافت طے کر کے گزر جائیں گے تو جنت سے پہلے ان کو ایک پل پر روک لیا جائے گا تا کہ وہ آپس کے حقوق کا بدلہ باہم چکا سکیں۔ جب ایک دوسرے سے اپنے حق کا بدلہ لے چکیں گے اور سب صاف ... پاک ہو جائیں گے تو رضوان اور اس کے ساتھی (بطور استقبال) کہیں گے۔ سلم علیکم طبتم فادخلوها خلدین۔

حضرت علی نے فرمایا جب ان (اہل جنت) کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور وہ جنت کے دروازے پر پہنچ جائیں گے تو دروازے کے پاس ان کو ایک درخت ملے گا جس کے نیچے دو چشمے رواں ہوں گے۔ ایک چشمہ میں مومن نہائے گا تو بیرونی جسم کی طہارت ہو جائے گی اور دوسرے چشمے کا پانی پئے گا تو اندرونی طہارت بھی حاصل ہو جائے گی۔ فرشتے جنت کے دروازے پر اس کا استقبال کریں گے اور کہیں گے۔ سلم علیکم طبتم فاخلوها خلدین۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ⑭ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑮

ترجمہ: اور (داخل ہو کر) کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں غرض (نیک) عمل کرنیوالوں کا اچھا بدلہ ہے اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ (حساب کے اجلاس کے وقت) عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوں گے (اور) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جاوے گا اور کہا جاوے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

تفسیر ⑭ "وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ" یعنی جنت کی زمین کا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکران الارض یرثها عبادی الصالحون"...... "لتبوأ" ہم ٹھکانہ بنائیں گے۔ " مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ⑭ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" فرمانبرداروں کا ثواب۔

⑮ "وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ" یعنی عرش کو اس کے تمام اطراف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ "یسبحون بحمد ربهم" کہا گیا ہے کہ یہ تسبیح لذت کے لیے ہے نہ کہ عبادت کی تسبیح۔ اس لیے کہ اس دن احکام کی تکلیف نہ ہوگی۔ "وقضی بینهم بالحق" یعنی اہل جنت اور اہل نار کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ "وقیل الحمد لله رب العالمین" اہل جنت کہیں گے شکر ہے جب اللہ کا وعدہ ان کے لیے مکمل ہو جائے گا۔

سُورَۃ غافر

یہ مکی ہے اور اس کی پچاسی آیات ہیں۔ ابوالاحوص نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے ٹھکانہ تلاش کرنے کے لیے چلا تو اس کا گزر بارش کے زیر اثر (سرسبز) جگہ سے ہوا تو وہ اس میں تعجب کرتا ہوا چلتا جارہا تھا کہ اچانک وہ سرسبز باغات پر پہنچا تو کہنے لگا کہ میں پہلی جگہ سے تعجب کررہا تھا۔ یہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے تو اس کو کہا گیا کہ پہلی بارانی زمین کی مثال قرآن کی عظمت کی مثال ہے اور ان سرسبز باغوں کی مثال قرآن میں سے آل "حم" کی مثال ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک خلاصہ (مغز) ہوتا ہے اور قرآن کا مغز حوامیم ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں آل حم میں واقع ہو جاؤں تو میں ایسے باغات میں چلا جاتا ہوں کہ ان سے میوے حاصل کرتا ہوں۔ سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آل حوامیم کا نام دُلہنیں رکھا جاتا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ. لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣

ترجمہ: حم! (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے۔ ہر چیز کا جاننے والا اور بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس (سب کو) جانا ہے۔

تفسیر: ❶ "حم" حروف تہجی کے بارے میں کلام پہلے گزر چکی ہے۔ سدی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "حم" اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "الر و حم" اور نون رحمٰن کے حروف تہجی ہیں اور سعید بن جبیر اور عطاء خراسانی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ حاء اللہ تعالیٰ کے اسماء حکیم، حمید، حی، حلیم، حنان کا پہلا حرف ہے اور میم اس کے اسماء ملک، مجید، منان کا پہلا حرف ہے اور ضحاک وکسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو چیزیں آئندہ ہونے والی ہیں اللہ نے ان کا فیصلہ کر دیا ہے۔ گویا کہ انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ

اس کا معنی "حم" حاء کے پیش اور میم کی شد کے ساتھ ہے اور حمزہ، کسائی اور ابوبکر رحمہم اللہ نے "حم" کو حاء کی زیر اور باقی حضرات نے حاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔

2 "تنزیل الکتاب من اللّٰہ العزیز العلیم"

3 غافر الذنب" گناہوں پر پردہ ڈالنے والا۔ "وقابل التوب" یعنی توبہ کو یہ مصدر ہے۔ "تاب، یتوب، توبًا" اور کہا گیا ہے کہ "توب، توبۃ" کی جمع ہے جیسے "دومۃ" اور دوم اور حومۃ اور حوم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "غافر الذنب" اس شخص کے لیے ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا (وقابل التوب) اس شخص کیلئے جس نے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہا (شدید العقاب) اس شخص کیلئے جس نے لا الٰہ الا اللہ نہ کہا ہو۔ "ذی الطول" مستغنی ہے ان سے جو "لا الٰہ الا اللہ" نہ کہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذی الطول یعنی وسعت اور غنی والا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فضل والا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نعمتوں والا ہے اور کہا گیا ہے کہ قدرت والا ہے اور طول کی اصل وہ انعام ہے جس کی مدت صاحب انعام پر لمبی ہو۔ "لا الٰہ الا ھو الیہ المصیر"

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ 4 كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ ۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ. فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ 5 وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ 6

ترجمہ اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں میں (یعنی قرآن میں) وہی لوگ (ناحق کے) جھگڑے نکالتے ہیں جو (اس کے) منکر ہیں سو ان لوگوں کا شہروں میں (امن وامان سے) چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے جو ان کے بعد ہوئے) جیسے عاد وثمود وغیرہم) نے دین حق کو جھٹلایا تھا اور ہر امت (میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے انہوں نے) اپنے پیغمبر کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس ناحق کو باطل کر دیں سو میں نے (آخر) ان پر دار وگیر کی سو (دیکھا) میری طرف سے (ان کو) کیسی سزا ہوئی اور اس طرح تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لوگ آخرت میں دوزخی ہوں گے۔

تفسیر 4 "ما یجادل فی آیات اللّٰہ" تکذیب وانکار کے ذریعے اللہ کی آیات مقابلہ کرنے میں "الا الّذین کفروا" ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو آیتیں ان لوگوں کے بارے میں سخت ہیں جو قرآن کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ "ما یجادل فی آیات اللّٰہ الا الّذین کفروا" اور "ان الّذین اختلفوا فی الکتاب لفی شقاق بعید" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک دجال نے قرآن میں کفر کیا۔ حضرت عمرو بن

شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو سنا کہ وہ قرآن میں جھگڑا کر رہے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ اللہ کی کتاب کے بعض کو بعض پر مارنے لگے (تقابل کرنے لگے) حالانکہ اللہ کی کتاب اپنے دوسرے حصہ کی تصدیق کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے تو تم اس کے ایک حصہ سے دوسرے کی تکذیب نہ کیا کرو۔ پس جو تم اس کا علم رکھتے ہو اس کو کہو اور جس سے ناواقف ہو تو اس کو اس کے عالم کی طرف سپرد کر دو۔ "فلا یغررک تقلبھم فی البلاد" ان کا شہروں میں تجارت کے لیے آنا جانا اور کفر کے باوجود محفوظ رہنا کیوں کہ ان کے معاملہ کا انجام عذاب ہے۔ اس کی نظیر قول باری تعالیٰ "لا یغرّنک تقلب الّذین کفروا فی البلاد" ہے۔

5 "کذّبت قبلھم قوم نوح والاحزاب من بعدھم" یہ وہ کافر ہیں جنہوں نے نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد اپنے انبیاء کی تکذیب کے لیے گروہ بنا لیے۔ "وھمّت کل امّۃ برسولھم لیاخذوہ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تا کہ اس کو قتل کر دیں اور اس کو ہلاک کر دیں اور کہا گیا ہے تا کہ ان کو قید کر لیں کیوں کہ قیدی کو اخیذ کہتے ہیں۔ "وجادلوا بالباطل لیدحضوا" تا کہ وہ باطل کر دیں۔ "بہ الحق" ایسا کہ جس کو رسول لائے ہیں اور ان کا جھگڑا ان کے اس قول "ان انتم الا بشر مثلنا" اور "لولا انزل علینا الملائکۃ" اور اس کی مثل تھا۔ "فاخذتھم فکیف کان عقاب"

6 "وکذلک حقّت کلمۃ ربّک" یعنی جیسے کلمہ عذاب جھٹلانے والی اُمتوں پر ثابت ہوا ویسے ہی "علی الّذین کفروا" آپ علیہ السلام کی قوم میں سے "انھم اصحاب النار" اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لانّھم او بانّھم" یعنی اس لیے یا اس وجہ سے کہ وہ جہنم والے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ 7 رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ 8 وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ 9 اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ 10 قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ 11 ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ 12

ترجمہ: جو فرشتے کہ عرش (الٰہی) کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرد اگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید

کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے (اس طرح) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اے ہمارے پروردگار اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مومن) ہوں ان کو بھی داخل کر دیجئے بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں اور ان کو (قیامت کے دن ہر طرح کی) تکالیف سے بچایئے اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچا لیں تو اس پر آپ نے (بہت) مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے جو لوگ کافر ہوئے (اس وقت) ان کو پکارا جاوے گا کہ جیسی تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر خدا کو (تم سے) نفرت تھی جبکہ تم (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تم پھر نہیں مانا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم کو دوبارہ مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی دی سو ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا (یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے سو (اس پر) یہ فیصلہ اللہ کا ہے جو عالیشان (اور) بڑے رتبے والا ہے۔

تفسیر 7 **"الّذین یحملون العرش ومن حوله"** عرش کو اُٹھانے والے اور اس کا چکر لگانے والے کروبین ہیں اور یہ فرشتوں کے سردار ہیں۔

حاملین عرش اور دوسرے ملائکہ کے بارے میں فیصلہ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عرش کو اُٹھانے والے فرشتوں کے ٹخنوں سے پاؤں کے نچلے حصے تک سو سال کی مسافت ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ ان کے پاؤں زمین کی گہرائی میں ہیں اور آسمان ان کے نصف بدن تک آتے ہیں اور وہ یہ تسبیح کرتے ہیں **"سبحان ذی العزة والجبروت سبحان ذی الملک والملکوت سبحان الحیّ الّذی لا یموت سبوح قدوس ربّ الملائکة والروح"** اور میسرۃ بن عبد ربہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاؤں نچلی زمین میں اور ان کے سر عرش کے نیچے ہیں اور وہ خشوع کی حالت میں ہیں۔ اپنے سر نہیں اُٹھاتے، یہ ساتویں آسمان والوں سے زیادہ خوف رکھتے ہیں اور ساتویں آسمان والے اپنے سے نچلے آسمان والوں سے زیادہ سخت خوف رکھتے ہیں اور اس آسمان والے اپنے سے نچلے آسمان والوں سے زیادہ سخت خوف رکھتے ہیں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں اور عرش کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں اور محمد بن منکدر رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اجازت دی گئی کہ میں عرش کو اُٹھانے والے اللہ کے فرشتوں میں سے کسی ایک سے گفتگو کروں۔ اس کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک سات سو سال کی مسافت تھی۔

جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ عرش پایوں میں سے ایک پائے سے دوسرے پائے تک تیز رفتار اُڑنے والے پرندے کے تیس ہزار سال اُڑنے کی مسافت اور عرش کو ہر دن نور کے ستر ہزار رنگ چڑھائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کوئی اس کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور تمام اشیاء عرش میں ایسے ہیں جیسے ایک انگوٹھی چٹیل میدان میں ہو اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان ستر ہزار نور کے حجاب ہیں اور ظلمت (تاریکی) و نور کے حجاب اور ظلمت (تاریکی) کے حجاب ہیں۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرش کے اِردگرد فرشتوں کی ستر ہزار صفیں ہیں آگے پیچھے وہ سب عرش کا طواف کرتے ہیں جب ان کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو ایک صف لا الہ الا اللہ اور دوسری تکبیر کہتی ہے اور ان کے پیچھے ستر ہزار صفیں ہیں ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کی طرف ہیں جن کو انہوں نے کندھوں پر رکھا ہوا ہے۔ پھر جب یہ ان لوگوں کی تکبیر و تہلیل سنتے ہیں تو اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں "**سبحانک و بحمدک ما اعظمک واجلک انت اللّٰہ لا الہ غیرک انت الاکبر الخلق کلھم لک راجعون**" اور ان کے پیچھے فرشتوں کی ایک لاکھ صفیں ہیں، انہوں نے دائیں ہاتھ بائیں ہاتھوں پر رکھے ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا الفاظ میں تسبیح کہتا ہے، ان میں سے ایک کے دونوں پَروں کے درمیان تین سو سال کی مسافت ہے اور اس کے کان کی لَو سے اس کے کندھے تک چار سو سال کی مسافت ہے اور اللہ تعالیٰ عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں سے ستر آگ کے پردوں اور ستر تاریکی کے پردوں اور ستر نور کے پردوں اور ستر سفید موتیوں کے پردوں اور ستر سرخ یاقوت کے پردوں اور ستر زرد یاقوت کے پردوں اور ستر سبز زمرد کے پردوں اور ستر برف کے پردوں اور ستر پانی کے پردوں اور ان چیزوں کے ذریعے پوشیدہ ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا اور ان حاملین عرش فرشتوں اور ان کے اِردگرد کے فرشتوں کے لیے چار چہرے ہیں ایک بیل کا، ایک شیر کا، ایک گدھ کا، ایک انسان کا اور ان میں سے ہر ایک کے چار پَر ہیں۔ دو پَر اس کے چہرے پر ہیں اس خوف سے کہ وہ عرش کی طرف دیکھے گا تو بیہوش ہو جائے اور دو پَر تو وہ ان پرندوں کی طرح ان کو حرکت دے کر اُڑ سکتا ہے۔ ان کی کلام صرف تسبیح و تحمید ہے۔

"**یسبحون بحمد ربّھم و یؤمنون بہ**" اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرش کو اُٹھانے والے آٹھ ہیں، ان میں سے چار یہ کہتے ہیں "**سبحان اللّٰھم وبحمدک لک الحمد علی حلمک بعد علمک**" اور ان میں سے چار یہ کہتے ہیں "**سبحانک اللّٰھم و بحمدک لک الحمد علی عفوک بعد قدرتک**" اور گویا کہ وہ سب بنی آدم کے گناہوں کو دیکھ رہے ہیں۔ "**ویستغفرون للذین امنوا ربّنا**" یعنی وہ کہتے ہیں "**ربّنا**" (اے ہمارے پروردگار) "**وسعت کل شیء رحمۃ و علما**" کہا گیا ہے کہ نصب تفسیر کی وجہ سے ہے اور کہا گیا ہے کہ نقل کی بناء پر ہے یعنی تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر وسیع ہے۔ "**فاغفر للّذین تابوا واتبعوا سبیلک**" تیرے دین کو "**وقھم عذاب الجحیم**" مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے مؤمن بندوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ فرشتے ہیں اور مخلوق میں سب سے زیادہ مؤمنین کے مخالف شیاطین ہیں۔

8 "ربّنا وادخلهم جنات عدن الّتی وعدتهم ومن صلح" ایمان لایا "من آبائهم وازواجهم و ذرياتهم انک انت العزيز الحكيم" سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمن جنت میں داخل ہوگا تو کہے گا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میری اولاد کہاں ہے؟ میری بیوی کہاں ہے؟ تو کہا جائے گا کہ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کیے تو وہ کہے گا کہ میں نے اپنے لیے اور ان کے لیے عمل کیے تھے تو کہا جائے گا کہ تم ان کو بھی جنت میں داخل کردو۔

9 "وقهم السيئات" سزاؤں سے "ومن تقِ السيئات" یعنی اور جس کو تو سزاؤں سے بچالے اور کہا گیا ہے کہ برائیوں کی جزاء سے۔ "يومئذ فقد رحمته وذلك هو الفوز العظيم"

10 "ان الّذين كفروا ينادون" قیامت کے دن اور وہ آگ میں ہوں گے اور وہ اپنے نفس کو رنجیدہ کر چکے ہوں گے جب ان پر ان کی برائیاں پیش کی گئی ہوں گی اور عذاب کا مشاہدہ کر چکے ہوں گے تو ان کو کہا جائے گا۔ "لمقت الله اكبر من مقتكم انفسكم اذ تدعون الى الايمان فتكفرون" یعنی جب دُنیا میں تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار تو اس وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس سے بڑھی ہوئی تھی جو آج تم پر عذاب اُترنے کے وقت تمہیں ہو رہی ہے۔

11 "قالوا ربّنا امتّنا اثنتين واحييتنا اثنتين" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں مُردہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دُنیا میں زندہ کر دیا۔ پھر ان کو وہ موت دی جس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ پھر ان کو زندہ کرے گا بعث کے لیے قیامت کے دن۔ پس یہ دو موتیں اور دو زندگیاں ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم ثمّ يميتكم ثمّ يحييكم" کی طرح ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُنیا میں موت دیئے گئے پھر ان کو زندہ کیا جائے قبر میں سوال کے لیے۔ پھر ان کو موت دی جائے گی ان کی قبروں میں، پھر آخرت میں زندہ کیے جائیں گے۔ "فاعترفنا بذنوبنا فهل الى خروج من سبيل" یعنی آگ سے دُنیا کی طرف نکلنے کا کہ پھر ہم اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور تیری فرمانبرداری کے عمل کریں۔ اس کی نظیر "هل الى مردّ من سبيل" ہے۔

12 "ذلكم بانه اذا دُعى الله وحده كفرتم" اس میں عبارت چھوڑی گئی ہے اس کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا مجاز یہ ہے کہ ان کو جواب دیا گیا کہ اس کی کوئی راہ نہیں ہے اور یہ عذاب اور جہنم میں ہمیشہ رہنا اس وجہ سے ہے کہ تمہیں ایک خدا کی طرف بلایا گیا تو تم نے انکار کیا۔

یعنی جب لا الہ الا اللہ کہا گیا تو تم نے انکار کیا اور تم نے کہا "اجعل الالهة الها واحدا" "و ان يشرك به" اس کے غیر کو "تؤمنوا" تم اس شرک کی تصدیق کرتے ہو۔ "فالحكم لله العلى الكبير" ایسا کہ نہ اس سے کوئی بلند ہے اور نہ کوئی بڑا۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ⑬ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ⑰ وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ ⑱

ترجمہ: وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور (وہی ہے جو) آسمان سے تمہارے لئے رزق بھیجتا ہے اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (خدا کی طرف) (رجوع کرنے کا ارادہ) کرتا ہے سو تم لوگ خدا کو خالص اعتقاد کر کے پکارو گو کافروں کو ناگوار (ہی) کیوں نہ ہو وہ رفیع الدرجات ہے وہ عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ (وہ صاحب وحی لوگوں کو) اجتماع کے دن (یعنی قیامت کے دن سے) ڈرائے جس دن سب لوگ (خدا کے سامنے) آموجود ہوں گے) کہ) ان کی بات خدا سے مخفی نہ رہے گی آج کے روز کسی کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے گا آج (کسی پر) ظلم نہ ہوگا اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے اور آپ ان لوگوں کو ایک قریب آنے والے مصیبت کے دن سے (کہ روز قیامت ہے) ڈرایئے جس وقت کلیجے منہ کو آجاویں گے (اور غم سے) گھٹ گھٹ جاویں گے (اس روز) ظالموں کا نہ کوئی ولی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جاوے۔

تفسیر ⑬ **"ھو الذی یریکم آیاتہ وینزل لکم من السماء رزقا"** یعنی بارش جو رزق کا سبب ہے۔ **"وما یتذکر"** اور ان آیات سے نصیحت حاصل نہیں کرتا، **"الا من ینیب"** جو تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

⑭ **"فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین"** طاعت وعبادت **"ولو کرہ الکافرون"**

⑮ **"رفیع الدرجات"** جنت میں انبیاء اور اولیاء کے درجات بلند کرنے والا ہے۔ **"ذو العرش"** عرش کا خالق و مالک ہے۔ **"یلقی الرّوح"** وحی اُتارتا ہے۔ اس کو روح کا نام دیا اس لیے کہ وحی کے ذریعے دل زندہ کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ جسم روح کے ذریعے زندہ کیے جاتے ہیں۔ **"من امرہ"** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے فیصلہ سے اور کہا گیا ہے کہ اس کے قول سے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے حکم کے ذریعے۔ **"علی من یشآء من عبادہ لینذر"** یعنی تاکہ نبی علیہ السلام وحی کے ذریعے ڈرائیں۔

"یوم التلاق" اور یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تا کہ اے محمد! آپ ڈرائیں تلاق کے دن سے یعنی جس دن آسمان والے اور زمین والے ملیں گے۔ قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس دن میں خالق و مخلوق کی ملاقات ہوگی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندوں کی ملاقات ہوگی اور میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظالم و مظلوم اور باہم جھگڑنے والوں کی ملاقات ہوگی اور کہا گیا ہے کہ عبادت کرنے والے اور ان کے معبودین کی ملاقات ہوگی اور کہا گیا ہے کہ اس دن میں آدمی کی اپنے عمل کے ساتھ ملاقات ہوگی۔

⑯ "یوم ھم بارزون" اپنی قبروں سے نکلیں گے بالکل ظاہر ہوں گے کوئی چیز ان کو نہ چھپائے گی۔ "لایخفٰی علی اللہ منھم" ان کے اعمال و احوال میں سے "شیء" اور اللہ تعالیٰ اس دن مخلوق کے فناء ہونے کے بعد کہیں گے۔ "لمن الملک الیوم" کوئی اللہ تعالیٰ کو جواب دینے والا نہ ہوگا تو بذاتِ خود جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے "للہ الواحد القھار" جو مخلوق کو موت دے کر غالب آ گیا۔

⑰ "الیوم تجزیٰ کل نفس بما کسبت" نیک کو اس کی نیکی اور برے کو اس کی برائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ "لاظلم الیوم ان اللہ سریع الحساب"

⑱ "وانذرھم یوم الآزفۃ" یعنی قیامت کے دن سے۔ قیامت کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ وہ قریب ہے اس لیے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "ازفت الازفۃ" ہے۔ یعنی قیامت قریب ہوگئی۔ "اذالقلوب لدی الحناجر" یہ اس وجہ سے دل اپنی جگہ سے خوف کی وجہ سے ہٹ کر گلے تک پہنچ آئیں گے۔ پھر وہ اپنی جگہ پر واپس نہیں جائیں گے اور ان کے منہ سے باہر بھی نہ نکلیں گے کہ وہ مرجائیں اور راحت حاصل کرسکیں۔

"کاظمین" غم زدہ خوف اور غم سے بھرے ہوئے اور "کظم" غصہ اور خوف و غم کا دل میں آنا جانا جس کی وجہ سے دل تنگ ہو جائے۔ "ماللظالمین من حمیم" کوئی قریب جوان کو نفع دے۔ "ولا شفیع یطاع" کہ ان کے بارے میں سفارش قبول کی جائے۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ⑲ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑳ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ㉑ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ. اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ㉒ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㉓ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ㉔ فَلَمَّا جَآءَ

هُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿25﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿26﴾

ترجمہ: وہ (ایسا ہے) کہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان (باتوں) کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارا کرتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے (کیونکہ) اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا وہ لوگ قوت اور نشانیوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے بہت زیادہ تھے سو ان کے گناہوں کی وجہ سے خدا نے ان پر داروگیر فرمائی اور ان کا کوئی خدا (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوا۔ یہ (مواخذہ) اس سبب سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا بے شک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے اور ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں نے یہ کہا کہ یہ جادوگر (اور) جھوٹا ہے پھر (اس کے بعد) جب وہ (عام) لوگوں کے پاس دین حق جو ہماری طرف سے تھا لے کر آئے تو ان (مذکور) لوگوں نے (بطور مشورہ کے) کہا کہ جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہئے کہ اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارے اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ (کہیں) تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے۔ یا ملک میں کوئی خرابی (نہ) پھیلا دے۔

تفسیر 19 "یعلم خائنة الاعین" یعنی ان کی خیانت کو اور یہ خیانت چوری چھپکے ایسی چیز پر نظر ڈالنا جس کو دیکھنا حلال نہیں ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آنکھوں کا اس چیز کی طرف دیکھنا جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ "وما تخفی الصدور"

20 "واللّٰہ یقضی بالحق والّذین یدعون من دونہ" یعنی بتوں کی۔ "لایقضون بشیء" اس لیے کہ نہ وہ کچھ جانتے ہیں اور نہ کسی چیز پر قادر ہیں۔ نافع رحمہ اللہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے "تدعون" تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ان اللّٰہ ھو السمیع البصیر"

21 "اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الّذین کانوا من قبلھم کانوا ھم اشد منھم قوّة" ابن عامر رحمہ اللہ نے منکم کاف کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے۔ "وآثارا فی الارض" پس ان کو اس نے نفع نہ دیا۔ "فاخذھم اللّٰہ بذنوبھم وما کان لھم من اللّٰہ من واق" جو ان سے عذاب دور کرے۔

(㉒)...... ''ذلک'' یعنی یہ عذاب جوان پر نازل ہوا ہے۔ ''بانھم کانت تاتیھم رسلھم بالبینات فکفروا فاخذھم اللّٰہ انہ قوی شدید العقاب.

㉓ولقد ارسلنا موسٰی بآیاتنا وسلطان مبین.

㉔الی فرعون وھامان و قارون فقالوا ساحر کذاب.

㉕فلمّا جآء ھم بالحق من عندنا قالوا'' یعنی فرعون اور اس کی قوم۔ ''اقتلوا ابناء الّذین امنوا معہٗ'' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ پہلے قتل عام کے علاوہ ہے۔ اس لیے کہ فرعون بچوں کے قتل سے رُک چکا تھا پھر جب موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو بنی اسرائیل پر قتل کا اعادہ کیا تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان پر قتل کا اعادہ کرو۔ ''واستحیوا نساء ھم'' تا کہ وہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کی پیروی اور مدد کرنے سے روکیں۔ ''وما کید الکافرین'' نہیں تھا۔ فرعون اور اس کی قوم کا مکر اور حیلہ ''الا فی ضلال'' یعنی ان کی تدبیر باطل ہوگئی اور ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا اللہ نے ان کے بارے میں ارادہ کیا تھا۔

㉖''وقال فرعون'' اپنے سرداروں کو ''ذرونی اقتل موسٰی'' اس نے یہ اس وجہ سے کہا کہ فرعون کی قوم کے خاص افراد میں ایسے لوگ بھی تھے جو فرعون کو ہلاکت کے خوف سے موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رکھتے تھے۔ ''ولیدع ربّہ'' یعنی اور چاہیے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو پکاریں جس نے ان کے گمان کے مطابق ان کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ ان کو ہم سے بچالے۔

''انّی اخاف ان یبدّل'' وہ تبدیل کردے۔ ''دینکم'' جس پر تم ہو۔ ''او ان یظھر فی الارض الفساد'' یعقوب اور اہل کوفہ نے ''او ان یظھر'' پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ''وان یظھر'' پڑھا ہے اور اہل مدینہ اور بصرہ اور حفص رحمہم اللہ نے ''یظھر'' یاء کے پیش اور ھاء کی زیر کے ساتھ متعدی پڑھا ہے۔ ''الفساد'' اس پر نصب فرمان باری تعالیٰ ''ان یبدل دینکم'' کی وجہ سے ہے تا کہ یہ دونوں فعل ایک ترتیب پر ہو جائیں اور دیگر حضرات نے یاء اور ھاء کے زبر کے ساتھ فعل لازمی پڑھا ہے۔ ''الفساد'' پیش کے ساتھ اور فساد سے دین کو تبدیل کرنا اور اس (فرعون) کے علاوہ کی عبادت کرنا ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ㉗ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ ؕ وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ ؕ وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ ㉘

ترجمہ: اور موسیٰ نے (جب یہ بات سنی تو) کہا کہ میں اپنے اور تمہارے (یعنی سب کے) پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر خردماغ شخص (کے شر) سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا اور (اس مجلس مشورہ میں) ایک مومن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے (اور اب تک) اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے کہا کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل

کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعویٰ پر) دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہی ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضروری) آ پڑے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گزر جانے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔

تفسیر ㉗ "وقال موسیٰ" جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی۔ **"انی عذت بربی و ربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب.**

㉘ **وقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانه"** اس مؤمن کی تعیین میں اختلاف ہے۔ سدی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قبطی تھا فرعون کا چچازاد بھائی اور یہ وہی شخص ہے جس کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یوں بیان کیا "**وجاء رجل من اقصی المدینة یسعی**" اور بعض کا قول ہے کہ یہ اسرائیلی تھا اور آیت کی اصل ترتیب یوں ہوگی "**وقال رجل مؤمن یکتم ایمانه من آل فرعون**" اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علماء رحمہم اللہ کے نزدیک اس کا نام حزبیل تھا۔ اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام جبریل تھا اور کہا گیا ہے کہ جو شخص آل فرعون میں سے ایمان لایا تھا اس کا نام حبیب تھا۔ "**اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰه لان یقول الایة**" یعنی اس لیے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ "**وقد جآء کم بالبیّنات من ربکم وان یک کاذبًا فعلیه کذبه**" تم کو یہ کچھ نقصان نہ دے گا۔ "**وان یک صادقا**" تم نے اس کی تکذیب کردی اس کے سچا ہونے کے باوجود "**یصبکم بعض الّذی یعدکم**" ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض سے کل مراد ہے۔ یعنی اگر تم نے اس کو سچا ہونے کے باوجود قتل کر دیا تو تم پر وہ عذاب آئے گا جس کا وہ وعدہ کرتا ہے۔

لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض کے یہاں صلہ سے مراد یہ ہے "**یصبکم الّذی یعدکم**" یعنی تم کو وہ چیز پہنچے گی جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے اور اہل معانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حجاج کے بارے میں اپنے ظاہر پر ہے گویا کہ اس نے یہ کہا کہ اس کے سچا ہونے کا کم سے کم نتیجہ یہ ہے کہ تم کو اس کی وعدہ کی ہوئی بعض چیز پہنچے گی اور اس بعض میں ہی تمہاری ہلاکت ہے۔ پس بعض کا ذکر کل کو ثابت کرنے کے لیے ہے۔ "**ان اللّٰه لا یهدی**" اپنے دین کی طرف "**من هو مسرف**" مشرک ہو۔ "**کذاب**" اللہ پر۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ مجھے بتائیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے سخت کیا تکلیف دی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کو پکڑ لیا اور اپنا کپڑا آپ علیہ السلام کی گردن میں لپیٹ لیا اور خوب زور سے گلا گھونٹا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے کندھے کو پکڑ کر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کیا اور کہا "**اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰه وقد جاء کم بالبیّنات من ربکم**"

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِى الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْ ۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَ نَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ㉙ وَقَالَ الَّذِىْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ㉚ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ㉛ وَيٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ㉜

ترجمہ اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو۔ سو خدا کے عذاب میں جاری کون مدد کرے گا اگر (ان کے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آ پڑا فرعون نے (یہ تقریر سن کر جواب میں) کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں (کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے) اور میں تم کو عین طریق مصلحت بتاتا ہوں اور اس مومن نے کہا صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اور امتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے۔ جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ) کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح ظلم نہیں چاہتا اور صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے۔ جس میں کثرت سے ندائیں ہوں گی۔

تفسیر ㉙ ...... "**یاقوم لکم الملک الیوم ظاھرین فی الارض**" ملک مصر میں غائب ہو گئے۔ "**فمن ینصرنا من باس اللّٰہ**" کون ہمیں اللہ کے عذاب سے بچائے گا۔ "**ان جاء نا**" اور معنی یہ ہے کہ آج تمہارے پاس بادشاہت ہے تو تم تکذیب اور نبی کو قتل کر کے اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دو کیوں کہ اگر اللہ کا عذاب آ گیا تو تم سے اس کو روکنے والا کوئی نہ ہوگا۔ "**قال فرعون ما اریکم**" رائے اور خیر خواہی سے۔ "**الّا ما اریٰ**" اپنی ذات کے لیے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں وہی بات بتا رہا ہوں جو میں خود جانتا ہوں۔ "**وما اھدیکم الّا سبیل الرشاد**" یعنی میں تمہیں صرف ہدایت کے راستے کی طرف بلاتا ہوں۔

㉚ "**وقال الّذی اٰمن یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب قوم نوح و عاد و ثمود والّذین من بعدھم**" یعنی تکذیب پر ڈٹ جانے میں ان کی عادت کی طرح ہے یہاں تک کہ ان کے پاس عذاب آ گیا۔ "**وما اللّٰہ یرید ظلما للعباد**" یعنی ان پر حجت لازم کرنے سے پہلے ان کو ہلاک نہیں کرتا۔

㉛ "**ویاقوم انی اخاف علیکم یوم التناد**" قیامت کے دن تمام لوگوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ پکارا جائے گا اور وہ ایک دوسرے کو پکاریں گے۔ پس جنت والے جہنم والوں کو پکاریں گے اور جہنم والے جنت والوں کو اور اعراف والے بھی پکارے جائیں گے اور سعادت و شقاوت کے ساتھ آواز لگائے جائیں گے کہ سن لو فلاں بن فلاں نیک بخت ہو گیا۔ اس کے بعد وہ کبھی ناکام نہ ہوگا اور فلاں بن فلاں نامراد ہوا۔ اس کے بعد کبھی نیک بخت نہ ہوگا اور موت کو ذبح کرنے کے وقت آواز لگائی جائے گی۔ اے اہل جنت! ہمیشہ کا رہنا ہے اب کوئی موت نہیں ہے اور اہل جہنم! ہمیشہ کا رہنا ہے اب کوئی موت نہ ہوگی اور ابن عباس

رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ نے یوم التناد دال کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

یعنی یوم التنافر۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ ایسے بدک کر بھاگیں گے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدک کر بھاگتا ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح جب وہ آگ کی آواز سنیں گے تو گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوں گے، پھر وہ جس طرف بھی جائیں گے وہاں فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوں گے تو وہ آخر اس جگہ واپس آ جائیں گے جس میں پہلے تھے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "والملک علی ارجائها" اور اس کا قول "یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا"

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَالَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: جس روز (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے (اور اس وقت) تم کو خدا سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو خدا ہی گمراہ کرے اس کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں اور اس سے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لے کر آ چکے ہیں سو تم ان امور میں برابر شک ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بس اب کسی رسول کو نہ بھیجے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر جانے والوں (اور) شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے۔

تفسیر: ㉝ "یوم تولون مدبرین" حساب کی جگہ سے آگ کی طرف پھرنے والے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھاگنے والے عاجز نہ کر سکو گے۔ "مالکم من اللّٰہ من عاصم" جو تم کو اس کے عذاب سے بچائے۔ "ومن یضلل اللّٰہ فماله من هاد."

㉞ ولقد جاء کم یوسف من قبل" یعنی یوسف بن یعقوب علیہ السلام اس سے پہلے یعنی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے۔ "بالبیّنات" اس سے یوسف علیہ السلام کا قول "ء ارباب متفرقون خیر ام اللّٰہ الواحد القهار" مراد ہے۔

"فمازلتم فی شک مما جاء کم به" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت سے۔ "حتّی اذا هلک" وفات پا گئے۔ "قلتم لن یبعث اللّٰہ من بعده رسولا" یعنی تم اپنے کفر پر قائم رہے اور تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ تم پر نئی حجت نہ بھیجیں گے۔ "کذلک یضل اللّٰہ من هو مسرف" مشرک ہو۔ "مرتابٌ" شک کرنے والا۔

نِ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾

ترجمہ جو بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو۔ خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اس (کج بحثی) سے خدا تعالیٰ کو بھی بڑی نفرت ہے اور مومنین کو بھی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ پھر (وہاں جا کر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہی ہوں اور اسی طرح فرعون کی (اور) بدکرداریاں (بھی) اس کو مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور وہ (سیدھے) رستہ سے رک گیا اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی اور اس مومن نے کہا کہ اے میرے بھائیو تم میری راہ پر چلو میں تم کو ٹھیک ٹھیک رستہ بتلاتا ہوں اے میرے بھائیو! یہ دنیوی زندگانی محض چند روزہ ہے اور (اصل) ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے) جہاں جزا کا یہ قانون ہے کہ) کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے (اور) وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا۔

تفسیر ㉟ ......"الّذین یجادلون فی آیات اللّٰہ" زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مسرف اور مرتاب کی تفسیر ہے یعنی جو لوگ اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں یعنی تکذیب کر کے ان کو باطل کرنے میں۔ "بغیر سلطان" بغیر حجت کے "اتاھم" اللہ کی طرف سے "کبر مقتا" یعنی یہ جھگڑا بڑا ہے ناراضگی میں۔ "عند اللّٰہ وعند الذین اٰمنوا کذلک یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار" ابوعمرو اور ابن عامر رحمہما اللہ نے "قلب" کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے، اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے۔ "علی کل قلب کل متکبر جبار"

㊱ "وقال فرعون" اپنے وزیر کو "یا ھامان ابن لی صرحا" الصرح ایسی واضح عمارت جو دور سے دیکھنے والوں پر بھی مخفی نہ ہو اور اس کی اصل تصریح سے ہے بمعنی اظہار "لعلی ابلغ الاسباب،"

37 اسباب السمٰوٰت" یعنی اس کے راستے اور اس کے دروازے ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۔

"فاطلع الٰی الٰه موسٰی" اکثر حضرات کی قرأت عین کے پیش کے ساتھ ہے۔ "ابلغ الاسباب" کے مطابق اور حفص رحمہ اللہ نے عاصم رحمہ اللہ سے عین کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی حمید اعرج کی قرأت ہے فاء کے ساتھ "لعلّ" کا جواب ہونے کی بناء پر "وانّی لاظنه" یعنی موسیٰ علیہ السلام کو "کاذبا" اس بات میں جو وہ کہتے ہیں کہ ان کا میرے سوا رب ہے۔ "وکذلک زین لفرعون سوء عمله وصدّعن السبیل" اہل کوفہ اور یعقوب نے "وصُدّ" کو صاد کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے "زیّن لفرعون" کے مطابق۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت کے راستے سے روک دیا اور دیگر حضرات نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی فرعون نے لوگوں کو سیدھے راستے سے روک دیا۔ "وما کید فرعون الاّ فی تباب" یعنی اللہ تعالیٰ آیات اور موسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں کو باطل کرنے میں اس کی ہر تدبیر خسارے اور ہلاکت میں تھی۔

38 "وقال الّذی امن یاقوم اتبعون اهدکم سبیل الرشاد" ہدایت کا راستہ۔

39 "یاقوم انّما هٰذه الحیٰوة الدنیا متاع" تھوڑا سا نفع ہے جو تم اُٹھاؤ گے پھر ختم ہو جائے گا۔ "وان الآخرة هی دار القرار" ایسا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

40 "من عمل سیّئة فلا یجزیٰ الا مثلها ومن عمل صالحا من ذکر او انثٰی وهو مؤمن فاولٰئک یدخلون الجنّة یرزقون فیها بغیر حساب" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں جو خیر بھی دیئے جائیں گے اس کی کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ 41 تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ 42 لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ 43 فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ 44 فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ 45 اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ 46

ترجمہ: اور میرے بھائیو! کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو (یعنی) تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں خدا کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا جھی بناؤں جس (کے ساجھی ہونے) کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اور میں تم کو خدا زبردست خطا بخش کی طرف بلاتا ہوں یقینی بات یہ ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے لائق ہے اور

نہ آخرت ہی میں اور (یقینی بات ہے) کہ ہم سب کو خدا کے پاس جانا ہے اور جو لوگ دائرہ (عبودیت) سے نکل رہے ہیں وہ سب دوزخی ہوں گے سو آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے پھر خدا تعالیٰ نے اس (مومن) کو ان لوگوں کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں پر (مع فرعون کے) موذی عذاب نازل ہوا (جس کا آگے بیان ہے کہ) اور جس روز قیامت ہوگی حکم ہوگا (کہ) فرعون والوں کو (مع فرعون کے) نہایت سخت آگ میں داخل کرو۔

تفسیر ㊶ ...... "**ویاقوم مالی ادعوکم الی النجاۃ**" یعنی تمہیں کیا ہوگیا ہے جیسے عرب کہتے ہیں "**مالی اراک حزینا؟**" یعنی (مالک) تجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تجھے غمگین دیکھ رہا ہوں۔ اب مطلب یہ ہے کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا حال ہے کہ میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ آگ سے نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ "**وتدعوننی الی النار**" اس شرک کی طرف جو جہنم کو واجب کرتا ہے۔ پھر تفسیر کرتے ہوئے کہا۔

㊷ "**تدعوننی لاکفر باللّٰہ واشرک بہ مالیس لی بہ علم و انا ادعوکم الی العزیز الغفار**" ان لوگوں سے اپنے انتقام میں غالب ہے جس نے کفر کیا اور اہل توحید کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

㊸ "**لاجرم**" ثابت ہے "**انّ ما تدعوننی الیہ**" یعنی بتوں کی طرف "**لیس لہ دعوۃ فی الدنیا ولا فی الآخرۃ**" سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دُنیا و آخرت میں اس کی پکار پر لبیک کوئی نہیں کہے گا اور کہا گیا ہے کہ اس کی عبادت کی طرف دُنیا میں کوئی دعوت نہیں ہے اس لیے کہ بت رب ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ اپنی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور آخرت میں وہ اپنے عبادت گزاروں سے برأت (بیزاری) ظاہر کریں گے۔ "**وان مردّنا الی اللّٰہ**" ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف ہے تو وہ ہر ایک کو وہی بدلہ دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ "**وان المسرفین**" مشرکین "**ھم اصحاب النّار**"

㊹ "**فستذکرون ما اقول لکم**" جب تم عذاب کا مشاہدہ کرلو گے تو اس وقت کا یاد آنا تمہیں نفع نہ دے گا۔ "**وافوض امری الی اللّٰہ**" اور یہ اس وجہ سے کہا کہ انہوں نے اپنے دین کی مخالفت کرنے کی وجہ سے دھمکیاں دی تھیں۔ "**ان اللّٰہ بصیر بالعباد**" حق اور باطل کو خوب جانتا ہے۔ پھر مؤمن ان کے بیچ سے چلا گیا، انہوں نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔

㊺ "**فوقاہ اللّٰہ سیئات ما مکروا**" جو انہوں نے اس کے بارے میں برا ارادہ کیا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پا گیا حالانکہ وہ قبطی تھا "وحاق" اترا "**بآل فرعون سوء العذاب**" دُنیا میں غرق ہوجانا اور آخرت میں دوزخ کے اندر چلے جانا۔

㊻ اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "**النار**" یہ مرفوع ہے السوء سے بدل ہونے کی بناء پر "**یعرضون علیھا غدوّا وعشیا**" صبح اور شام کو۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں ہیں، دن میں دو مرتبہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں صبح اور شام آگ پر آتی ہیں اور کہا جاتا ہے اے آل فرعون! یہ تمہارا ٹھکانہ ہے قیامت قائم ہونے تک اور قتادہ،

مقاتل، سدی اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہر کافر کی روح آگ پر صبح وشام پیش کی جاتی رہے گی جب تک دُنیا قائم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک جب مر جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو اہل جنت میں سے اور اگر اہل نار میں سے ہے تو اہل نار میں سے۔ پھر اس کو کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف قیامت کے دن اُٹھائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے ٹھکانے کی قیامت کے دن خبر دیں گے۔ تو فرمایا:

"ویوم تقوم الساعة ادخلوا" ابن کثیر، ابن عامر، ابوعمر و اور ابوبکر رحمہم اللہ نے "الساعة ادخلوا" الف وصلی کو حذف کر کے اور ابتداء میں اس کے پیش کے ساتھ اور خاء کے پیش کے ساتھ دخول سے پڑھا ہے۔ یعنی ان کو کہا جائے گا کہ تم داخل ہو جاؤ اے "آل فرعون اشد العذاب" اور دیگر حضرات نے الف قطعی اور خاء کی زیر کے ساتھ ادخال سے پڑھا ہے یعنی فرشتوں کو کہا جائے گا کہ تم آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عذاب کی دیگر اقسام مراد ہیں جو ان کے علاوہ ہیں جو وہ پہلے دیئے جا چکے ہیں جیسے غرق وغیرہ۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿47﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿48﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿49﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿50﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿51﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿52﴾

ترجمہ اور جب کہ کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجہ کے لوگ (یعنی تابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جزو ہٹا سکتے ہو وہ بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سبھی دوزخ میں ہیں اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا اور (اس کے بعد) جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے جہنم کے موکل فرشتوں سے (درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے دوزخی کہیں گے کہ ہاں آتے تو رہے تھے فرشتے کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے تھے اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے جو کہ اعمالنامے لکھتے تھے) کھڑے ہونگے جس دن کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کی

معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی۔

تفسیر ㊼"واذ یتحاجون فی النّار" یعنی اے محمد! آپ اپنی قوم کے لیے وہ ذکر کریں جب وہ جھگڑیں گے یعنی جہنم والے جہنم میں "**فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا**" دُنیا میں "**فھل انتم مغنون عنا نصیبا من النّار**" اور التبع کا لفظ اہل بصرہ کے قول میں واحد اور جمع استعمال ہوتا ہے اس کا واحد تابع بھی ہے اور اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ یہ جمع ہے اس کا کوئی واحد نہیں اور اس کی جمع اتباع ہے۔

㊽"قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُلٌّ فِیْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَکَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ

㊾وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ" جب ان پر عذاب سخت ہوگیا۔"**لخزنة جهنم ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب**"

㊿"قالوا" یعنی جہنم کے داروغے ان کو"**اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینات قالوا بلٰی قالوا فادعوا**"تم ہی اب اپنے رب کو یعنی ہم تمہارے لیے اللہ سے دُعا نہ کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان سے عذاب ہلکا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"**وما دعاء الکافرین الا فی ضلال**" یعنی باطل ہوجائے گی اور گمراہ ہوگی اور ان کو کوئی نفع نہ دے گی۔

51"**انا لننصر رسلنا والّذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا**" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں غلبہ کے ذریعے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجت کے ذریعے اور آخرت میں عذاب کے ساتھ اور کہا گیا ہے کہ دُنیا وآخرت میں دشمنوں سے انتقام لے کر اور یہ تمام صورتیں انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین کے لیے ہوچکی ہیں۔ یہ ان کے مخالفین پر ان کی حجت کے ذریعے مدد کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر غلبہ دے کر اور ان کو ہلاک کر کے بھی ان کی مدد کی اور انبیاء علیہم السلام کے قتل کیے جانے کے بعد ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر بھی مدد کی۔ جیسے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے قتل کیے جانے کے بعد ان کی مدد کی گئی اور بدلہ میں ستر ہزار لوگ قتل کیے گئے تو ان تمام طریقوں سے انبیاء علیہم السلام ومؤمنین کی مدد کی گئی ہے۔"**ویوم یقوم الاشهاد**" یعنی قیامت کے دن فرشتوں میں سے حفاظت کرنے والے کھڑے ہوں گے اور رسولوں کے لیے تبلیغ کی گواہی دیں گے اور کفار کے خلاف تکذیب کی گواہی دیں گے۔

52"**یوم لا ینفع الظالمین معذرتهم**" اگر وہ اپنے کفر کا عذر بیان کریں گے تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور اگر توبہ کرلیں تو ان کو نفع نہ دے گی۔"**ولهم اللعنة**" رحمت سے دوری ہے۔"**ولهم سوء الدار**" یعنی جہنم۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی وَاَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ ﴿53﴾ هُدًی وَّذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿54﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ﴿55﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا کِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿56﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿57﴾

ترجمہ اور (آپ کے قبل) ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی کہ وہ ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہل عقل (سلیم) کے لئے سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے (اس) گناہ (جس کو مجازاً گناہ کہہ دیا) معافی مانگیے اور شام و صبح اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے (اور) جو لوگ بلا کسی سند کے جوان کے پاس موجود ہو خدائی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں ان کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے کہ وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہئے بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا بالیقین آسمانوں اور زمین کا (تبدأً پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے۔

تفسیر ㊸"ولقد اٰتینا موسٰی الھدٰی" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گمراہی سے ہدایت دی یعنی توریت "واورثنا بنی اسرائیل الکتاب" کتاب سے مراد توریت ہے۔

㊹"ھدی و ذکریٰ لاولی الالباب"

㊺"فاصبر" اے محمد! ان کی تکلیفوں پر "ان وعد اللّٰہ" آپ کے غالب کرنے اور آپ کے دشمنوں کے ہلاک کرنے میں "حق" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیات قتال نے آیات صبر کو منسوخ کردیا ہے۔ "واستغفر لذنبک" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور عبادت حکم ہے تا کہ اس کے ذریعے آپ علیہ السلام کے درجات زیادہ کریں اور آپ علیہ السلام کے بعد آنے والوں کے لیے سنت ہو جائے۔ "وسبح بحمد ربک" آپ نماز پڑھیں اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے۔ "بالعشی والابکار" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی عصر اور فجر کی نماز اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پانچ نمازیں۔

㊻"ان الّذین یجادلون فی آیات اللّٰہ بغیر سلطان اتاھم ان فی صدورھم" نہیں ہے ان کے دلوں میں اور صدر دل کی جگہ کو کہتے ہیں اس سے دل کا کنایہ کہنا ہے پڑوس کی وجہ سے۔ "الا کبر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کو آپ علیہ السلام کی تکذیب پر ان کے دلوں کا تکبر اور بڑائی اُبھارتا ہے۔ "ماھم ببالغیہ" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اس تکبر کے تقاضا تک پہنچنے والے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرنے والا ہے۔

ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں میں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تکبر ہے اور یہ طمع ہے کہ وہ اس پر غالب ہو جائیں گے حالانکہ وہ اس مقصد کو نہ پہنچ سکیں گے۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہمارا ساتھی مسیح بن داؤد (اس سے ان کی مراد دجال تھا) آخری زمانہ میں نکلے گا تو اس کی بادشاہت خشکی وسمندروں تک پہنچ جائے گی اور بادشاہت ہماری طرف لوٹ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فاستعذ باللّٰہ" دجال کے فتنہ سے "انہ ھو السمیع البصیر"

㊼"لخلق السموات والارض" اپنی عظمت کے باوجود "اکبر" سینوں میں بڑا ہے۔ "من خلق النّاس" یعنی موت

کے بعد ان کو دوبارہ لوٹانے سے "ولکن اکثر الناس "یعنی کفار "لایعلمون" کیونکہ وہ اس سے اپنے خالق کی توحید پر استدلال نہیں کرتے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ اکبر یعنی دجال کے پیدا کرنے سے عظیم ہے۔"ولکن اکثر الناس لایعلمون" یعنی وہ یہود جو دجال کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں۔ ہشام بن عامر رحمہ اللہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قیامت کے قائم ہونے تک کوئی فتنہ دجال سے بڑا نہیں ہے۔

دجال کے خروج کے متعلق احادیث

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال زمین پر چالیس سال رہے گا جس کا ایک سال اتنا (چھوٹا اور بے برکت) ہوگا جیسے ایک ماہ اور مہینہ ایک ہفتہ کی طرح ہوگا اور ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن اتنا ہوگا جیسے آگ میں کھجور کی کوئی چھپٹ جل جاتی ہے (بھڑک جاتی ہے) (رواہ البغوی فی شرح السنۃ والمعالم)

حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اُمت (یعنی اُمت دعوت) کے ستر ہزار تاج پوش (حکام، بادشاہ، نواب وغیرہ) لوگ دجال کے پیچھے ہو جائیں گے۔ (رواہ البغوی فی شرح السنۃ والمعالم)

حضرت ابو امامہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس روز ستر ہزار یہودی تاج پوش آراستہ تلواروں والے دجال کے پیچھے ہو جائیں گے۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے، آپ نے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا: دجال کے سامنے تین سال ایسے آئیں گے کہ ایک سال تو آسمان ایک تہائی بارش کو روک لے گا اور زمین ایک تہائی روئیدگی کو روک لے گی اور دوسرے سال دو تہائی بارش اور دو تہائی روئیدگی رُک جائے گی اور تیسرے سال (بالکل کال ہو جائے گا) بارش بالکل نہ ہوگی اور نہ زمین سے کچھ اُگے گا، تمام کھر اور داڑھوں والے جانور مر جائیں گے۔ دجال کا شدید ترین فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک اعرابی کے پاس جائے گا اور اس سے کہے گا اگر میں تیرے اونٹوں کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی تو مجھے اپنا رب نہیں مانے گا؟ وہ اعرابی جواب دے گا کیوں نہیں۔ دجال شیطانوں کو اونٹوں کی شکل میں کر دے گا جن کے خوبصورت تھن اور بہت بڑے بڑے کوہان ہوں گے۔

ایک آدمی کا بھائی مر چکا ہوگا اور باپ بھی، دجال اس سے کہے گا، اگر میں تیرے باپ اور بھائی کو زندہ کر دوں، تب بھی تو مجھے اپنا رب نہیں جانے گا؟ وہ شخص کہے گا، کیوں نہیں۔ دجال شیاطین کو اس کے باپ اور بھائی کی شکل میں لا کر پیش کر دے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام سے باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد لوٹ کر آئے تو لوگوں کو ایک خاص فکر و غم میں مبتلا پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حالت دجال کی بیان کی تھی اس سے لوگوں کو بڑی فکر ہو گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر فرمایا: اے اسماء! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دجال کا جو ذکر آپ نے کیا اس

کو سن کر ہمارے دل نکلے پڑتے ہیں۔ فرمایا: اگر وہ میری زندگی میں آیا تو میں اس سے مقابلہ کروں گا، ورنہ ہر مؤمن کا اللہ (نگہبان) ہے، میرے بجائے اللہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آٹا گوندھتے ہیں اور روٹی پکانے نہیں پاتے کہ بھوکے ہو جاتے ہیں، پھر اس روز مؤمنوں کی کیا حالت ہوگی؟ فرمایا: تسبیح خداوندی ان کے لیے کافی ہوگی جیسے آسمان والوں کے لیے کافی ہوتی ہے (یعنی روٹی پانی کی ضرورت ہی نہیں ہوگی)۔ (رواہ احمد والبغوی فی المعالم)

حضرت مغیرہ بن شعبہ راوی ہیں کہ دجال کے متعلق جتنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اتنا اور کسی نے نہیں پوچھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ تجھے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ میں نے عرض کیا، لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کا (بھرا ہوا) دریا چلے گا؟ فرمایا: اللہ کے لیے یہ بات اس سے بھی زیادہ آسان ہے (یعنی اللہ کو اپنے ساتھ روٹی اور پانی رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے)۔ متفق علیہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ دجال مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر میں جائے گا۔ مدینہ کے ہر راستے پر فرشتے صف باندھے کھڑے ہیں۔ اس کی چوکیداری کر رہے ہیں، پھر مدینہ کی زمین اہل مدینہ کو تین جھٹکے دے گی تو اس دجال کی طرف ہر کافر اور منافق آدمی نکل جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اور اس کا ارادہ مدینہ کا ہوگا حتیٰ کہ وہ اُحد کے پیچھے اُترے گا۔ پھر فرشتے اس کا چہرہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں وہ ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے پیچھے میری اُمت کے ستر ہزار افراد چلیں گے۔ ان پر سیجان (خاص چادریں) ہوں گی اور اس کو ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا دجال کے ساتھ اس دن ستر ہزار یہودی ہوں گے۔ وہ سب تاج والے اور مزین تلوار والے ہوں گے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿58﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿59﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿60﴾

ترجمہ: اور بینا نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو قیامت تو ضرور ہی آ کر رہے گی۔ اس (کے آنے) میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں۔ مگر اکثر لوگ نہیں مانتے اور تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

تفسیر: 58 "وما يستوى الاعمى والبصير والذين امنوا وعملوا الصالحات ولا المسئ قليلا ما

تتذکرون" اہل کوفہ نے "تتذکرون" تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس لیے کہ آیات کا اوّل و آخر قوم کی خبر ہے۔

59 "ان الساعة" یعنی قیامت "لاتیة لاریب فیها ولکن اکثر الناس لا یؤمنون"

60 "وقال ربکم ادعونی استجب لکم" یعنی تم میری ہی عبادت کرو، میرے غیر کی نہیں۔ میں تمہاری بات قبول کروں گا اور تمہیں ثواب دوں گا اور تمہاری مغفرت کروں گا۔ جب آیت میں عبادت کو دُعاء سے تعبیر کیا ہے تو ثواب کو قبولیت دُعا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک دُعاء عبادت ہے۔

پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی "ادعونی استجب لکم. ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتا، اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ دُعا ذکر اور سوال کرنا ہے۔

"ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین" ابن کثیر اور ابوجعفر رحمہما اللہ اور ابوبکر رحمہ اللہ نے "سیدخلون" یاء کے پیش اور خاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے زیر اور خاء کے پیش کے ساتھ اور "داخرین" کا معنی گھٹیا و ذلیل ہو کر۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿61﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ ﴿62﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿63﴾

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (نفع کے) لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اس نے دن کو (دیکھنے کے لئے) روشن بنایا بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے یہ اللہ ہے تمہارا رب وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (بعد اثبات توحید کے) تم لوگ شرک کر کے کہاں الٹے جا رہے ہو اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی الٹے چلا کرتے تھے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

تفسیر: 61 ...... "اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ

62 ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ" یعنی جس طرح تم دلائل قائم ہونے کے باوجود حق سے پلٹ رہے ہو 63 كَذٰلِكَ اسی طرح "یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ"

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿64﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿65﴾

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرارگاہ بنایا اور آسمان کو (مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں (پس) یہ اللہ ہے تمہارا رب۔ سو بڑا عالی شان ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے وہی (ازلی وابدی) (رہنے والا ہے) اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (سب) خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارو تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا۔

تفسیر (64-65) ...... "اللّٰه الذی جعل لکم الارض قرارا" بچھونا "والسمآء بناء" چھت گنبد کی طرح۔ "وصوّرکم فاحسن صورکم" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم کو پیدا کیا پس تمہاری پیدائش کو حسین بنایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اولاد آدم کو سیدھا اور متناسب بنایا کہ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھا سکتا ہے اور ابن آدم کے علاوہ جاندار اپنے منہ سے پکڑ کر کھاتے ہیں۔ "ورزقکم من الطیبات" کہا گیا ہے کہ یہ مویشیوں کے رزق کے علاوہ ہے۔ "ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خبر ہے اور اس میں امر (حکم) پوشیدہ ہے۔ اصل یوں ہے کہ تم اس کو پکارو اور اس کی حمد کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے وہ اس کے بعد الحمد للہ رب العالمین کہے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ "فادعوہ مخلصین له الدین الحمدللّٰه رب العالمین"

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿66﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿67﴾

ترجمہ: آپ (ان مشرکین کو سنانے کے لئے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان (شرکاء) کی عبادت کروں جن کو خدا کے علاوہ تم پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آ چکی ہیں اور مجھ کو حکم یہ ہوا ہے کہ میں (صرف) رب العالمین کے سامنے گردن جھکا لوں وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم اپنی

جوانی کو پہنچو۔ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تا کہ تم سب (اپنے اپنے) وقت مقررہ (مقدر) تک پہنچ جاؤ اور (یہ سب کچھ) اس لئے کیا گیا) تا کہ تم سمجھو۔

تفسیر 66 "قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" اور یہ اس وقت جب کفر کی طرف بلایا گیا۔

67 "هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا" یعنی بچے۔ "ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ" یعنی بوڑھا ہونے سے پہلے۔ "ولتبلغوا" تم سب "اجلا مسمّی" متعین وقت تک جس سے تم آگے نہ بڑھ سکو گے۔ اس سے زندگی کا وقت موت تک مراد ہے۔ "ولعلکم تعقلون" یعنی تا کہ تم اپنے رب کی توحید اور اس کی قدرت کو سمجھ لو۔

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ. فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ 68 اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ. اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ 69

ترجمہ وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا (دفعۃً) پورا کرنا چاہتا ہے سو بس اس کی نسبت (اتنا) فرما دیتا ہے کہ ہو جاؤ سو وہ ہو جاتا ہے کیا آپ نے ان لوگوں (کی حالت) کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں (حق سے) کہاں پھرے جا رہے ہیں۔

تفسیر (68_69)...... "هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ. فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ

یعنی قرآن میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ "انّی یصرفون" کیسے وہ دین حق سے پھیرے جاتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ وہ مشرکین ہیں اور محمد بن سیرین اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ یہ آیت قدریہ (منکرین تقدیر) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ 70 اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ 71 فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ 72 ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ 73 مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا. كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ 74 ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ 75 اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ 76 فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا

نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا سو ان کو ابھی (یعنی قیامت میں جو قریب ہے) معلوم ہوا جاتا ہے جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں لے جاویں گے پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جاویں گے پھر ان سے پوچھا جاوے گا کہ وہ (معبود) غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم شریک (خدائی) ٹھہراتے تھے وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہی ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم اس سے قبل کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے یہ (سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے جہنم کے دروازوں میں گھسو (اور) ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو۔ سو متکبرین کا وہ برا ٹھکانا ہے (اور جب ان سے اس طرح انتقام لیا جاوے گا) تو آپ (چندے) صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اسمیں سے کچھ تھوڑا سا عذاب اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات فرما دیں سو ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں بعضے تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعضے وہ ہیں جن کا ہم نے قصہ آپ کو بیان (ہی) نہیں کیا اور (اتنا امر سب میں مشترک ہے کہ) کسی رسول سے اتنا نہ ہو سکا کہ کوئی معجزہ بدون اذن الٰہی کے ظاہر کر سکے پھر جس وقت اللہ کا حکم (نزول عذاب کے لئے) آوے گا ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جاویں گے۔

تفسیر (۷۰۔۷۱) ...... "اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ" گھسیٹے جائیں گے۔....

۷۲ ......"فی الحمیم ثم فی النّار یسجرون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے ذریعے آگ روشن کی جائے گی اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ آگ کا ایندھن ہو جائیں گے۔

۷۳ "ثمّ قیل لھم این ما کنتم تشرکون ۔

۷۴ من دون اللّٰہ" یعنی بتوں کی۔ "قالوا ضلّوا عنا" وہ ہم سے گم ہو گئے۔ اب ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ "بل لم نکن ندعوا من قبل شیئًا" کہا گیا ہے کہ وہ انکار کر دیں گے اور کہا گیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ بلکہ ہم اس سے پہلے کسی ایسی چیز کو نہیں پکارتے تھے جو نفع یا نقصان دیتی اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے کچھ نہ کرتے تھے یعنی ہماری ان

بتوں کی عبادت ضائع ہوگئی۔ جیسا کہ جس شخص کی محنت بیکار جائے وہ کہتا ہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "کذلک" یعنی جیسے ان لوگوں کو گمراہ کیا۔ "یضل اللہ الکافرین"

㊆ "ذلکم" وہ عذاب جو تم پر آیا۔ "بما کنتم تفرحون" اکڑتے تھے۔ "فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تمرحون" اٹھلا کر چلتے تھے۔ یعنی بے جا خوشی میں پھولے نہیں سماتے تھے۔

(㊆ ۔ ㊆)...... "اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ" آپ کی مدد کرنے کا۔ "حق فاما نرینک بعض الذی نعدھم" آپ کی زندگی میں عذاب کا۔ "او نتوفینک" ان پر عذاب نازل کرنے سے پہلے۔ "فالینا یرجعون"

㊇ "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ" ان کی خبر قرآن میں "وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ" اللہ کے حکم اور اس کے ارادہ کے ساتھ۔ "فاذا جآء امر اللّٰہ" اس کا فیصلہ انبیاء علیہم السلام اور اُمتوں کے درمیان۔ "قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ"

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے مواشی بنائے تا کہ ان میں بعض سے سواری لو اور ان میں بعض (ایسے ہیں کہ ان) کو کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں اور بھی فائدے ہیں اور (اس لئے بنائے) تا کہ تم اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اور ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو اور (ان کے علاوہ) تم کو اپنی اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے سو تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا حال ہوا (حالانکہ) وہ لوگ ان سے زیادہ تھے اور قوت اور نشانیوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں بڑھے ہوئے تھے سو ان کی (یہ تمام تر) کمائی

ان کے کچھ بھی کام نہ آئی غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے (اس) علم (معاش) پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا اور ان پر وہ عذاب آ پڑا جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جس کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سو ان کو ان کا ایمان لانا نافع نہ ہوگا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے۔

تفسیر ⑳ ......"**اللّٰہ الّذی جعل لکم الانعام لترکبوا منہا**" ان میں سے بعض پر "**ومنہا تاکلون ولکم فیہا منافع**" ان کی اون، پشم اور ان کے بالوں اور دودھ میں۔ "**ولتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم**" وہ تمہارے بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر اُٹھا کر لے جاتے ہیں اور تاکہ تم ان پر اپنی ضرورت تک پہنچ سکو۔ "**وعلیہا وعلی الفلک تحملون**" یعنی خشکی میں اونٹ پر اور سمندر میں کشتیوں پر۔ اس کی نظیر باری تعالیٰ کا فرمان "**وحملناہم فی البر والبحر**"

㉛ "**ویریکم آیاتہ**" اس کی قدرت کے دلائل "**فایّ آیات اللّٰہ تنکرون**"

㉜ "**اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ**" یعنی ان کے محلات اور تعمیر کردہ عمارتیں۔ "**فما اغنٰی عنہم**" نہیں نفع دیا ان کو "**ما کانوا یکسبون**" کہا گیا ہے کہ یہ استفہام کے معنی میں ہے اور اصل عبارت یوں ہے کہ ان کی کمائی میں سے کس چیز نے ان کو نفع دیا ہے؟

(㉝ ـ ㉞) ......"**فلمّا جآءتہم رسلہم بالبیّنات فرحوا**" وہ راضی ہوگئے۔ "**بما عندہم من العلم**" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ان کا وہ قول ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ نہ ہم دوبارہ اُٹھائے جائیں گے اور نہ ہم عذاب دیئے جائیں گے۔ اس کو علم کا نام دیا گیا ہے۔ ان کے دعویٰ کے مطابق ورنہ یہ حقیقت میں جہالت ہے۔ "**وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ**" یعنی جو ہم اللہ کے برابر ٹھہراتے تھے اس سے ہم برأت ظاہر کرتے ہیں۔

㉟ "**فلم یک ینفعہم ایمانہم لمّا راوا باسنا**" ہمارا عذاب۔ "**سنۃ اللّٰہ**" کہا ہے کہ اس کا نصب خافض (زیر دینے والا) کے ہٹا دینے کی وجہ سے ہے یعنی اصل میں "**کسنۃ اللّٰہ**" تھا اور کہا گیا ہے کہ مصدر (مفعول مطلق) کی بناء پر ہے اور کہا گیا ہے کہ اُبھارنے کے لیے ہے یعنی تم ڈرو اللہ کے طریقے سے۔ "**الّتی قدخلت فی عبادہ**" اور یہ طریقہ یہ ہے کہ لوگ جب عذاب کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ایمان لے آتے ہیں اور عذاب کے مشاہدہ کے وقت کا ایمان ان کو نفع نہیں دیتا۔ "**وخسر ہنالک الکافرون**" دونوں جہانوں کی نعمتیں چلی جانے کی وجہ سے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر ہر وقت خسارہ میں ہے لیکن ان پر اپنا خسارہ عذاب دیکھنے کے وقت ظاہر ہوگا۔

سُوْرَةُ فصلت

یہ سورت مکی ہے اور اس کی چون (۵۴) آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ① تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ② كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ③ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ④ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ⑥ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ⑦

ترجمہ: حم یہ کلام رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی جاتی ہیں یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی (زبان میں) ہے ایسے لوگوں کے لئے (نافع) ہے جو دانشمند ہیں بشارت دینے والا ہے (ماننے والوں کے لئے) ڈرانے والا ہے اکثر لوگوں نے (اس سے) روگردانی کی پھر وہ (بوجہ اعراض کے) سنتے ہی نہیں اور وہ لوگ کہتے کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگ رہی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان میں ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جایئے ہم اپنا کام کر رہے ہیں آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اس (معبود حق) کی طرف سیدھ باندھ لو اور اس سے معافی مانگو اور ایسے مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔

تفسیر (①۔②)...... "حم. تنزيل من الرحمن الرحيم" اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تنزیل مبتداء ہے اور اس کی خبر اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

③ "كتاب فصّلت آياته" ہے۔ اس کی آیات بیان کی گئی ہیں "قرآنا عربيا لقوم يعلمون" عربی زبان میں اور اگر

ان کی زبان کے علاوہ کسی زبان میں ہوتا تو وہ اس کو نہ جانتے اور قرآنا کا نصب بیان کے اس پر واقع ہونے کی وجہ سے ہے یعنی "فصّلناہ قرآنا" یعنی ہم نے اس کو بیان کیا یعنی قرآن کا۔

4 "بشیرا و نذیرا" یہ دونوں صفتیں قرآن مجید کی ہیں یعنی اللہ کے اولیاء کو خوشخبری دینے والا اور اس کے دشمنوں کو ڈرانے والا ہے۔ "فاعرض اکثرھم فھم لایسمعون" یعنی تکبر کی وجہ سے اس کی طرف کان نہیں دھرتے۔

5 "وقالوا" یعنی مکہ کے مشرکین "قلوبنا فی اکنّۃ" پردوں میں ہیں۔ "مما تدعونا الیہ" تو جو وہ کہتے ہیں ہم نہیں سمجھتے۔ "وفی آذاننا وقر" بہراپن ہے۔ پس ہم ان کی کہی ہوئی بات نہیں سنتے اور معنی یہ ہے کہ ہم قبول حق کو چھوڑنے میں آپ کے نزدیک اس شخص کی طرح ہیں جو نہ سمجھتا ہے اور نہ سنتا ہے۔ "ومن بیننا وبینک حجاب" دین میں اختلاف ہے اور ملت میں رُکاوٹ ہے تو ہم آپ کی کہی ہوئی بات میں آپ کی موافقت نہ کریں گے۔ "فاعمل" آپ اپنے دین پر "اننا عاملون" ہمارے دین پر۔

6 "قل انّما انا بشر مثلکم" یعنی تم میں سے کسی ایک کی طرح اور اگر وحی نہ ہوتی تو میں تمہیں نہ دعوت دیتا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول "یوحی الیّ انّما الٰھکم الٰہ واحد" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تواضع کی تعلیم دی۔ "فاستقیموا الیہ" اس کی طرف فرمانبرداری کرتے متوجہ ہو جاؤ اور اس کے راستے سے اعراض نہ کرو۔ "واستغفروہ" اپنے گناہوں سے۔ "وویل للمشرکین"

7 "الّذین لا یؤتون الزکاۃ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں یہ نفس کی زکوٰۃ ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ شرک سے توحید کے ذریعے پاک نہیں کرتے اور حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ کا اقرار نہیں کرتے اور اس کے دینے کو واجب نہیں سمجھتے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اسلام کا پل ہے جو اس کو طے کرلے گا وہ نجات پالے گا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا اور ضحاک اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ طاعت میں خرچ نہیں کرتے اور صدقہ نہیں کرتے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے اعمال کو پاک نہیں کرتے۔ "وھم بالآخرۃ ھم کافرون"

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ 8 قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَہٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ 9 وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِھَا وَبٰرَکَ فِیْھَا وَقَدَّرَ فِیْھَاۤ اَقْوَاتَھَا فِیْۤ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ 10

ترجمہ (اور برخلاف ان کے) جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو (کبھی) موقوف ہونے والا نہیں آپ فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو (باوجود اتنی وسعت کے) دو روز میں پیدا کردیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو یہی سارے جہان کا رب ہے اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس (زمین) میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں اور اس میں (اس کے رہنے والوں کی) غذائیں تجویز کردیں یہ سب چار دن میں ہوا جو شمار میں) پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے۔

اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ کی وضاحت

تفسیر 8 "ان الذین امنوا و عملوا الصالحات لهم اجر غیر ممنون" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ختم نہ ہونے والا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کم نہ ہوگا اور اسی سے ممنون ہے اس لیے کہ وہ انسان کا احسان اور قوت کم کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان پر اس کا احسان نہیں جتایا جائے گا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حساب نہ ہوگا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مریضوں اور اپاہجوں اور بوڑھوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب وہ طاعت سے عاجز ہو جائیں تو ان کے لیے تندرستی میں جو اعمال کرتے تھے اسی کی طرح اجر لکھا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب عبادت کے کسی اچھے طریقے پر ہو، پھر مریض ہو جائے تو اس فرشتے کو کہا جاتا ہے جو اس کی نگرانی پر مقرر ہے کہ تو اس کی تندرستی والے عمل کی مثل لکھ۔ یہاں تک کہ میں اس کو تندرست کر دوں یا اپنے پاس بلا لوں۔

9 "قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین" اتوار اور سوموار کے دن۔

"وتجعلون له انداداً ذالک رب العالمین"

10 "وجعل فیها" یعنی زمین میں "رواسی" پہاڑ جے ہوئے "من فوقها" زمین کے اوپر "وبارک فیها" یعنی زمین میں ان سمندروں، نہروں، درختوں اور پھلوں کے ساتھ جو اس میں پیدا کیے ہیں۔

ہر شی کا رزق اللہ نے تقسیم کر دیا ہے

"وقدر فیها اقواتها" حسن اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ زمین میں بندوں اور مویشیوں کے رزق تقسیم کیے گئے ہیں اور عکرمہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہر شہر میں وہ رزق مقرر کیا گیا جو دوسرے میں نہیں مقرر کیا گیا تا کہ انسان ایک شہر سے دوسرے شہر تک تجارت کر کے اپنی معاش کا انتظام کر سکیں۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روٹی کا ایک حصہ زمین کے لیے مقرر کیا اور جو کا ایک حصہ کے لیے اور مچھلی کو ایک حصہ کے لیے اور اسی طرح تمام انسانوں کی روزی ہے۔

"فی اربعة ایام" مراد یہ ہے کہ دُنیا میں جو کچھ ہے اور روزیوں کو مقرر کیا دو دنوں میں یعنی منگل اور بدھ تو یہ اتوار اور سوموار کے ساتھ مل کر کل چار دن ہو گئے۔ تذکرہ میں آخر کو اوّل پر لوٹایا۔ جیسا کہ تو کہے میں نے گزشتہ کل ایک عورت سے شادی کی اور آج دو سے اور ان دو میں سے ایک وہی ہے جس سے گزشتہ کل شادی کر چکا ہے۔ "سواء للسائلین" ابوجعفر رحمہ اللہ نے "سواء" پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع یعنی "ھی سواء" اور یعقوب رحمہ اللہ نے زیر کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ باری تعالیٰ کے قول "فی اربعة ایام" کی صفت ہے اور دیگر حضرات نے "سواء" کو مصدر کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔ یعنی "استوت سواء" اور اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اس کے بارے میں سوال کرنے والوں کے لیے برابر ہے۔ قتادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں

کہ جو اس بارے میں سوال کرے گا تو اس کا معاملہ اسی طرح برابر ہے نہ اس میں کمی ہے اور نہ زیادتی۔ یہ جواب اس کے لیے ہے جو سوال کرے کہ زمین اور اس کی روزی کتنے دن میں پیدا کیے گئے؟

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑭

ترجمہ پھر آسمان (کے بنانے) کی طرف توجہ فرمائی اور (اس وقت) دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں سو دو روز میں اس کے سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم (فرشتوں کو) بھیج دیا اور ہم نے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور (استراق شیاطین سے) اس کی حفاظت کی یہ تجویز ہے (خدائے) زبردست واقف الکل کی پھر اگر (دلائل توحید سن کر بھی) یہ لوگ توحید سے اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر (شرک و کفر کی بدولت) آئی تھی جب کہ ان کے پاس ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی پیغمبر آئے کہ بجز اللہ کے کسی کو مت پوجو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پروردگار کو یہ منظور ہوتا (کہ کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجے) تو فرشتوں کو بھیجتا سو ہم اس (توحید) سے بھی منکر ہیں۔

تفسیر ⑪ ...... "ثمّ استوىٰ الی السمآء" یعنی آسمان کی تخلیق کا ارادہ کیا۔ "وھی دخان" اور یہ دھواں پانی کے بخارات تھے۔ "فقال لہا وللارض ائتیاطوعا او کرھا" یعنی جو میں تمہیں حکم دوں وہ کرو جیسے کہا جاتا ہے "ائت ما ھذا الاحسن" یعنی اس اچھے کام کو کر اور طاؤس رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "ائتیا" بمعنی اعطیا ہے۔ یعنی جو بندوں کی مصلحتوں کے لیے میں نے تم میں منافع پیدا کیے ہیں ان کو نکالو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آسمان تو اپنا سورج، چاند اور ستارے طلوع کر اور اے زمین تو اپنی نہریں کھول اور اپنے پھل اور نباتات نکال اور ان دونوں کو کہا کہ جو میں نے حکم دیا ہے اس کو کر گزرو بخوشی ورنہ میں تمہیں اس پر مجبور کردوں گا حتیٰ کہ تم اس کو بادل نخواستہ کرو گے تو انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ "قالتا اتینا طائعین" یہاں طائعتین نہیں کہا اس لیے کہ اس کے ذریعے آسمانوں و زمینوں اور ان کے اندر کی چیزیں مراد ہیں۔ اس کی اصل عبارت یہ ہوگی "اتینا بما فینا طائعین" (ہم اپنے اندر کی تمام چیزوں کے ساتھ بخوشی یہ کام کریں گے) پھر جب ان کو قول (گفتگو) کے ساتھ متصف کیا ہے تو جمع میں ان کو ذوالعقول کے قائم مقام کردیا ہے۔

⑫ "فقضاهن سبع سموات فی یومین" یعنی ان کو مکمل کیا اور ان کی تخلیق سے فارغ ہوئے۔"واوحی فی کل سماء امرھا" عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہر آسمان میں فرشتے اور سمندر اور برف کے پہاڑ اور ایسی چیزیں پیدا کی ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قتادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی اس میں اس کا سورج وچاند اور ستارے پیدا کیے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن اوامر ونواہی کا ارادہ کیا۔ ان کی وحی ہر آسمان کی طرف کردی اور یہ جمعرات اور جمعہ کے دن ہوا۔

"وزینا السماء الدنیا بمصابیح" اور ستاروں کے ساتھ۔ "وحفظا" اس آسمان کی حفظا کا نصب مصدر کی بناء پر ہے۔ یعنی "حفظناھا بالکواکب حفظا من الشیاطین الذین یسترقون السمع" یعنی ہم نے آسمان کی حفاظت کی ستاروں کے ذریعے، حفاظت کرنا ان شیاطین سے جو بات کو اُچک لیتے تھے۔ "ذلک" یہ جو اس کی کاریگری کا ذکر ہوا۔ "تقدیر العزیز" اپنے ملک میں "العلیم" اپنی مخلوق کو۔

⑬ "فان اعرضوا" یعنی یہ مشرکین اس بیان کے بعد ایمان لانے سے "فقل انذرتکم" میں نے تم کو ڈرایا۔ "صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمود" یعنی ان جیسی ہلاکت سے اور "صاعقة" ہر چیز میں سے ہلاک کرنے والی۔

⑭ "اذ جآء تھم" یعنی عاد وثمود کے پاس "الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم" اللہ تعالیٰ کے قول "من بین ایدیھم" سے وہ رسول مراد ہیں جو ان کے آباء واجداد کی طرف اس سے پہلے بھیجے گئے تھے۔ "ومن خلفھم" یعنی جو رسول ان کے آباء واجداد کی طرف بھیجے گئے تھے ان کے بعد وہ رسول جو خود ان کی طرف بھیجے گئے جیسے ہود وصالح علیہما السلام۔ پس ضمیر "من بین ایدیھم" میں عاد وثمود کی طرف لوٹ رہی ہے اور "ومن خلفھم" میں "الرسل" کی طرف۔ "ان لا" اس بات کے ساتھ نہ "تعبدوا الا اللہ قالوا لو شآء ربنا لانزل" ان رسولوں کے بدلے۔ "ملائکة" یعنی اگر ہمارا رب مخلوق کو دعوت دین دینا چاہتا تو فرشتے اُتارتا۔ "فانا بما ارسلتم بہ کافرون"

ابوجہل اور قریش کے سرداروں کی میٹنگ

حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ابوجہل نے اور قریش کے کچھ سرداروں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ ہماری سمجھ میں ٹھیک ٹھیک نہیں آتا، کسی ایسے آدمی کو تلاش کرو جو شاعری اور کہانت اور جادو سے واقف ہو، وہ جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرے، پھر آکر ہم کو صاف صاف بتائے۔ عقبہ بن ربیعہ بولا: واللہ! میں نے شعر بھی سنے ہیں اور کہانت وسحر کے الفاظ بھی اور مجھے اس سے کچھ واقفیت بھی ہے، اگر اس میں سے کوئی بات ہوئی تو مجھ سے چھپی نہیں رہے گی۔ غرض عتبہ وہاں سے اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم بہتر ہو یا ہاشم، تم بہتر ہو یا عبدالمطلب، تم بہتر ہو یا عبداللہ؟ تم ہمارے معبودوں کو کیوں برا کہتے اور کیوں ہمارے اسلاف کو گمراہ قرار دیتے ہو؟ اگر تم سرداری کے خواستگار ہو تو ہم اپنے جھنڈے تم کو دے دیں گے اور اگر عورت کے خواہش مند ہو تو

قریش کی دس عورتوں سے جن کو تم پسند کرو، تمہارا نکاح کردیں گے اور اگر تم مال کے طلبگار ہو تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کردیں گے کہ تم بھی دولت مند ہو جاؤ گے اور تمہارے بعد آنے والی نسل بھی۔

عقبہ کہتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ کہہ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا شروع کیا: "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. حٰم. تنزیل من الرّحمٰن الرّحیم. کتبٌ فصّلت ایتهٗ قراٰنًا عربیًّا" آپ نے یہ آیت مثل 'صعقة عاد و ثمود' تک پڑھی۔ عقبہ نے (ڈر کر) فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رشتہ داری کی قسم دے کر خاموش ہو جانے کی درخواست کی۔ پھر لوٹ کر سیدھا اپنے گھر پہنچ گیا، قریش کے پاس نہیں گیا، اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ یہ بات دیکھ کر ابوجہل نے کہا: اے قریش والو! خدا کی قسم! ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ عتبہ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جھک گیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کھانے پر ریجھ گیا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ مفلس ہو گیا ہے۔ ذرا اس کے پاس تو چلو۔ قریش والے عتبہ کے پاس گئے اور ابوجہل نے اس سے کہا: عتبہ! خدا کی قسم! ہم کو تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم جو ہمارے پاس نہیں آئے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارا جھکاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف ہو گیا اور تم ان کے کھانے پر ریجھ گئے۔ اگر تم ضرورت مند ہو تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کردیں گے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کھانے سے تم کو بے نیاز کردے۔ یہ بات سن کر عتبہ کو غصہ آ گیا اور قسم کھا کر کہا: آئندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وہ بات بھی نہیں کرے گا اور بولا: تم لوگ واقف ہو کہ میں قریش کے اندر بڑے مالدار لوگوں میں سے ہوں۔ بات یہ ہوئی کہ میں ان کے پاس گیا تھا اور ان سے پورے حالات بیان کیے تھے لیکن انہوں نے مجھے ایسا جواب دیا کہ خدا کی قسم! نہ وہ شعر ہے، نہ کہانت اور نہ جادو (کے الفاظ) پھر عتبہ نے یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ یہ کلام سن کر میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش کردیا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ چپ ہو جائیں۔ تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی بات کہتا ہے تو جھوٹ نہیں کہتا، اس سے مجھے ڈر ہو گیا کہ کہیں تم پر عذاب آ جائے۔

محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ ہم سے کہا گیا ہے کہ عتبہ بڑا دانش مند سردار تھا۔ قریش کی مجلس میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تنہا مسجد (کعبہ) میں تشریف فرما تھے۔ عتبہ نے کہا: اے گروہ قریش! کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر ان سے کچھ گفتگو کروں اور چند باتیں ان کے سامنے رکھوں، شاید وہ ہماری کوئی بات قبول کرلیں اور ہم ان کی وہ بات پوری کردیں اور وہ پھر ہم سے کچھ تعرض نہ کریں۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت حمزہ مسلمان ہو چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بڑھتے جا رہے تھے۔ قریش نے کہا: ابوالولید! ایسا ہی کرو، ان کے پاس جاؤ اور بات کرو۔ عتبہ اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: میرے بھتیجے! تم جانتے ہو کہ تمہارا کنبہ وسیع ہے اور نسبی لحاظ سے بھی تمہارا ایک خاص مقام ہے لیکن تم نے ایک بری بات کی ہے جس سے قریش کی جماعت میں تم نے پھوٹ ڈال دی اور سب کو بے وقوف قرار دیا اور ان کے معبودوں کی خرابیاں بیان کیں اور ان کے گزشتہ باپ دادا کو کافر بتایا۔ ذرا کان لگا کر میری بات سنو، میں چند چیزیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں، تم ان پر غور کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوالولید! کہو کیا باتیں ہیں؟ عتبہ نے کہا: بھتیجے! اگر تم جو کہتے ہو اس سے تمہارا مقصد مال کا حصول ہے تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ تم ہم سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے اور اگر سرداری کے طلبگار ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنالیں گے اور اگر تم کو کچھ دکھائی دیتا ہے (یعنی جنون یا جن کا اثر ہے) تو ہم تمہارا علاج تلاش کریں گے اور ممکن ہے یہ شعر ہوں جو تمہارے سینہ سے اُبلتے ہوں (اور تم ان کو روک نہ سکتے ہو تو اسے بنی مطلب! تم کو اس (شاعری) پر وہ قدرت حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔ جب عتبہ بات ختم کر چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوالولید! کیا تم اپنی بات پوری کر چکے؟ عتبہ نے کہا: جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اب میری سنو۔ عتبہ نے کہا: سناؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا شروع کیا "بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم. حٰم. تنزیل من الرحمٰن الرّحیم. کتٰبٌ فُصّلت ایٰتہٗ قراٰنًا عربیًا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ رہے تھے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پشت کے پیچھے لٹکائے، ان پر سہارا لگائے خاموشی کے ساتھ کان لگائے سن رہا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور فرمایا: ابوالولید! یہ تمہاری بات کا جواب ہے۔ عتبہ فوراً اُٹھ گیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا۔ اہل مجلس میں سے ایک نے دوسرے سے خدا کی قسم کھا کر کہا: ابوالولید! جو خیال لے کر گیا تھا، اس کے خلاف خیال لے کر واپس آرہا ہے۔ جب عتبہ آ کر بیٹھ گیا تو لوگوں نے پوچھا ابوالولید! کیا خبر لائے؟ عتبہ نے کہا: یہ خبر ہے کہ میں نے ایسا کلام سنا کہ خدا کی قسم! میں نے ویسا کلام کبھی نہیں سنا، نہ وہ شعر ہے، نہ جادو، نہ کہانت۔ برادران قریش! میرا کہا مانو، اس شخص کو یونہی چھوڑ دو، جو کچھ کر رہا ہے کرنے دو، تم کچھ تعرض نہ کرو، اس سے علیحدہ رہو۔ جو بات میں نے اس سے سنی ہے، خدا کی قسم! اس کی کچھ حقیقت ہو کر رہے گی۔ اگر عرب اس پر کامیاب ہو جائیں گے تو تمہارا کام ہو جائے گا اور اگر یہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی حکومت تمہاری حکومت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی، اس کی وجہ سے تم بڑے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔ قریش نے کہا: ابوالولید! واللہ، اس نے تیرے اوپر جادو کر دیا ہے۔ عتبہ نے کہا: میرا تمہارے لیے یہی مشورہ ہے، اب تم جو چاہو کرو۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: جس کو دیکر (بزعم خود تم) بھیجے گئے ہو پھر وہ جو لوگ عاد کے تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے (آگے جواب ہے کہ) کیا ان کو یہ نظر نہ آیا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو

منحوس تھے تا کہ ہم ان کو اس دنیا کی حیات میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور ان کو مدد نہ پہنچے گی، ورہ وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کو (پیغمبر کے ذریعہ سے) رستہ بتلایا سوانہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا پس ان کو عذاب سراپا ذلت کی آفت نے پکڑ لیا ان کی بد کرداریوں کی وجہ سے۔

تفسیر ⑮ "فامّا عادٌ فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشدّ منّا قوّۃ" پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے، وہ دُنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے: وہ کون ہے جو طاقت میں ہم سے بڑھ کر ہے؟ "فاستکبروا" یعنی بغیر استحقاق کے دوسرے لوگوں سے اپنے کو بڑا اور برتر سمجھنے لگے۔

⑯ "فارسلنا علیھم ریحا صرصرا" سخت ہوا۔ "من الصرۃ" سے ماخوذ ہے چیخ۔ بعض نے کہا کہ سخت سردی کی ہوا۔ "فی ایام نحسات" حاء کے سکون کے ساتھ۔ دوسرے قراء نے حاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سال بارش کا قحط اُگائے رکھا اور ان پر لگاتار ہوائیں چلتی رہیں بغیر بارش کے۔ "لنذیقھم عذاب الخزی" ہول اور ذلت والا عذاب۔ "فی الحیوۃ الدنیا ولعذاب الآخرۃ اخزیٰ" سخت اہانت والا۔ "وھم لا ینصرون"

⑰ "واما ثمود فھدیناھم" ہم نے ان کو پکارا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے ہم نے ان کے لیے راستہ واضح کر دیا۔ بعض نے کہا ہم نے ان کے لیے خیر اور شر کا راستہ اختیار کر لیا۔ "فاستحبوا العمی علی الھدیٰ" ان کو اختیار دے دیا، ایمان یا کفر کا۔ "فاخذتھم صاعقۃ العذاب" ہلاک کرنے والا عذاب۔ "الھون" جو ان کو ذلیل و رسوا کر دینے والا۔ "بما کانوا یکسبون"

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ⑱ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑲ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑳ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۗ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ㉑ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉒ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓

ترجمہ اور ہم نے (اس عذاب سے) ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور ہم سے ڈرتے تھے اور (ان کو وہ دن بھی یاد دلائیے) جس دن اللہ کے دشمن (یعنی کفار) دوزخ کی طرف (جمع کرانے) کے (لیے موقف حساب) میں لائے جائیں گے، پھر وہ روکے جائیں گے (تا کہ بقیہ بھی آ جائیں یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آ جاویں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور (اس وقت) وہ لوگ (متعجب

ہو کر) اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی وہ (اعضاء) جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر (گویا) چیز کو گویائی دی اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو اور (تم) دنیا میں) اس بات سے تو اپنے آپ کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف میں گواہی دیں ولیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں اور تمہارے اس گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کیا پھر تم (ابدی) خسارہ میں پڑ گئے۔

تفسیر ⑱......"ونجینا الّذین امنوا و کانوا یتقون."

⑲**ویوم یحشر اعداء اللّٰہ الی النار**" نافع اور یعقوب رحمہما اللہ نے "نحشر" نون کے ساتھ اور "اعداء" نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء اور اس کے پیش اور شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "اعداء" کو مرفوع پڑھا ہے۔ یعنی وہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ "فھم یوزعون" ہانکے جائیں گے جہنم کی طرف۔ قتادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا، پچھلوں کے لیے تاکہ وہ مل جائیں۔

⑳"**حتّٰی اذا ما جآؤھا**" وہ جہنم پر آجائیں گے۔ "**شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم**" یعنی ان کے چمڑے۔ "**بما کانوا یعملون**" سدی رحمہ اللہ اور جماعت کہتی ہے کہ جلود سے، شرم گاہیں مراد ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے اعضاء ان اعمال کو بیان کریں گے جن کو ان کی زبانوں نے چھپا لیا ہوگا۔

㉑ "**وقالوا**" یعنی کفار جو جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ "**لِجُلُوْدِھِمْ لِمَ شَھِدْتُّمْ عَلَیْنَا ط قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ**" یہاں بات پوری ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "**وھو خلقکم اوّل مرّۃ**" یہ ان کے اعضاء کا جواب نہیں ہے۔ "**والیہ ترجعون**"

㉒"**وما کنتم تستترون**" یعنی جو تم ہلکا سمجھتے ہو یہ معنی اکثر اہل علم کے نزدیک ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم بچتے ہو اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم گمان کرتے ہو۔ "**اَنْ یَّشْھَدَ عَلَیْکُمْ سَمْعُکُمْ وَلَآ اَبْصَارُکُمْ وَلَا جُلُوْدُکُمْ وَلٰکِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰہَ لَا یَعْلَمُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ**" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیت اللہ کے پاس دو قبیلہ ثقیف کے آدمی اور ایک قریش کا آدمی جمع ہو گئے یا دو قریشی اور ایک ثقفی۔ ان کے پیٹوں پر چربی بہت زیادہ اور دلوں میں سمجھ بہت کم تھی، ان میں سے ایک کہنے لگا کیا تمہارا خیال ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سن لیتے ہیں؟ تو دوسرا کہنے لگا اگر ہم بلند آواز سے بولیں تو سن لیتے ہیں اور اگر آہستہ بولیں تو نہیں سنتے تو تیسرا کہنے لگا کہ اگر وہ ہماری بلند آواز کو سن لیتا ہے تو ہماری پوشیدہ آواز کو بھی سن لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "**وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ولکن ظننتم ان اللّٰہ لا یعلم کثیرا مما تعملون**" کہا گیا ہے کہ ثقفی عبد یالیل تھا اور اس کے دو قریشی ساتھی ربیعہ اور صفوان بن اُمیہ تھے۔

㉓ "وذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم" تمہیں ہلاک کردیا یعنی تمہارے اس گمان نے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اکثر اعمال کونہیں جانتے، تمہیں ہلاک کردیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تمہیں آگ میں ڈال دیا ہے۔ "فاصبحتم من الخاسرین" پھران کے مال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ㉔ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ㉕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ㉖ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ㉗ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ㉘ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ㉙

ترجمہ سو (اس حالت میں) اگر یہ لوگ صبر کریں تب بھی دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا اور ہم نے (دنیا میں) ان کے لئے کچھ ساتھ رہنے والے (شیاطین) مقرر کر رکھے تھے سو انہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول (یعنی وعدہ عذاب) پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن وانس (کفار) ہو گزرے ہیں بیشک وہ (سب) بھی خسارہ میں رہے اور یہ کافر (باہم) یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (اگر پیغمبر سنانے لگیں تو) اس کے بیچ میں غل مچادیا کرو شاید (اس تدبیر سے) تم ہی غالب رہو سو ہم ان کافروں کو ذخت عذاب کا مزہ چکھادیں گے اور ان کو ان کے (ایسے) برے برے کاموں کی سزا دیں گے یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ ان کے لئے وہاں ہمیشگی کا مقام ہوگا اس بات کے بدلہ میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے اور (جب مبتلائے عذاب ہوں گے تو) وہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ دونوں شیاطین اور انسان دکھا دیجئے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا ہم ان کو اپنے پیروں کے تلے مل ڈالیں تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں۔

تفسیر ㉔ ......"فان یصبروا فالنار مثوی لھم" ان کا ٹھکانہ ہے۔ "وان یستعتبوا" وہ رضا کو طلب کریں اور عتبہ کو تلاش کریں۔ "فماھم من المعتبین" معتب وہ شخص جس کا عتاب قبول کرلیا گیا ہو اور اس نے جو مانگا ہو اس کو قبول کرلیا گیا ہو۔ کہا جاتا ہے "اعتبنی فلان" یعنی اس نے مجھے ناراض کرنے کے بعد راضی کردیا اور "استعتبہ" یعنی میں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ مجھ سے راضی ہوجائے۔

㉕ "وقیضنا لهم" یعنی ہم نے بھیجا اور سپرد کیا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تیار کیا اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کا سبب بنایا۔ "قرناء" شیطانوں میں سے نظر رکھنے والے جنہوں نے ان کو گمراہ کر دیا۔ "فزینوا لهم ما بین ایدیهم" دُنیا کے معاملہ میں سے حتیٰ کہ انہوں نے اس کو آخرت پر ترجیح دی۔ "وما خلفهم" آخرت کے معاملہ سے۔ پس انہوں نے اس کو اس کی تکذیب اور بعث کے انکار کی طرف بلایا۔ "وحق علیهم القول فی اُمم" اُمتوں کے ساتھ۔ "قد خلت من قبلهم من الجن والانس انهم کانوا خاسرین"

㉖ "وقال الّذین کفروا" قریش کے مشرکین میں سے "لاتسمعوا لهٰذا القرآن والغوا فیه" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس میں شور و غل کرو اور وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے دیکھو تو اس کے مقابلے میں شعر و رجز یہ کلمات اور لغو باتیں شروع کر دیا کرو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں لغو کرو تالیاں اور سیٹیاں بجا کر۔ اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم باتیں زیادہ کرنا شروع کر دو، جو وہ کہہ رہے ہوں گے وہ ان پر خلط ملط ہو جائے گا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے سامنے چیخنا شروع کر دو۔ "لعلکم تغلبون" محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی قرأت پر۔

㉗ "فلنذیقن الّذین کفروا عذابا شدیدا ولنجزینهم اسوأ الّذی" یعنی ان کے برے افعال کی وجہ سے۔ "کانوا یعملون" دُنیا میں اور وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔

㉘ "ذٰلک" جو میں نے سخت عذاب ذکر کیا۔ "جزاء اعداء اللّٰه" پھر اس جزاء کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "النار" یعنی وہ جزاء آگ ہے۔ "لهم فیها" یعنی آگ میں "دار الخلد" ایسا رہائشی ٹھکانہ ہے جس سے کہیں اور منتقل نہ ہو سکیں گے۔ "جزآء بما کانوا بآیاتنا یجحدون"

㉙ "وقال الّذین کفروا" یعنی آگ میں کہیں گے۔ "ربنا ارنا الّذین اضلّانا من الجن والانس" اس سے ان کی مراد ابلیس اور قابیل بن آدم ہیں جس نے اپنے بھائی کو قتل کر کے گناہ کا طریقہ جاری کیا۔ "نجعلهما تحت اقدامنا" آگ میں "لیکونا من الاسفلین" تاکہ وہ دونوں جہنم کے نچلے درجہ میں ہو جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تاکہ ان دونوں پر ہم سے سخت عذاب ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ㉚ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ. وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ㉛ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ㉜ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ㉝

(ترجمہ) جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں

گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبر کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

استقامت سے کیا مراد ہے

تفسیر 30 "ان الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے استقامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ امر اور نہی پر قائم رہ جائے اور لومڑی کی طرح پینترے نہ بدلے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خالص اللہ کے لیے عمل کرو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرائض کو ادا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرائض کی ادائیگی پر ڈٹ جاؤ اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حکم پر ڈٹ جاؤ۔

پس اس کی فرمانبرداری والے کام کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی پر ڈٹ جاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے حتیٰ کہ اللہ کو جا ملو اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معرفت پر ڈٹ جاؤ اور مرتد نہ ہو اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسن رحمہ اللہ جب یہ آیت تلاوت فرماتے تو فرماتے "اللّٰھم ربنا فارزقنا الاستقامۃ" اے اللہ! تو ہمارا رب ہے، ہمیں استقامت عطا فرما۔ "تتنزل علیھم الملائکۃ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ موت کے وقت۔ قتادہ اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب وہ اپنی قبروں سے کھڑے ہوں گے۔ وکیع بن جراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوشخبری تین جگہوں میں ہوگی۔ موت کے وقت اور قبر میں اور بعث کے وقت۔ "ان لاتخافوا" موت سے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم اس پر نہ ڈرو جو تم نے آگے آخرت کے لیے بھیجا ہے۔ "ولا تحزنوا" اس پر جو تم نے پیچھے اہل وعیال چھوڑے ہیں کیونکہ ان تمام کے بارے میں، ہم تمہارے پیچھے نگران ہیں اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے اپنے گناہوں پر غم نہ کرو اور ڈرو مت کیونکہ میں نے ان کو معاف کردیا۔ "وابشروا بالجنۃ الّتی کنتم توعدون"

31 "نحن اولیاؤکم" یہ بات ان کو وہ فرشتے کہیں گے جو ان پر بشارت کے ساتھ اُتریں گے کہ ہم تمہارے دوست، تمہارے مددگار اور تمہارے محبوب ہیں۔ "فی الحیٰوۃ الدّنیا وفی الآخرۃ" یعنی دُنیا و آخرت میں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے کہیں گے کہ ہم تمہارے محافظ ہیں جو تمہارے ساتھ دُنیا میں تھے اور آخرت میں ہم تمہارے اولیاء ہیں، وہ کہیں گے اب ہم تمہارے جنت میں داخل ہونے تک تم سے جدا نہ ہوں گے۔ "ولکم فیھا ماتشتھی

انفسکم" اعزازات اورلذتوں میں سے۔"ولکم فیھا" جنت میں "ماتدعون" جوتم خواہش کرو۔

(㉜۔㉝)...."نزلا" رزق ہے۔"من غفور رحیم ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ" اس کی طاعت کی طرف۔"وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین" ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ اس بات کی گواہی کی طرف بلایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مؤمن ہے جس نے اللہ کی دعوت پر لبیک کہا اور خود جو بات قبول کی، لوگوں کو بھی اس کی طرف بلایا اور پھر نیک عمل کیے اور کہا "اننی من المسلمین" بے شک میں تو مسلمانوں میں سے ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت مؤذنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مؤذن ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور عمل صالحا کہ اذان واقامت کے درمیان دو رکعت پڑھے اور قیس بن حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اذان واقامت کے درمیان نماز ہے۔

ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ یہ ارشاد تین مرتبہ فرمایا۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا "لمن شاء" جو چاہے اس کے لیے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ سفیان رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے یہی معلوم ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع حدیث ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اذان واقامت کے درمیان دعاء رد نہیں کی جاتی۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَکَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ ㉞ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ㉟ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ㊱ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ㊲ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّکَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ㊳ (آیت سجدہ)

ترجمہ: اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے تو (اب) آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسے کوئی دلی دوست ہوتا ہے اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل (مزاج) ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب

کیجئے بلاشبہ وہ خوب جاننے والا ہے خوب سننے والا ہے اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں کے رات ہے اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے پس تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور صرف اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) نشانیوں کو پیدا کیا اگر تم کو خدا کی عبادت کرنا ہے پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب وروز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ (اس سے) ذرا نہیں اکتاتے۔

تفسیر 34 "ولا تستوی الحسنة ولا السیئة" فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لا" یہاں صلہ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ "ولا تستوی الحسنة والسیئة" یعنی صبر اور غصہ اور بردباری وجہالت اور معافی اور برائی۔ "ادفع بالتی ھی احسن" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ غصہ کے وقت صبر کا حکم دیا اور جہالت کے وقت بردباری کا اور برائی کے وقت معافی کا۔ "فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ" یعنی جب تو یہ کرے گا تو تیرا دشمن تیرے لیے پست ہو جائے گا اور تو اور تیرا دشمن ایسے ہو جاؤ گے "کانہ ولی حمیم" جیسے دوست اور قریبی تعلق دار۔ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ابوسفیان بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ یہ مسلمانوں سے سخت دشمنی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "صھری" مسر ہونے کی وجہ سے نرم ہو گیا۔ پھر جب اسلام لائے تو اسلام کے ولی اور حمایتی ہو گئے۔

35 "وما یلقاھا" اور یہ عادت نہیں دیا جاتا ہے۔ یعنی برائی کو اچھائی کے ذریعے دور کرنے کی۔ "الا الذین صبروا" غصہ کو پینے اور ناپسند چیز کو برداشت کرنے پر۔ "وما یلقھا الا ذو حظ عظیم" خیر اور ثواب میں۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حظ عظیم جنت ہے۔ یعنی یہ نہیں دیا جاتا مگر وہ شخص جس کے لیے جنت واجب ہو چکی۔

36 "واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللّٰہ انہ ھو السمیع" آپ کے پناہ طلب کرنے اور آپ کے اقوال کو "العلیم" آپ کے افعال واحوال کو۔

37 "ومن آیاتہ اللیل والنھار والشمس والقمر لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰہ الذی خلقھن" یہاں "خلقھن" مؤنث ضمیر کے ساتھ اس وجہ سے کہا ہے کہ اس کو جمع مکسر کے طریقہ پر جاری کیا ہے اور یہاں مذکر کو مؤنث پر غلبہ دینے کے طریقہ پر جاری نہیں کیا۔ "ان کنتم ایاہ تعبدون"

38 "فان استکبروا" سجدوں سے۔ "فالذین عند ربک" یعنی فرشتے۔ "یسبحون لہ باللیل والنھار وھم لایسامون" نہ وہ اکتاتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ 39 اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا

شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾

ترجمہ اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں کے ایک یہ ہے کہ (اے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی (پڑی) ہے کہ جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے (اس سے ثابت ہوا کہ) جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو زندہ کر دے گا بیشک ہر چیز پر قادر ہے بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں ہیں سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن وامان سے (جنت میں) آئے جو جی چاہے کر لو وہ سب تمہارا کیا ہوا دیکھ رہا ہے جو لوگ اس قرآن کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں (ان میں خود تدبیر کی گئی ہے) اور یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ پیچھے کی طرف سے یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے آپ کو وہی باتیں (تکذیب وایذا کی) کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے۔

تفسیر ㊴ ......"ومن آیاته" اس کی قدرت کے دلائل میں سے۔ "انک تری الارض خاشعة" خشک غبار آلود اس میں کوئی چیز نہ اُگی ہو۔ "فاذا انزلنا علیها الماء اهتزت وربت ان الّذی احیاها لمحی الموتی انه علٰی کل شیءٍ قدیر"

㊵ "ان الّذین یلحدون فی آیاتنا" ہمارے دلائل میں حق سے اعراض کرتے ہیں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تالیاں اور سیٹیاں اور شور وغل کر کے ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ضد اور مخالفت کرتے ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ "لایخفون علینا افمن یلقٰی فی النّار" اور وہ ابوجہل ہے۔ "خیر ام من یأتی اٰمنا یوم القیامة" کہا گیا ہے کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں۔ "اعملوا ما شئتم" یہ امر دھمکی اور وعید کا ہے۔ "انه بما تعملون بصیر" جاننے والا ہے۔ پس تم کو اس کی جزا دے گا۔

㊶ "ان الّذین کفروا بالذکر" قرآن کا "لمّا جآء هم" پھر ذکر کے وصف کو شروع کر دیا اور "ان الذین کفروا" کے جواب کو چھوڑ دیا ہے اس تقدیر پر کہ جو لوگ قرآن کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے کفر کا بدلہ دیئے جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ اس کی خبر باری تعالیٰ کا وہ قول ہے جو اس کے بعد ہے "اولئک ینادون من مکان بعید. وانه لکتاب عزیز" کلبی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اللہ کے ہاں معزز ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دی ہے۔ پس باطل اس کی طرف راہ نہیں پائے گا۔

㊷"لایاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ" قتادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ باطل وہ شیطان ہے جو اس کو تبدیل کرنے یا اس میں کمی وزیادتی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کمی کیے جانے سے محفوظ ہے کہ باطل اس کے سامنے سے آ جائے اور زیادتی کیے جانے سے محفوظ ہے کہ باطل اس کے پیچھے سے آ جائے اور اس معنی پر باطل کمی اور زیادتی ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی تکذیب پہلی کتابوں سے نہیں آئی اور نہ اس کے بعد کوئی کتاب آئے گی جو اس کو باطل کر دے۔"تنزیل من حکیم حمید" پھر ان کی تکذیب پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی۔

㊸ اور فرمایا"ما یقال لک" تکلیف سے۔"الا ماقد قیل للرسل من قبلک"فرماتے ہیں کہ تحقیق انبیاء اور رسولوں کو بھی آپ علیہ السلام سے پہلے جادوگر کہا گیا۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام کو کہا گیا اور ان کی بھی تکذیب کی گئی۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کی گئی۔"انّ ربک لذو مغفرۃ"اس شخص کے لیے جو توبہ کرے اور آپ پر ایمان لائے۔"وذو عقاب الیم"اس شخص کے لیے جو تکذیب پر ڈٹ جائے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ㊹ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ㊺ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ㊻

ترجمہ: اور اگر ہم اس کو عجمی (زبان کا) قرآن بناتے تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو رہنما اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے یہ لوگ (بوجہ عدم انتفاع کے ایسے ہیں کہ گویا) کسی بڑی دور جگہ سے بلائے جا رہے ہیں (کہ آواز سنتے ہیں مگر سمجھتے نہ ہوں اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب وہی دی تھی سو اس میں بھی اختلاف ہوا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب آخرت میں ملے گا) تو ان کا فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے اور جو برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

تفسیر ㊹ "ولو جعلناہ" یعنی ہم اس کتاب کو بنا دیتے ہیں جس کو آپ علیہ السلام لوگوں پر پڑھتے ہیں۔"قرآنا

اعجمیا" لغت عرب کے علاوہ کے ساتھ۔ "لقالوا لو لا فصلت آیاتہ" کیوں نہیں بیان کی گئیں اس کی آیات عربی میں تا کہ ہم ان کو سمجھ لیتے۔ "ءَ اعجمی و عربی" یعنی کیا کتاب عجمی ہوا اور رسول عربی؟ یہ استفہام انکار کے لیے ہے۔ یعنی وہ کہتے جس پر اُتاری گئی ہے وہ عربی ہے اور اُتاری جانے والی کتاب عجمی ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامر بن حضرمی کے غلام یسار کے پاس آتے جاتے تھے۔ یہ غلام یہودی عجمی یعنی ابوفکیہہ۔ تو مشرکین کہنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں یسار سکھاتا ہے۔ تو یہ بات سن کر یسار کے آقا نے اس کو مارا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں سکھاتا ہے تو یسار نے کہا کہ وہ مجھے سکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"قل" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) "ھو" یعنی قرآن "للذین امنوا ھدی و شفاء" دلوں کے لیے اور کہا گیا ہے کہ تکلیفوں سے شفاء ہے۔ "والذین لا یؤمنون فی آذانھم وقر وھو علیھم عمی" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سے اندھے اور بہرے ہوگئے۔ پس وہ اس سے نفع نہ حاصل کر سکے۔ "اولئک ینادون من مکان بعید" یعنی بے شک وہ نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں جیسا کہ وہ شخص جو دور سے پکارا جائے نہ سنتا ہے اور نہ سمجھتا ہے اور یہ مثال دی گئی ہے کہ وہ جس چیز کے ذریعے نصیحت کیے جاتے ہیں اس سے بہت کم نفع اُٹھاتے ہیں۔ گویا کہ وہ ایسی جگہ سے پکارے جا رہے ہیں کہ وہ سن نہیں سکتے۔

㊺ "ولقد اٰتینا موسٰی الکتاب فاختلف فیہ" پس اس کی تصدیق کرنے والے اور تکذیب کرنے والے تھے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کی کتاب میں اختلاف کیا۔ "ولو لا کلمۃ سبقت من ربک" قرآن کی تکذیب کرنے والوں سے عذاب مؤخر کرنے میں "لقضی بینھم" ان کے عذاب سے فارغ ہو چکے ہوتے اور ان کو جلدی ہلاک کر دیتے۔ "وانھم لفی شک منہ" آپ علیہ السلام کی سچائی میں۔ "مریب" ان کے لیے شک واقع کرنے والا ہے۔

㊻ "من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا وما ربک بظلام للعبید"

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿47﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿48﴾ لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿49﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ ۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿50﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿51﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ ۢ بَعِيْدٍ ﴿52﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿53﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿54﴾

(ترجمہ) قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا (اور کہے گا) کہ میرے شریک اب کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ (اب تو) ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں (اس عقیدہ کا) کوئی مدعی نہیں اور جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جاویں گے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں ہر آدمی ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہراساں ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا اور میں قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے سو ہم ان منکروں کو ان کے (یہ) سب کردار ضرور بتلا دیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ قرآن خدا کے یہاں سے

آیا ہو اور پھر تم اس کا کرو انکار تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے تو کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیقت کی شہادت کے لئے) کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

تفسیر 47 "الیہ یُرد علم الساعة" یعنی جب قیامت کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو اس کا علم اسی کی طرف لوٹایا جائے گا کہ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ "وما تخرج من ثمرات من اکمامھا" اہل مدینہ اور اہل شام اور حفص رحمہم اللہ نے "ثمرات" جمع کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "ثمرۃ" مفرد کا صیغہ پڑھا ہے۔ "من اکمامھا" ان کے خوشوں سے۔ اس کا واحد "کُم" ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے پھل کا خوشہ مراد ہے، کھلنے سے پہلے۔ "وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمه" مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔ فرماتے ہیں کہ اسی کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف پھلوں اور ان کے نتیجے کا علم لوٹایا جاتا ہے۔ "ویوم ینادیھم" اللہ تعالیٰ مشرکین کو آواز دیں گے۔ "این شرکائی" جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ وہ میرے شریک ہیں۔ "قالوا" یعنی مشرکین "آذنّاک" ہم نے آپ کو بتا دیا۔ "ما منّا من شھید" یعنی اس بات پر کوئی گواہ نہیں کہ آپ کا کوئی شریک ہے۔ جب وہ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو بتوں سے بے زاری ظاہر کریں گے۔

48 ...... "وضل عنھم ما کانوا یدعون" وہ عبادت کرتے تھے۔ "من قبل" دُنیا میں۔ "وظنوا" ان کو یقین ہو گیا کہ "مالھم من محیص" بھاگنے کی جگہ۔

49 "لایسأم الانسان" نہیں اکتاتا کافر۔ "من دعآء الخیر" یعنی ہمیشہ وہ اپنے رب سے خیر یعنی مال و دولت اور صحت کا سوال کرتا رہتا ہے۔ "وان مسّه الشر" سختی اور فقر "فیؤوس" اللہ کی روح سے "قنوط" اس کی رحمت سے۔

50 "ولئن اذقناہ رحمة منّا" ہم اس کو دیں خیر اور عافیت اور غنا۔ "من بعد ضرّآء مسّته" اس سختی اور مصیبت کے بعد جو اس کو پہنچی تھی۔ "لیقولن ھذا لی" یعنی میرے عمل کی وجہ سے اور میں اس کا محبوب ہوں۔ "وما اظن الساعة قائمة ولئن رجعت الی ربّی انّ لی عندہ للحسنٰی" یہ کافر کہے گا مجھے بعث کا کوئی یقین نہیں تھا۔ پس جب معاملہ ایسا ہے اور میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو میرے لیے حسنٰی یعنی جنت ہوگی۔ یعنی جیسے اس نے مجھے دُنیا میں دیا، عنقریب وہ مجھے آخرت میں بھی دے گا۔

"فلننبّئن الّذین کفروا بما عملوا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ان کو ان کے برے

اعمال پر واقف کریں گے۔ ”ولنذیقنھم من عذاب غلیظ“

51 ”واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونآ بجانبه واذا مسّه الشر فذو دعاء عریض“ زیادہ۔ اور عرب طول اور عرض کو کثرت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے اطال فلان الکلام والدعا واعرض، یعنی اس نے زیادہ کلام کی اور زیادہ دُعا کی۔

52 ”قل ارأیتم ان کان“ یہ قرآن ”من عند الله ثمّ کفرتم به من اضل ممّن هو فی شقاق بعید“ حق کے خلاف اس سے دور یعنی کوئی شخص بھی تم سے زیادہ گمراہ نہیں ہے۔

53 ”سنریهم آیاتنا فی الآفاق“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ گزشتہ اُمتوں کے مکانات۔ ”وفی انفسهم“ آزمائش اور بیماریوں کے ذریعے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”فی الآفاق“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو پہلی اُمتوں پر عذاب بھیجے اور ”فی انفسهم“ بدر کے دن اور مجاہد، حسن، سدی اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں ”فی الآفاق“ جن علاقوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو فتح دی۔ ”وفی انفسهم“ فتح مکہ ہے۔ ”حتّی یتبیّن لهم انّه الحق“ یعنی دین اسلام۔ اور کہا گیا ہے کہ قرآن کے بارے میں ان پر واضح ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان پر واضح ہوگیا کہ ان کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہے۔ عطاء اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ فی الآفاق یعنی آسمان و زمین کے اقطار جیسے سورج، چاند، ستارے، نباتات، درخت اور نہریں۔ ”وفی انفسهم“ اللہ تعالیٰ عمدہ کاریگری اور حکمت کے عجائبات حتیٰ کہ ان پر واضح ہوگیا کہ یہ حق ہے۔ ”اولم یکف بربّک انّه علی کلّ شیءٍ شهید“ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اولم یکف بربک لانه علی کلّ الایة“ اس لیے کہ وہ ہر چیز پر حاضر اور گواہ ہے۔ اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔

54 ”الا انهم فی مریة من لقآء ربهم“ بعث سے شک میں ہیں۔ ”الا انه بکلّ شیءٍ محیط“ ہر چیز کا اس نے اپنے علم سے احاطہ کیا ہوا ہے۔

سُوْرَۃُ الشُّوریٰ

مکی ہے اور اس کی ترپن (۵۳) آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ③

ترجمہ: حٰمٓ عٓسٓقٓ اسی طرح آپ پر اور جو (پیغمبر) آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر (دوسری سورتوں اور کتابوں کی) وحی بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر: (① ـ ②)..... "حم عسق" حسین بن فضل رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ "حم عسق" کو لکھنے میں جدا کیوں لکھا جاتا ہے حالانکہ یہ "کھیعص" کو لکھنے میں جدا نہیں کیا جاتا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس لیے کہ یہ سورتیں ایسی ہیں کہ ان کے شروع میں "حم" آتا ہے تو اس کی اس جیسی دوسری صورتوں کے طرز پر جاری کیا گیا ہے۔ پس حم مبتداء ہے اور "عسق" اس کی خبر ہے اور اس لیے کہ یہ دونوں دو آیتیں شمار کی گئی ہیں اور اس جیسے دوسرے مقطعات جیسے "کھیعص" اور "المص" اور "المر" یہ ایک آیت شمار کیے گئے ہیں۔

حروف مقطعات کی تفسیر

اور کہا گیا ہے اس لیے کہ مفسرین رحمہم اللہ کا "کھیعص" اور اس کے ہم مثل کے حروف تہجی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور "حم" میں اختلاف ہے۔ پس بعض حضرات نے اس کو فعل بنایا ہے حروف میں شمار نہیں کیا اور کہا ہے کہ "حم" کا معنیٰ ("قضی ما ھو کائن" یعنی جو چیزیں آئندہ ہونے والی ہیں ان کا فیصلہ کر دیا ہے) کیا ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ح اس کا حلم ہے م اس کی مجد (بزرگی) ہے۔ ع اس کا علم س اس کی سناء وہ اور ق سے۔ اس کی قدرت اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی ہے اور شہر بن حوشب اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ح حرب (جنگ) ہے کہ اس قریش کے ذلیل کو عزت دی گئی اور عزت والے کو ذلت دی گئی۔ "م" ملک ہے جو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف تبدیل ہوتا رہا ہے۔ "ع" قریش کے دشمن جوان کا ارادہ کرتے ہیں۔ "س" سبیٰ برائی جوان میں ہوتی تھیں۔ "ق" اللہ کی قدرت جو اس کی مخلوق میں نافذ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ ہر صاحب کتاب نبی پر "حم عسق" کی وحی کی گئی ہے۔

③ پس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "کذلک یوحی الیک" اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے "یوحی" حاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان کی دلیل باری تعالیٰ کا قول "اوحینا الیک" ہے۔ "و الی الذین من قبلک" اس قرأت پر اللہ تعالیٰ کا قول "اللّٰہ العزیز الحکیم" فاعل کا بیان ہے۔

گویا کہ سوال کیا گیا کہ وحی کون کرتا ہے تو جواب دیا گیا اللہ العزیز الحکیم۔ اور دیگر حضرات نے "یوحی" حاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ آپ کی طرف اور ان انبیاء علیہم السلام کی طرف جو آپ علیہ السلام سے پہلے تھے۔ اللہ غالب حکمت والا۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مراد غیب کی خبریں ہیں۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ④ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ⑤ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ⑥ وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ⑦

ترجمہ: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر (کہ ادھر ہی سے متوجہ ہوتا ہے) پھٹ پڑیں اور (وہ) فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے معافی مانگتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں اللہ ان کو دیکھ بھال رہا ہے اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا اور ہم نے اسی طرح آپ پر (یہ) قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے تاکہ آپ (سب سے پہلے) مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس ہیں ان کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں ایک گروہ جنت میں (داخل) ہوگا اور ایک دوزخ میں ہوگا۔

تفسیر ④ "له ما فی السموات وما فی الارض وهو العلیّ العظیم.

⑤ تکاد السموات یتفطرن من فوقهن" یعنی ہر آسمان اپنے سے نچلے آسمان کے اوپر پھٹ جائے۔ مشرکین کے قول کی وجہ سے۔ اس کی نظیر سورۃ مریم میں ہے۔ "وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات یتفطّرن منه. والملائکة یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض" مؤمنین کے لیے۔ "الا ان اللّٰہ هو الغفور الرّحیم"

⑥ "والذین اتخذوا من دونه اولیاء اللّٰہ حفیظ علیهم" ان کے اعمال کا نگران ہے اور ان پر شمار کرائے گا تاکہ ان کو اس کا بدلہ دے۔ "وما انت علیهم بوکیل" اللہ نے آپ علیہ السلام کو ان پر نگران نہیں بنایا کہ آپ علیہ السلام سے ان کے بارے میں مؤاخذہ ہو۔

⑦ "وکذلک" اس کی مثل جو ہم نے ذکر کیا۔ "اوحینا الیک قرآنا عربیا لتنذر امّ القریٰ" مکہ کے رہنے والوں کو۔ "ومن حولھا" یعنی تمام زمین کے علاقوں کو۔ "وتنذر یوم الجمع" یعنی تا کہ آپ علیہ السلام ان کو جمع ہونے کے دن یعنی قیامت کے دن سے ڈرائیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ اوّلین وآخرین اور آسمان والوں اور زمین والوں کو جمع کریں گے۔ "لاریب فیہ" اس جمع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، یہ ہو کر رہے گا۔ پھر جمع کے بعد وہ جدا کیے جائیں گے۔ "فریق فی الجنّۃ و فریق فی السعیر"

یہ کتابیں کون سی تھیں اور ان میں کیا تھا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر سے تشریف لائے، اپنی ہتھیلیوں کو بند کیے ہوئے آپ علیہ السلام کے پاس دو کتابیں تھیں تو آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دو کون سی کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں! اے اللہ کے رسول! یہ کہ آپ خود ہمیں خبر دے دیں تو آپ علیہ السلام نے دائیں ہاتھ والی کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں جنتیوں اور ان کے آباء واجداد اور قبیلوں کے نام اور ان کی تعداد لکھی ہوئی ہے۔ ان کے اپنے آباء کی پشتوں میں نطفہ بن کر قرار پکڑنے سے پہلے اور ماؤں کے رحموں میں نطفہ کے قرار پکڑنے سے پہلے۔ جب وہ گارے کی شکل میں تھے۔ پس نہ ان میں کوئی زائد ہوگا اور نہ کوئی ان میں سے کم ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے دن تک کی اجمالی فہرست ہے۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ والی کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں جہنمیوں اور ان کے آباء واجداد اور قبیلوں کے نام اور ان کی تعداد ہے۔ یہ نام ان کے آباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں نطفہ کی شکل میں ٹھہرنے سے پہلے لکھے گئے ہیں جب وہ گارے کی شکل میں تھے۔

پس ان میں کوئی نام زائد ہوگا اور نہ کوئی کم ہوگا۔ یہ قیامت کے دن تک کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجمالی فہرست ہے تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر عمل کیوں کیا جائے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم عمل کرتے رہو اور سیدھی راہ پر چلو اور قریب ہو جاؤ۔ پس بے شک جنت والوں کے لیے جنتیوں کے اعمال کا خاتمہ لکھا گیا ہے۔ اگرچہ جو عمل بھی کرے اور جہنمی کے لیے جہنمیوں والے عمل کا خاتمہ لکھا گیا ہے۔ اگرچہ جو عمل بھی کرے۔ پھر فرمایا "فریق فی الجنّۃ" اللہ کے فضل سے۔ "وفریق فی السعیر" اللہ تعالیٰ کے انصاف کی وجہ سے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِىُّ وَهُوَ يُحْىِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ⑨ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَىْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ⑩ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ط لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور (ان) ظالموں کا قیامت کے روز کوئی حامی (مددگار) نہیں کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے یہ اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے اور (اسی طرح) مواشی کے جوڑے بنائے (اور) اس کے (جوڑے ملانے کے) ذریعہ سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تفسیر ⑧ "ولو شاء الله لجعلهم امة واحدة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دین پر اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ملت اسلام پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "ولو شاء الله لجعلهم على الهدىٰ" ہے۔ "ولكن يدخل من يشآء فی رحمته" دین اسلام میں "والظالمون" کافر لوگ "مالهم من ولی" جو ان سے عذاب ہٹائے۔ "ولا نصير" جو ان کو آگ سے بچائے۔

⑨ "ام اتخذوا" بلکہ ان کافروں نے بنا لیا ہے۔ "من دونه" یعنی اللہ کے سوا۔ "اولیاء فالله هو الولیّ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ علیہ السلام اور آپ کے متبعین کا ولی ہے۔ "وهو يحی الموتٰی وهو علی كل شیءٍ قدير"

⑩ "وما اختلفتم فيه من شیءٍ" دین کے معاملہ میں "فحكمهٗ الی الله" اس معاملہ میں قیامت کے دن ایسا واضح فیصلہ کریں گے کہ شک زائل ہو جائے گا۔ "ذلكم الله" جو باہم اختلاف کرنے والوں کا فیصلہ کرے گا۔ وہی "ربی عليه توكلت واليه انيب"

⑪ "فاطر السموات والارض جعل لكم من انفسكم ازواجا" تمہاری تخلیق کی مثل میں سے بیویاں۔ کہا گیا ہے کہ "من انفسكم" اس وجہ سے کہا ہے کہ حضرت حواء علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا تھا۔ "ومن الانعام ازواجا" مذکر و مؤنث کی اقسام۔ "يذرؤكم" تم کو پیدا کرتا ہے۔ "فيه" رحم میں۔ اور کہا گیا ہے کہ پیٹ میں اور کہا گیا ہے کہ تخلیق کے اسی طریقہ پر۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نسل در نسل لوگوں اور مویشیوں کو اور کہا گیا ہے کہ فی باء کے معنی میں ہے یعنی "يذرؤكم به" (تمہیں اس کے ذریعے پیدا کرتا ہے) اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے "تمہیں نکاح کے ذریعے زیادہ کرتا ہے۔"...... "ليس كمثله شیءٌ" مثل صلہ ہے یعنی وہ کسی چیز کی طرح نہیں ہے۔ پس مثل کو تاکید کے لیے داخل کیا گیا ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول "فان آمنوا بمثل ما آمنتم به" ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ کاف صلہ ہے۔ اصل عبارت یوں بنے گی۔ "ليس مثله شیءٌ" (اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے)۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ "وهو السميع البصير"

لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ⑬ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ⑭ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ⑮

ترجمہ اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (مع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضداضدی سے باہم متفرق ہوگئے اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کے لئے مہلت دینے کی) ایک مدت پہلے قرار نہ پاچکتی تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی (مراد اس سے مشرکین عہد نبوی کے ہیں) وہ اس کی طرف سے ایسے (قوی) شک میں پڑے ہیں جس نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے سو آپ اسی طرف (ان کو برابر) بلاتے جائیے جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر) مستقیم رہیے اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلئے اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل رکھوں اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اس میں شک بھی نہیں کہ اسی کے پاس جانا ہے۔

تفسیر ⑫ "له مقاليد السموات والارض" آسمان و زمین میں پوشیدہ رزق کی چابیاں۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

بارش اور نباتات "یبسط الرزق لمن یشآء ویقدر" اس لیے کہ رزق کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ "انّه بکلّ شیء علیم"

⑬ "شرع لکم من الدین" بیان کیا اور طریقہ جاری کیا تمہارے لیے۔ "ما وصّٰی به نوحا" یہ انبیاء شریعت میں سے پہلے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور ان کو وصیت کی ایک دین کی۔ "والذی اوحینا الیک" قرآن اور شرائع اسلام میں سے "وما وصینا به ابراھیم وموسٰی و عیسٰی" اس آیت کی توجیہ میں مفسرین رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلال کو حلال کرنا اور حرام کو حرام کرنا مراد ہے اور حکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کو حرام قرار دینا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ کی فرمانبرداری کا اقرار کرنے کی وصیت کی ہے۔ پس یہ اس کا دین ہے جو ان کے لیے مقرر کیا تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ توحید اور شرک سے برأت ظاہر کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "ان اقیموا الدین و لا تتفرّقوا فیه" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو دین اور الفت اور جماعت قائم کرنے کے لیے بھیجا ہے اور فرقہ بندی اور مخالفت کو چھوڑنے کے لیے۔ "کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیه" توحید اور بتوں کو چھوڑنے کی طرف۔ پھر فرمایا: "اللّٰه یجتبی الیه من یشآء" اپنے دین کے لیے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ "ویھدی الیه من ینیب" اس کی فرمانبرداری کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

⑭ "وما تفرّقوا" یعنی مختلف ادیان کے لوگوں نے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے یعنی اہل کتاب جیسا کہ "سورۃ المنفکین" میں ذکر کیا گیا ہے۔ "وما تفرق الّذین اوتوا الکتاب" الآیہ۔ "الا من بعد ماجاء ھم العلم" اس بات کا کہ فرقت گمراہی ہے لیکن پھر بھی انہوں نے یہ کام کیا۔ "بغیا بینھم" سرکشی کی وجہ سے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سرکشی کرتے ہوئے۔ "ولولا کلمة سبقت من ربّک" ان سے عذاب کو مؤخر کرنے میں۔ "الی اجل مسمی" اور وہ قیامت کا دن ہے۔ "لقضی بینھم" ایمان لانے والوں اور کافروں کے درمیان یعنی دُنیا میں مکذبین پر عذاب اُتار دیا جاتا۔

"وان الذین اورثوا الکتاب" یعنی یہود و نصاریٰ۔ "من بعدھم" ان کے انبیاء علیہم السلام کے بعد اور کہا گیا ہے کہ گزشتہ اُمتوں کے بعد اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین مکہ سے پہلے۔ "لفی شک منه مریب" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔

⑮ "فلذلک فادع" یعنی اس کی طرف جیسا کہ کہا جاتا ہے دعوت الی فلان ولفلان۔ یعنی میں نے فلاں اور فلاں کی طرف دعوت دی اور یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو انبیاء علیہم السلام کو توحید کی وصیت کی گئی تھی۔

"واستقم کما امرت" یعنی اس دین پر ثابت قدم رہیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ "ولا تتبع اھواء ھم وقل آمنت بما انزل اللّٰه من کتاب" یعنی میں اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لاتا ہوں۔ "وامرت لاعدل بینکم" اس کا کہ

تمہارے درمیان انصاف کروں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم پر اللہ نے جو احکام فرض کیے ہیں اس سے زیادہ نہ کروں اور کہا گیا ہے کہ تا کہ میں تمہارے درمیان تمام حالات اور چیزوں میں انصاف کروں۔ "اللّٰہ ربنا وربّکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم" یعنی ہمارا معبود ایک ہے اور اگر ہمارے اعمال مختلف ہوں گے تو ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ "لاحجۃ" کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ "بیننا وبینکم" اس کو قتال کی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

پس جب قتال کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور دعوت کا حکم دیا گیا تھا تو آپ علیہ السلام کے اور جو لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہ ہوگا۔ "اللّٰہ یجمع بیننا" معاد میں فیصلہ کرنے کے لیے۔ "والیہ المصیر"

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ⑯ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ⑰ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ ⑱ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ ۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ⑲

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے (دین کے) بارہ میں (مسلمانوں سے) جھگڑے نکالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب (واقع ہونے والا) ہے اور ان کے لئے (قیامت کو) سخت عذاب (ہونے والا) ہے اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب (یعنی قرآن) کو اور انصاف کو نازل فرمایا اور آپ کو (اس کی) کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو مگر جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے اس کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں اللہ تعالیٰ (دنیا میں) اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہ قوت والا اور زبردست ہے۔

تفسیر: ⑯ "والّذین یحاجّون فی اللّٰہ" اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں اس کے نبی علیہ السلام سے جھگڑا کرتے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ یہود ہیں انہوں نے کہا ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اور ہمارے نبی علیہ السلام بھی تمہارے نبی سے پہلے ہیں تو ہم تم سے بہتر ہیں تو یہ ان کا جھگڑا ہے۔ "من بعد ما استجیب لہ" یعنی لوگوں نے اس کو قبول کیا اور اسلام لے آئے اور آپ علیہ السلام کے دین میں داخل ہوگئے۔ آپ علیہ السلام کے معجزات ظاہر ہونے کی وجہ سے۔ "حجتهم داحضة" ان کا جھگڑا باطل ہے۔ "عند ربهم وعلیهم غضب ولهم عذاب شدید" آخرت میں۔

⑰ "اللّٰہ الّذی انزل الکتاب بالحق والمیزان" قتادہ، مجاہد اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ انصاف کے ساتھ۔

عدل کا نام میزان (ترازو) رکھا گیا ہے اس لیے کہ میزان انصاف اور برابری کا آلہ (پیمانہ) ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پوری چیز دینے کا حکم دیا ہے اور کمی کرنے سے روکا ہے۔

"**وما یدریک لعل الساعة قریب**" یہاں "**قریبة**" مؤنث نہیں ذکر کیا۔ اس لیے کہ الساعۃ مؤنث غیر حقیقی ہے اور عبارت کی اصل الوقت قریب ہے اور کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا آنا قریب ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا تذکرہ کیا۔ آپ علیہ السلام کے پاس مشرکین کی ایک جماعت بیٹھی تھی تو وہ جھٹلانے کے لیے پوچھنے لگے کب ہوگی قیامت؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

⑱ "**یستعجل بها الذین لا یؤمنون بها**" یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ نہیں آئے گی۔ "**والذین اٰمنوا مشفقون**" یعنی ڈرتے ہیں۔ "**منها ویعلمون انها الحق**" کہ وہ آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ "**الا ان الذین یمارون**" جھگڑتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان کو شک ہوتا ہے۔ "**فی الساعة لفی ضلال بعید**"

⑲ "**اللہ لطیف بعبادہ**" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بڑا مہربان۔ عکرمہ نے کہا بندوں سے بھلائی کرنے والا۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لطیف بمعنی نرمی کرنے والا ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیک وگناہ گار پر مہربانی کرنے والا ہے کہ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو بھوک سے ہلاک نہیں کرتا۔ اس پر قول باری تعالیٰ "**یرزق من یشآء**" دلالت کرتا ہے اور مؤمن وکافر اور ہر ذی روح جس کو اللہ تعالیٰ رزق دیتے ہیں۔ پس وہ ان میں سے جس کو اللہ چاہے تو رزق دے۔ جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رزق میں اللہ تعالیٰ کا لطف دو طریقوں سے ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تیرا رزق پاکیزہ چیزوں میں سے مقرر کیا اور دوسرا یہ کہ یکبارگی تجھے نہیں دے دیا۔ "**وھو القوی العزیز**"

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ⑳ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㉑ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ㉒ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ㉓

ترجمہ جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس

کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل (ٹھہرا ہوا) نہ ہوتا تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا (اس روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر (ضرور) پڑ کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں (داخل) ہوں گے وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان کو ملے گی یہی بڑا انعام ہے یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے آپ (ان سے) یوں کہیے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

تفسیر ⑳ "من کان یرید حرث الآخرۃ" حرث کا معنی لغت میں کمائی کرنا۔ یعنی جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا ارادہ کرے۔ "نزد لہ فی حرثہ" دوگنا کر کے ایک کے بدلہ میں دس اور اس سے بھی زیادہ جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہیں۔ "ومن کان یرید حرث الدنیا" اپنے عمل سے دُنیا کا ارادہ کرے۔ "نؤتہ منھا" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم اس کو اتنی مقدار دیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تقسیم کی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: "عجلنا لہ فیھا ما نشآء لمن نرید. وما لہ فی الآخرۃ من نصیب" اس لیے کہ اس نے آخرت کے لیے عمل نہیں کیا۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اُمت کو بلندی، مدد اور زمین پر قدرت دینے کی بشارت دی گئی ہے۔ پس جو شخص ان میں سے آخرت کے عمل کو دُنیا کے لیے کرے گا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

㉑ "ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ" یعنی کفار مکہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا ان کے معبود ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان کے لیے اسلام کے علاوہ دین مقرر کیا ہے۔ "ولولا کلمۃ الفصل" اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے درمیان کلمہ فصل کرنے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان سے عذاب قیامت کے دن تک مؤخر کر دیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: "لقضی بینھم" تو ان لوگوں کے عذاب سے فراغت ہو چکی ہوتی جو آپ علیہ السلام کی دُنیا میں تکذیب کرتے ہیں۔ "وان الظالمین" مشرکین "لھم عذاب الیم" آخرت میں۔

㉒ "تری الظالمین" مشرکین کو قیامت کے دن "مشفقین" کانپتے ہوئے۔ "مما کسبوا وھو واقع بھم" ان کے اعمال کی جزاء ان پر واقع ہوگی۔ "والذین امنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لھم ما یشاؤن عند ربھم ذلک ھو الفضل الکبیر"

㉓"ذٰلک الذی" جو میں نے جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کیا۔ "یبشر اللّٰہ عبادہ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات" کیوں کہ اس کے اہل ہیں۔ "قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ"

الاالمودۃ فی القربیٰ کی تفسیر

طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "الا المودۃ فی القربیٰ" کے بارے میں سوال کیا گیا تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ قریش کی کوئی ایسی شاخ نہ تھی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری نہ ہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری اور اپنی رشتہ داری کو ملاؤ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار اور اسی طرح شعبی اور طاؤس رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا "الا المودۃ فی القربیٰ" یعنی تم میری قرابت کی حفاظت کرو اور مجھ سے محبت کرو اور میرے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور اسی کی طرف مجاہد، قتادہ، عکرمہ، مقاتل، سدی اور ضحاک رحمہم اللہ گئے ہیں اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جس چیز کی طرف تمہیں بلاتا ہوں اس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا مگر یہ کہ تم میری حفاظت کرو ہماری رشتہ داری کی وجہ سے۔ اور اس طرح نہیں ہے جیسا کہ جھوٹے لوگ کہتے ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ مگر یہ کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور اس کی طاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرو اور یہی حسن رحمہ اللہ کا قول ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب مراد ہے۔ فرماتے ہیں کہ مگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور اس سے محبت کرنا طاعت اور نیک عمل کے ذریعے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مگر یہ کہ تم میرے رشتہ داروں اور اولاد سے محبت کرو اور ان کے بارے میں میری رعایت کرو اور یہی سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب رحمہما اللہ کا قول ہے اور آپ علیہ السلام کی قرابت۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں کے بارے میں اختلاف ہوا ہے اور ان کے بارے میں آیت "انّما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت" نازل ہوئی ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ آل علی رضی اللہ عنہ، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں ان کا خیال رکھو اور کہا گیا ہے کہ یہ آپ علیہ السلام کے وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور ان میں خمس تقسیم کیا جاتا ہے اور وہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں جو آپ علیہ

السلام سے جاہلیت اور اسلام میں جدا نہیں ہوئے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے اور آپ سے صلہ رحمی کا حکم دیا۔ پس جب آپ علیہ السلام نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو ٹھکانہ دیا اور آپ علیہ السلام کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند آئی کہ آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے بھائی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملا دیں تو فرمایا "وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین" تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "قل ماسألتکم من اجر فهو لکم ان اجری الا علی اللّٰه" تو یہ اس آیت اور اللہ تعالیٰ کے قول "قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انا من المتکلفین" اور اس جیسی دوسری آیات سے منسوخ ہوگئی ہے اور اسی طرف ضحاک بن مزاحم اور حسین بن فضل رحمہما اللہ گئے ہیں۔ اور یہ قول پسندیدہ نہیں ہے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے اقارب کی محبت اور آپ علیہ السلام اور آپ کے اقارب کی تکلیف سے رُکنا اور اللہ کی طاعت سے قرب حاصل کرنا اور نیک عمل کرنا یہ سب دین کے فرائض میں سے ہیں اور یہ اسلاف کے اقوال ہیں تو یہ جائز نہیں کہ ان میں سے کسی کے منسوخ ہونے کا قول جائز نہیں ہے اور باری تعالیٰ کا قول "الا المودة فی القربٰی" یہ پہلی کلام کے ساتھ استثناء متصل نہیں ہے کہ یہ ادائیگی رسالت کے مقابلہ میں اجر بن جائے بلکہ یہ استثناء منقطع ہے اور اس کا معنی ہے تاکہ میں تمہیں یاد دلاؤں قریبی رشتہ داروں کی محبت اور تمہیں یاد دلاؤں تمہاری مجھ سے قرابت۔ جیسا کہ ہم نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں روایت کیا ہے "اذکرکم اللّٰه فی اهل بیتی" اللہ تعالیٰ کا فرمان "ومن یقترف حسنة نزد له فیها حسنا" یعنی جو شخص طاعت کرے گا ہم اس کے لیے اس میں اچھائی کو زیادہ کر دیں گے، دُگنا کر کے، "ان اللّٰه غفور" گناہوں کو "شکور" تھوڑی چیز کا حتیٰ کہ اس کو دوگنا کر دیتا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿24﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿25﴾

ترجمہ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کیا کرتا ہے وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے اور وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہ (گذشتہ) معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس (سب) کو جانتا ہے۔

تفسیر ﴿24﴾ "ام یقولون" بلکہ وہ یعنی کفار مکہ کہتے ہیں۔ "افتریٰ علی اللّٰه کذبا فان یشأ اللّٰه یختم علی قلبک" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے دل کو صبر سے باندھ دیتے ہیں تاکہ ان کی تکلیفیں آپ پر گراں نہ ہوں۔ قتادہ

رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی آپ کے دل پر مہر لگا دیں گے تو آپ کو قرآن اور جو کچھ آپ کو دیا ہے وہ بھلا دیتے۔ پس ان کو خبر دی کہ اگر وہ اللہ پر جھوٹ گھڑ لیتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ویسا کرتے جس کی خبر اس آیت میں دی ہے۔ پھر ابتداء کی اور فرمایا "**ویمح اللہ الباطل**" کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے "**واللہ یمحوا الباطل**" پس یہ محل رفع میں ہے لیکن اس سے واؤ لفظوں میں حذف کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "**ویدع الانسان**" اور "**سندع الزبانیۃ**" سے حذف کیا گیا ہے۔ خبر دی ہے کہ جو وہ کہتے ہیں وہ باطل ہے اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیں گے۔ "**ویحق الحق بکلماتہ**" یعنی اسلام کو اپنی اُتاری ہوئی کتاب کے ذریعے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے یہ کر دکھایا کہ ان کے باطل کو مٹا دیا اور اسلام کے کلمہ کو بلند کیا۔ "**انہ علیم بذات الصدور**" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت "**قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ**" نازل ہوئی تو ایک قوم کے دل میں اس کی وجہ سے کچھ شک پیدا ہو گیا کہ آپ علیہ السلام کی مراد آپ کے بعد ہمیں آپ کے اقارب پر اُبھارنے کی ہے تو جبریل علیہ السلام آئے اور آپ علیہ السلام کو خبر دی کہ انہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے اور یہ آیت نازل کی تو جس قوم نے تہمت لگائی تھی وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم اس کی گواہی دیں کہ آپ علیہ السلام سچے ہیں؟

توبہ کرنے والوں سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے

۲۵ تو نازل ہوا "**وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ**" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے اس کے اولیاء اور اہل طاعت مراد ہیں۔ کہا گیا ہے کہ توبہ نیت اور عمل سے گناہوں کو چھوڑنا اور نیت اور عمل سے عبادت پر متوجہ ہونا ہے۔ سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توبہ مذموم احوال سے محمود احوال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔ "**ویعفوا عن السیئات**" جب وہ توبہ کر لیں تو وہ ان سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ حارث بن سوید رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ کی خدمت میں ان کی عیادت کرنے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو جنگل بیابان میں ہو اس کے ساتھ اس کی سواری ہو، اس پر اس کا کھانا پینا ہو تو وہ کہیں اُتر کر سو گیا، جب وہ بیدار ہوا تو اس کی سواری گم ہو چکی تھی تو وہ اس کی تلاش میں اِدھر اُدھر چکر لگاتا رہا یہاں تک کہ اس کو سخت پیاس لگی تو وہ کہنے لگا جہاں میری سواری گم ہوئی تھی میں وہاں جا کر مر جاتا ہوں تو وہ لوٹا تو اس کو غشی آ گئی۔ پھر ہوش آیا تو اس کے پاس اس کا کھانا پینا تھا۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے جب وہ توبہ کرے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جو تم میں سے کوئی ایک اس وقت خوش ہو جب وہ اپنی سواری پر صحراء میں ہو اور وہ سواری اس سے جدا ہو جائے۔ اس پر اس کا کھانا اور پینا ہو تو وہ اس سے نا اُمید ہو گیا اور ایک درخت کے پاس آیا اور اس

کے سائے میں لیٹ گیا اور تحقیق وہ اپنی سواری سے ناامید ہو چکا تھا۔ پس وہ اسی حالت میں تھا کہ وہ سواری اس کے پاس کھڑی تھی تو اس نے اس کی لگام پکڑ لی۔ پھر خوشی کی انتہا کی وجہ سے کہنے لگا ''اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں'' اس بندہ نے فرط مسرت سے غلطی کر دی۔ ''ویعفوا عن السیئات'' پس وہ اس کو مٹا دے گا جب وہ توبہ کریں گے۔ ''ویعلم ما تفعلون''
حمزہ، کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے ''تفعلون'' تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ مشرکین کو خطاب ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس لیے کہ یہ جملہ قوم کے متعلق دو خبروں کے درمیان ہے۔ اس جملہ سے پہلے کہا ''یقبل التوبة عن عبادہ'' اور اس کے بعد کہا ''ویزیدھم من فضلہ''

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿26﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿27﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اگر بحالت موجودہ سب بندوں کے لئے روزی بالعموم فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب ہے) (ہر ایک کے لئے) اتارتا ہے وہ اپنے بندوں (کے حال) کو جاننے والا اور (ان کا حال دیکھنے والا ہے)

تفسیر ㉖ ''ویستجیب الذین امنوا'' یعنی جو ایمان لائے ان کو جواب دیتا۔ ''وعملوا الصالحات'' جب وہ اس کو پکاریں اور عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''ویثیب الذین امنوا''...... ''ویزیدھم من فضلہ'' ان کے اعمال کے ثواب کے علاوہ اس کے فضل سے اور ابو صالح رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ان کے بھائیوں کے حق میں ان کی سفارش قبول کریں گے اور ان کو اپنا فضل زیادہ کریں گے۔ ''والکافرون لھم عذاب شدید''

㉗ ''ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ'' خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ ہم نے بنو قریظہ اور بنو نضیر اور بنو قینقاع کے اموال کی طرف نظر کی تو ہم نے اس کی تمنا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ''ولو بسط اللہ الرزق'' اللہ تعالیٰ رزق کو کشادہ کر دیں۔ ''لعبادہ لبغوا'' تو وہ سرکشی کرتے۔ ''فی الارض'' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی سرکشی ان کا ایک گھر کے بعد دوسرا گھر اور ایک سواری کے بعد دوسری سواری اور لباس کے بعد لباس طلب کرنا ہے۔

''ولکن ینزل'' ان کے رزق۔ ''بقدر ما یشاء'' جیسے چاہتا ہے اپنے بندوں کی طرف نظر کرتے ہوئے اور حکمت کے ساتھ جو اس کی قدرت تقاضا کرتی ہے۔ ''انہ بعبادہ خبیر بصیر''

اولیاء اللہ کی توہین کرنے کا وبال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحوالہ جبرئیل علیہ السلام، باری تعالیٰ کا یہ قول بیان فرمایا ہے کہ جو میرے کسی ولی کی توہین کرتا ہے، وہ مجھ سے جنگ کرنے کے لیے میرا مقابلہ کرتا ہے۔ میں اپنے اولیاء (کی حمایت) کے لیے ایسا غضبناک ہوں جیسا غضبناک شیر غضب میں آ جاتا ہے۔ میرا مؤمن بندہ میرا مقرب (اور کسی طریقہ سے) اتنا نہیں ہوتا جتنا میرا مقرر کردہ فریضہ ادا کرنے سے ہوتا ہے اور نوافل کے ذریعہ سے میرا مؤمن بندہ برابر میرا مقرب ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اسے محبت کرنے لگتا ہوں تو پھر میں اس کے کان اور آنکھیں اور ہاتھ ہو جاتا ہوں اور اس کا مددگار بن جاتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے تو میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں اور مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں جس کام کو میں کرنے والا ہوتا ہوں، اس کے کرنے میں مجھے ایسا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مؤمن بندہ کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے۔ اگر وہ مرنے کو ناگوار جانتا ہو تو مجھے اس کو دُکھ دینا پسند نہیں ہوتا مگر مرنے کے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ نہیں ہوتا (اس لیے قبض روح کی تکلیف اس کو دیتا ہوں) میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں جو مجھ سے باب عبادت (کھولنے) کی درخواست کرتے ہیں لیکن میں ان کو اس سے روک دیتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اندر غرور پیدا ہو جائے اور اس سے ان کی حالت بگڑ جائے۔ میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں جن کے ایمان کو صرف مال ہی درست رکھ سکتا ہے، اگر میں ان کو غنی کردوں تو مال ان کے ایمان کو خراب کرے۔ میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کو صرف جسمانی تندرستی ہی صحیح رکھ سکتی ہے، اگر میں ان کو بیمار کردوں تو بیماری ان کے ایمان کو بگاڑ دے اور کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں کہ بیماری ہی ان کے ایمان کو صحیح رکھ سکتی ہے، اگر میں ان کو تندرست کردوں تو صحت ان کے ایمان کو خراب کردے۔ میں اپنے بندوں کے کاموں کا اپنے علم کے مطابق انتظام کرتا ہوں، مجھے ان کے دلوں کی حالت معلوم ہے، میں بخوبی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہوں۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ㉘ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ㉙ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ㉚ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ㉛ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ㉜ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ㉝

(ترجمہ) اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے نا امید ہو جانے کے بعد بسا اوقات مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہ (سب

کا) کارساز قابل حمد ہے اور منجملہ اس (کی قدرت) کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے آسمان وزمین میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ ان (خلائق) کے جمع کر لینے پر بھی جب وہ (جمع کرنا) چاہے قادر ہے اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے) پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر ہی کر دیتا ہے اور تم زمین میں (پناہ لے کر) اس کو ہرا نہیں سکتے اور خدا کے سوا تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں اور منجملہ اس کی نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جاویں بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر و شاکر (یعنی مومن) کے لئے۔

تفسیر ㉘ "وهو الذی ینزل الغیث" بارش "من بعد ما قنطوا" یعنی لوگوں کے اس سے مایوس ہونے کے بعد۔ اور یہ چیز ان کو شکر کی طرف داعی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے سات سال بارش کو روکے رکھا یہاں تک کہ وہ ناامید ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلائی۔ "وینشر رحمته" اپنی بارش کو برساتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا "وهو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته"...... "وهو الولی" اس کی اطاعت کرنے والوں کے لیے۔ "الحمید" اپنی مخلوق کے ہاں۔

㉙ "ومن آیاته خلق السموات والارض وما بث فیهما من دابّة وهو علی جمعهم اذا یشآء قدیر" یعنی قیامت کے دن۔

㉚ "وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم" اہل مدینہ اور اہل شام نے "بما کسبت" بغیر فاء کے پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے۔ پس جس نے فاء کو حذف کیا ہے تو اس نے آیت کے پہلے حصہ کو "الّذی اصابکم بما کسبت ایدیکم" کے معنی میں کیا ہے۔ یعنی جو چیز تم کو پہنچی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے بدلہ میں ہے۔ "ویعفوا عن کثیر" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ لکڑی کی خراش اور قدم کا پھسلنا اور کسی رگ کا پھڑکنا کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور جن گناہوں سے اللہ تعالیٰ درگزر کرتے ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں۔ ابو سخیلہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو قرآن کی افضل آیت کی خبر نہ دوں جس کے بارے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا؟ "وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر"

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی! عنقریب میں تجھے اس کی تفسیر بتاؤں گا جو تمہیں مرض یا سزا یا آزمائش دُنیا میں آتی ہے۔ تو وہ تمہارے اعمال کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر آخرت میں دوسری مرتبہ عذاب دینے سے بہت بہت معزز ہیں اور جو اللہ تعالیٰ دُنیا میں تمہیں معاف کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بہت بڑے بردبار ہیں کہ اس معافی کے بعد دوبارہ مؤاخذہ کریں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندہ کو کوئی ہلکی سی تکلیف یا اس سے اوپر کوئی مصیبت آئے تو وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس

گناہ کو اس کے بغیر معاف نہیں کرتے یا کوئی اونچا درجہ ہوتا ہے جس تک اس کے بغیر بندہ کو نہیں پہنچاتے۔

31 "وما انتم بمعجزین فی الارض" بھاگ کر۔ یعنی تم جہاں بھی ہو مجھے عاجز نہیں کر سکتے اور نہ مجھ سے بھاگ سکتے ہو۔ "وما لکم من دون اللّٰہ من وّلی ولا نصیر"

32 "ومن آیاتہ الجوار" یعنی کشتیاں اور اس کا واحد "جاریۃ" اور وہ چلنے والی کشتی "فی البحر کالاعلام" یعنی پہاڑ۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا واحد علم ہے اور خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر بلند چیز عرب کے نزدیک علم ہے۔

33 "ان یشأ یسکن الرّیح" جو ان کو چلا رہی ہے۔ "فیضللن" یعنی کشتیاں "رواکد" ٹھہر جائیں۔

"علی ظھرہ" سمندر کی پشت پر کہ چل نہ سکیں۔ "ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور" یعنی ہر مؤمن کے لیے اس لیے کہ مؤمن کی صفت سختی میں صبر کرنا اور نرمی میں شکر کرنا ہے۔

اَوْیُوْبِقْھُنَّ بِمَا کَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ کَثِیْرٍ 34 وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ط مَالَھُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ 35 فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَا عِنْدَاللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ 36 وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ 37 وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ 38 وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ 39

ترجمہ یا ان جہازوں کو ان کے اعمال (بد کفر وغیرہ) کے سبب تباہ کردے اور (ان میں) بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاوے اور (اس تباہی کے وقت) ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہوجاوے کہ (اب) ان کے لئے کہیں بچاؤ نہیں سو جو کچھ تم کو یاد دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور (اجر وثواب آخرت میں) جو اللہ کے یہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر اور زیادہ پائیدار وہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کردیتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام (جس میں بالتعیین نص نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

تفسیر 34 "او یوبقھنّ" ان کو ہلاک کردے اور غرق کردے۔ "بما کسبوا" ان کے سواروں نے جو گناہ کیے ہیں ان کی وجہ سے۔ "ویعف عن کثیر" ان کے گناہوں میں سے پس ان پر کوئی سزا نہیں دیتا۔

35 "ویعلم" اہل مدینہ اور اہل شام نے "ویعلم" میم کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے استئناف کی بناء پر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول

سورۃ براۃ میں ہے "ویتوب اللّٰہ علی من یشآء" اور دیگر حضرات نے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے صرف اور جزم کی بناء پر جب اس کا معطوف اس سے پھیرا جائے تو اس پر نصب ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "ویعلم الصابرین" اس کو جزم کی حالت سے نصب کی طرف پھیرا گیا ہے استخفاف (ہلکا) کرنے کے لیے اور لگا تار جزم آنے کو ناپسند سمجھنے کی وجہ سے۔

"الذین یجادلون فی آیاتنا مالھم من محیص" یعنی ان لوگوں کو جانتا ہے جو قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جب وہ بعث کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کے لیے کوئی جائے فرار نہ ہوگی۔

36 "فما اوتیتم من شیء" دُنیا کی آسائشوں میں سے "فمتاع الحیٰوۃ الدنیا" یہ آخرت کا سفرخرچ نہیں ہے۔ "وما عند اللّٰہ" ثواب

"خیر وّ ابقی للذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون" اس میں بیان ہے کہ مؤمن و کافر اس بات میں برابر ہیں کہ دُنیا ان کے لیے تھوڑا سا نفع ہے جس دُنیا میں دونوں لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ پس جب دونوں آخرت میں جائیں گے تو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ مؤمن کیلئے بہتر ہے۔

37 "والذین یجتنبون کبائر الاثم" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "کبیر الاثم" پڑھا ہے۔ مفرد کا صیغہ یہاں بھی اور سورۃ النجم میں بھی اور دیگر حضرات نے "کبائر" جمع کا صیغہ پڑھا ہے اور تحقیق ہم کبائر کا معنی سورۃ النساء میں ذکر کر چکے ہیں۔ "والفواحش" سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد زنا ہے۔ مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ گناہ جو حد واجب کرتا ہو۔ "واذا ما غضبوا ھم یغفرون" برداشت کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں۔

38 "الذین استجابوا لربھم" جب وہ ان کو اپنی طاعت کی طرف بلائے تو وہ اس کو لبیک کہتے ہیں۔ "واقاموا الصّلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم" جو معاملہ پیش آئے باہم مشورہ کرتے ہیں، جلد بازی نہیں کرتے۔ "وممّا رزقناھم ینفقون"

39 "والذین اذا اصابھم البغی" ظلم اور سرکشی "ھم ینتصرون" وہ اپنے ظالم سے انتقام لیتے ہیں لیکن حد سے نہیں بڑھتے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی دو قسمیں بنائی ہیں ایک قسم اپنے ظالم کو معاف کرتی ہے تو ان کے ذکر سے ابتداء کی اور فرمایا

"واذا ما غضبوا ھم یغفرون" اور ایک قسم اپنے ظالم سے انتقام لیتے ہیں اور یہ وہ لوگ جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت کے بارے میں کہ وہ لوگ ذلت کو ناپسند کرتے ہیں۔ پس جب قدرت پاتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مؤمن ہیں جن کو کفار نے مکہ سے نکال دیا۔

اور ان پر سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں قدرت دی حتیٰ کہ انہوں نے اپنے پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انتقام کو ذکر کیا اور فرمایا:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ ۢ بَعْدِهٖ ط وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾

ترجمہ اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے ہیں ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا (دنیا میں بھی) کوئی چارہ ساز نہیں اور آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے۔

تفسیر ﴿۴۰﴾ "وجزاء سيئة سيئة مثلها" بدلہ کو بھی سیئہ کا نام دیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ سیئہ نہیں ہے اس لیے کہ ان کی صورت ایک جیسی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی زخموں اور خون میں قصاص۔ مجاہد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے بری بات کا جواب دینا مراد ہے۔ جب کوئی تجھے کہے اللہ تجھے رسوا کرے تو تو بھی کہہ اللہ تجھے رسوا کرے اور جب تجھے برا بھلا کہے تو تو بھی اسی کی مثل برا بھلا کہہ لیکن حد سے نہ بڑھ۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وجزاء سيئة سيئة مثلها" کی تفسیر کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی تجھے برا بھلا کہے تو تو اس کو برا بھلا کہہ یا اگر تیرے ساتھ کچھ کیا جائے تو تو بھی دیسا کر۔ پس میں نے ان کے پاس کچھ نہیں پایا تو میں نے ہشام بن حجیرہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب کوئی شخص زخم لگائے تو اس سے بدلہ لیا جائے گا اور آیت کا مطلب یہ نہیں کہ اگر تجھے برا بھلا کہے تو تو اس کو برا بھلا کہہ۔ پھر معافی کو ذکر کیا اور فرمایا "فمن عفا" اس کو جس نے اس پر ظلم کیا۔ "واصلح" معافی کے ساتھ اپنے اور ظالم کے درمیان "فاجره على الله" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی اجر ہو تو وہ کھڑا ہو جائے تو صرف وہی شخص کھڑا ہوگا جس نے معاف کیا ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی "انه لا يحب الظالمين" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو ظلم کی ابتداء کرتے ہیں۔

41 "ولمن انتصر بعد ظلمه" یعنی ظالم کے اس پر ظلم کرنے کے بعد "فاولئک" یعنی انتقام لینے والے۔ "ما علیهم من سبیل" سزا اور مؤاخذہ کی۔

42 "انما السبیل علی الّذین یظلمون النّاس" ظلم کی ابتداء کرتے ہیں۔ "ویبغون فی الارض بغیر الحق" اس میں نافرمانی والے کام کرتے ہیں۔ "اولئک لهم عذاب الیم"

43 "ولمن صبر و غفر" اور انتقام نہیں لیا۔ "ان ذلک" صبر اور تجاوز کرنا۔ "لمن عزم الامور" حق اور احتیاط والے امور میں سے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان امور میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والے کو اس کے صبر کا ثواب دیا جائے گا تو ثواب میں رغبت کرنا زیادہ مکمل عزم ہے۔

44 "ومن یضلل الله فما له من ولی من بعده" پس اس کے لیے کوئی ایسا نہیں جو اس کو ہدایت دینے کا ولی بنے گا اللہ تعالیٰ کے، اس کو گمراہ کرنے کے بعد یا اس کو عذاب الٰہی سے بچائے۔ "وتری الظالمین لما رأوا العذاب" قیامت کے دن۔ "یقولون هل الی مردّ من سبیل" وہ دُنیا میں لوٹنے کا سوال کریں گے۔

وَتَرٰهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ 45 وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ 46 اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ 47 فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ 48 لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ 49

ترجمہ: اور (نیز) ان کو اس حالت میں دیکھیں گے جس وقت کہ وہ دوزخ کے روبرو لائے جاویں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے سست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارے والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ ظالم (یعنی مشرک وکافر) لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے اور (وہاں) ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ ہو کر ان کی مدد کریں اور جس کو خدا گمراہ کردے اس (کی نجات) کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں تم اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آ

پہنچے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی (خدا) سے روک ٹوک کرنے والا ہے پھر اگر یہ لوگ (یہ سن کر بھی) اعتراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا (جس سے آپ کو اپنی باز پرس کا احتمال ہو) آپ کے ذمہ تو صرف حکم کا پہنچا دینا ہے اور ہم جب (اس قسم کے) آدمی کو اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں پر ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔

تفسیر 45 "وتراهم يعرضون عليها" آگ پر "خاشعين" عاجزی، انکساری کے ساتھ۔ "من الذل ينظرون من طرف خفي" جھکی نظروں سے کیونکہ ان پر ذلت ہوگی، وہ چپکے سے آگ پر نگاہ ڈالیں گے ڈرتے ہوئے اور اپنے دل میں ذلت محسوس کرتے ہوئے۔ اور کہا گیا ہے "من" باء کے معنی میں ہے یعنی بطرف خفی ضعیف من الذل۔ اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "من طرف خفي" کہا ہے اس لیے کہ وہ اپنی پوری آنکھ نہ کھولے گا صرف تھوڑی آنکھ سے دیکھے گا اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ کی طرف اپنے دلوں سے دیکھیں گے۔ اس لیے کہ وہ اندھے ہونے کی حالت میں جمع کیے جائیں گے اور دل سے دیکھنا خفی (ہلکا) ہے۔ "وقال الذين آمنوا ان الخاسرين الذين خسروا انفسهم واهليهم يوم القيامة" کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا خسارہ کیا کیوں کہ وہ جہنم اور اپنے اہل کی طرف لوٹے۔ "الا ان الظالمين في عذاب مقيم"

46 "وما كان لهم من اولياء ينصرونهم من دون الله ومن يضلل الله فماله من سبيل" دُنیا میں درستگی اور حق تک پہنچنے کا راستہ اور آخرت میں جنت تک پہنچنے کا راستہ، تحقیق ان پر خیر کے راستے بند کر دیے گئے۔

47 "استجيبوا لربكم" اللہ کے داعی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرو۔ "من قبل ان يأتي يوم لا مرد له من الله" قیامت کے دن کوئی شخص اس کے دور کرنے پر قادر نہ ہوگا۔ "مالكم من ملجأ" جس کی طرف تم پناہ حاصل کرو۔ "يومئذ وما لكم من نكير" منکر جو تمہاری حالت کو تبدیل کر دے۔

48 "فان اعرضوا" لبیک کہنے سے۔ "فما ارسلناك عليهم حفيظا ان عليك" نہیں ہے آپ پر "الا البلاغ وانا اذا اذقنا الانسان منا رحمة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی غنا اور صحت "فرح بها وان تصبهم سيئة" قحط "بما قدمت ايديهم فان الانسان كفور" یعنی اللہ تعالیٰ کی گزشتہ تمام نعمتوں کا سختی سے انکار کرتا اور بھول جاتا ہے۔

49 "لله ملك السموات والارض" اس کے لیے ان میں تصرف کا حق ہے جو بھی ارادہ کرے۔ "يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء اناثا" پس اس کی مذکر اولاد نہیں ہوتی۔ کہا گیا ہے کہ عورت کی برکت میں یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مؤنث کا ذکر پہلے کیا ہے۔ "ويهب لمن يشاء الذكور" پس اس کی مؤنث اولاد نہیں ہوتی۔

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝

(ترجمہ) یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بےاولاد رکھتا ہے بیشک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے اور کسی بشر کی (حالت موجودہ میں) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے) مگر تین طریق سے یا تو الہام فرماوے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے وہ بڑا عالیشان ہے بڑی حکمت والا ہے اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس بھی وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان (کا انتہائی کمال) کیا چیز ہے ولیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے رستہ کی ہدایت کرر ہے ہیں یعنی اس خدا کے راستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یاد رکھو سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔

(تفسیر) ⑩ "او یزوّجھم ذکر انا و اناثا" اس کے لیے یہ دونوں جمع ہو جائیں۔ پس اس کی مذکر و مؤنث اولاد ہو۔ "ویجعل من یشآء عقیما" پس اس کی کوئی اولاد نہ ہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہے۔ "یھب لمن یشآء اناثا" یعنی لوط علیہ السلام کہ ان کا کوئی بیٹا نہ تھا، صرف دو بیٹیاں تھیں۔ "ویھب لمن یشآء الذکور" یعنی ابراہیم علیہ السلام ان کی کوئی بیٹی نہ تھی۔ "او یزوّجھم ذکر انا و اناثا" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ علیہ السلام کے بیٹے، بیٹیاں سب تھے۔ "ویجعل من یشآء عقیما" یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی اور یہ مثال کے طور پر ہے ورنہ آیت عام ہے تمام لوگوں کے حق میں "انه علیم قدیر"

⑤ "وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا" اور یہ اس وجہ سے کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا اگر آپ علیہ السلام نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کلام اور زیارت کیوں نہیں کی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام اور ان کی زیارت کی؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ "وما کان

لبشر ان یکلمه الله الا وحیا" اس کی طرف وحی کرے نیند میں یا الہام کے ذریعے۔ "او من وراء حجاب" کہ اس کو اپنی کلام سنائے اور اس کو نہ دیکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے کلام کی۔ "او یرسل رسولا" جبرئیل علیہ السلام یا ان کے علاوہ فرشتوں سے۔ "فیوحی باذنه ما یشاء" یعنی وہ رسول مرسل الیہ کی طرف وحی کرے گا اللہ کی اجازت کے ساتھ جو چاہے۔ نافع رحمہ اللہ نے "او یرسل" لام کی پیش کے ساتھ ابتداء کی بناء پر پڑھا ہے۔ "فیوحی" یاء ساکن کے ساتھ اور دیگر حضرات نے لام اور یاء کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ وحی کے محل پر عطف کرتے ہوئے اس لیے کہ اس کا معنی کسی بندہ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کلام کریں مگر یہ کہ اس کی طرف وحی کریں یا رسول بھیجیں۔ "انه علیّ حکیم"

۵۲ "وکذلک" یعنی جیسے ہم نے اپنے سارے رسولوں کی طرف وحی کی۔ "او حینا الیک روحا من امرنا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبوت اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رحمت اور سدی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وحی اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کتاب اور ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں جبریل اور مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی قرآن "ما کنت تدری" وحی سے پہلے۔ "ما الکتاب ولا الایمان" یعنی ایمان کے شرائع اور بڑی علامات۔ محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان سے اس جگہ نماز مراد ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "وما کان الله لیضیع ایمانکم" ہے، اور اہل اُصول اس بات پر ہیں کہ انبیاء علیہم السلام وحی سے پہلے مؤمن تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے پہلے دین ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور آپ علیہ السلام کے لیے دین کے شرائع واضح نہ ہوئے تھے۔ "ولکن جعلناه نورا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی ایمان اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی قرآن۔ "نهدی به" ہم راستہ دکھاتے ہیں اس کے ذریعے۔ "من نشآء من عبادنا وانک لتهدی" یعنی آپ علیہ السلام بلاتے ہیں۔ "الی صراط مستقیم" یعنی اسلام۔

۵۳ "صراط الله الذی له ما فی السموات وما فی الارض الا الی الله تصیر الامور" یعنی مخلوق کے تمام امور آخرت میں اسی کی طرف لوٹیں گے۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُف

مکی ہے اور اس کی نواسی (۸۹) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ③ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ④ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ⑤

ترجمہ: حٰمٓ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ (اے عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑی رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد (اطاعت) سے گزرنے والے ہو۔

تفسیر: (①۔②)......"حم . والكتاب المبين" اس کتاب کی قسم کھائی ہے جس نے ہدایت کے راستوں کو گمراہی کے راستوں سے واضح کیا اور اُمت جس شریعت کی محتاج ہے اس کو واضح کیا۔

③ "انا جعلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون" باری تعالیٰ کا قول "جعلناه" یعنی ہم نے اس کتاب کو عربی بنایا اور کہا گیا ہے کہ ہم نے اس کو بیان کیا اور کہا گیا ہے کہ ہم نے اس کا نام رکھا اور کہا گیا ہے کہ ہم نے اس کی صفت بیان کی ہے۔ کہا جاتا ہے "جعل فلان زيدا اعلم النّاس" یعنی اس نے زید کی یہ صفت بیان کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وجعلوا الملائكة الذين هم عباد الرحمن اناثا" میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "جعلوا القرآن عضين" میں اور اللہ تعالیٰ کے قول "اجعلتم سقاية الحاج" ان تمام میں جعل وصف اور تسمیہ کے معنی میں ہے۔

④ "وانه" یعنی قرآن "فى ام الكتاب" لوح محفوظ میں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اُم الکتاب بمعنی اصل الکتاب ہے اور ہر چیز کی اُم اس کی اصل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ پھر اس کو حکم دیا کہ تو لکھ جن چیزوں کے پیدا کرنے کا باری تعالیٰ کا ارادہ تھا۔ پس کتاب اس کے پاس ہے۔ پھر پڑھا "وانّه فى ام الكتاب" "لدينا" پس قرآن اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں ثابت ہے۔ جیسا کہ کہا "بل هو قرآن مجيد فى لوح محفوظ"......"لعلىّ حكيم" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے مرتبہ اور شرافت کی خبر دے رہے ہیں۔ یعنی اے اہل

مکہ! کیا تم قرآن کو جھٹلاتے ہو۔ پس بے شک وہ ہمارے ہاں بہت بلند معزز باطل سے محکم ہے۔

⑤ "افنضرب عنکم الذکر صفحا" کہا جاتا ہے "ضربت عنه واضربت عنه" جب تو اس کو چھوڑ دے اور اس سے رُک جائے اور صفح مصدر ہے ان کے قول صفحت عنہ کا یہ بولا جاتا ہے جب تو اس سے اعراض کرے اور یہ اس کے پھرنے اور تیرے چہرے اور گردن کے پھیرنے کے وقت ہے اور ذکر سے مراد قرآن ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم تم سے وحی کو چھوڑ دیں اور قرآن اُتارنا روک دیں، نہ تمہیں حکم دیں اور نہ تمہیں منع کریں۔ اس وجہ سے کہ تم اپنے کفر میں حد سے بڑھ گئے ہو اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے؟ یہ استفہام بمعنی انکار ہے یعنی ہم ایسا نہ کریں گے اور یہ قتادہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا قول ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر یہ قرآن اس وقت اُٹھالیا جاتا جس وقت اس اُمت کے پہلے لوگوں نے اس کا انکار کیا تو وہ سب ہلاک ہوجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان پر بیس سال یا اس سے زائد جو اللہ نے چاہا، اس کو بار بار نازل کیا۔

کسائی اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ کیا ہم تم سے ذکر کو لپیٹ لیں۔ پس نہ تم دعوت دیئے جاؤ اور نہ نصیحت کیے جاؤ۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کیا ہم تم کو بیکار چھوڑ دیں نہ تم کو حکم دیں اور نہ نہی کریں۔ مجاہد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ کیا ہم تم سے اعراض کریں اور تمہیں چھوڑ دیں اور تمہارے کفر پر تمہیں کوئی سزا نہ دیں۔ "ان کنتم قوما مسرفین" اہل مدینہ، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے ہمزہ کی زیر کے ساتھ "اذ کنتم" کے معنی پر پڑھا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" ہے اور دیگر حضرات نے ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ان کنتم مسرفین" کے معنی پر۔ یعنی مشرکین۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ⑥ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑦ فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ⑨ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ⑩ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑪ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ⑫

(ترجمہ) اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں اور ان لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان سے زیادہ زور آور تھے غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت (ہلاکت وغارت کی) ہو چکی ہے اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے (خدا) نے پیدا کیا ہے جس نے تمہارے (آرام کے) لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا اس پر آرام کرتے ہو اور اس میں اس نے تمہارے لئے رستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز سے برسایا پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو (اس کے

مناسب) زندہ کیا اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

تفسیر 6 "وکم ارسلنا من نبی فی الاوّلین"

7 **وما یاتیھم** "یعنی اور نہیں آتا تھا ان کے پاس۔ "**من نبی الا کانوا به یستھزؤن**" جیسا آپ علیہ السلام کی قوم آپ علیہ السلام کا مذاق اُڑاتی ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے۔

8 "**فاھلکنا اشد منھم بطشا**" یعنی آپ علیہ السلام کی قوم سے بھی زیادہ طاقت ور وہ پہلے لوگ جن کو رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔ "**ومضی مثل الاوّلین**" یعنی ان کی صفت اور ان کا طریقہ اور ان کی سزا۔ پس ان لوگوں کا انجام اسی طرح ہلاک ہے۔

9 "**ولئن سألتھم**" یعنی اپنی قوم سے سوال کرتے۔ "**من خلق السموات والارض لیقولن خلقھن العزیز العلیم**" اور اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ان کا خالق ہے اور اللہ کی عزت وعلم کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر اس کے غیر کی پوجا کرتے ہیں اور بعث پر اس کی قدرت کا انکار کرتے ہیں اپنی انتہائی جہالت کی وجہ سے۔ یہاں تک کہ ان کی خبر ختم ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کاریگری پر دلالت کرنے والی چیزوں کی ابتداء کی۔ اور فرمایا:

10 "**الذی جعل لکم الارض مھدا وجعل لکم فیھا سبلا لعلکم تھتدون**" سفر میں اپنے مقاصد کی طرف۔

11 "**والّذی نزل من السمآء ماء بقدر**" یعنی تمہاری ضرورت کے مطابق۔ اس طرح نہیں جیسے قوم نوح علیہ السلام پر بغیر اندازہ کے اُتارا۔ یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا۔ "**فانشرنا**" ہم نے زندہ کیا۔ "**به بلدة میتا کذٰلک**" یعنی جس طرح ہم نے اس مُردہ شہر کو بارش کے ذریعہ زندہ کیا۔ اسی طرح "**تخرجون**" اپنی قبروں سے زندہ۔

12 "**والّذی خلق الازواج کلھا**" یعنی تمام قسموں کو۔ "**وجعل لکم من الفلک والانعام ما ترکبون**" خشکی اور سمندر میں۔

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿13﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿14﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿15﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿16﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿17﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿18﴾

ترجمہ تاکہ ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو پھر جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو دل سے یاد اور (زبان سے استحبابا) یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کر

لیتے اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے (جو مخلوق ہوتے ہیں) جزو ٹھہرایا واقعی انسان صریح ناشکر ہے کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو (خدا) رحمٰن کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے (مراد بیٹی ہے) تو اس قدر ناراض ہو کہ) سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے کیا جو کہ (عادۃً آرائش میں نشو ونما پائے اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے۔

تفسیر ⑬ "لِتَسْتَوا علی ظھورہ" یہاں ضمیر کو ذکر کیا ہے اس لیے کہ اس ضمیر کو "ما" کی طرف لوٹایا ہے۔ "ثم تذکروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ" خشکی اور سمندر میں سواریوں کو قابو میں کرنے کی۔ "وتقولوا سبحان الّذی سخّرلنا ھذا" اس کو ہمارے تابع بنایا۔ "وما کنا لہ مقرنین" طاقت رکھنے والے اور کہا گیا ہے کہ ضبط کرنے والے۔

⑭ "وانا الی ربّنا لمنقلبون" آخرت میں لوٹنے والے ہیں۔ علی بن ربیعہ رحمہ اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے کہ وہ سوار ہونے لگے۔ جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا بسم اللہ پھر جب ٹھیک بیٹھ گئے تو کہا الحمد للہ، پھر کہا "سبحان الّذی سخّرلنا ھذا وما کنّا لہ مقرنین وانا الی ربّنا لمنقلبون" پھر تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور تین مرتبہ تکبیر کہی۔ پھر کہا "لا الٰہ الاّ اللّٰہ ظلمت نفسی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الاّ انت" پھر مسکرائے تو علی بن ربیعہ نے پوچھا کس چیز نے آپ کو ہنسایا اے امیر المؤمنین؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا تھا جیسا میں نے کیا اور آپ علیہ السلام نے بھی یہی کلمات کہے جو میں نے کہے۔ پھر آپ علیہ السلام بھی مسکرائے تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام کو کس چیز نے ہنسایا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بندہ یا فرمایا کہ مجھے بندہ پر تعجب ہوا کہ جب وہ کہتا ہے "لا الٰہ الا اللّٰہ ظلمت نفسی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت" حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی گناہ کو نہیں بخش سکتا۔

⑮ "وجعلوا لہ من عبادہ جزءً ا" یعنی حصہ اور وہ ان کا قول فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہاں جعل کا معنی کسی چیز کا حکم کرنا ہے۔ جیسا کہ تو کہے "جعلت زیدا افضل النّاس" یعنی میں نے اس کی یہ صفت بیان کی اور اس کا حکم لگایا۔ "ان الانسان" یعنی کافر "لکفور" اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا ہے۔ "مبین" کھلا ناشکرا۔

⑯ "ام اتخذ مما یخلق بنات" یہ استفہام ڈانٹ اور انکار کے لیے ہے۔ فرماتے ہیں کہ تمہارے رب نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں۔ "واصفاکم بالبنین" یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "افاصفاکم ربکم بالبنین واتخذ من الملائکۃ اناثا" کی طرح ہے۔

⑰ "و اذا بشر احدھم بما ضرب للرّحمٰن مثلا" اس کی جو اللہ کے مشابہ بنایا ہے کیونکہ ہر چیز کی اولاد اس کے مشابہ ہوئی ہے۔ یعنی جب ان میں سے کسی کو بیٹیوں کی خوشخبری دی جاتی ہے جیسا کہ سورۃ النحل میں ذکر کیا گیا ہے۔ "واذا بشر احدھم بالانثٰی"......"ظلّ وجھہ مسودّا وھو کظیم" غصہ اور غم سے۔

18 "او من ینشا" حمزہ، کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے "ینشا" یاء کے پیش اور نون کے زبر اور شین کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی پرورش کیا جاتا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کی زبر اور نون کے سکون شین کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اُگتا اور بڑا ہوتا ہے۔ "فی الحلیة" زینت میں یعنی عورتیں۔

"وھو فی الخصام غیر مبین" جھگڑا میں دلیل واضح نہیں کرسکتا اپنی کمزوری اور کم عقلی کی وجہ سے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ ہے کہ بہت کم ایسا ہے کہ جب عورت اپنی دلیل دینے کے لیے گفتگو کرے تو وہ اپنے خلاف ہی دلیل دے بیٹھتی ہے۔ "او من" اس میں تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ رفع ابتداء کی وجہ سے۔ نصب اضمار کی وجہ سے اصل عبارت "او من ینشؤا فی الحلیة یجعلونه بنات اللّٰہ" اور جر اللہ تعالیٰ کے قول "مما یخلق" اور "بما ضرب" پر لوٹاتے ہوئے۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ⑲ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ⑳ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ㉑ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ㉒ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ㉓

ترجمہ: اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں بلا دلیل عورت قرار دے رکھا ہے کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور قیامت میں ان سے باز پرس ہوگی اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے ان کو اسکی کچھ تحقیق نہیں محض بے تحقیق بات کررہے ہیں کیا ہم نے ان کو اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے رستہ چل رہے ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جارہے ہیں۔

تفسیر: 19 "وجعلوا الملائکة الذین ھم عباد الرحمٰن اناثا" اہل کوفہ اور ابو عمرو رحمہم اللہ نے "عباد الرحمٰن" باء کے ساتھ اور اس کے بعد الف ہے اور دال کی پیش ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "بل عباد مکرمون" ہے اور دیگر حضرات نے۔ "عند الرحمٰن" نون اور دال کی زبر کے ساتھ ظرف ہونے کی بناء پر پڑھا ہے اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے فرمان "ان الّذین عند ربّک" کی طرح ہے۔ "اشھدوا خلقھم" اہل مدینہ نے اس کو نائب فاعل پڑھا ہے اور ہمزہ استفہام کے بعد ہمزہ کو لین پڑھا ہے۔ یعنی کیا وہ ان کی تخلیق میں حاضر تھے اور دیگر حضرات نے شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی کیا وہ ان کی

تخلیق میں حاضر تھے جب وہ پیدا کیے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول "ام خلقنا الملائکۃ اناثا وھم شاھدون" کی طرح ہے۔ "ستکتب شھادتھم" فرشتوں پر کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

"ویسئلون" اس کے بارے میں کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ بات کی تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم نے اپنے آباء واجداد سے سنا تھا اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ستکتب شھادتھم ویسئلون" اس کے بارے میں آخرت میں۔

⑳ "وقالوا لو شاء الرّحمٰن ما عبدناھم" یعنی فرشتوں کی۔ اسی بات کو قتادہ، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ نے کہا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی بتوں کی اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت پر جلد سزا نہیں دی کیونکہ وہ ہم سے ان کی عبادت کرنے پر راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "مالھم بذلک من علم" جو وہ کہتے ہیں وہ اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ ہم سے ان کی عبادت پر راضی ہے۔" اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی باتوں میں اندازے لگا رہے ہیں۔ "ان ھم الا یخرصون" اپنے اس قول میں کہ فرشتے مؤنث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

㉑ "ام اٰتیناھم کتابا من قبلہ" یعنی قرآن سے پہلے کہ وہ اللہ کے غیر کی عبادت کریں۔ "فھم بہ مستمسکون"

㉒ "بل قالوا انا وجدنا آباء نا علی امّۃ" دین اور ملت پر۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام پر۔ "وانا علی آثارھم مھتدون" انہوں نے اپنے آپ کو اپنے پہلے آباء کی اتباع پر ہدایت یافتہ بنایا ہے۔

㉓ "وکذٰلک ما ارسلنا من قبلک فی قریۃ من نذیر الّا قال مترفوھا" اس کے مال دار اور سردار "انا وجدنا آباء نا علی اُمۃ وانا علی آثارھم مقتدون" ان کی۔

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ㉕ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ㉖ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ㉗ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㉘ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ㉙ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ㉚ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ㉛

ترجمہ: (اس پر) ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا (رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے) اگرچہ میں اس سے اچھا مقصود پر پہنچانے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے (براہ عناد) وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس دین کو مانتے نہیں جس کو دیکر تم کو بھیجا گیا ہے سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا برا انجام ہوا اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں

(کی عبادت) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو رہنمائی کرتا ہے اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں (بھی) ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تا کہ (ہر زمانہ میں مشرک) لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا ہے یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتانے والا رسول آیا اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے اور کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الٰہی ہے تو) ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف کے رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

تفسیر ㉔ "قال" ابن عامر اور حفص رحمہما اللہ نے "قال" کو ماضی کا صیغہ اور دیگر حضرات نے "قل" امر کا صیغہ پڑھا ہے۔ "او لو جئتکم" ابوجعفر رحمہ اللہ نے "جئنا کم" جمع کا صیغہ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے واحد کا صیغہ پڑھا ہے۔ "باھدیٰ" درست دین۔ "مما وجدتم علیه آباء کم" زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ کیا تم اس دین کی پیروی کرو گے جس پر تم نے اپنے آباء کو پایا۔ اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت والا دین لایا ہوں تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ "قالوا انا بما ارسلتم به کافرون"

㉕ "فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عاقبة المکذبین"

(㉖ ـ ㉗)...... "واذ قال ابراھیم لابیه وقومه اننی براء" یعنی بری ہوں۔ براء کا تثنیہ اور جمع اور مؤنث نہیں آتا کیوں کہ یہ مصدر ہے جس کو صفت کی جگہ رکھا گیا ہے۔ "مما تعبدون الا الذی فطرنی فانه سیھدین" مجھے اپنے دین کے لیے رہنمائی کرے گا۔

㉘ "وجعلھا" یعنی اس کلمہ کو "کلمة باقیة فی عقبه" مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی کلمہ توحید اور لا الٰہ الا اللہ ہے کلمہ باقی رہنے والا اس کی عقب یعنی اولاد میں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور توحید کے قائل رہیں گے اور قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اس وصیت کو جو اپنے نبی کو کی باقی رکھا ان کی نسل اور اولاد میں اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "ووصّٰی بھا ابراھیم بنیه و یعقوب" ہے۔

اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کا قول "اسلمت لرب العالمین" مراد ہے اور پڑھا "ھو سمّاکم المسلمین" ...... "لعلّھم یرجعون" شاید کہ اہل مکہ اس دین کی پیروی کریں اور جس دین پر ہیں اس سے دین ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹ آئیں اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شاید کہ وہ توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف لوٹ آئیں۔

㉙ "بل متّعت ھؤلاء و آباء ھم" یعنی مشرکین دُنیا میں اور میں نے ان کے کفر پر دُنیا میں جلدی ان کو سزا نہیں دی۔ "حتّی جآء ھم الحق" یعنی قرآن۔ اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں حق سے اسلام مراد ہے۔ "ورسول مبین" ان کے لیے احکام کو بیان کرے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان احکام کا حق یہ تھا کہ وہ آپ علیہ السلام کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نافرمانی کی۔

㉚"ولمّا جآء ھم الحق" یعنی قرآن "قالوا ھذا سحر و انّا بہ کافرون

㉛و قالوا لولا نزّل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم" اس سے ان کی مراد مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ اس کو قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں عتبہ بن ربیعہ اور طائف میں ابن عبد یالیل ثقفی مراد تھا اور کہا گیا ہے کہ مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں حبیب بن عمرو بن عمیر ثقفی مراد تھا اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ㉜ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ㉝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ㉞ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ㉟

ترجمہ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں دنیوی زندگی میں (تو) ان کو روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تا کہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور عالم کا انتظام قائم رہے) اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس (دنیوی مال ومتاع) سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اور اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور (نیز) زینے بھی جن پر سے چڑھا (اترا) کرتے ہیں اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہی چیزیں سونے کی بھی اور یہ سب (سازوسامان) کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے (پھر فنا آخر فنا) اور آخرت آپ کے رب کے ہاں خدا ترسوں کے لئے ہے۔

تفسیر ㉜"اھم یقسمون رحمۃ ربّک" یعنی نبوت کو۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ کیا ان کے ہاتھوں میں رسالت کی چابیاں ہیں کہ جہاں چاہیں اس کو رکھیں؟

پھر فرمایا "نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا"

پس ہم نے اس کو مال دار اور اس کو فقیر اور اس کو بادشاہ اور اس کو رعایا بنا دیا۔ پس جیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی جیسے ہم نے چاہا اسی طرح ہم نے جس کو چاہا رسالت کے لیے چن لیا۔ "ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات" غنا اور مال کے ساتھ۔

"لیتخذ بعضھم بعضا سخریا" تاکہ ان میں سے بعض دوسرے بعض سے خدمت لیں۔ پس مال دار لوگ اپنے مال اوراجرت کے ذریعے فقراء کو کام میں تابع کریں۔ پس ان میں سے بعض دوسرے بعض کے لیے معاش کا سبب ہو جائیں۔ یہ اپنے مال کے ذریعے اور وہ اپنے اعمال (محنتوں) کے ذریعے تو اس سے جہان کا نظام قائم ہوگا۔ قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض اپنے مال کے بدلہ میں دوسرے بعض کی عبودیت اور ملک کے مالک ہوں۔ "ورحمة ربّک" یعنی جنت "خیر" ایمان والوں کے لیے۔ "ممّا یجمعون" اس سے جو کفار مال جمع کرتے ہیں۔

㉝ "ولولا ان یکون النّاس امّة واحدة" یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ کافر ہو جائیں گے اور کفر پر جمع ہو جائیں گے۔ "لجعلنا لمن یکفر بالرّحمٰن لبیوتھم سقفا من فضة"

ابن کثیر اور ابوجعفر اور ابوعمرو رحمہم اللہ نے "سقفا" سین کے زبر اور قاف کے سکون کے ساتھ واحد پڑھا ہے اور اس کا معنی جمع کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "فخرّ علیھم السقف من فوقھم" کی طرح اور دیگر حضرات نے سین اور قاف کے پیش کے ساتھ جمع پڑھا ہے اور یہ سقف کی جمع ہے "رُھُن" اور "رَھن" کی مثل۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا تیسرا نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ سقیف کی جمع ہے اور کہا گیا ہے کہ سقوف کی جمع الجمع ہے۔ "ومعارج" سیڑھیاں چاندی کی۔

"علیھا یظھرون" بلند ہوتے اور چڑھتے۔ کہا جاتا ہے "ظھرت علی السطح" جب تو اس پر بلند ہو جائے۔

㉞ "ولبیوتھم ابوابا" چاندی کے "وسررا" یعنی اور ہم ان کے لیے چاندی کے تخت بناتے۔ "علیھا یتکئون"

㉟ "و زخرفا" یعنی اور البتہ ہم اس کے ساتھ ان کے لیے زخرف یعنی سونے کے بناتے۔ اس کی نظیر "او یکون لک بیت من زخرف" ہے۔ "وان کلّ ذٰلک لمّا متاع الحیاة الدنیا" پس "لما" الا کے معنی میں ہوگا اور دیگر حضرات نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس معنی پر کہ یہ سب دُنیا کی زندگی کا تھوڑا سا نفع ہے۔ پس اس صورت میں "انْ" ابتداء کے لیے اور "ما" صلہ ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ یہ سب دُنیا کی زندگی کا تھوڑا سا نفع ہے جو ختم ہو جائے گا۔ "والآخرة عند ربّک للمتقین" خاص طور پر یعنی جنت۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دُنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے وزن کے برابر ہوتی تو کافر کو اللہ تعالیٰ ایک قطرہ پانی بھی نہ پلاتے۔ مستورد بن شداد سے روایت ہے جو بنوفہر کے بھائی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں ان سواروں میں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مُردہ جانور پر ٹھہرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے ہو اس کو کہ اپنے مالکوں پر ذلیل ہوگئی حتیٰ کہ انہوں نے اس کو یہاں ڈال دیا؟ تو انہوں نے عرض کیا اس کی ذلت میں سے یہ ہے کہ انہوں نے اس کو ڈال دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس دُنیا اللہ کے ہاں اس سے زیادہ ذلیل ہے جو یہ اپنے مالکوں پر ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن) سے اندھا بن جاوے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ ان کو راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (راہ راست) پر ہیں یہاں تک کہ ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا تو (اس شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں (دنیا میں) مشرق و مغرب کی برابر فاصلہ ہوتا کہ (تو تو) برا ساتھی تھا اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) جبکہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آئے گی کہ تم (اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہو۔

تفسیر ﴿۳۶﴾ "ومن یعش عن ذکر الرحمان" یعنی رحمان کے ذکر سے اعراض کرے۔ پس اس کی سزا سے نہ ڈرے اور اس کے ثواب کی اُمید نہ کرے۔ کہا جاتا ہے "عشوت الی النار اعشوا عشوا" جب تو اس کا ارادہ کرے اس کے ذریعے رہنمائی کے لیے اور "عشوت عنھا" یعنی میں نے اس سے اعراض کیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "عدلت الی فلان" (میں فلاں کی طرف مائل ہوا) "وعدلت عنه" (میں نے اس سے اعراض کیا) قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی پیٹھ کو رحمٰن کے ذکر یعنی قرآن سے پھیرتا ہے۔ ابو عبیدہ اور اخفش رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی نگاہ اس سے پھیر کر ظلم کرتا ہے۔ خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عشو کی اصل کمزور نگاہ سے دیکھنا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے "ومن یعش" کو شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے "عش، یعش، عشیا" جب کوئی نابینا ہو جائے۔ "فھو اعشیٰ" اور "امراۃ عشواء" ...... "نقیض له شیطانا" یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے "یقیض" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے نون کے ساتھ۔ ہم اس کے لیے ایک شیطان کو سبب بنا دیتے ہیں اور اس کو اس کے ساتھ ملا دیتے ہیں اور اس کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ "فھو له قرین" اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اس کے لیے اندھے پن کو مزین کر دیتا ہے اور اس کو یہ خیال دلاتا ہے کہ وہ ہدایت پر ہے۔

﴿۳۷﴾ "وانھم" یعنی شیاطین "لیصدونھم عن السبیل" یعنی وہ ان کو ہدایت سے روکیں گے اور ضمیر کو جمع ذکر کیا ہے اس لیے کہ قول باری تعالیٰ "ومن یعش عن ذکر الرّحمٰن نقیض له شیطانا" جمع کی جگہ میں ہے۔ اگرچہ لفظ واحد کے ہیں۔ "ویحسبون انھم مھتدون" اور بنی آدم کے کفار گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔

﴿۳۸﴾ "حتّٰی اذا جآء نا" ابوبکر رحمہ اللہ کے علاوہ اہل عراق نے "جاء نا" کو واحد کا صیغہ پڑھا ہے، اس سے ان کی مراد کافر ہے اور دیگر حضرات نے "جاء نا" تثنیہ پڑھا ہے۔ انہوں نے کافر اور اس کا قرین مراد لیا ہے کہ ان دونوں کو ایک سلسلہ میں بنایا گیا ہے۔ "قال" کافر اپنے شیطان قرین کو "یالیت بینی وبینک بعد المشرقین" یعنی مشرق و مغرب کے مابین کی دوری۔

پس ان میں سے ایک کے نام کو دوسرے پر غلبہ دیا گیا۔ جیسا کہ سورج و چاند کو قمران کہا جاتا ہے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عُمران۔ اور کہا گیا ہے کہ مشرقین سے سردیوں اور گرمیوں کی مشرق مراد ہے اور پہلا قول اصح ہے۔ "فبئس القرین" ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کافر کو اُٹھایا جائے گا تو اس کے قرین شیطان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ پس وہ اس سے جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ جہنم تک پہنچ جائے گا۔

㊴ "ولن ینفعکم الیوم" آخرت میں "اذ ظلمتم" تم نے دُنیا میں شرک کیا۔ "انکم فی العذاب مشترکون" یعنی تم کو عذاب میں مشترک ہونا نفع نہ دے گا اور یہ اشتراک تم سے عذاب کو ہلکا بھی نہ کرے گا۔ اس لیے کہ کفار وشیاطین میں سے ہر ایک کے لیے عذاب کا وافر حصہ ہوگا۔

اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم کو آج کے دن عذر کرنا اور نادم ہونا نفع نہ دے گا۔ پس تم اور تمہارے قرین (ساتھی) آج کے دن عذاب میں مشترک ہو جیسا کہ تم کفر میں مشترک تھے۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ㊵ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ㊶ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ㊷ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ㊸ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ㊹ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ㊺

ترجمہ: سو کیا آپ (ایسے) بہروں کو سنا سکتے ہیں یا (ایسے) اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو کہ صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں پس اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھالیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (بھی) دکھلا دیں تب بھی (کچھ بعید نہیں) کیونکہ ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے تو آپ اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے آپ بے شک سیدھے راستہ پر ہیں اور یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بیشک بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے۔

تفسیر: ㊵ "افانت تسمع الصم او تھدی العمی ومن کان فی ضلال مبین" یعنی ان کافروں کو جن پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

㊶ "فامّا نذھبنّ بک" بایں طور کہ ہم آپ علیہ السلام کو موت دے دیں۔ ان کو عذاب دینے سے پہلے۔ "فانّا منھم منتقمون" آپ علیہ السلام کے بعد قتل کے ذریعے۔

㊷ "او نرینک" آپ علیہ السلام کی زندگی میں "الذی وعدناھم" کا "فانا علیھم مقتدرون" قادر ہیں۔ جب ہم چاہیں

ان کو عذاب دیں اور اس سے مشرکین مکہ مراد ہیں کہ ان سے غزوہ بدر کے دن انتقام لیا اور یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے اُمت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اسلام مراد ہیں اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ علیہ السلام کی اُمت میں بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کا اکرام کیا کہ ان کو دُنیا سے لے گئے اور ان کو اُمت کی صرف وہی چیزیں دکھائیں جو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک دیں اور لڑائیوں کو ان کے بعد کے لیے باقی رکھا اور روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مصائب دکھائے گئے جو آپ علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کی اُمت کو پہنچنے تھے تو اس لیے آپ علیہ السلام کو کشادگی سے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔

㊸ **"فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم"**

㊹ **"وانہ"** یعنی قرآن **"لذکر لک"** یعنی اعزاز ہے آپ کے لیے۔ **"ولقومک"** قریش میں سے۔ اس کی نظیر **"لقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم"** یعنی تمہارا اعزاز ہے۔ **"وسوف تسئلون"** اس کے حق اور اس کے شکر کو ادا کرنے کے بارے میں۔ ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا جاتا کہ آپ علیہ السلام کے بعد یہ امر کس کے لیے ہوگا؟ تو آپ علیہ السلام کچھ جواب ارشاد نہ فرماتے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر اس کے بعد جب پوچھا جاتا کس کے لیے یہ ہوگا؟ تو آپ علیہ السلام فرماتے قریش کے لیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر ہمیشہ قریش میں باقی رہے گا جب تک دو آدمی بھی باقی ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ امر قریش میں ہوگا۔ ان سے اس میں جو شخص دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے منہ کے بل گرا دیں گے جب تک وہ قریش دین کو قائم رکھیں گے۔ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قوم سے مراد عرب ہیں۔ پس قرآن ان کے لیے اعزاز ہے کہ ان کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ پھر یہ اعزاز عرب میں سے خاص لوگوں کے ساتھ خاص ہوتا گیا حتیٰ کہ اس اعزاز کا اکثر حصہ قریش اور بنی ہاشم کے لیے ہو گیا اور کہا گیا ہے کہ یہ اعزاز آپ علیہ السلام کے لیے اس وجہ سے ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور آپ علیہ السلام کی قوم میں سے ایمان لانے والوں کے لیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے ہدایت دی اور عنقریب تم سوال کیے جاؤ گے قرآن اور جو تمہیں اس کے حق کے ساتھ قائم ہونا لازم تھا اس کے بارے میں۔

㊺ **"واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الھۃ یعبدون"** ان مسئولین کی تعیین میں اختلاف ہوا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے جن کو رسول بنا کر بھیجا ان رسولوں کو اُٹھایا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے آئیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پھر جب آپ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام کو جبرئیل علیہ السلام نے کہا **"سَلْ یا محمّد من ارسلنا قبلک من رسلنا"** آیت پڑھی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نہیں پوچھتا، تحقیق میں نے اکتفاء کرلیا۔ اور یہی زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے لیے رسولوں کو جمع کیا جس رات آپ علیہ السلام کو معراج کرایا گیا اور آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان سے پوچھیں۔ پس آپ علیہ السلام نے شک نہیں کیا اور کچھ نہیں پوچھا اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں سے پوچھیں جن کی طرف میں نے رسولوں کو بھیجا کہ نہیں آئے ان کے پاس رسول مگر توحید لے کر؟ اور یہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

تمام روایات میں اور مجاہد رحمہ اللہ، قتادہ، ضحاک، سدی، حسن اور مقاتل رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اس پر عبداللہ اور اُبی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قرأت دلالت کرتی ہے۔ "واسئل الذین ارسلنا الیھم قبلک رسلنا" اور سوال کا حکم دینے کا معنی قریش کے مشرکین کو تقریر کرنا ہے کہ نہ کوئی رسول اور نہ کوئی کتاب ایسی آئی ہے جو اللہ عزوجل کے غیر کی عبادت کا حکم دے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: ان کی عبادت کی جاوے اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا سو انہوں نے (ان لوگوں کے پاس آ کر) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہو کر آیا ہوں پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ یکایک ان پر ہنسنے لگے اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا تاکہ وہ (اپنے کفر سے) باز آجاویں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے ہم ضرور راہ پر آجاویں گے پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا۔

تفسیر ㊻ "ولقد ارسلنا موسٰی بآیاتنا الی فرعون وملائه فقال انی رسول ربّ العالمین.

㊼ فلمّا جآء ھم بآیاتنا اذا ھم منھا یضحکون" استہزاء کرتے ہوئے۔

㊽ "وما نریھم من اٰیة الاّ ھی اکبر من اختھا" اپنی قرین و ساتھی سے جو اس سے پہلے تھی۔ "واخذناھم بالعذاب" قحط، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، خون اور مٹا دینا۔ پس یہ تمام موسیٰ علیہ السلام کی دلیلیں اور ان کے لیے عذاب تھے۔ پس ان میں سے ہر ایک اس سے بڑی ہے جو اس سے پہلے تھی۔ "لعلّھم یرجعون" اپنے کفر سے۔

㊾ "وقالوا" موسیٰ علیہ السلام کو جب انہوں نے عذاب کا مشاہدہ کیا۔ "یا یھا الساحر" اے عالم کامل ماہر اور انہوں

نے یہ ان کی تعظیم کے لیے کہا۔ اس لیے کہ جادو ان کے نزدیک بڑا عظمت والا علم اور قابل تعریف صفت تھا اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے وہ آدمی جو ہم پر اپنے جادو کے ذریعے غالب آ گیا اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطاب اس وجہ سے کیا کہ اس سے پہلے ان کے سامنے آپ علیہ السلام کو جادوگر کا نام دیا گیا تھا۔ ''ادع لنا ربک بما عھد عندک'' یعنی جو آپ علیہ السلام نے ہمیں خبر دی کہ اس نے آپ علیہ السلام سے عہد کیا ہے کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو وہ ہم سے عذاب کو دور کر دے گا۔ پس آپ علیہ السلام اس سے سوال کریں کہ وہ ہم سے عذاب کو دور کر دیں۔ ''اننا لمھتدون'' مؤمن ہیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی تو ان سے عذاب دور کر دیا گیا لیکن وہ ایمان نہیں لائے۔

⑩ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ''فلمّا کشفنا عنھم العذاب اذا ھم ینکثون'' وہ اپنا عہد توڑتے ہیں اور اپنے کفر پر ڈٹے رہتے ہیں۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے (محل کے) پائیں میں بہہ رہی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے ہو بلکہ میں ہی افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا تو اس کے سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پر باندھ کر آئے ہوتے غرض اس نے (ایسی باتیں کر کر کے) اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آ گئے وہ لوگ (کچھ پہلے سے بھی) شرارت سے بھرے تھے پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے خاص طور پر متقدمین اور نمونہ (عبرت) بنا دیا اور جب عیسیٰ بن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو یکایک آپ کی قوم کے لوگ اس سے (مارے خوشی کے) چلانے لگے۔

تفسیر ⑤ ''ونادیٰ فرعون فی قومه قال یا قوم الیس لی ملک مصر و ھذہ الانھار'' نیل کی نہریں۔ ''تجری من تحتی'' میرے محلوں کے نیچے سے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ نہریں میرے سامنے میرے باغوں میں چلتی ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے حکم کے ساتھ۔ ''افلا تبصرون'' میری عظمت اور میری بادشاہت۔

⑤ ''ام انا خیر'' بلکہ میں بہتر ہوں۔ ''ام'' بل کے معنی میں ہے اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے قول پر حرف عطف نہیں ہے

اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ام" پر وقف ہے اور اس میں اضمار ہے۔ اس کی اصل عبارت "افلا تبصرون ام تبصرون" ہے۔ پھر ابتداء کی اور کہا "انا خیر من ھذا الذی ھو مھین" کمزور، حقیر یعنی موسیٰ علیہ السلام۔ "و لا یکاد یبین" اپنی زبان کی لکنت کی وجہ سے فصیح کلام نہیں کر سکتا۔

53 "فلو لا القی علیہ" اگر وہ سچا ہو۔ "اسورۃ من ذھب" حفص اور یعقوب رحمہما اللہ نے "اسورۃ" سوار کی جمع پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "اساورۃ" پڑھا ہے، "اسورۃ" کی جمع اور یہ جمع الجمع ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب وہ لوگ کسی کو سردار بناتے تھے تو اس کو کنگن پہناتے تھے اور گردن میں سونے کے ہار ڈالتے تھے یہ اس کی سرداری کی دلیل ہوتی تھی تو فرعون نے کہا موسیٰ علیہ السلام کے رب نے ان پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے۔ اگر وہ سردار ہیں اور ہم پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ "او جآء معہ الملائکۃ مقترنین" لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے جو اس کی سچائی کی گواہی دیتے اور ان کی مدد کرتے۔

54 "فاستخف قومہ" یعنی فرعون نے اپنی قوم قبط کو ہلکا سمجھا یعنی ان کو بڑا جاہل پایا اور کہا گیا ہے کہ ان کو جہالت پر مجبور کر دیا۔ کہا جاتا ہے "استخفہ عن رأیہ" جب کوئی کسی کو جہالت پر مجبور کر دے اور درستگی سے ہٹا دے۔ "فاطاعوہ" موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب پر۔ "انھم کانوا قوما فاسقین"

(55۔56)...... "فلمّا اسفونا" انہوں نے ہمیں غصہ دلایا۔ "انتقمنا منھم فاغرقنا ھم اجمعین، فجعلناھم سلفا" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "سلفا" سین اور لام کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سلیف کی جمع سلف لام کے پیش کے ساتھ سیلف سے یعنی جو آگے چلا گیا اور دیگر حضرات نے سین اور لام کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے سالف کی جمع جیسے حارس اور حرس، خادم اور خدم، راصد اور رصد۔ اور یہ دونوں اُمتوں میں گزرے ہوئے لوگ جو آگے چلے گئے۔ کہا جاتا ہے سلف یسلف جب وہ گزر جائے اور السلف جو آباء میں سے مقدم ہو چکے، پس ہم نے ان کو بنا دیا آگے جانے والے تاکہ ان کی وجہ سے دوسرے لوگ نصیحت حاصل کریں۔ "ومثلاً للآخرین" عبرت اور نصیحت ان کے لیے جو ان کے بعد باقی رہیں اور کہا گیا ہے کہ اس اُمت کے کفار کے لیے جہنم کی طرف سلف اور ان لوگوں کیلئے مثال جو ان کے بعد آئیں گے۔

57 "ولمّا ضرب ابن مریم مثلا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن زبعری کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مجادلہ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا قول انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم نازل ہوا اور تحقیق ہم نے اس کو سورۃ انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا ہے۔

"اذا قومک منہ یصدون" اہل مدینہ اور اہل شام اور کسائی رحمہم اللہ نے "یصدون" صاد کے پیش کے ساتھ یعنی وہ اعراض کرتے ہیں۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول "یصدون عنک صدودا" ہے اور دیگر حضرات نے صاد کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کے معنی میں ان کا اختلاف ہے۔ کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دو لغتیں ہیں یعرشون اور یعرشون اور شد علیہ یشد اور یشد اور نم بالحدیث ینم اور ینم کی طرح اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے وہ دھاڑتے ہیں اور

سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ چیختے ہیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز کرتے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واویلا کرتے ہیں۔ "ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منه یصدون" تو وہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارادہ ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں اور اس کو معبود بنالیں جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی۔

وَقَالُوْٓا ءَ اٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿58﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿59﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿60﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿61﴾

ترجمہ: اور (اس معترض کے ساتھ ہوکر کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ ان لوگوں نے جو یہ (مضمون عجیب) بیان کیا ہے تو محض جھگڑے کی وجہ سے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو عیسیٰ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کردیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور وہ (یعنی عیسیٰ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں تو تم لوگ اس (کی صحت) میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

تفسیر ﴿58﴾ "وقالوا ء الهتنا خیر ام هو" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ام هو" سے ان کی مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ ہم اس کی عبادت کریں اور اس کی اطاعت کریں اور ہم ان کے معبودوں کو چھوڑ دیں گے اور سدی رحمہ اللہ اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام هو سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں، وہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کی گئی ہے۔ وہ جہنم میں ہوں گے پس ہم اس بات پر راضی ہیں کہ ہمارے معبود عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام اور فرشتوں کے ساتھ جہنم میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ماضربوه" یعنی اس مثال کو "لک الا جدلا" باطل جھگڑا اور تحقیق وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول "وما تعبدون من دون الله حصب جهنم" سے مراد ان کے بت ہیں۔ "بل هم قوم خصمون" حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم اس ہدایت کے بعد جس پر وہ ہوں گے گمراہ نہیں ہوتی مگر ان کو جھگڑا دے دیا جاتا ہے۔ پھر پڑھا "ما ضربوه لک الا جدلا بل هم قوم خصمون"

﴿59﴾ پھر عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "ان هو" نہیں ہے وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام "الا عبد انعمنا علیه" نبوت کے ساتھ۔ "وجعلناه مثلاً" آیت اور عبرت "لبنی اسرائیل" وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچانیں کہ جو چاہے کرتا ہے کہ ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔

﴿60﴾ "ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکة" یعنی اور اگر ہم چاہتے تو ہم تمہیں ہلاک کردیتے اور تمہارے بدلہ فرشتے بناتے۔ "فی الارض یخلفون" جو تمہارے خلیفہ ہوتے، زمین کو آباد کرتے اور میری عبادت کرتے اور

میری ہی اطاعت کرتے اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے نائب ہوتے۔

61 "وانه" یعنی عیسیٰ علیہ السلام "لعلم للساعة" یعنی ان کا نزول قیامت کی علامات میں سے جس کے ذریعے قیامت کا قریب ہونا معلوم ہوگا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور قتادہ رحمہ اللہ نے "انه لعلم للساعة" لام اور عین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی علامت۔ اور ہم تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت پہنچی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے، عادل حاکم بن کر صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ مقرر کریں گے اور ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام ادیان ہلاک ہو جائیں گے اور روایت کیا گیا ہے کہ ارض مقدس کی ایک وادی پر اتریں گے اور ان پر دو چادریں ہوں گی اور ان کے سر کے بالوں پر تیل لگا ہوگا اور ان کے ہاتھ میں نیزہ ہوگا جس کے ذریعے دجال کو قتل کریں گے۔

پس وہ بیت المقدس تشریف لائیں گے اور لوگ عصر کی نماز میں ہوں گے۔ پس امام پیچھے ہٹنے لگے گا تو عیسیٰ علیہ السلام کو آگے کر دیں اور اس کے پیچھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق نماز پڑھیں گے۔ پھر خنزیروں کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور یہودیوں کے عبادت خانوں اور عیسائیوں کے گرجوں کو توڑیں گے اور نصاریٰ کو قتل کریں گے۔ سوائے ان کے جو ان پر ایمان لے آئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس وقت کیسے ہو گے جب تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا؟ اور حسن رحمہ اللہ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ "وانه" یعنی بے شک قرآن "لعلم للساعة" قیامت کا علم ہے جو تمہیں قیامت کے قائم ہونے کی تعلیم دے رہا ہے اور تمہیں اس کے احوال اور ہولناکیوں کی خبر دے رہا ہے۔ "فلا تمترن بها" پس تم اس میں شک نہ کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی تکذیب نہ کرو۔ "واتبعون" توحید پر "هذا" جس پر میں ہوں۔ "صراط مستقیم"

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ 62 وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ 63 اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ 64 فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ 65 هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ 66

ترجمہ: اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پائے وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے اور تاکہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کر دوں تو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو بے شک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی سو اسی کی عبادت کرو یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے سو مختلف گروہوں نے (اس بارے میں) باہم اختلاف ڈال لیا سو ان ظالموں کے لئے ایک پردردن کے عذاب سے بڑی خرابی ہے۔ بس یہ لوگ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

تفسیر ⑫"ولا یصدنکم" نہ پھیر دے تم کو "الشیطان" اللہ کے دین سے۔ "انہ لکم عدوّ مبین"

⑬"ولمّا جآء عیسٰی بالبینات قال قد جئتکم بالحکمۃ" نبوت کے ساتھ۔ "ولا بین لکم بعض الّذی تختلفون فیہ" تورات کے احکام میں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ان فرقوں کا اختلاف جو عیسٰی علیہ السلام کے معاملہ پر کئی گروہ بن گئے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو عیسٰی علیہ السلام انجیل میں لائے وہ اس کا بعض ہے جس میں ان کا اختلاف ہوا اور انجیل کے علاوہ میں ان کے لیے وہ کچھ بیان کیا گیا جس کی ان کو حاجت تھی۔ "فاتقوا اللّٰہ واطیعون"

⑭"ان اللّٰہ ھو ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم"

⑮فاختلف الاحزاب من بینھم فویل للّذین ظلموا من عذاب یوم الیم.

⑯ھل ینظرون" نہیں وہ انتظار کرتے۔ "الاّ الساعۃ" یعنی وہ ان کے پاس آئے گی یقیناً پس گویا کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ "ان تأتیھم بغتۃ" اچانک "وھم لا یشعرون"

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ تمام (دنیوی) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے (اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے یعنی وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور ہمارے فرمانبردار تھے تم اور تمہاری (ایماندار) بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاویں ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جاویں گے (یعنی غلمان لاویں گے) اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔

تفسیر ⑰"الا خلاّء" دُنیا میں معصیت پر "یومئذ" قیامت کے دن۔ "بعضھم لبعض عدو الا المتقین" مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ابواسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ دو مؤمن دوست اور دو کافر دوست۔ پس ان مؤمنوں میں سے ایک گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! بے شک فلاں مجھے تیری اطاعت اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا تھا اور خیر کا حکم کرتا اور مجھے شر سے روکتا تھا اور مجھے خبر دیتا تھا کہ میں تجھ سے ملوں گا۔

اے میرے رب! تو اس کو میرے بعد گمراہ نہ کرنا اور اس کو بھی ویسے ہدایت دے جیسے تو نے مجھے ہدایت دی اور اس کا ایسے اعزاز کرنا جیسے تو نے میرا اعزاز کیا۔ پس جب اس کا مؤمن دوست مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع کر دیا۔ پُر کہا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی تعریف کرے، پس وہ کہے گا اچھا بھائی ہے اور اچھا دوست اور اچھا ساتھی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دو کافروں میں سے ایک مر جائے گا تو کہے گا اے میرے رب! بے شک فلاں مجھے تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت سے روکتا تھا اور مجھے شر کا حکم دیتا تھا اور مجھے خیر سے روکتا تھا اور مجھے خبر دیتا تھا کہ میری تجھ سے ملاقات نہ ہوگی۔ پس وہ کہے گا برا بھائی اور برا دوست اور برا ساتھی ہے۔

68 **"یا عباد"** یعنی پس ان کو کہا جائے گا اے میرے بندو! **"لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون"** معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ جب لوگ اُٹھائے جائیں گے تو کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو گھبراہٹ نہ ہو، پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا۔ **"یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون"** پس تمام لوگ اس کی اُمید کریں گے۔ پس اس کے پیچھے چلیں گے۔

69 **"الّذین اٰمنوا باٰیاتنا وکانوا مسلمین"** پس غیر مسلم لوگ اس سے نا اُمید ہو جائیں گے۔

70 پھر ان سے کہا جائے گا **"ادخلوا الجنّة انتم و ازواجکم تحبرون"** خوش ہوتے ہوئے۔

71 **"یطاف علیهم بصحاف"** صحفۃ کی جمع ہے اور وہ وسیع پیالہ کو کہتے ہیں۔ **"من ذھب و اکواب"** کوب کی جمع ہے اور وہ گول برتن جس کے کڑے نہ ہوں۔ **"وفیھا"** یعنی جنت میں۔ **"ما تشتھیه الانفس"** اہل مدینہ اور اہل شام اور حفص رحمہم اللہ نے **"تشتھیه الانفس"** پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے اور دیگر حضرات نے ھاء کے حذف کے ساتھ پڑھا ہے۔ **"وتلذّ الاعین وانتم فیھا خالدون"** عبدالرحمٰن بن سابط رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ کیونکہ مجھے گھوڑے پسند ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تجھے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دیں گے تو اگر تو یہ چاہے گا کہ تو سبز یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور وہ تجھے اُڑا کر جس جنت میں تو چاہے لے جائے تو ایسا ہو جائے گا اور ایک بدو نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ کیونکہ میں اونٹوں کو پسند کرتا ہوں تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے بدو! اگر تجھے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دیں تو تو وہاں وہ کچھ پائے گا جو تیرا نفس چاہے گا اور تیری آنکھ لذت لے گی۔

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ 72 لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ 73 اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ 74 لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ 75 وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ 76 وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ

اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ⑰ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ⑱ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ⑲ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ⑳ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ڰ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ㉑

ترجمہ: اوران سے کہا جاوے گا کہ) یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنادیئے گئے اپنے (نیک) اعمال کے عوض میں اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھارہے ہو بے شک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وہ (عذاب) ان سے ہلکا نہ کیا جاوے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم تھے اور پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام ہی تمام کردے وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں اکثر آدمی سچے دین سے نفرت رکھتے ہیں ہاں کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے ہاں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم اس کی چپکی چپکی باتوں کو اوران کے مشوروں کو نہیں سنتے ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں آپ کہیئے کہ اگر خدائے رحمان کے اولا دہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔

تفسیر: ⑫ "وتلک الجنة التی اورثتموها بما کنتم تعملون

⑬ لکم فیها فاکهة کثیرة ومنها تاکلون" اور حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی جنت کا پھل نہیں توڑے گا مگر اس کی جگہ اس کی مثل اوراُگ آئے گا۔ ⑭ "ان المجرمین" مشرکین "فی عذاب جهنم خالدون

⑮ لایفتر عنهم وهم فیه مبلسون ⑯ وما ظلمناهم ولکن کانوا هم الظالمین،

⑰ ونادوا یا مالک" جہنم کے داروغہ کو پکاریں گے۔ "لیقض علینا ربک" چاہیے کہ تیرا رب ہمیں ماردے تو ہم راحت پائیں تو مالک ان کو ایک ہزار سال کے بعد جواب دے گا۔ "قال انکم ماکثون" عذاب میں رہو گے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بے شک جہنمی لوگ مالک کو پکاریں گے۔ پس وہ ان کو چالیس سال جواب نہ دے گا، پھران کو جواب دے گا کہ تم ٹھہرنے والے ہو۔ فرمایا کہ اللہ کی قسم! ان کے مالک کو اور مالک کے رب کو پکارنا ذلیل ہوگیا۔ پھر وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور کہیں گے "ربّنا غلبت علینا شقوتنا وکنّا قوما ضالین ربّنا اخرجنا منها فان عدنا فان ظالمون" فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے دُنیا کی مقدار دو مرتبہ خاموش رہیں گے۔ پھران کو جواب دیں گے تم اس میں دفع ہو جاؤ اور مجھ سے بات نہ کرو، فرمایا اللہ کی قسم! وہ قوم اس کے بعد ایک کلمہ بھی نہ کہہ سکے گی اور صرف جہنم کی آگ میں زفیر و شہیق ہی ہوگی۔ ان کی آوازیں چھوٹے گدھے کی آوازوں کے مشابہ ہوں گی اس کی ابتدائی آواز زفیر اور آخری شہیق ہے۔

⑱ "لقد جئناکم بالحق" فرماتے ہیں کہ اے قریش کی جماعت! ہم نے تمہاری طرف اپنے رسول کو حق کے ساتھ بھیجا۔ "ولکن اکثرکم للحق کارھون"

⑲ "ام ابرموا" انہوں نے پختہ کرلیا۔ "امرا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکر کرنے میں "فانّا مبرمون" ان کو جزا دینے میں امر کو پختہ کرنے والے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر وہ شر کرتے ہیں تو میں اس کی مثل ان کے ساتھ کروں گا۔

⑳ "ام یحسبون انا لانسمع سرّھم ونجواھم" جس کو وہ اپنے علاوہ سے پوشیدہ رکھتے ہیں اور آپس میں اس کی سرگوشی کرتے ہیں۔ "بلٰی" ہم اس کو سنتے اور جانتے ہیں۔ "ورسلنا" حفاظت کرنے والے فرشتوں میں سے۔ "لدیھم یکتبون"

㉑ "قل ان کان للرحمن ولد فانا اوّل العابدین" یعنی اگر تمہارے گمان کے مطابق رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کی عبادت کرتا کہ وہ تنہا ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی اولاد۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "ان کان" یعنی رحمٰن کی اولاد نہیں ہے کہ میں اس کی پہلے عبادت کروں اور وہ اس کے گواہ ہوں۔ انہوں نے "ان" کو جحد (انکار) کے معنی میں کردیا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کی عبادت کرتا لیکن اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ عابدین "آنفین" کے معنی میں ہے یعنی جو تم نے کہا ہے اس کا پہلا انکار کرنے والا اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جو رحمٰن کے لیے غصہ ہوا۔ اس بات سے کہ کہا جائے کہ اس کی اولاد ہے۔ کہا جاتا ہے عبد یعبد جب کوئی بندہ غصہ ہوجائے۔

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَکَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: آسمان اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے ان باتوں سے مبرّیٰ ہے جو یہ (مشرک) لوگ بیان کر رہے ہیں تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے اور وہی بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے اور وہ ذات بڑی عالیشان ہے جس کے لئے آسمان اور زمین کی اور جو

مخلوق اس کے درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے اور اس کو قیامت کی (بھی) خبر ہے اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے وہ خدا کے سوا جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش (تک) کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جن لوگوں نے حق بات (یعنی کلمہ ایمان) کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے سو یہ لوگ کدھر الٹے چلے جاتے ہیں اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے تو آپ ان سے بے رخ رہیے اور یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سو ان کو ابھی معلوم ہو جاوے گا۔

تفسیر ㉒ پھر اپنی پاکی بیان کرتے ہوئے فرمایا "**سبحان ربّ السموات والارض ربّ العرش عما یصفون**" اس سے جو وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ ㉓ "**فذرھم یخوضوا**" اپنے باطل میں۔ "**ویلعبوا**" اپنی دُنیا میں۔ "**حتّی یلاقوا یومھم الّذی یوعدون**" یعنی قیامت کے دن۔ ㉔ "**وھو الّذی فی السمآء الٰہ وفی الارض الٰہ**" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان میں اسی کی عبادت کی جاتی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ "**وھو الحکیم**" اپنی مخلوق کی تدبیر میں "**العلیم**" ان کی ضروریات کو۔ ㉕ "**وتبارک الّذی لہ ملک السموات والارض وما بینھما وعندہ علم الساعۃ والیہ ترجعون**" ابن کثیر اور کسائی رحمہما اللہ نے "**یرجعون**" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

㉖ "**ولا یملک الّذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق**" اور وہ عیسیٰ، عزیر علیہما السلام اور فرشتے ہیں کیونکہ ان کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی اور ان کے لیے شفاعت ہوگی اور اس صورت پر "**من**" محل رفع میں ہوگا اور کہا گیا ہے کہ "**من**" محل جر میں ہے اور "**الّذین یدعون**" سے عیسیٰ، عزیر علیہم السلام اور فرشتے مراد ہیں۔ یعنی بے شک وہ سفارش کرنے کے مالک نہ ہوں گے مگر وہ جو حق کی گواہی دے اور پہلا قول اصح ہے اور شہادت حق سے اللہ تعالیٰ کا قول لا الٰہ الا اللہ کلمہ توحید مراد ہے۔ "**وھم یعلمون**" اپنے دلوں سے جس کی ان کی زبانیں گواہی دیتی ہیں۔

㉗ "**ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللّٰہ فانّی یؤفکون**" اس کی عبادت سے پلٹے جا رہے ہو۔

㉘ "**وقیلہ یا ربّ**" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اپنے رب کو شکایت کرتے ہوئے اے میرے رب! "**انّ ھؤلاء قوم لا یؤمنون**" عاصم اور حمزہ رحمہما اللہ نے "**وقیلہ**" لام اور ھاء کی جر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس معنی پر اسی کے پاس قیامت کا علم اور اس کے قول یارب کا علم ہے اور دیگر حضرات نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی دو وجہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ اس کا معنی کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی سرگوشی اور پوشیدہ بات نہیں سنتے اور اس کا قول یارب! اور دوسرا "**وقال قیلہ**"

㉙ "**فاصفح عنھم**" آپ علیہ السلام ان سے اعراض کریں۔ "**وقل سلام**" اس کا معنی چھوڑنے کا سلام ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان...... "**فسوف یعلمون**" اہل مدینہ اور اہل شام نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے یاء کے ساتھ۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو قتال کی آیات نے منسوخ کر دیا ہے۔

سُوْرَةُ الدُّخَان

مکی ہے اور اس کی انسٹھ (۵۹) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ③ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ④ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑤

ترجمہ: حم قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ میں نے اس کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم صادر ہو کر طے کیا جاتا ہے

تفسیر: ① "حم ② والکتاب المبین ③ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ" قتادہ اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لیلۃ القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اُم الکتاب سے آسمان دُنیا کی طرف اُتارا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر اُترے اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ شعبان کی پندرہ کی رات ہے۔ قاسم بن محمد اپنے والد یا چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو آسمان دُنیا کی طرف اُترتے ہیں۔ پس ہر نفس کی مغفرت کرتے ہیں، سوائے اس انسان کے جس کے دل میں بغض ہو یا اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہو۔ "انا کنا منذرین"

④ "فیھا" یعنی مبارک رات میں "یفرق" تفصیل کی جاتی ہے۔ "کل امر حکیم" محکم امر کی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اُم الکتاب سے لیلۃ القدر میں آئندہ سال میں ہونے والے خیر و شر اور ملنے والے رزق اور لوگوں کی عمریں حتیٰ کہ حج کرنے والوں کا کہ فلاں فلاں حج کرے گا لکھ لیا جاتا ہے۔

حسن، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی لیلۃ القدر میں ہر مدت اور عمل اور پیدائش اور رزق اور جو اس سال میں ہونا ہوتا ہے پختہ کر دیا جاتا ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شعبان کی پندرہ کی رات ہے کہ اس میں سال کا امر پختہ کر دیا جاتا ہے اور زندوں کو مُردوں میں لکھا جاتا ہے۔ پس نہ ان میں کوئی زیادہ کیا جاتا ہے اور نہ کوئی کم کیا جاتا ہے۔

عثمان بن محمد بن مغیرہ بن اخنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شعبان سے

دوسرے شعبان تک کی مدتیں (عمریں) طے کی جاتی ہیں حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اس کی اولاد ہوتی ہے حالانکہ اس کا نام مُردوں میں نکل چکا ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہ کی رات کو تمام فیصلے کر دیتے ہیں اور لیلۃ القدر میں متعلقہ ارباب کو حوالہ کر دیتے ہیں۔

⑤ "امراً" یعنی ہم نے اُتارا امر کو "من عندنا" فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو اس معنی پر نصب دیا گیا ہے۔ "فیہا یفرق کل امر حکیم فرقاً و امرًا" یعنی آپ حکم دیں حکم دینا اس کے بیان کا۔ "انا کنا مرسلین" محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جو آپ علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام تھے۔

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑥رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۔ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ⑨فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ⑩يَّغْشَى النَّاسَ ۔ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑪

ترجمہ: ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان میں ہے اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں وہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں سو آپ (ان کے لئے) اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو جوان سب لوگوں پر عام ہو جاوے یہ (بھی) ایک دردناک سزا ہے۔

تفسیر ⑥ "رحمة من ربک" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میری طرف میری مخلوق پر شفقت ہے اور میرا ان پر انعام ہے کہ ان کی طرف ہم نے رسول بھیجے اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں رحمت کے لیے اُتارا۔

"انه هو السميع العلم ⑦رب السموات والارض وما بينهما" اہل کوفہ نے "رب" پر زیر پڑھی ہے اس کو باری تعالیٰ کے قول "من ربک" پر لوٹاتے ہوئے اور دیگر حضرات نے اس کو پیش دی ہے باری تعالیٰ کے قول "هو السميع العليم" پر لوٹاتے ہوئے اور کہا گیا ہے کہ ابتداء کی وجہ سے۔ "ان كنتم موقنين" کہ اللہ آسمانوں و زمینوں کا رب ہے۔

⑧ "لا اله الاّ هو يحيى ويميت ربكم ورب ابائكم الاوّلين

⑨ بل هم في شك" اس قرآن سے۔ "يلعبون" اس کے ساتھ کھیل کود کرتے ہیں۔

⑩ "فارتقب يوم تاتى السمآء بدخان مبين

⑪ يغشى النّاس هذا عذاب اليم"

اس کی اصل عبارت "هو عذاب الهی" ہے۔ یعنی یہ خدا کا عذاب ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان کے کلام کی حکایت ہو جو اس کے بعد ہے یعنی "یقولون هذا عذاب الیم"

دُخان سے کیا مراد ہے

اس دھویں میں مفسرین رحمہم اللہ کا اختلاف ہے مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کندہ میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے دن ایک دھواں آئے گا جو منافقوں کے کانوں اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مؤمنوں کی زکام کی حالت کی طرح حالت ہوگی تو ہم گھبرا گئے تو میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا، آپ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے، سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص جانتا ہے وہ کہے اور جو نہیں جانتا وہ کہے اللہ اعلم کیونکہ یہ بھی علم میں سے ہے کہ جو بات نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہے اللہ و رسولہ اعلم کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: "قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انا من المتکلفین" اور بے شک قریش نے اسلام لانے میں سستی کی تو آپ علیہ السلام نے ان پر بددُعا کی اور کہا اے اللہ! تو میری ان کے خلاف یوسف علیہ السلام کی قحط کی طرح کے قحط کے ذریعے مدد کر تو ان کو قحط نے آ پکڑا حتیٰ کہ وہ اس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور مُردار اور ہڈیاں کھانے لگے اور آدمی آسمان و زمین کے درمیان دھویں کی سی حالت دیکھتا تھا تو ابوسفیان آیا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تشریف لائے صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی قوم ہلاک ہو گئی ہے تو آپ علیہ السلام ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے۔ پھر "فارتقب یوم تاتی السمآء بدخان مبین" سے "انکم عائدون" تک پڑھا۔ کیا بھلا ان سے آخرت کا عذاب دور کیا جائے گا جب وہ آئے گا؟ پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ "یوم نبطش البطشة الکبریٰ" یعنی بدر کے دن۔ "الم غلبت الروم" سے "سیغلبون" تک اور روم تحقیق گزر چکا اور اسی کو اعمش سے روایت کیا گیا ہے۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ⑫ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ⑭ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ⑯

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے ان کو (اس سے) کب نصیحت ہوتی ہے حالانکہ (اس کے قبل) ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی دوسرے بشر کا سکھایا ہوا (دیوانہ) ہے ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے تم پھر اسی حالت پر آ جاؤ گے جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے (اس روز ہم (پورا) بدلہ لیں گے۔

تفسیر ⑫ "ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون" پس اس کو کہا گیا اگر ہم ان سے دور کردیں تو وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔ پس آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے دُعا کی، پس ان سے عذاب کو دور کردیا گیا تو وہ کفر کی طرف لوٹے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے بدر کے دن انتقام لیا۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان "فارتقب یوم تاتی السمآء بدخان مبین" سے "انا منتقمون" تک۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں۔ لزام اور روم اور بطشہ (پکڑ) اور چاند اور دھواں اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ دھواں قیامت کے قائم ہونے سے پہلے آئے گا، ابھی تک نہیں آیا۔ پس کفار اور منافقین کے کانوں میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ وہ بھنے ہوئے سر کی طرح ہو گیا اور مؤمن کو اس سے زکام کی کیفیت کی طرح پیش آئے گا اور ساری زمین اس گھر کی طرح ہو جائے گی جس میں آگ جلائی گئی ہو۔

اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حسن رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ربعی بن حراش فرماتے ہیں کہ میں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی ابتدائی آیات میں سے دھواں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا اُترنا اور آگ جو عدن سے نکلے گی، لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی، جب وہ دوپہر کا آرام کریں گے تو ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) دھواں کیا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت کی۔ "یوم تاتی السمآء بدخان مبین" مشرق و مغرب کے مابین کو بھر دے گا، چالیس دن و رات رہے گا۔ بہرحال مومن کو صرف زکام کی سی کیفیت ہوگی اور کافر پس وہ نشہ والے شخص کی طرح ہوگا اس کے نتھنوں اور کانوں اور پیچھے سے دھواں نکلے گا۔

⑬ "انّٰی لھم الذکریٰ" کہاں سے ان کے لیے نصیحت حاصل کرنا ہے؟ فرماتے ہیں کہ کیسے وہ نصیحت حاصل کریں گے؟ "وقد جآء ھم رسول مبین" جس کا سچ ظاہر ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

⑭ "ثم تولوا عنه" اس سے اعراض کیا۔ "وقالوا معلم" یعنی اس کو کوئی انسان سکھاتا ہے۔ "مجنون"

⑮ "انا کاشفوا العذاب" یعنی بھوک کا عذاب۔ "قلیلا" یعنی تھوڑا زمانہ۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن تک "انکم عائدون" اپنے کفر کی طرف۔

⑯ "یوم نبطش البطشة الکبریٰ" اور وہ بدر کا دن ہے۔ "انا منتقمون" اور یہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ کا قول ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن اور یہی بات عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ⑰ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ⑱ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑲ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ⑳ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ㉑ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ㉒ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ㉓ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ㉔ كَمْ

تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور وہ آزمائش یہ تھی کہ) ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو میں تمہاری طرف (خدا کا) فرستادہ ہو کر آیا ہوں دیانتدار ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ تم خدا سے سرکشی مت کرو میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل (اپنی نبوت کی پیش کرتا ہوں اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر (یا غیر پتھر) سے قتل کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو تب موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب ہوگا اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان کا سارا لشکر ڈبو دیا جاوے گا وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے۔ چھوڑ گئے۔

تفسیر ⑰ **"ولقد فتنا"** ہم نے آزمایا۔ **"قبلهم"** ان لوگوں سے پہلے **"قوم فرعون وجآء هم رسول كريم"** اللہ پر اور وہ موسیٰ علیہ السلام بن عمران ہیں۔

⑱ **"ان ادوّا الیّ عباد الله"** یعنی بنی اسرائیل تو ان کو چھوڑ دے اور تکلیفیں نہ دے۔ **"انی لکم رسول امین"** وحی پر۔

⑲ **"وان لاتعلوا علی الله"** یعنی اس کی فرمانبرداری چھوڑ کر اس پر جبر نہ کرو۔ **"انی آتیکم بسلطان مبین"** واضح دلیل میری بات کے سچا ہونے پر۔ پس جب انہوں نے یہ بات کی تو آپ علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔

⑳ پس موسیٰ علیہ السلام نے کہا **"وانی عذت بربیّ وربّکم ان ترجمون"** یہ کہ تم مجھے قتل کرو اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے برا بھلا کہو اور تم کہو کہ وہ جادوگر ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم مجھے پتھر مارو۔

㉑ **"وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون"** پس تم مجھے چھوڑ دو نہ میرے ساتھ ہو اور نہ میرے خلاف اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پس تم ہاتھ اور زبان کے ساتھ مجھے تکلیف دینے سے جدا ہو جاؤ۔ پس وہ ایمان نہ لائے۔

㉒ **"فدعا ربّه انّ هؤلاء قوم مجرمون"** مشرک ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول کی اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ رات کے وقت قوم کو لے جائیں۔

㉓ **"فاسر بعبادی لیلا"** یعنی بنی اسرائیل کو۔ **"انکم متبعون"** تمہارے پیچھے فرعون اور اس کی قوم آئے گی۔

㉔ **"واترک البحر"** جب آپ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اس کو پار کر لیں۔ **"رهواً"** اس کی حالت وہیئت پر ساکن اس کو لاٹھی مارنے اور اس میں داخل ہونے کے بعد۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ علیہ السلام پانی کو حکم نہ دیں کہ وہ اپنی حالت پر لوٹ آئے۔ آپ علیہ السلام اس کو چھوڑ یہاں تک کہ آل فرعون اس میں داخل ہو جائیں اور رھو کی اصل سکون ہے اور مقاتل رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ آپ علیہ السلام سمندر کو ساکن چھوڑ دیں۔ پس مصدر کے ساتھ نام رکھا ہے۔ اصل ذارھوتھی اور کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام اس کے راستے بنے ہوئے چھوڑ دیں۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خشک راستے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پار کرلیا تو ارادہ ہوا کہ سمندر کو عصا (لاٹھی) ماریں تاکہ وہ مل جائے اور یہ خوف ہوا کہ کہیں فرعون اور اس کا لشکر پیچھے نہ آ جائے تو آپ علیہ السلام کو کہا گیا "اترک البحر رھوًا انھم جند مغرقون" موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو غرق کردیں گے تاکہ اس سمندر کو اس کی حالت پر چھوڑنے میں ان کے دل کا اطمینان ہوجائے۔ پھر وہ ذکر کیا جو انہوں نے مصر میں چھوڑا۔

(㉕۔...... "کم ترکوا" یعنی غرق کے بعد۔ "من جنات وعیون"

㉖ "وزروع و مقام کریم" عزت والی جگہ۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں معزز عمدہ۔

㉗ "ونعمة" اور سامان اور پرآسائش زندگی۔ "کانوا فیھا فاکھین" ناز و نعم میں میوے کھاتے اکڑتے تھے۔

كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ㉘ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ㉙ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ㉚ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ㉛ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ㉜ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ㉝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ㉞ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ㉟ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㊱ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ㊲

ترجمہ (یہ قصہ) اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنادیا نہ تو ان پر آسمان و زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم و ستم) سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش (اور) (حد عبودیت) سے نکل جانے والوں میں سے تھا اور (اس کے علاوہ) ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے (بعض امور میں تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے سوائے مسلمانو اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو زندہ کرا کے) لا موجود کرو یہ لوگ (قوت و شوکت میں) زیادہ بڑے ہوئے ہیں یا تبع (شاہ یمن) کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے ہو گزری ہیں ہم نے ان کو (بھی) ہلاک کر ڈالا وہ نافرمان تھے۔

تفسیر ㉘ "کذلک" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح میں کرتا ہوں اس کے ساتھ جو میری نافرمانی کرے۔ "و اورثناھا قومًا آخرین" یعنی بنی اسرائیل۔

㉙"فما بکت علیهم السمآء والارض" یہ اس وجہ سے کہا کہ مؤمن جب مرجاتا ہے تو چالیس دن تک اس پر آسمان و زمین روتے ہیں اور یہ مؤمن لوگ اب ان کا کوئی نیک عمل آسمان کی طرف بلند نہ ہوگا تو اس کے فقدان پر آسمان روتا ہے اور زمین پر نیک عمل نہ ہوگا تو زمین اس پر روتی ہے۔انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بندہ کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں۔ایک دروازہ اس سے اس کا رزق نکلتا ہے اور ایک دروازہ اس میں اس بندہ کا عمل داخل ہوتا ہے۔پس جب وہ بندہ مرجاتا ہے تو یہ سلسلہ بند ہوجاتا ہے تو وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔ پھر یہ آیت "فما بکت علیهم السمآء والارض" تلاوت کی۔عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان کا رونا اس کے اطراف کا سرخ ہوجانا ہے۔سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو ان پر آسمان رویا اور اس کا رونا اس کا سرخ ہوجانا ہے۔"وما کانوا منظرین" جب ان کو عذاب پکڑے گا تو ان کو توبہ اور کسی اور چیز کی مہلت نہ دی جائے گی۔

㉚"ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب المهین" بیٹوں کے قتل کرنے اور عورتوں کو زندہ رکھنے اور مشقت والے کاموں سے۔

㉛"من فرعون انه کان عالیا من المسرفین.

㉜ولقد اخترناهم" یعنی بنی اسرائیل کے مؤمنوں کو۔"علی علم" ان کے بارے میں "علی العالمین" ان کے زمانہ کے جہان والوں پر۔

㉝"وآتیناهم من الآیات مافیه بلاء مبین" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں واضح نعمت ہے سمندر کو پھاڑنے اور بادلوں کے سایہ کرنے اور من وسلویٰ اُتارنے میں اور وہ نعمتیں جو ہم نے ان پر کیں۔ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی آزمائش کی نرمی اور سختی کے ساتھ اور پڑھا "ونبلوکم بالشر والخیر فتنة"

㉞"ان هؤلاء" یعنی مکہ کے مشرکین "لیقولون

㉟ان هی الا موتتنا الاولی" یعنی صرف وہی موت ہے جو ہم دُنیا میں مرجائیں گے۔پھر اس کے بعد اُٹھنا نہ ہوگا اور وہ اس کا قول "وما نحن بمنشرین" اُٹھائے جانے والے ہمارے مرنے کے بعد۔

㊱"فأتوا بآبائنا" جو مرگئے ہیں۔"ان کنتم صادقین" کہ ہم مرنے کے بعد زندہ کرکے اُٹھائے جائیں گے۔پھر ان کو گزشتہ اُمتوں کے مثل عذاب سے ڈرایا اور فرمایا۔

㊲"اهم خیر ام قوم تبع" یعنی وہ ان سے بہتر نہیں ہیں یعنی تعداد اور قوت میں قوم تبع سے زیادہ نہیں ہیں۔

قوم تبع کا واقعہ

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ تبع حمیری ہے اور یہ یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔اس کا نام تبع اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کے متبعین بہت زیادہ تھے اور ان میں سے ہر بادشاہ کا نام تبع رکھا جاتا تھا۔اس لیے کہ وہ پہلے کا تابع ہوتا تھا۔یہ بادشاہ آگ کی پوجا کرتا

تھا، اسلام لے آیا اور اپنی قوم حمیر کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کا واقعہ وہ ہے جو محمد بن اسحاق وغیرہ اور عکرمہ رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ تبع الآخر تھا۔ اس کا نام ابوکرب اسعد بن ملیک تھا۔ جب یہ مشرق سے متوجہ ہوا تو مدینہ کا راستہ اختیار کیا۔ وہ پہلے جب یہاں سے گزر رہا تھا تو ان کے درمیان اپنا بیٹا چھوڑ گیا تھا وہ جنگ میں مارا گیا، پھر یہ واپس آیا تو اس نے پکا ارادہ کیا کہ مدینہ کو تباہ کر دوں گا اور اس کے اہل کو جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔ جب اس کے آنے کی خبر سنی تو مقابلہ کے لیے انصار کا قبیلہ جمع ہو گیا اور اس سے لڑائی کے لیے مدینہ سے نکل آئے، انصار سارا دن اس سے لڑائی کرتے اور رات کو اس کی مہمان نوازی کرتے۔ اس کو یہ بات بڑی عجیب لگی اور یہ کہنے لگا بے شک یہ لوگ بڑے معزز ہیں۔

اسی اثناء میں اس کے پاس دو عالم آئے، ان کا نام کعب اور اسد تھا، یہ دونوں بنو قریظہ کے علماء میں سے تھے اور دونوں چچا زاد بھائی تھے۔ جب ان دونوں نے سنا کہ یہ مدینہ اور اس کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو دونوں نے اس کو کہا اے بادشاہ! ایسا نہ کر کیونکہ اگر تو نے اپنے ارادہ سے باز آنے سے انکار کیا تو تیرے اور مدینہ کے درمیان رُکاوٹ ہو جائے گی اور تجھ پر جلد عذاب آنے سے ہم بے خوف نہیں ہیں کیونکہ اس مدینہ کی طرف ایک عظیم الشان نبی ہجرت کرنے والے ہیں جو قریش کے خاندان سے ہوں گے، ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جائے پیدائش مکہ ہوگا اور یہ ان کا دار الہجرت ہے اور جس جگہ تو ہے یہاں ان کے ساتھیوں اور اپنے دشمنوں کے قتل اور زخم کا بڑا معاملہ ہوگا۔ تبع نے پوچھا، ان سے کون قتال کرے گا حالانکہ وہ تو نبی ہوں گے؟

تو وہ دونوں کہنے لگے ان کی قوم یہاں آئے گی اور یہاں لڑائی کرے گی تو ان دونوں کی بات سن کر تبع مدینہ کے بارے میں اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔ پھر ان دونوں نے اس کو اپنے دین کی دعوت دی تو اس نے یہ دعوت قبول کر لی اور ان کے دین کا پیروکار ہو گیا اور ان کا اکرام کیا اور مدینہ سے چلا گیا اور ان دونوں عالموں اور یہود کے چند لوگوں کو ساتھ لے کر یمن کی طرف چل پڑا۔ پس راستہ میں ہذیل کے چند لوگ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے، ہم تیری رہنمائی ایک گھر کی طرف کرتے ہیں جس میں موتی، زمرد اور چاندی کے خزانے ہیں۔ تبع نے پوچھا کون سا گھر؟ وہ کہنے لگے مکہ میں ایک گھر ہے۔ ہذیل اس کو ہلاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کی طرف جو شخص برا ارادہ کرے وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو تبع نے یہ بات ان علماء کو ذکر کی تو انہوں نے کہا ہم زمین میں اس گھر کے علاوہ اللہ کا کوئی گھر نہیں جانتے۔ پس تو اس کو مسجد بنا اور وہاں سے چل اور قربانی کر اور سر منڈوا۔

اور یہ قوم تیری ہلاکت چاہتی ہے۔ اس لیے جب بھی کسی نے اس کا ارادہ کیا ہے وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ پس تو اس کا اعزاز کر اور اس کے پاس وہی کر جو اس کے اہل کرتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو تبع نے ہذیل کے ان لوگوں کو پکڑوایا اور ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اور آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ پھر ان کو سولی پر چڑھا دیا۔ پھر جب وہ مکہ آیا تو بطائح گھاٹی میں اُترا اور بیت اللہ کو پہنائے کپڑے چڑھائے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے بیت اللہ پر کپڑا چڑھایا اور گھاٹی میں چھ ہزار بدنہ ذبح کیے اور چند دن وہاں قیام کیا، طواف کیا اور سر منڈوا کر چلا گیا۔ پھر جب یمن میں داخل ہونے لگا تو اس کی قوم حمیر رُکاوٹ بن گئی۔ وہ کہنے لگے تو ہمارے شہر میں داخل نہ ہو کیوں کہ تو نے ہمارے دین کو چھوڑ دیا ہے تو تبع نے ان کو اپنے دین کی دعوت دی اور

کہا کہ یہ تمہارے دین سے بہتر ہے تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا فیصلہ آگ کی طرف ہے اور یمن میں پہاڑ کے نیچے آگ تھی، لوگ اپنے اختلافی معاملات میں اس سے فیصلہ کراتے تھے، وہ ظالم کو کھا جاتی تھی اور مظلوم کو کچھ نقصان نہ دیتی تھی۔

تبع نے کہا تم نے انصاف کیا۔ پس تبع کی قوم اپنے بتوں اور ان چیزوں کو لے کر نکلی جن کے ذریعے وہ اپنے دین میں قرب حاصل کرتے تھے اور وہ دونوں عالم اپنے صحیفے اپنی گردن میں ڈال کر نکلے یہاں تک کہ وہ وہاں بیٹھ گئے جہاں سے آگ نکلتی ہے۔ پس آگ نکلی اور ان کو ڈھانپ لیا اور بتوں اور جن کے ساتھ وہ قرب حاصل کرتے تھے ان کو کھا گئی اور حمیر کے جن لوگوں نے ان کو اُٹھایا ہوا تھا ان کو بھی اور وہ دونوں عالم اپنے مصاحف کے ساتھ توریت پڑھتے ہوئے نکلے، ان کی پیشانیوں سے پسینہ بہہ رہا تھا لیکن آگ نے ان کو نقصان نہ پہنچایا تھا اور آگ جہاں سے آئی تھی وہاں چلی گئی۔ اس وقت حمیر ان دونوں کے دین پر آ گئے۔ پس اس وجہ سے یہودیت کی اصل یمن میں ہے۔ ابو حاتم رحمہ اللہ نے رقاشی سے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو کرب اسعد الحمیری تبابعہ میں سے وہ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سات (۷۰۰) سو سال پہلے آپ علیہ السلام پر ایمان لایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ تم تبع کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ نیک آدمی تھا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جس نے بیت اللہ کو کپڑا پہنایا اور ذکر کیا گیا ہے کہ کعب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تبع کی قوم کی مذمت کی ہے اس کی مذمت نہیں کی۔

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تبع کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ اسلام لے آیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ تبع نبی تھا یا غیر نبی۔ "والذین من قبلھم" کافر اُمتوں میں سے۔ "اھلکناھم انھم کانوا مجرمین"

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ㊳ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㊴ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ㊵ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ㊶ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ㊷ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ㊸ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ㊹ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ㊺ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ㊻

ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں (بلکہ) ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے بے شک فیصلہ کا دن یعنی قیامت کا دن) ان سب کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقے والے کے ذرا کام نہ آوے گا اور نہ ان کی کچھ حمایت کی جاوے گی ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے اور اللہ زبردست ہے مہربان ہے بیشک زقوم کا درخت بڑے مجرم (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا جو (کریہہ صورت ہونے میں) تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا (اور) اور وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے۔

تفسیر 38 "وما خلقنا السموات والارض وما بینهما لاعبین ......

39 ماخلقناهما الا بالحق" کہا گیا یعنی حق کے لیے اور وہ فرمانبرداری پر ثواب دینا اور نافرمانی پر سزا دینا ہے۔ "ولکن اکثرهم لا یعلمون"

40 "انّ یوم الفصل" جس دن رحمٰن بندوں کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ "میقاتهم اجمعین" قیامت کے دن اگلوں پچھلوں کو پورا بدلہ دیں گے۔

41 "یوم لایغنی مولی عن مولی شیئًا" کوئی قریبی اپنے قریبی ساتھی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ اس سے کچھ دور کر سکے گا۔ "ولاهم ینصرون" وہ اللہ کے عذاب سے نہ روکے جائیں گے۔

42 "الّا من رحم اللّٰه" مؤمنین مراد ہیں کیونکہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کی سفارش کریں گے۔ "انه هو العزیز" اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں "الرحیم" مؤمنین پر۔

43 "انّ شجرة الزقوم. 44 طعام الاثیم" یعنی گناہ گاروں کا اور وہ ابوجہل ہے۔

45 "کالمهل" یہ سیاہ تیل کا تلچھٹ "یغلی فی البطون" ابن کثیر اور حفص رحمہما اللہ نے "یغلی" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان دونوں نے اس اس مہل کو فعل بنایا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے شجرة کی تانیث کی وجہ سے۔ "فی البطون" کفار کے پیٹوں میں۔

46 "کغلی الحمیم" گرم پانی کی طرح جب وہ خوب جوش مارے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ پس اگر زقوم درخت کا ایک قطرہ زمین پر ٹپکا دیا جائے تو اہل دُنیا پر ان کی معیشت کڑوی کر دے۔ پس کیسے حال ہوگا اس کا جس کا وہ کھانا ہوگا اور ان کے لیے اس کے علاوہ کوئی کھانا نہ ہوگا۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ 47 ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ 48 ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ 49 اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ 50 اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ 51 فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ 52 يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ 53 كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ 54 يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ 55 لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ 56 فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ 57 فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ 58 فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ 59

ترجمہ (اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو لے چکھ تو بڑا معزز مکرم ہے یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے بے شک خدا سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے باغوں میں اور نہروں میں (اور) وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (اور) یہ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے (اور) وہ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے (اور) وہاں بجز اس موت کے جو دنیا میں آ چکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے (یعنی مرنے کے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا بڑی کامیابی یہی ہے سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان کردیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں تو (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) آپ منتظر رہیے یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

تفسیر 47 "خلوہ" یعنی زبانیہ کو کہا جائے گا کہ تم اس کو پکڑو یعنی گناہ گار کو۔ "فاعتلوہ" اہل کوفہ، ابو جعفر اور ابو عمرو رحمہم اللہ نے تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے تاء کی پیش کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ یعنی تم ان کو دھکے دو اور ہانکو۔ کہا جاتا ہے "عتلہ، یعتلہ، عتلاً" جب اس کو سختی کے ساتھ ہانکے اور دھکے دے۔ "الٰی سواء الجحیم" اس کے درمیان میں

48 "ثم صبوا فوق رأسہ من عذاب الحمیم" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم کا داروغہ اس کے سر پر مارے گا تو اس کے دماغ تک سوراخ ہو جائے گا، پھر اس میں انتہا کا گرم پانی ڈال دے گا۔

49 پھر اس کو کہا جائے گا "ذُق" اس عذاب کو "انک" کسائی رحمہ اللہ نے "انک" الف کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی "لانک تقول الخ" یعنی اس لیے کہ تو کہتا تھا کہ میں غالب معزز ہوں اور دیگر حضرات نے الف کی زیر کے ساتھ ابتداء پر پڑھا ہے۔

"انت العزیز الکریم" اپنی قوم کے نزدیک تیرے گمان میں اور یہ اس وجہ سے کہ ابو جہل کہا کرتا تھا کہ میں اس وادی والوں میں غالب اور زیادہ عزت والا ہوں۔ پس یہ لفظ اس کو جہنم کے داروغے استہزاء اور ڈانٹ کے طور پر کہیں گے۔

50 "ان ھٰذا ما کنتم بہ تمترون" تم اس میں شک کرتے ہو اور تم اس پر ایمان نہیں لاتے، پھر متقین کا ٹھکانہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

51 "ان المتقین فی مقام امین" اہل مدینہ اور اہل شام نے "فی مقام" میم کے پیش کے ساتھ مصدر ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ یعنی اقامت میں۔ اور دیگر حضرات نے میم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی فی مجلس امین پر امن مجلس میں جس میں وہ غیر سے امن میں ہوں گے یعنی موت سے اور اس سے نکلنے سے۔

52 فی جنات وعیون۔ 53 یلبسون من سندس واستبرق متقابلین۔

54 کذٰلک وزوّجناھم" یعنی جیسے ہم نے اس کا اعزاز کیا ان باغات اور چشموں اور لباس کے ساتھ جو ہم نے ابھی بیان کیے۔ اسی طرح ہم نے ان کا اکرام کیا کہ ان کا نکاح کیا۔ "بحور عین" یعنی ہم نے ان کو ان حوروں کے ساتھ ملا دیا، عقد

نکاح مراد نہیں، اس لیے کہ عقدِ نکاح کے لیے یوں نہیں کہا جاتا "زوّجته بامرأة" ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان حوروں کو ان کے جوڑے بنا دیا۔ جیسا کہ جوتے کو جوتے کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ یعنی ہم نے ان کو دو دو کر دیا اور حور عین صاف ستھری سفید عورتیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نگاہ ان کی سفیدی اور چمک دار رنگ کی وجہ سے حیران ہو جائے۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حور وہ بہت زیادہ سفید اور سیاہ آنکھوں والی ہیں۔ اس کا واحد حور ہے جیسے "المرأة حوراء" بولا جاتا ہے اور عین عیناء کی جمع ہے اور وہ بڑی بڑی آنکھوں والی۔

55 "یدعون فیها بکل فاکهة" جو وہ چاہیں گے۔ "آمنین" اس کے پسند نہ آنے اور نقصان دینے سے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت و تکلیف اور شیاطین سے امن میں ہونگے۔

56 "لایذوقون فیها الموت الا الموتة الاولٰی" یعنی اس موت کے علاوہ جو انہوں نے دُنیا میں چکھی ہے۔ "الا" کو سویٰ کی جگہ لایا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان "ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء الا ما قد سلف" یعنی سویٰ ما قد سلف ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ پہلی موت کا استثناء کیا گیا ہے اور وہ دُنیا میں ہوگی۔ جنت میں موت سے اس لیے کہ نیک بخت لوگ جب مریں گے تو وہ جنت کے اسباب کی طرف لطف کے ساتھ لوٹیں گے۔ ان میں روح اور خوشبو ڈالی جائے گی اور وہ جنت میں اپنے مراتب دیکھ لیں گے۔ پس ان کی دُنیا کی موت گویا کہ وہ جنت میں ہے کیونکہ وہ اس کے اسباب اور اس کے مشاہدہ کے ساتھ متصل ہوں گے۔ "ووقاهم عذاب الجحيم"

57 "فضلا من ربک" یعنی ان کے ساتھ یہ کرنا اس کا فضل ہے۔ "ذلک هو الفوز العظيم"

58 "فانما یسرناه" ہم نے قرآن کو آسان کیا، یہ کنایہ ہے (ضمیر لائی) غیر مذکور چیز سے "بلسانک" آپ علیہ السلام کی زبان پر "لعلهم یتذکرون" وہ نصیحت حاصل کریں۔

59 "فارتقب" پس تو اپنے رب کی طرف سے مدد کو دیکھ اور کہا گیا ہے کہ تو ان کے عذاب کا انتظار کر۔ "انهم مرتقبون" وہ آپ علیہ السلام کے مغلوب ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، اپنے گمان کے مطابق۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے "حم، الدخان" رات کو پڑھی تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

سُوْرَۃُ الْجَاثِیَہ

مکمل سورت سوائے آیت نمبر۱۴ کے مکی ہے کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور اس کی سینتیس (۳۷) آیات ہیں۔ سورۃ الدخان کے بعد نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ④ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑤ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ⑥ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ⑦ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑧ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑨ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑩ هٰذَا هُدًى وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑪

(ترجمہ) حم یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے (استدلال سے) لئے بہت سے دلائل ہیں اور (اسی طرح) خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو زمین میں پھیلا رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں اور (اسی طرح) یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس (مادہ) رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس (بارش) سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہونے پیچھے اور (اسی طرح) ہواؤں کے بدلنے میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل

(سلیم) رکھتے ہیں اور یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں تو پھر اس کی آیتوں کے بعد اور کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے بڑی خرابی ہوگی ایسے شخص کے لئے جو جھوٹا ہو نافرمان ہو جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ وہ اس کے اوپر پڑھی جاتی ہیں (اور) پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اس نے ان کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے اور جب وہ کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں ذلت کا عذاب ہے ان کے آگے جہنم) آرہا) ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا کام آویں گی جو دنیا میں کما گئے تھے اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز (اور معبود) بنا رکھا تھا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی (ان) آیتوں کو نہیں مانتے ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا۔

تفسیر ①"حم ②تنزیل الکتاب من اللّٰہ العزیز الحکیم

③انّ فی السموات والارض لآیات للمؤمنین

④**وفی خلقکم وما یبث من دابّۃ آیات**" حمزہ اور کسائی اور یعقوب رحمہم اللہ نے (آیات) اور "**تصریف الریاح آیات**" تاء کی زیر کے ساتھ ان دونوں میں پڑھا ہے، رد کرتے ہوئے اس کے قول "**لآیات**" پر اور وہ نصب کی جگہ میں ہے۔

اور دیگر حضرات نے ان دونوں کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ استئناف پر۔ اس بناء پر کہ عرب کہتے ہیں "**انّ لی علیک مالا وعلی اخیک مال**" دوسرے کو نصب دیتے ہیں اور اس کو رفع بھی دیتے ہیں۔ "**لقوم یوقنون**" کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

⑤"**واختلاف اللیل والنھار وما انزل اللّٰہ من السماء من رزق**" یعنی وہ بارش جو بندوں کے رزق کا سبب ہے۔ "**فاحیابہ الارض بعد موتھا وتصریف الریاح آیات لقوم یعقلون**"

⑥"**تلک آیات اللّٰہ نتلوھا علیک بالحق**" مراد یہ ہے کہ یہ جو ہم نے آپ پر اللہ کی آیات بیان کیں ہم ان کو آپ پر حق کے ساتھ بیان کرتے ہیں "**فبایّ حدیث بعد اللّٰہ**" اللہ کی کتاب کے بعد "**وآیاتہ یؤمنون**" ابن عامر، حمزہ، کسائی، ابوبکر اور یعقوب رحمہم اللہ نے "**تؤمنون**" تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس معنی پر کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو کہہ دیں کہ کون سی بات پر تم ایمان لاتے ہو؟ اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑦"**ویل لکلّ افّاک اثیم**" جھوٹا گناہ گار یعنی نضر بن حارث۔

⑧"**یسمع آیات اللّٰہ تتلٰی علیہ ثم یصرّ مستکبرا کأن لم یسمعھا کأن فی اذنیہ وقراً فبشرہ بعذاب الیم**"

⑨"**واذا علم من آیاتنا**" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن میں سے "**شیئا اتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین**" یہاں جمع کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ کے قول "**لکل افّاک اثیم**" کی طرف ردّ کرتے ہوئے۔

⑩"**من ورائھم**" ان کے سامنے "**جھنّم**" یعنی وہ دُنیا میں اپنے اموال کے ساتھ نفع اُٹھانے والے ہیں اور ان کے لیے

آخرت میں جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے۔ "ولا یغنی عنھم ما کسبوا" اموال میں سے "شیئا ولا ما اتخذوا من دون اللہ اولیاء" اور نہ وہ جن معبودوں کی وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں۔ "ولھم عذاب عظیم"

⑪ "ھذا" یعنی یہ قرآن "ھُدی" گمراہی سے بیان ہے۔ "والذین کفروا بآیات ربھم لھم عذاب من رجز الیم"

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَلَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ⑫ وَسَخَّرَلَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ⑬ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ⑭ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑮ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ⑯ وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ⑰

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر و کرو اور (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے مسخر بنا دیا بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو غور کرتے ہیں آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو خدا کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے تا کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مسلمانوں کو) ان کے عمل کا صلہ دے جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع کے لئے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اسکا وبال اسی پر پڑتا ہے پھر تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور ہم نے بنی اسرائیل کو (کتاب آسمانی) اور حکمت (یعنی علم احکام) اور نبوت دی تھی اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی تھیں اور ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی اور ہم نے ان کو دین کے بارہ میں کھلی کھلی دلیلیں دیں سو انہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضد اضدی کے آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز ان امور میں (عملی) فیصلہ کرے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے۔

تفسیر: ⑫ "اللہ الّذی سخّرلکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلّکم تشکرون

⑬ وسخرلکم ما فی السموات وما فی الارض" اور اس کی تسخیر کا معنی یہ ہے کہ اس نے اس کو پیدا کیا ہمارے منافع کے لیے۔ پس وہ ہمارے تابع ہیں کیونکہ ہم ان سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ "جمیعا منہ" پس تم اللہ کا شریک نہ بناؤ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "جمیعا منه" یہ تمام اس کی طرف سے رحمت ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام اس کا فضل واحسان ہے۔ "انّ فی ذلک لایات لقوم یتفکرون"

⑭ "قل للذین امنوا یغفروا للذین لایرجون ایّام الله" یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے اور اس کی سزا کی پرواہ نہیں کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ بنی غفار کے ایک شخص نے مکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ اس کو معاف کردے اور قرظی اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل مکہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ لوگ قتال کے حکم سے پہلے مشرکین کی طرف سے سخت تکلیفوں میں تھے تو انہوں نے اس بات کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر اس کو قتال کی آیت نے منسوخ کردیا۔ "لیجزی قوما" ابن عامر، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے "لنجزی" نون کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیں اور ابوجعفر رحمہ اللہ نے "لیجزی" پہلی یاء کی پیش اور دوسری یاء کے سکون اور زاء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوعمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لحن (غلطی) ہے۔ کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ تاکہ قوم کو بدلہ دیا جائے۔ "بما کانوا یکسبون"

⑮ "من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها ثمّ الی ربّکم ترجعون."

⑯ ولقد اٰتینا بنی اسرائیل الکتاب" توریت۔ "والحکم والنبوۃ ورزقناھم من الطیبات" حلال چیزیں یعنی من وسلویٰ "وفضلنا ھم علی العالمین" یعنی ان کے زمانہ کے جہان والوں پر۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں جہان والوں میں سے کوئی ایک اللہ پر معزز اور پسندیدہ نہ تھا۔

⑰ "واٰتیناھم بینات من الامر" یعنی علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور آپ علیہ السلام کا امر جو ان کے لیے بیان کیا۔ "فما اختلفوا الا من بعد ما جاء ھم العلم بغیا بینھم انّ ربّک یقضی بینھم یوم القیامة فیما کانوا فیه یختلفون"

ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ ⑱ اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْکَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا ط وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ⑲ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ⑳ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ㉑ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ م بِمَا کَسَبَتْ وَهُمْ لَایُظْلَمُوْنَ ㉒ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی

سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ م بَعْدِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿23﴾

ترجمہ: پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آ سکتے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا یہ قرآن عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین (یعنی ایمان) لانے والوں کے لئے بڑی رحمت کا (سبب) اور یہ لوگ جو برے برے کام کرنے میں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جاوے یہ برا حکم لگاتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جاوے سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

تفسیر: ⑱ "ثمّ جعلناک" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) "علی شریعة" موسیٰ علیہ السلام کے بعد سنت و طریقہ۔ "من الامر" دین سے۔ "فاتبعها و لا تتبع اهواء الّذین لایعلمون" یعنی کافروں کی مراد اور یہ اس وجہ سے کہ وہ آپ علیہ السلام کو کہتے تھے کہ آپ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ آئیں کیونکہ وہ تجھ سے افضل تھے۔

⑲ "انهم لن یغنوا عنک من اللّٰه شیئا" اگر آپ ان کی خواہشات کی اتباع کریں تو وہ آپ سے اللہ کے عذاب کو دور نہ کر سکیں گے۔ "وان الظالمین بعضهم اولیآء بعض واللّٰه ولیّ المتقین"

⑳ "هٰذا" یعنی قرآن۔ "بصائر" علامات ہیں۔ "للنّاس" حدود و احکام میں کہ وہ اس کے ذریعے دیکھتے ہیں۔ "وهدی و رحمة لقوم یؤقنون"

㉑ "ام حسب" بلکہ کافی ہے۔ "الّذین اجترحوا السیئات" کفر اور نافرمانیوں کا ارتکاب کیا۔ "ان نجعلهم کالّذین امنوا وعملوا الصالحات" یہ آیت مشرکین مکہ کے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے مؤمنین کو کہا کہ اگر جو تم کہتے ہو حق ہے تو ہم آخرت میں بھی تم پر فضیلت رکھیں گے۔ جیسا کہ ہم تم پر دُنیا میں فضیلت رکھتے ہیں۔ "سواء محیاهم" حمزہ اور کسائی اور حفص اور یعقوب رحمہم اللہ نے "سواء" کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم ان کو برابر کر دیں گے۔ یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ کافروں کی زندگی "ومماتهم" مؤمنین کی زندگی اور ان کی موت کی طرح برابر ہے ہرگز نہیں۔

اور دیگر حضرات نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے مبتداء خبر ہونے کی بناء پر یعنی "محیاهم ومماتهم سواء" پس ضمیر ان دونوں میں مؤمنوں اور کافروں سب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس کا معنی ہے مؤمن اپنی زندگی اور موت میں مؤمن ہے یعنی دُنیا

وآخرت میں اور کافر اپنی زندگی وموت میں کافر ہے یعنی دُنیا وآخرت میں "سآء ما یحکمون" برا ہے وہ جو فیصلہ کرتے ہیں۔ مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اہل مکہ میں سے ایک شخص نے کہا یہ تیرے بھائی تمیم داری کا مقام ہے، میں نے ان کو ایک رات صبح تک یا صبح کے قریب تک دیکھا کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کی ایک آیت پڑھی، اس کو بار بار پڑھتے رہے، رکوع اور سجدہ میں بھی اور روتے رہے۔ "اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ" پوری آیت۔

㉒ "وخلق اللّٰہ السموات والارض بالحق ولتجزیٰ کلّ نفس بما کسبت وھم لایظلمون"

㉓ "افرأیت من اتخذا الٰھہٗ ھواہ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ یہ کافر اس نے اپنا دین اپنی خواہش کو بنایا۔ پس دل میں جو خیال آتا ہے اس کو کرگزرتا ہے اس لیے کہ وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ اس کا خوف رکھتا ہے اور جو چیز اللہ نے حرام کی اس کو حرام نہیں سمجھتا۔

اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنالیا ہے۔ پس اسی کی عبادت کرتا ہے جو اس کا نفس خواہش کرے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب پتھروں، سونے اور چاندی کی عبادت کرتے تھے۔ پس جب کوئی چیز پہلے خدا سے اچھی ملتی اس کو پھینک دیتے اور توڑ دیتے اور دوسرے کی عبادت شروع کردیتے۔ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام ھویٰ رکھا گیا۔ اس لیے کہ وہ اپنے صاحب کے ساتھ جہنم میں گر جائے گا۔ "واضلہ اللّٰہ علی علم" اپنی طرف سے۔ اس کے امر کے انجام کے ساتھ اور کہا گیا ہے کہ اس کے علم میں سبقت کر چکا کہ وہ گمراہ ہوگا اس کے پیدا کرنے سے پہلے۔ "وختم" مہر لگائی۔ "علی سمعہ" پس وہ ہدایت کو نہیں سنتا۔ "وقلبہ" پس وہ ہدایت کو نہیں سمجھتا۔ "وجعل علی بصرہ غشاوۃ" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "غشوۃ" غین کے زبر اور شین کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے "غشاوۃ" پڑھا ہے پردہ، پس وہ ہدایت کو نہیں دیکھ سکتا۔ "فمن یھدیہ من بعد اللّٰہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے اس کو گمراہ کرنے کے بعد کون اس کو ہدایت دے گا۔ "افلا تذکرون"

وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ㉔

ترجمہ: اور (بعثت کے منکر) یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آجاتی ہے اور ان لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔

تفسیر: ㉔ "وقالوا" یعنی بعث کا انکار کرنے والے "ماھی الاحیاتنا الدنیا" یعنی زندگی صرف دُنیا کی زندگی

ہے۔ "نموت ونحیا" یعنی آباء مرجاتے ہیں اور اولاد زندہ رکھی جاتی ہے اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی ہم مر جاتے ہیں اور ہم زندہ ہوتے ہیں، پس واؤ جمع کے لیے ہے۔ "وما یھلکنا الا الدھر" یعنی زمانے کا گزرنا اور عمر کا لمبا ہونا اور رات و دن کا آنا جانا ہمیں فنا کرتا ہے۔

"ومالھم بذلک" یعنی جو انہوں نے کہا ہے "من علم" یعنی انہوں نے یہ کسی علم سے نہیں کہا۔ "ان ھم الا یظنون" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ یہ نہ کہے اے زمانہ کی خرابی کیونکہ میں زمانہ ہوں رات و دن کو بھیجتا ہوں۔ پس جب میں چاہوں ان دونوں کو قبض کرلوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک زمانہ کو برا بھلا نہ کہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہیں اور انگور (کی لکڑی) کو کرم ہرگز نہ کہے کیونکہ کرم مسلمان آدمی ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ عرب کی حالت یہ تھی کہ زمانہ کی مذمت کرتے تھے اور مصائب کے وقت اس کو برا بھلا کہتے تھے۔ اس لیے جو ان کو ناپسند چیز یا تکلیف پہنچتی اس کی نسبت زمانہ کی طرف کرتے تھے۔ پس وہ کہتے تھے "اصابتھم قوارع الدھر" ان کو زمانہ کی مصیبتیں پہنچی ہیں اور "اباء ھم الدھر" ان کو زمانہ نے ہلاک کردیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خبر دی۔ "وما یھلکنا الا الدھر" پس جب ان کو کوئی سختی پہنچتی اور اس کی نسبت وہ زمانہ کی طرف کردیتے تو اس کے فاعل کو برا بھلا کہتے تو یہ سب وشتم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا اس لیے کہ ان تمام اُمور کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جن کی نسبت وہ زمانے کی طرف کرتے تھے۔ پس ان کو زمانے کو برا بھلا کہنے سے روکا گیا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㉕ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉖ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ㉗ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ㉘ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ㉙ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ㉚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ㉛ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا

قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿32﴾

ترجمہ: اور جس وقت (اس بارہ میں) ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا (اس پر) بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرکے) سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر (جب چاہے گا) تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں (اور زمین میں) اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز باطل خسارہ میں پڑیں گے اور (اس روز) آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال (کے حساب) کی طرف بلایا جاوے گا آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا (اور کہا جاوے گا کہ) یہ (نامہ اعمال) ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے اور ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے (ان کو) ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ صریح کامیابی ہے اور جو لوگ کافر تھے (ان سے کہا جاوے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں سو تم نے (ان کو قبول کرنے سے) تکبر کیا تھا اور تم (اس وجہ سے) بڑے مجرم تھے اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو یقین نہیں۔

تفسیر: ﴿25﴾ "وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

﴿27﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" یعنی قیامت کے دن کیلئے۔ "لاریب فیه ولکن اکثر الناس لایعلمون. ولله ملک السموات والارض ویوم تقوم الساعة یومئذ یخسر المبطلون" یعنی کافر جو اصحاب باطل ہیں اس دن ان کا خسارہ ظاہر ہوگا۔ اس طرح کہ وہ جہنم کی طرف جائیں گے۔

﴿28﴾ "وتری کلّ امّة جاثیة" گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا اور یہ حاکم کے سامنے جھگڑا کرنے والے کی طرح کا بیٹھنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتا ہوگا۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک قیامت میں ایک گھڑی ہے جو دس سال کی ہوگی۔ لوگ اس میں اپنے گھٹنوں کے بل گریں گے حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کو پکاریں گے میں تجھ سے صرف اپنی ذات کا سوال کرتا ہوں۔ "کل امّة تدعیٰ الی کتابها" جس میں اس کے اعمال ہوں گے اور یعقوب رحمہ اللہ نے "کلّ امّة" نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کو کہا جائے گا۔ "الیوم تجزون ما کنتم تعملون"

﴿29﴾ "هٰذا کتابنا" یعنی محافظین کا رجسٹر۔ "ینطق علیکم بالحق" جو تمہارے خلاف شافی بیان کی گواہی دے گی۔ پس

گویا کہ وہ بول رہی ہے اور کہا گیا ہے کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ "انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون" یعنی ہم فرشتوں کو حکم دیں تمہارے اعمال کے نسخ یعنی ان کی کتابت اور تم پر اثبات کا اور کہا گیا ہے کہ "تستنسخ" یعنی تاخذ نسخہ یہ اس وجہ سے کہ دو فرشتے انسان کے ہر عمل کو بلند کرتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ اس میں سے وہ عمل ثابت کرتے ہیں جس میں اس کے لیے ثواب یا عقاب ہو اور ان میں سے لغو عمل کو پھینک دیتے ہیں۔ جیسے ان کا قول ادھر آ اور چلا جا وغیرہ۔ اور کہا گیا ہے لوح محفوظ سے لکھنا مراد ہے کہ فرشتے ہر سال لوح محفوظ سے بنی آدم سے ہونے والے اعمال کو لکھ لیتے ہیں اور نقل کرنا اصل سے ہی ہوسکتا ہے۔ پس ایک کتاب کو دوسری سے نقل کیا جاتا ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "تستنسخ" یعنی ثابت کیا جاتا ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لکھا جاتا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محفوظ کیا جاتا ہے۔

30 "فاما الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات فیدخلهم ربهم فی رحمته ذلک هو الفوز المبین" ظاہر کامیابی۔

31 "واَمّا الذین کفروا" ان کو کہا جائے گا۔ "افلم تکن آیاتی تتلٰی علیکم فاستکبرتم وکنتم قوما مجرمین" متکبر و کافر۔

32 "واذا قیل ان وعداللّٰه حق والساعة لاریب فیها" حمزہ رحمہ اللہ نے "والساعة" نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا عطف وعد پر ہے اور دیگر حضرات نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے۔ "قلتم ما ندری ما الساعة ان نظن الاّ ظنا" یعنی ہم اس کو نہیں جانتے مگر وہم اور اندازہ۔ "وما نحن بمستیقنین" کہ وہ ہونے والی ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿33﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿34﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿35﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿36﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿37﴾

ترجمہ: اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا اور (ان سے) کہا جاوے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور (آج) تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ تم نے خدائے تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا سو آج نہ

تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جاویں گے اور نہ ان سے (خدا کی خفگی کا تدارک جانا جاوے گا سو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا پروردگار تمام عالم کا اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ㉝ "وَبَدَا لَهُمْ" آخرت میں۔ "سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا" دُنیا میں یعنی اس کی جزاء "وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ"

㉞ "وقيل اليوم ننساكم" ہم تمہیں آگ میں چھوڑیں گے۔ "كما نسيتم لقاء يومكم هذا" تم نے اس دن کی ملاقات کے لیے ایمان و عمل کو چھوڑ دیا۔ "وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ"

㉟ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا" حتیٰ کہ تم نے کہا نہ کوئی بعث ہوگا اور نہ کوئی حساب۔ "فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے یاء کے زبر اور راء کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کی پیش اور راء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ" ان سے یہ مطالبہ نہ کیا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف لوٹ آئیں کیوں کہ اس دن کوئی عذر اور توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

㊱ "فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

㊲ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ" عظمت "فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بڑائی میری چادر اور عظمت میں تہہ بند ہے۔ پس جو شخص ان میں سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔

الحمدلله تفسیر بغوی کی پانچویں جلد مکمل ہوئی۔ چھٹی اور آخری جلد سورۃ الاحقاف سے شروع ہے۔

اضافه مفیده از ناشر

الدرر النظیم فی فضائل القرآن والآیات والذکر الحکیم

قرآن کریم کے فضائل اور حیرت انگیز خواص

ازامام ابومحمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمہ اللہ

فضائل وخواص سورہ روم تا سورۃ الجاثیہ

آٹھویں صدی کے معروف عالم اور جماعت اولیاء کے فرد فرید ہیں ان کے دست مبارک سے لکھی ہوئی مستند کتب میں سے الدرر النظیم بھی ہے جو قرآن کریم کے انوار و برکات اور فضائل وخواص اور اس کے روحانی وجسمانی فیوض اور تیر بہدف مجرب عملیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بطور اضافہ جزو کتاب بنایا جارہا ہے

سورۂ روم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو آدمی سورۂ روم کو پڑھتا ہے اسے تسبیح پڑھنے والے فرشتوں کے برابر اجر ملتا ہے۔

فسبحان الله حين تمسون تخرجون

❶ جو آدمی صبح کے وقت یہ آیات پڑھے تو اسے اس دن کی فوت شدہ نیکیوں کا بھی اجر ملتا ہے اور جو شخص شام کو پڑھے اسے رات کی فوت شدہ نیکیوں کے برابر اجر ملتا ہے اور وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔

❷ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے احباب سے فرمایا کرتے تھے جو شخص صبح کے وقت **فسبحان الله حين تمسون تخرجون** تک اور **سبحان ربک رب العزة ......العالمين** تک تین مرتبہ پڑھے تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگر وہ سمندر کی جھاگ یا صحرا کی ریت کے برابر کیوں نہ ہوں۔

❸ جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر تنگ منہ والی بوتل میں ڈال کر کسی گھر میں رکھ دے تو اس گھر کے سب آدمی بیمار ہو جائیں گے اور اگر وہاں کوئی اجنبی آئے گا تو وہ بھی بیمار ہو جائیگا۔

❹ اگر اسے لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر مٹی کے برتن میں ڈال لے تو اس پانی سے جسے پلائے گا وہ بیمار ہو جائے گا اور اگر کوئی اس پانی سے منہ دھوئے گا تو اس کی آنکھیں ایسی خراب ہوں گی کہ اندھا ہونے کا اندیشہ ہے۔

كذلك يطبع الله علىٰ قلوب الذين لايعلمون ....يوقنون

اس آیت کو دشمن کے کپڑے پر لکھ کر پھر یہ لکھے۔ **كذلك يطبع الله علىٰ قلب فلان بن فلانة** اور اپنے گلے میں ڈال لے تو اس کا دشمن اس سے ڈرے گا اور اس کے سامنے خاموش رہے گا۔

سورۂ لقمان

جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر پیٹ کے مریض کو پلا دے تو وہ تندرست ہو جائے گا اگر بخار ہے تو وہ بھی اتر جائے گا۔

(۲) جو شخص اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے وہ غرق نہیں ہوگا۔

وماقدروا الله حق قدره جو شخص اسے پڑھے اس کا غم دور ہو جائے گا۔ **يا بنىّ ان تک ....خبير**

جو آدمی اپنے اہل وعیال سے دور ہو اور ان کا حال معلوم کرنا چاہے تو وہ اس آیت کو لکھ کر شعبان کے پہلے جمعہ کی رات کو عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اس کو...... کے نیچے رکھ کر سو جائے اور رکھتے وقت، پڑھے **سبحان من لايخفىٰ عليه خافيه سبحان الذى الخير بقدرته ما كتمته ضرائر وخلقه سبحان الذى بيده القلوب والافواه بامره اللهم بين لى كذالى منامى** تو اس پر گھر کا سب احوال ظاہر ہو جائے گا۔

ولو ان مافی الارض.........بصیر

جس آدمی کے دل میں بشاشت نہ ہو۔ ذہن حاضر نہ ہو اور زبان صحیح کام نہ کرتی ہو تو کوڑ لوبان پر ان دو آیتوں کو پڑھ کر ہر روز نہار منہ اس میں ۲/۱ مثقال شہد یا شکر سے کھالیا کرے۔ ذہن تیز اور زبان فصیح ہو جائے گی۔

الم تر ان الفلک تجری......... کفور جو آدمی دریا میں سفر کرتا ہو اور دریا میں طغیانی ہو تو وہ سات پتوں پر اس آیت کو لکھ کر ایک ایک کر کے دریا میں مشرق کی طرف پھینک دے تو دریا کا جوش و طغیانی کم ہو جائے گی۔

سورۂ سجدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن سورۂ الم السجدہ کے دو بازو ہوں گے۔ جن سے وہ اپنے پڑھنے والے پر سایہ کرے گی اور کہے گی کہ تجھے آج کوئی خطرہ نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہر رات الم السجدہ اور سورۂ تبارک الذی پڑھا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اس سورۃ کو قرآن کریم کی دوسری سورتوں پر ستر درجہ فضیلت حاصل ہے پھر آپؐ ان سات ناموں یا قدیم' یا حی یا دائم و یا فرد یا واحد یا احد یا صمد سے دعا مانگتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو الم تنزیل' یٰسین' تبارک الذی اور سورۃ اقتربت پڑھے تو یہ سورتیں اس کے لئے نور ہو جاتی ہیں اور اسے شیطان سے بچاتی ہیں۔ قیامت کے دن اس کے درجے بلند کئے جائیں گے۔

اس سورۃ کو لکھ کر گلے میں ڈالنے سے بخار' آدھے سر کا درد اور مرگی کا مرض جاتا رہتا ہے۔

الذی احسن کل شئ خلقه.........ماتشکرون

یہ آیت شیشہ کے گلاس یا پیالہ میں لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی کے دو حصے کر لے ایک حصہ بچہ کی غذا میں ملا دے اور دوسرا حصہ شیشی میں ڈال کر محفوظ کر لے اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا روزانہ بچہ کو پلائے اور اس کے منہ پر ملے۔ سات دن تک یا ایک روایت کے مطابق سات ہفتوں تک ایسا کریں۔ بچہ اپنی پیدائش سے نوے دن کے بعد صحت مند و چست ہو جائے گا۔

سورۂ احزاب

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عالم ملکوت میں اس سورۃ کو پڑھنے والے کا نام شکور ہے۔

❷ جو شخص اس سورۃ کو ہرن کے چمڑے..... یا کیلے کے پتہ پر لکھ کر.....ڈبیہ میں بند کر کے رکھ دے....تو اس جگہ کے سب لوگوں میں زیادہ معزز باوقار ہو جائے گا۔

واذاخذنا من النبیین ....الیماً

جو شخص عہد کا کچا ہو یا دشمنی کرنے لگتا ہو تو اس کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لے کر اس پر ان آیات کو زعفران اور شبنم کے پانی سے لکھ کر ان کے بعد تین لکھے فلان بن فلانة نقض عهدها و غدرولم كيف بما كان منه لفلان بن فلانة والله غالب على امره اللهم عليك بہ ۳ مرتبہ اور اس کی دیوار کے کونہ میں دفن کردے۔

یایها النبی.........وکیلاً

جو آدمی سات دن تک صبح کی نماز کے بعد ان آیات کو مشک ملے ہوئے روغن چنبیلی پر پڑھے اور پھر اس تیل کو محفوظ کر کے یہ تیل اپنے دونوں ابرو اور رخساروں پر لگا کر کہیں کسی کے پاس کام کے لئے جائے تو وہ اس کا کام پورا کرے گا۔ اور وہ اس سے مرعوب ہوگا۔

سورۂ سبا

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جو شخص سورۂ سبا پڑھے قیامت میں پیغمبرؑ اس سے مصافحہ کریں گے۔

❷ جو آدمی اس سورۃ کو کاغذ پر لکھ کر سفید کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھے تو وہ سانپ بچھو وغیرہ تمام حشرات الارض اور آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

❸ کسی کو یرقان ہو تو اس سورۃ کو لکھ کر پانی میں گھول کر پلائے اور اس کے منہ پر اسی پانی کے چھینٹے مارے۔

قل جآء الحق وما یبدی الباطل.........اخرىٰ قریب

ویران کنوئیں سے پانی لے کر کاغذ پر اس آیت کو لکھ کر اس پانی میں ڈال کر جوش دے اور خوب مسل کر دھولے پھر یہ پانی دشمن کے گھر چھڑک دے تو دشمن ذلیل ہو کر رہ جائے گا۔

شرط یہ ہے کہ پہلے اپنے دشمن کو کم از کم تین مرتبہ پیغام بھیجے کہ تو دشمنی سے باز آ ورنہ تجھ پر عظیم آفت آئے گی اگر پھر بھی وہ ظلم وخلاف شریعت کرنے سے باز نہ آئے تو یہ عمل کرے اور ظالم فرعون کے سوا کسی کے لئے نہ کرے۔

سورۂ فاطر

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی سورۂ فاطر کو پڑھے وہ جس دروازہ سے چاہے گا جنت میں داخل ہوگا۔

❷ اگر یہ سورۃ لکھ کر چوپایوں کے گلے میں لٹکائی جائے تو نہ کوئی چور ان کے قریب آئے گا نہ کوئی آفت آئے گی۔

❸ اگر یہ سورۃ لکھ کر کسی شخص کی گود میں رکھ دی جائے تو جب تک یہ نہ اٹھالی جائے گی وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہے گا۔

ان الذین یتلون کتاب اللہ.........شکور

اگر اس آیت کو روئی دار کپڑے کے.... چار پاکیزہ ٹکڑوں میں لکھ کر... اپنے سامان تجارت میں رکھا جائے.... تو اس کی تجارت میں بڑا نفع اور برکت ہوگی۔

سورۂ یٰسین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ہر شی کا دل ہے اور قرآن کریم کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ اور ارشاد فرمایا جو آدمی سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس بار قرآن کریم پڑھنے کا اجر لکھ دیتا ہے اور فرمایا کہ سورۂ یٰسین اپنے پڑھنے والے کے سر پر دنیا و آخرت کی بھلائی کا عمامہ پہنا دیتی ہے اور اس سے دنیا کی آزمائش اور آخرت کے خوف کو دور کر دیتی ہے۔

اسی لئے اس سورۃ کا نام معممہ اور مدافعہ بھی ہے اور اس کو قاضیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ حاجت مندوں کی ہر حاجت کو پورا کر دیتی ہے۔ جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر پی لے اس کے دل میں ہزار دوا ہزار نور اور ہزار یقین اور ہزار برکت ہزار حکمت اور ہزار رحمت داخل کی جاتی ہے اور اس کے دل سے ہر کھوٹ اور بیماری کو نکال دیا جاتا ہے۔

جو شخص اس سورۃ کو پڑھے اس دن اس کی وجہ سے اس کے گناہوں میں اس سے تخفیف کی جاتی ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں ان لوگوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو اس سورۃ میں مذکور ہیں۔

جو شخص اس سورۃ کو شام کے وقت پڑھے وہ صبح تک خوشی میں رہتا ہے اور جو صبح کو پڑھے وہ شام تک خوشی میں رہتا ہے اور جو شخص اس سورۃ کو سکرات کے وقت پڑھے وہ روح قبض ہونے سے پہلے رضوان جنت کو اپنا منتظر دیکھتا ہے۔

اگر کوئی حاجت مند اس سورۃ کو پڑھے تو اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے اور کوئی خوف زدہ پڑھے تو اس کا خوف جاتا رہتا ہے۔ بھوکا پڑھے تو سیر پیاسا پڑھے تو سیراب ہو جاتا ہے۔

جو شخص اس سورۃ کو جمعہ کی رات میں پڑھے تو صبح اس کے سب گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں اور جو شخص سورۂ دخان اور سورۃ یٰسین کو جمعہ کی رات کے وقت ثواب کے یقین کے ساتھ پڑھے تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

سورۂ یٰسین کی فضیلت میں اور بھی بہت ساری احادیث ہیں مگر یہاں طوالت سے بچتے ہوئے انہیں کو کافی سمجھا گیا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی خدمت میں آ کر کہا آپ سورۂ یٰسین کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں ایک اسم ہے جسے وہ معلوم ہو جائے اور وہ اس اسم سے دعا مانگے تو وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ خواہ دعا مانگنے والا گناہگار ہی کیوں نہ ہو۔

جب کوئی آدمی کسی غم میں مبتلا ہو تو وہ سورہ یٰسین پڑھ کر یوں دعا مانگے۔

سُبْحَانَ الْمُفَرِّجِ عَنم کُلِّ مَهْمُوْمٍ سُبْحَانَ الْمُتَفِّسِ عَنْ کُلِّ مَکْرُوْبٍ مَدْیُوْنٍ سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ خَزَائِنَه' بَیْنَ الْکَافِ وَالنُّوْنِ اِنَّمَآ اَمْرُه' اِذَا اَرَادَ شَیْئاً اَنْ یَّقُوْلَ لَه' کُنْ فَیَکُوْنَ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ یَا مُفَرِّجَ الْهَمِّ فَرِّجْ ۳ بار کہے۔

سورۂ یٰسین گلاب و زعفران سے سات بار لکھ کر سات روز تک مسلسل روزانہ ایک بار پیتا رہے تو وہ آدمی مناظر میں مخالف پر

غالب رہے گا۔ لوگوں میں اس کی عزت ہوگی اگر کسی کے پیشاب میں رکاوٹ ہے وہ پیئے تو اس کی یہ تکلیف جاتی رہے گی اگر دودھ والی عورت پیئے تو اس کا دودھ بہت ہو جائے گا۔

اگر کوئی آدمی سورۂ یٰسین لکھ کر اپنے سر سے باندھے تو نظر بد سے جنون سے موذی جانوروں سے اور دوسری تکلیفوں سے محفوظ رہے گا۔ کلبیؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کے ہاتھوں بھول کر کوئی قتل ہو گیا مقتول کے وارث کو اس پر ضد تھی کہ اس نے جان بوجھ کر قتل کیا ہے چنانچہ وہ قاتل کو قتل کرنے کے لئے تلاش کر رہا تھا۔ قاتل کو کسی نیک آدمی نے کہا اگر تو اپنی بات میں سچا ہے کہ تو نے اسے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا تو اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے سورۂ یٰسین پڑھ لیا کر اگر تو اس کے سامنے بھی ہوگا تو وہ تجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ چنانچہ وہ اسی طرح کرتا اور اس سے محفوظ رہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش رات کو قتل کرنے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آئے اور ان کے سروں پر خاک ڈالی مگر وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔

جو شخص کسی ظالم بادشاہ سے ڈرتا ہو یا اسے ناحق قتل کرنا چاہتا ہو یا کوئی چلتے چلتے راستہ بھول گیا ہو تو وہ سورۂ یٰسین کو پڑھ کر یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام. بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ فَلَانِ بِنِ فُلَانَة

وجعلنا من بين ايديهم سداً و من خلفهم سداً ....لايبصرون

① اگر یہ آیت لکھ کر یا تانبے یا سونے کی پتری پر کندہ کرا کر ڈھال کی مٹھی پر چسپاں کر دیا جائے تو دشمن شکست کھائیں گے یا ہلاک ہو جائیں گے۔

② جو شخص سوتے ہوئے اس آیت کو پڑھ کر سوئے تو وہ چوروں سے محفوظ رہے گا۔

③ اگر دو آدمیوں کا آپس میں جھگڑا ہو رہا ہو اور وہاں کوئی یہ آیت پڑھ دے تو ان میں سے جو ظالم ہے رسوا ہوگا۔

انا نحن نحى الموتىٰ ....مبين

اگر باغ میں پھل نہ لگتا ہو یا زمین بنجر ہو رہی ہو یا مردہ دلوں کو زندہ کرنا ہو تو روزہ کے ساتھ باوضو ہو کر ان آیات کو گلاب، مشک اور زعفران سے کسی نئے پاک برتن میں لکھ کر اور پر تمام سورۃ پڑھے پھر اسے بارش کے پانی سے دھو کر باغ کے درختوں کی جڑوں میں یا بے آباد زمین میں یا گھر و دکان میں چاند کی پہلی جمعرات سے لے کر تین دن تک چھڑکے روزانہ ایک مرتبہ۔

اگر کند ذہنی اور نسیان ہو مذکورہ بالا ترکیب سے بنائے ہوئے پانی میں شربت ترنج ملا کر سات دن تک ہر روز سات گھونٹ نہار منہ پیئے اور پینے کی ابتداء ہفتہ کے دن سے یا جمعرات کے دن سے کرے۔ اور اگر ان آیات پر ذیل کے الفاظ بھی پڑھے جائیں تو بہت جلد کامیابی ہوگی۔

اَللّٰهُ مُحْيِى الْمَوْتٰى وَجَامِعُ الشَّتَّاتِ وَ مُخْرِجُ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ لَايَعْزُبُ عَنْ عِلْمِهٖ شَىْءٌ بِقُدْرَتِهٖ

ان کانت الا صیحۃً واحدۃً فاذاھم خامدون.

جب دشمن سامنے آ جائے تو قبلہ رخ ہو کر پڑھے۔ اللہ الغالب اللہ القاھر مذل کل جبار عنید ناصر الحق حیث کان بیدیہ الحول والقوۃ والسلطان ان کانت الا صیحۃً واحدۃً فاذا ھم خامدون دشمن گھبرا کر بھاگ جائے گا۔

وآیۃ لھم الارض المیتۃ.........لایعلمون باغ یا کھیت میں بہتری و برکت کے لئے ان آیات کو مٹی کے برتن میں اور ریحان کے پانی سے جس میں مشک اور زعفران گھولی گئی ہو لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر باغ یا زمین میں چھڑک دے تو بہت ہی نفع ملے گا۔

ان کانت الا صیحۃً واحدۃً ....محضرون

اگر کسی آدمی کے پاس جن اس کے بلانے پر حاضر ہوتے ہیں اور کبھی وہ حاضر نہ ہو رہے ہوں تو پہلے جو قسم وغیرہ انہیں دے کر بلاتا ہے اس میں یہ آیت بھی ملا کر بلائے ونفخ فی الصور.........محضرون تک تو جن بہت جلد حاضر ہو جائیں گے۔

من یحیی العظام و ھی رمیم.........علیم

اگر اس آیت کو روغن زیتون پر پڑھ کر کسی اترے ہوئے یا ٹوٹے ہوئے یا سست عضو پر مالش کرے تو وہ صحیح ہو جائے گا۔

سورۂ صافات

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص یہ سورۃ پڑھے اس سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔

② جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اس گھر میں رکھ دے جس میں جن رہتے ہوں تو وہ جن گھر والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

③ جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اور اسے دھو کر پھر اس پانی سے نہائے تو اس کا خوف و گھبراہٹ اور کپکپی جاتی رہتی ہے۔

والصفٰت صفاً.................شھاب ثاقب

اگر لوبان اور سندروس کی دھونی دے اور ان آیات کو پڑھ کر کہے احضر یا فلان اور جنوں کے بادشاہ کا نام لے تو وہ حاضر ہو جائے گا۔

سورۂ ص

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص سورۂ ص پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے گا۔

② جو شخص اس سورۃ کو شیشہ کے برتن میں لکھ کر قاضی یا کوتوال کی جگہ رکھ آئے تو تین دن سے پہلے اس کی لغزش اور نقص ظاہر ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کا حکم نافذ نہ ہو سکے گا۔ ارکض برجلک ھٰذا مغتسل بارد و شراب

کنواں یا چشمہ وغیرہ کھودتے وقت اس آیت کا ورد جاری رکھا جائے تو وہاں سے میٹھا پانی نکلے گا۔

سورۂ زمر

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی سورۂ زمر پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی امید نہ توڑیں گے اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے برابر اجر عطا فرمائیں گے۔

② جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اپنے بازو پر باندھے یا اپنے بستر یا اپنے گھر میں رکھ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں برکت عطا فرمائے گا اور لوگ ہمیشہ اس کے شکر گزار ہوں گے۔ **و نفخ فی الصور .... وھم لایظلمون**

اگر کوئی اس آیت کو پڑھ کر دشمن کے سامنے سے اس کے منہ پر پھونک دے تو دشمن غمگین اور خاموش ہو جائے گا۔

سورۂ غافر

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص جنت کے سرسبز باغات کا مالک بننا چاہتا ہے تو اسے وہ حٰم والی سورتوں کو پڑھنا چاہئے۔

② حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شی کا مغز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا مغز حٰم والی سورتیں ہیں۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص حٰم المومن سے لے کر الیہ المصیر تک اور آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھے وہ شام تک محفوظ رہے گا اور اگر شام کو پڑھے وہ صبح تک حفاظت میں رہے گا۔

④ اور اسی طرح دعا مانگنی چاہئے۔

یَاغَافِرَ الذَّنْبِ اغْفِرْلِیْ یَا قَابِلَ التَّوْبِ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ یَاشَدِیْدَ الْعِقَابِ اُعْفُ عَنِّی یَاذَاالطَّوْلَ تَطَوَّلْ عَلَیَّ بِخَیْرِکَ

⑤ اگر یہ سورۃ زات کے وقت لکھ کر باغ یا دکان کی دیوار پر لگائی جائے تو اس میں بہت برکت ہوگی۔

⑥ اگر کسی آدمی کو زخم ہوں تو اس کے گلے میں سورۂ غافر لکھ کر پہنا دی جائے اس کے زخم اچھے ہو جائیں گے۔

⑦ اگر اس سورۃ کو لکھ کر اس کے پانی سے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جائے۔ جب وہ روٹی سوکھ جائے تو پیس کر برتن میں محفوظ کر کے رکھ دے۔ جس آدمی کے دل یا جگر یا تلی میں درد رہتا ہو اسے وہ سفوف تھوڑا سا کھلایا جائے یا پلایا جائے درد ختم ہو جائے گا۔

رفیع الدرجات ذوالعرش ....الحساب

اگر کسی سے کوئی معلومات حاصل کرنی ہوں اور وہ نہ بتا رہا ہو تو اس آیت کو ہرن کے چمڑے پر جب وہ سویا ہوا ہو خواہ مرد ہے یا عورت اس کے سینہ پر رکھ دی جائے تو خود بخود بتا دے گا بشرطیکہ اس کے ان رازوں کی کسی اور کو خبر نہ دی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی پردہ پوشی پسند ہے۔

فستذکرون مآاقول لکم۔ پوری آیت

جو شخص ان آیات کو لکھ کر پاس رکھے تو ظالم اسے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

الذی جعل لکم الانعام.........تنکرون

اگر کسی دودھ والے جانور کا دودھ کم ہو گیا ہو تو یہ آیت کسی پاک صاف برتن میں لکھ کر اس پانی سے دھو لے جس پر کبھی دھوپ نہ پڑی ہو پھر اس دودھ والے جانور کو پلا دے اور اس کے کھانے والے چارہ پر بھی چھڑک دے تو دودھ بہت ہو جائے گا۔

سورۂ سجدہ

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص حٰم السجدہ پڑھے اسے اس سورۃ کے حروف کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔

② جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر گلے میں ڈالے یا بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی سے سرمہ پیسے تو وہ سرمہ آنکھ کی سفیدی اور رمد اور ناخنہ وغیرہ آنکھ کی بیماریوں میں مفید ہے اور اگر سرمہ نہ ملے تو اسی پانی سے آنکھوں کو دھوتا رہے۔

سنریھم آیاتنا............سورۃ کے اخیر تک

جب کوئی مظلوم بے کس ہو اس لئے وہ ظالم کو ظلم سے روک نہ سکتا ہو تو ان آیات کو کسی نابالغ کنواری لڑکی کے کپڑے کے ٹکڑے میں لکھے اور اس کے بعد یہ لکھے۔

کذٰلک یری اللہ فلان بن فلانۃ لفلان بن فلانۃ بحولہ و قوتہ من آیاتہ العظمیٰ و قدرتہ الباھرۃ ما یروع حالہ' ویقل فی الظلم عزمہ و یصمت لسانہ

پھر اس کو نابالغ لڑکی کے ہاتھ سے ظالم کے سرہانے کے نیچے اس طریقہ سے رکھوائے کہ اسے معلوم نہ ہو تو وہ ظالم خواب میں ایسے نظارے دیکھے گا جن سے خوفزدہ ہو کر وہ اپنے ظلم وستم سے رک جائے گا۔

سورۂ حجرات

① یہ سورۃ اگر لکھ کر گھر میں لگادی جائے تو اس گھر میں شیطان نہیں آتا۔

② اور اگر یہ سورۃ لکھ کر اور دھو کر دودھ والی عورت کو پلا دیا جائے تو اس کا دودھ بہت ہو جاتا ہے۔

③ اگر عورت حاملہ ہو اور یہ سورۃ اسے لکھ کر دھو کر پلا دی جائے تو بچہ ماں کے پیٹ میں ہر تکلیف سے محفوظ رہتا ہے۔

④ اگر کوئی آدمی نزع کی تکلیف میں ہو اس کے پاس بیٹھ کر کوئی سورۂ حجرات کی تلاوت کرے تو اس پر موت کی سختی کو آسان کر دیا جاتا ہے۔

ق............ **کذٰلک الخروج**

① اگر کوئی درخت پھل نہ اٹھاتا ہو یا درخت کو پھل تو لگتا ہو مگر محفوظ نہیں رہتا تو موسم بہار کی پہلی بارش کا پانی کسی پاک چکنے برتن یا کسی نئے شیشہ کے برتن میں لے کر ان آیتوں میں سے ہر ایک کو کاغذ کے ایک ٹکڑا پر گلاب و زعفران سے لکھ کر باقی پانی سے طلوع فجر کے وقت ان ٹکڑوں کو دھولے اور دھوتے وقت ان آیتوں کو سات بار پڑھے اور پانی درخت کی جڑ میں چھڑک دے۔ ان شاء اللہ اس درخت کو بہت پھل لگے گا۔

② مذکورہ بالا طریقہ سے بنائے ہوئے پانی میں بیج بھگو کر کاشت کیا جائے تو کھیتی بہت عمدہ ہوتی ہے۔

③ کسی کے پیٹ میں تکلیف ہو خواہ کسی بیماری کی وجہ سے ہو تو ان آیات کو لکھ کر بارش کے پانی سی دھو کر اسے پلا دیا جائے۔

④ کسی بچہ کے دانت آسانی سے نکلتے نظر نہ آتے ہوں تو اس بچہ کو یہ آیات بارش کے پانی سے دھو کر پلا دیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے دانت بآسانی نکل آئیں گے۔

⑤ کوئی آدمی کسی معاملہ میں خوف زدہ ہو تو اسے بھی اگر یہ آیات لکھ کر اور بارش کے پانی سے دھو کر اسے پلا دی جائیں تو اس کا خوف جاتا رہے گا۔

سورۃ الفتح

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص رمضان کی پہلی رات نفلوں میں یہ سورۃ پڑھے وہ اس سال ہر قسم کی آفت و مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

② ایک عارف کہتے ہیں جو آدمی رمضان کا چاند دیکھتے ہی تین بار سورۂ فتح پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو فراخ دست رکھیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کا خلاصہ اور مغز ہوتا ہے اور قرآن شریف کا مغز مفصل ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سات لمبی آیتیں تورات کی جگہ پر اور آیات مثانی انجیل کی اور زبور کی جگہ مرحمت فرمائی ہیں۔ اور مجھے مفصل سے اعزاز دفضیلت بخشی ہے۔

جو شخص مفصل کو لکھ کر لڑائی یا خوف میں اپنے پاس رکھے تو وہ امن میں رہتا ہے۔

(مفصل کو لکھ کر اور دھو کر اگر پیچش) نکسیر اور سردی کے بخار والے کو پلایا جائے تو شفا ہوگی۔

انا فتحنالک فتحاً مبینا...... و کان اللہ علیماً حکیماً

جو آدمی یہ چاہے کہ اسے قبولیت عامہ حاصل ہو تو وہ پاک وصاف ہو کر ان آیات کو عرق گلاب) مشک اور زعفران کے ساتھ ہرن کے چمڑے پر لکھے اور اس چمڑے کو اپنی پگڑی یا ٹوپی میں رکھ کر سر میں رکھے۔

جو آدمی دشمنوں کے مقابلہ میں فتح چاہتا ہو وہ جمعرات کی پہلی اور دوسری ساعت میں زرد تانبے کی گول پتری پر ان آیات کو کندہ کرائے اور اپنی ڈھال (یا دوسرے دفاعی سامان) میں میخ سے جوڑ دے اور اسے ساتھ لے کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے۔

محمد رسول اللہ...... سورۃ کے آخر تک

جو شخص ان آیات کو ۱۴ رمضان کو یا ۲۴ تاریخ کو سفید ریشمی کپڑے میں عرق گلاب اور مشک و کافور سے لکھ کر ہرن کے چمڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ اگر درخت سے باندھ دے تو اس میں خوب برکت ہو گی۔ اگر کوئی بوڑھا شخص اپنے پاس رکھے تو وہ طاقت ور رہے گا۔ اس آیت میں سارے کے سارے حروف تہجی موجود ہیں

اوراسی طرح سورۂ آل عمران کی آیت ثم انزل علیکم الخ میں بھی تمام حروف تہجی پائے جاتے ہیں۔ جو شخص ان دو آیتوں کو کثرت سے پڑھے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور اس کو تنگدستی سے نجات ملتی ہے اور نیکی کے کاموں میں اس کے بہت مددگار بن جاتے ہیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی ملتی ہے۔

سورۂ محمد

1. جو شخص اس سورۃ کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ ضرور اسے جنت کی نہروں سے سیراب کرے گا۔
2. جو شخص اس سورۃ کو لکھے اور زمزم کے پانی سے دھو کر پی لے تو وہ لوگوں کا محبوب بن جائے گا۔ اس کا حافظہ قوی ہو جائے گا جو بات سنے گا وہ یاد رہے گی۔
3. اس سورۃ کو لکھ کر اور دھو کر اس کے پانی سے بیمار کو نہلایا جائے تو تندرست ہو جائے گا۔

ان الذین کفروا......ولن یترکم اعمالکم
اس آیت کو ڈھال پر کندہ کرا کے اگر دشمن کا سامنا کرے تو دشمن کو شکست ہوگی۔

ان الذین کفروا فتعساً لھم..........فاحبط اعمالھم
اگر دوران جنگ میدان جنگ سے مٹی کی ایک مٹھی لے کر اس پر یہ آیت پڑھ کر دشمن کے چہرے پر مار دے تو دشمن مغلوب اور ذلیل ہوگا۔

سورۂ احقاف

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص سورۂ احقاف کو پڑھے۔ اسے دنیا کی ہر ہر چیز کی تعداد کے برابر دس دس نیکیاں ملیں گی اور دس دس برائیاں نامہ اعمال سے مٹائی جائیں گی اور دس دس درجات بلند ہوں گے۔
2. جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اپنے گلے میں لٹکائے وہ بیداری و نیند ہر حالت میں جنات اور دیگر ہر خوفناک چیز کے شر سے محفوظ رہے گا۔
3. اگر اس سورۃ کو لکھ کر سرہانے کے نیچے رکھ کر سو جائے تو رات کو کوئی چور یا جن وغیرہ اس کے قریب نہ آئے گا۔

واذکر اخاعاد..........وکذٰلک تجزی المجرمین
اگر کوئی بے دین ظالم و فرعون صفت دشمن ہو تو اس کے ہلاک و برباد کرنے کے لئے یہ آیات بہت مفید ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ سات بیکار کنوؤں کا پانی لا کر اس پر ان آیات کو ہفتہ کے دن سے لے کر جمعہ کے دن تک سات دن مسلسل چاند کے آخری عشرہ میں پڑھے) ہر روز سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے کے وقت سات سات بار پڑھے پھر آئندہ ہفتہ کے دن اس پانی کو چار گھڑوں میں ڈال کر کسی نابالغ لڑکے کے ہاتھوں انہیں کسی الگ کونہ میں رکھوا دے۔ جب ضرورت ہو تو

دشمن کے گھر یا جہاں چاہے اس پانی کو چھڑکوا دے۔ بہت جلد مقصد حاصل ہو جائے گا۔

مگر اس بات کا دھیان ضرور رہے کہ یہ عمل اسی کے لئے کیا جائے جو بددین ملحد اور ظالم ہو ناحق کسی پر ایسا عمل کرنا سخت گناہ ہے۔

واذ صرفنا الیک نفراً من الجن.......... فی ضلٰل مبین

ان آیات کو پڑھنے سے جن بہت جلد حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان آیتوں کو ہر عزیمت کے بعد پڑھے۔

سورۂ دخان

① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص رات کے وقت سورۂ حٰم الدخان پڑھے ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور صبح تک اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عالم ملکوت میں سورۂ حٰم کا نام ''مبارکہ'' ہے کیونکہ اس کے پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے برکت بھیجتے ہیں۔

③ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اس سورۃ کو جمعہ کی رات کو پڑھے وہ صبح تک بخش دیا جاتا ہے اور جو جمعہ کے دن کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتے ہیں۔

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص جمعہ کی رات سورۂ حٰم دخان اور سورۂ یٰسین کو یقین کے ساتھ ثواب کی نیت سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے سب گذشتہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

⑤ جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔

⑥ جو شخص پیچش کا مریض ہو وہ اس سورۃ کو لکھ کر دھو کر پی لے تو فائدہ ہوگا۔

حٰم و رب ابائکم والاولین تک

جو آدمی ان آیات کو شعبان کی پہلی رات میں عشاء کے بعد دس بار پڑھے پھر چودھویں رات کو تیس مرتبہ پڑھے اور پھر جو دعا مانگنی ہو مانگے بہت جلد قبول ہوگی۔

ان المتقین فی مقام امین الخ جس آدمی کو اندیشہ ہو کہ میرا مدمقابل مجھے مغلوب ولاجواب کر دے گا تو وہ پاک صاف ہو کر اور پاکیزہ لباس پہن کر عصر کی نماز کے بعد ان آیتوں کو کسی پاکیزہ اور نئے سفید کپڑے میں عرق گلاب اور مشک اور زعفران اور کافور سے لکھ کر اپنی جیب میں رکھے اور اپنے مدمقابل سے ملے تو ان شاء اللہ اس پر غالب آئے گا۔

سورۂ جاثیہ

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص سورۂ جاثیہ پڑھے وہ قیامت کے دن حساب کے وقت نہیں

ڈرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص سورۂ جاثیہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت کی ہر سختی و تنگی سے محفوظ رکھیں گے۔

③ جو آدمی اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے یا گلے میں لٹکائے وہ ہر چغل خور کی چغل خوری سے محفوظ رہے گا اور کوئی اس کی غیبت نہیں کرے گا۔

④ اگر بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کے گلے میں سورۂ جاثیہ لکھ کر لٹکا دی جائے تو وہ بچہ ہر سختی سے محفوظ رہے گا۔

حٰمٓ..............یوقنون

① پاک صاف ہو کر روزہ رکھے اور روزہ کے ساتھ جھاؤ کی لکڑی پر ان آیات کو لکھ کر اس لکڑی کو کنوئیں یا نہر میں چھوڑ دے۔ پھر وہاں سے پانی لے کر پودوں اور درختوں کی جڑوں میں چھڑکے گا تو وہ خوب پھلیں پھولیں گے۔ یا اپنے کاروبار کی جگہ میں کہیں چھڑکے گا تو خوب رزق ملے گا۔

ویل لکل افاک الیم......الیم تک اور ولقد فتاقبلھم قوم فرعون وما کانوا منظرین تک یا ولھم عذاب عظیم تک

اگر کسی آدمی سے کوئی کام کرانا ہو تو ان آیات کو اپنی داہنی ہتھیلی پر تین بار لکھ کر بند کر لے یا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی اس پر رکھ دے اور مطلوبہ آدمی کے سامنے جا کر ہتھیلی کھول دے تو وہ آدمی اس کا کام پورا کر دے گا۔

① اگر کسی دشمن کی کشتی وغیرہ غرق کرنا مقصود ہو تو پکی ہوئی مٹی کی سات ٹھیکریاں لے۔ جب تہائی رات گزرنے کے بعد اٹھ کر پاک صاف ہو تو ان ٹھیکریوں میں سے ہر ایک کو تین تین بار پلٹائے اور سات بار ان پر تکبیر پڑھے پھر ان پر ان آیات کو سات دفعہ لکھ کر یہ پڑھے۔

لَارَجْعَةَ وَلَانَجْعَةَ وَلَاقُوَّةَ وَلَاسُلْطَانَ وَلَلَيَدَ وَلَابَطْشَ وَلَانَصْرَ وَلَا ظَفَرَ وَلَااِسْتِظْهَارَ وَلَاغَلَبَةَ وَلَااِقْتِدَارَ لِفُلَانِ بنِ فُلَانَةِ

(دشمن کا نام اور اس کی ماں کا)

پھر ان ٹھیکریوں کو خوب کوٹ کر کشتی یا کسی میں پھینک دے تو عجیب نظارہ دیکھے گا۔

الذین سخرلکم البحر..........یتفکرون

جو شخص جنگل یا دریا میں شکار کرنا چاہے وہ قلعی کا پیالہ لے کر جب چاند منزل فرغ موخر میں ہو اس پیالہ سے ایک تختی سے بنوا کر اس پر ان آیات کو کندہ کرا کے اس جال میں رکھ دے اور جال کو دریا یا جنگل میں جہاں ڈالے گا شکار ہر طرف سے جال میں جمع ہو جائے گا۔

اور اگر ان آیات کو جھاؤ کی لکڑی کی ایک تختی پر لکھ کر جال کے ایک سرے سے باندھ دے تو اس جال میں بہت عمدہ شکار پھنسے گا۔ اور اگر شکاری اس تختی کو جنگل میں لے جائے تو پرندے اور جانور اس شکار کے پاس آ جمع ہوں گے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

کی نایاب قرآنی تفسیر "تفسیر میرٹھی" سے منتخب آیات کے فضائل وخواص

سورہ لقمان خاصیت آیت 16

خواص- یبنی انھا انالخ تک اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جاوے تو چاہئے کہ اول ایک سوانیس بار اس آیت کو یات بھا اللہ تک پڑھے۔ان شاء اللہ وہ کھوئی ہوئی چیز ضرور مل جاوے گی مگر شمار میں کمی زیادتی نہ ہونے پاوے۔

فضیلت سورہ سجدہ

فضائل- (سورہ السجدہ) حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی اس سورہ سجدہ اور سورۃ ملک کو رات کے وقت پڑھے اس کو شب قدر کے عمل کے برابر ثواب ہوگا۔

سورہ احزاب خاصیت آیت 56

فضائل- صلّوا علیہ الخ السلام علیک ایھا النبی الخ تو سلام ہے اور اللھم صل علی محمد الخ درود۔دونوں حکم کی تعمیل نماز کے قعدہ اخیرہ میں ہو جاتی ہے۔درود وسلام کے فضائل بے شمار ہیں۔فلاح وبرکات دارین' جسمانی اور روحانی شفا' حاجت روائی' قرب الٰہی' کشفِ قلوب' قبولیت دعا' دفعیہ رنج وپریشانی۔غرض ہر امر کے لئے تیر بہدف ہے۔ایک مرتبہ درود پڑھنے والے پر اللہ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

سورہ یٰسین فضائل وخواص

خواص۔سورۃ یٰسین جو شخص حالت نزاع میں گرفتار ہو اور اس پر یہ مقدس سورت پڑھی جاوے تو موت وسکرات کی سختی اس پر آسان ہوگی اور جو حاجت مند ہو اس مبارک سورۃ کو چاشت کے وقت پڑھے اور اپنی حاجت اللہ پاک سے طلب کرے تو ضرور اس کی حاجت روا ہوگی۔ایک فائدہ جو اکثر تجربہ میں آیا ہے یہ ہے کہ جس شخص کو تلاش معاش ہو اس کو چاہئے کہ اتوار کے غرہ سے اس کا عمل شروع کریں اس طرح کہ اکتالیس بار اول وآخر درود پڑھے بعدہ اس سورت کو اول سے لفظ مبین تک پڑھے پھر لفظ

مبین سات بار کہہ کر شروع سے پھر پڑھے اور دوسرے لفظ مبین پر پہنچ کر مبین کو سات مرتبہ پڑھے پھر شروع سے پڑھے۔ تیسرے مبین پر بھی اسی طرح کریں غرض ہر مبین پر پہنچ کر مبین کے لفظ کو سات بار پڑھے اور شروع سورت سے پڑھے ساتوں مبین پر اسی طرح کرنے کے بعد تمام سورت ایک مرتبہ پڑھے اور پھر بعد درود کے دعا مانگے چالیس روز تک ایسا ہی کرے بعد نماز صبح یہ عمل شروع کرے اور طلوع آفتاب سے پہلے پہلے ختم ہو جانا چاہئے۔ غالب تو یہ ہے کہ اول ہی چلہ میں کامیاب ہو جائے اگر نہ ہو تو دوسرا چلہ اسی طرح کرے انشاء اللہ ضرور مراد کو پہنچے گا۔ لڑکیوں کی شادی کے انجام اور منگنی کے انصرام کے لئے اکتالیس مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ اس سورت کا لکھ کر اور دھو کر پلانا وجع مفاصل کے لئے نافع ہے۔ اس مقدس سورۃ کے لکھنے اور پڑھنے کا ثواب دس قرآن مجید کے ثواب کے برابر ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل یٰسین ہے اس کی تلاوت کرنے والے کے لئے جنت کے آٹھویں دروازے کھل جائیں گے تاکہ جس دروازے میں سے چاہے اندر داخل ہو۔

فضائل- جو مسلمان روز آخرت پر یقین رکھنے والا اس مقدس سورت کو پڑھے گا اس کی مغفرت ہوگی۔ جو شخص خلوص نیت سے لوجہ اللہ شب کو پڑھے گا قیامت کے روز بخشا جائے گا اور جو ہر رات تلاوت کرے گا وہ شہید مرے گا۔

سورہ یٰسین خاصیت آیت 58

خواص- اپنے نام کے اعداد کی شمار کے موافق سلامٌ قولا من رب رحیم کا وظیفہ صفائی قلب کے لئے نہایت مفید ہے۔

سورہ ص خاصیت آیت 34

خواص- ولقد فتنا الخ جس شخص کو آسیب کا خلل ہو اس کے بائیں کان میں یہ آیت ثم اناب تک سات بار پڑھے۔ انشاءاللہ صحت ہوگی۔

فضیلت سورہ مومن

فضائل- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سورتیں جن کے شروع میں حٰم ہے مجھ کو الواح موسیٰ علیہ السلام سے مرحمت ہوئی ہیں۔

فضیلت سورہ دخان

فضائل- ترمذی شریف میں وارد ہے کہ جو شخص اس سورہ مقدسہ کو شب جمعہ میں پڑھے اس کی مغفرت ہو جائے۔

اغلاط نامہ جلد پنجم

معذرت:۔۔۔طباعت سے پہلے تصحیح کا اہتمام کرنے کے باوجود

بعض اغلاط طباعت کے بعد نظر آئیں جو پیش خدمت ہیں

صفحہ نمبر	غلط	صحیح
43	الْعَرُوْرُ	الْغُرُوْرُ
112	اجرًا عظيمًا	اجرًا كريماً
139	غدوها شهرًا	غدوها شهر
153	الاقال مترفيها	الاقال مترفوها
156	ويوم تحشرهم	ويوم يحشرهم
162	فانى يؤفكون	فانى تؤفكون
164	الا بعمله	الا بعلمه
166	والذى تدعون	والذين تدعون
198	ينبغى لها	ينبغى له
278	ان لاتسجد	ان تسجد
287	اعلموا	اعملوا
310	فاخلوها	فادخلوها
400	لاتسع	لاتسمع
413	الا الموت	الا الموتة